# کِرمِ خاکی



سوانح حیات
منظور احمد شاد

مرتبہ
تصوّر احمد خالد، لندن

# کِرمِ خاکی

سوانح حیات

## مکرم منظور احمد شاد صاحب

مرتبہ

تصوّر احمد خالد۔ لندن

**کِرمِ خاکی** ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار
یہ سراسر فضل و اِحساں ہے کہ مَیں آیا پسند
ورنہ درگاہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار

نام کتاب : کرمِ خاکی

مؤلفین : مکرم منظور احمد شاد، تصوّر احمد خالد

ناشر : تصوّر احمد خالد، طاہرہ نصرت، طاہر احمد محمود، سائرہ نزہت

سال اشاعت : جون 2025

تعداد : 300

کتاب ملنے کا پتہ:

Tasawwar A Khalid

takhalid@hotmail.de

+44 7552 103526

# انتساب

اپنے قابل صد احترام داداجان حضرت میاں عبد الکریم صاحبؓ
کے نام جن کی قبول حق کے بعد قربانیوں کی وجہ سے گزشتہ سوا
سو سال سے ہمارا خاندان احمدیت کے ثمرات سے فیض یاب ہو
رہا ہے۔

الحمدللہ رب العٰلمین

# خلفائے احمدیت کا آپ کے ساتھ غیر معمولی اظہار شفقت

**ارشاد حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ !**
آپ جتنا خوش نصیب کون ہے آپ آزاد بھی ہیں اور سلسلہ کی جتنی چاہیں خدمت بھی کر سکتے ہیں۔(1956)

**حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ** نے اپنے اس غلام پر شفقت فرمائی اور اوپر کھانے کی میز پر ہی طلب فرمالیا۔(1981)

**حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ** نے آپ کے نام ایک مکتوب میں فرمایا کہ !
میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ چند تحسین کے کلمات آپ کو لکھوں اور مطلع کروں کہ خدا کے فضل سے آپ کے لیے اس رمضان المبارک میں آپ کی خدمت کے پیشِ نظر خصوصی دُعا کی تحریک پیدا ہوئی ہے۔(1992)

**حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز** نے 16 مارچ 2013 میں آپ کی پوتی کے نکاح کے موقع پر فرمایا کہ !
یہ خاندان بھی بڑا خدمت کرنے والا خاندان ہے۔ اللہ تعالیٰ آئندہ نسلوں کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (2013)

## ذکرِ خیر بزبانِ امام وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 9 اپریل 2021 میں ازراہ شفقت 15 وفات یافتگان کا ذکر خیر فرمایا تھا جن میں تیسرے نمبر پر محترم والد صاحب مکرم منظور احمد شاد صاحب کا ذکر تھا، جزاھم اللہ تعالیٰ۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:۔

”اب میں بعض وفات یافتگان کا ذکر کروں گا۔۔۔

اگلا جنازہ منظور احمد شاد صاحب کا ہے جو 17 جنوری کو 82 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ خاندان میں احمدیت آپ کے والد حضرت میاں عبد الکریم صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ 1903 میں آئی تھی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کرم دین کے مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم تشریف لے گئے تھے۔ شاد صاحب 1956 میں کراچی منتقل ہوئے۔ پھر وہاں بطور قائد ضلع کراچی خدمت کی توفیق ملی اور انہوں نے وہاں خدام الاحمدیہ میں بڑا اچھا کام کیا۔ پھر صدر جماعت ڈرگ روڈ کالونی اور نائب امیر کراچی کے طور پر خدمت کی توفیق ملی،1984 میں جس وفد نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا سکھر میں استقبال کیا تھا آپ اُس وفد میں شامل تھے اور اُن کی روانگی تک ایئر پورٹ پہ ہی رہے۔ 2010 میں لندن منتقل ہوئے۔ یہاں بیت الفتوح ہومیو پیتھک ڈسپنسری میں بھی باقاعدہ وقت دیا کرتے تھے۔ وفات کے وقت آپ سیکرٹری تربیت نو مبایعین جماعت بوَربری خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ ان کا ایک نواسہ مربی ہے اور یہیں یوکے میں خدمت کی توفیق پا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ آمین“

*In the name of Allah, the Gracious, the Merciful*

ADDITIONAL
# WAKALAT TASNEEF

Ref. AVT-17076　　　　Date: 23-7-2024

مکرم و محترم تصور احمد خالد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ نے اپنے والد محترم منظور احمد شاد صاحب کے حالات زندگی پر مشتمل کتاب [کرمِ خاکی] کا مسودہ تیار کیا تھا۔ آپ کو مسودہ میں اصلاحات کے حوالہ سے لکھا گیا تھا اور اب آپ نے درستیوں کے بعد کتاب کا فائنل مسودہ ارسال فرمایا ہے۔

آپ کو اس کتاب کی طباعت کی اجازت دی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی طباعت مبارک فرمائے۔ آمین۔ براہ کرم کتاب کی طباعت کے بعد اس کی دو کاپیاں وکالت ہذا کو بغرض ریکارڈ ارسال فرمادیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

والسلام

خاکسار

منیر اللہ شمس

**ایڈیشنل وکیل التصنیف**

نقل مکرم و محترم امیر صاحب جماعت یوکے

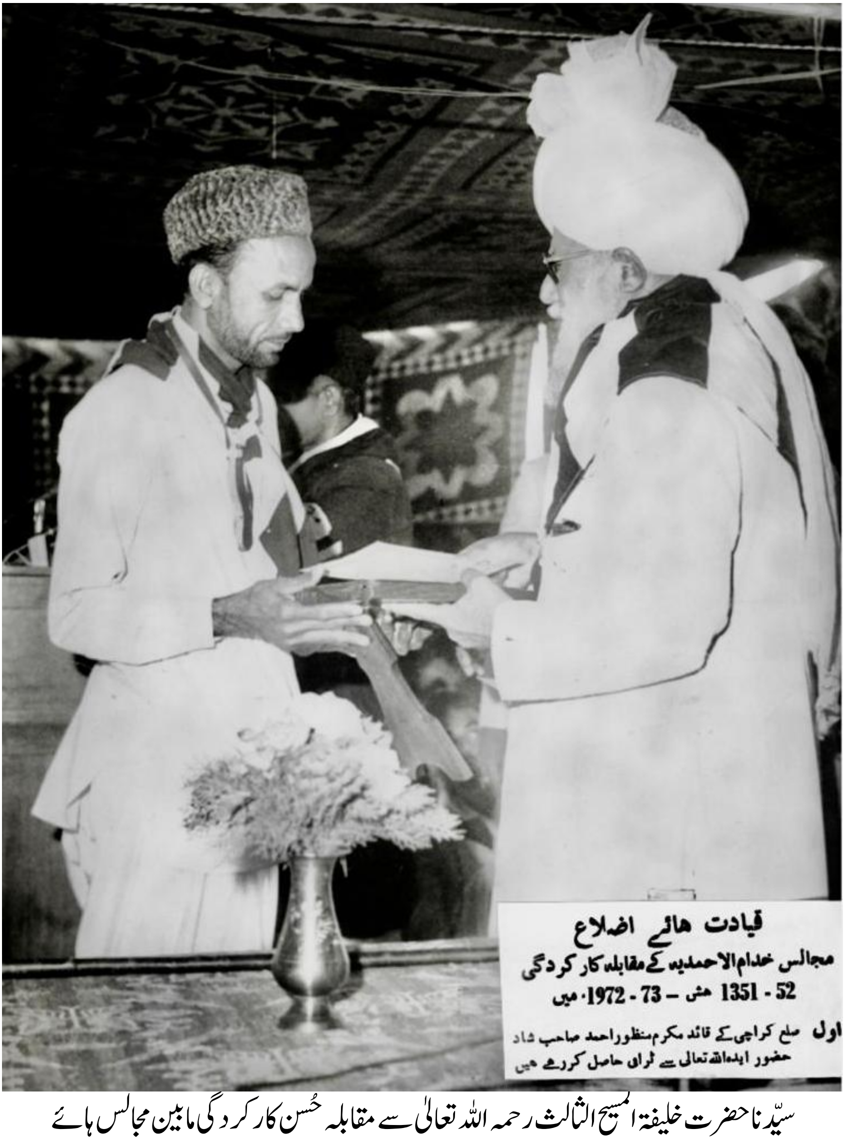
Unit 3, Bourne Mill Business Park, Guildford Road, Farnham, Surrey, GU9 9PS
Tel: +44 (0) 1252 891334 | Fax: +44 (0) 1252 266537 | Email: office@tasneef.co.uk




مجلس انصار اللہ جرمنی کے تحت ہونے والے مقابلہ مقالہ نویسی بعنوان نظامِ خلافت میں جرمنی بھر میں اوّل پوزیشن حاصل کرنے پر مکرم منظور احمد شاد صاحب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دستِ مبارک سے صد سالہ جلسہ سالانہ خلافت جوبلی منعقدہ 2008 کے موقع پر انعام وصول کرتے ہوئے۔



سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک یادگار تصویر




سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ سے مقابلہ حُسن کارکردگی مابین مجالس ہائے خدام الاحمدیہ عالمگیر اوّل پوزیشن حاصل کرنے پر بر موقع سالانہ اجتماع 73-1972 منعقدہ ربوہ انعامی شیلڈ وصول کر رہے ہیں۔




بحیثیت قائد ضلع کراچی و ناظم اعلیٰ خدمت خلق جلسہ سالانہ ربوہ

# فہرست مضامین

عناوین صفحہ نمبر

عرض حال.......................................... ا

پیش لفظ

.............................................................................

مکرم و محترم مولانا منور احمد خورشید صاحب........................ 7

ایک مخلص خادمِ سلسلہ کا ذکر خیر

.............................................................................

مکرم و محترم مولانا عطاالمجیب راشد صاحب ........................ 12

خدمت دین کے سزاوار

.............................................................................

مکرم و محترم حافظ مظفر احمد صاحب................................ 14

ایک محبت کرنے والا شفیق وجود

.............................................................................

مکرم و محترم مولانا حیدر علی ظفر صاحب ............................ 17

## ایک نافع الناس وجود

.....................................................................

مکرم و محترم مولانا منیر الدین شمس صاحب ............... 20

## باب اوّل

ہوا میں تیرے فضلوں کا منادی ................... 22

"کرمِ خاکی" لکھنے کی وجہ و پس منظر ................... 23

جماعتی خدمات کا آغاز ................... 24

جماعتی خدمات اور اہلیہ کا مبشر خواب ................... 25

عظیم والدین ................... 31

میرا بچپن ................... 40

حضرت والد صاحب کی سیرت کے بعض نمایاں پہلو ................... 44

خاکسار کا ابتدائی تعلیمی دور اور گاؤں کا پیار ماحول ................... 67

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے جسم اطہر کو دبانے کی سعادت ................... 74

حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحبؓ ................... 74

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحبؒ ................... 78

حضرت مولانا عبد المالک صاحبؓ ..............................79

حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب قادیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ................. 81

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح موعودؓ سے الوداعی ملاقات ..... 85

برادرم مکرم بشارت احمد صاحب ............................ 87

خاکسار کی کراچی میں آمد ................................ 89

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ایک تاریخی ملاقات ...........96

پولیس میں بھرتی اور حضرت والد صاحب سے کیا ہوا عہد ...............101

اہلیہ حلیمہ ناصرہ مرحومہ ..................................109

اہلیہ کو ملنے والی الٰہی بشارات ................................110

اہلیہ کی قبولیت دعا کے واقعات ..................................112

بیٹے کی خوشخبری .................................... 119

عزیزم مکرم منوّر احمد خورشید صاحب ...........................129

مکرم و محترم چودھری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی ........ 131

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کی مکرم چودھری احمد مختار صاحب کی

امارت کے بارہ میں ایک پیشگوئی ..................................132

دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے چند دلچسپ واقعات ........................ 134

میرے بعض مہربان پولیس افسران ................................ 145

احمدیہ فوج کا کمانڈر................................................ 168

1974ء کا پاکستان اسمبلی کا فیصلہ اور بعض ایمان افروز اور دلچسپ واقعات ........... 175

خاکسار کو قتل کرنے کے منصوبے ................................ 177

1984ء کے بدنام زمانہ آرڈیننس کے بعض ایمان افروز اور دلچسپ واقعات 188

منظور شاد بنیادی طور پر سیکورٹی کا آدمی ہے، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ..... 197

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی شفقت اور قبولیت دعا کا ایک اور واقعہ......... 202

خلافت ثالثہ کا قیام۔ وقتی ابتلا اور اللہ تعالیٰ کی کمال شفقت سے رہنمائی ..... 203

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور ایمان افروز واقعات .................... 203

حضور انورؒ سے عشق کی حد تک پیار ................................ 204

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے چند ایمان افروز واقعات .................. 209

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی پاکستان سے ہجرت ......................... 212

مکرم و محترم مولانا محمد عثمان صاحب چینی................................ 226

دینی خدمات کے دوران رونما ہونے والے بعض خاص خاص واقعات ...... 233

تقرری بحیثیت قائد ضلع کراچی........................................234

اطاعت خلافت ........................................237

برادرم راجہ احمد خاں صاحب مرحوم ........................................245

تاریخی وقار عمل ........................................250

ایک غریب کی ایک غریب الغریب سے ملاقات........................................253

مقدمات کی پیروی........................................255

1984ء کا آرڈیننس اور خصوصی حالات........................................257

خاکسار کے خلاف اعلیٰ سطحی تحقیقات ........................................260

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی کینیڈا جانے کی ہدایت اور مالی امداد کی پیشکش ... 263

سربراہان ممالک افریقہ کے لیے تحائف۔ اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی مدد ......272

کتبہ مزار حضرت آصفہ بیگم صاحبہؒ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ .........274

کراچی کی یادیں ........................................279

ہومیو پیتھی طریقہ علاج ........................................286

مختلف مقابلہ جات میں حصہ لینا ........................................291

خلافت کا پانچواں ٹھنڈی چھاؤں والا گھنا درخت ........................................293

جرمنی میں جماعتی خدمات کا ذکر از تصوّر احمد خالد ........................ 296

انگلستان ہجرت ........................................................ 301

زندگی کے انمول اور بیش قیمت ایام ........................................ 303

## باب دوّم

چند نادر تصاویر ........................................................ 312

## باب سوّم

خطوط خلفائے احمدیت .................................................. 350

## باب چہارم

تاثرات افراد خاندان واحباب جماعت ........................................ 362

تاثرات افراد خاندان .................................................... 363

تاثرات احباب جماعت .................................................... 437

## باب پنجم

منظوم اظہار عقیدت .................................................... 475

# عرض حال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

(بنی اسرائیل آیت 25)

ترجمہ: اور تیرے رب نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔



ہم پر والدین کے اس قدر احسانات ہیں کہ جن کا شمار انسان عمر بھر نہیں کر سکتا۔ اُن کی زندگی کا ہر اک لمحہ ہمارے لیے وقف تھا۔ وہ پیارے وجود ہماری تعلیم و تربیت اور مستقبل کی فکروں میں گھلتے رہتے تھے۔ انسان چاہتے ہوئے بھی اُن کے احسانات کا بدلہ آخری سانس تک ادا نہیں کر سکتا۔ شاید اس کی صرف ایک یہ ہی صورت ہے کہ ان کی محبتوں کو، ان کی چاہتوں کو، ان کی طرز عبادت کو، خدمت انسانیت کو، جماعت سے عشق کی حد تک پیار کو اور بے غرض و بے لوث اور بھرپور قوت ایمانی کے ساتھ کی گئی خدمت دین کو اور سب سے بڑھ کر اُن شب و روز کی

دُعاؤں کو جو وہ ہمارے لیے کر گئے ہیں اُنہیں شکرانے کے طور پر چند سطور میں آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ تو کیا جاسکتا ہے۔

اپنی کم علمی اور کم مائیگی کے باوجود "کِرم خاکی" کو مُرتّب کرنے کی تحریک اس لیے بھی پیدا ہوئی کہ سیدّنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ مارچ 1989 میں فرمایا تھا کہ:۔

اپنے بزرگوں کی نیکیوں کو یاد رکھنا اور اُن کے احسانات کو یاد رکھ کر اُن کے لیئے دُعا کرنا ایک ایسا حُلق ہے کہ اس حُلق کو ہمیں صرف اجتماعی طور پر نہیں بلکہ ہر گھر میں رائج کرنا چاہیئے۔ اس لیے ہر خاندان کو اپنے بزرگوں کی تاریخ کو اکٹھا کرنے کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے، اور اس تاریخ کو اُن کی بڑائی شائع کرنے کی خاطر نہیں بلکہ اپنے آپ کو بڑائی عطا کرنے کے لیے، اُن کی مثالوں کو زندہ کرنے کے لیے، اُن واقعات کو محفوظ کریں اور پھر اپنی نسلوں کو بتایا کریں کہ وہ جو تمہارے آباءواجداد تھے، کن حالات میں کس طرح وہ لوگ خدمت دین کیا کرتے تھے، کس طرح وہ چلا کرتے تھے، کس طرح بیٹھا کرتے تھے، اوڑھنا بچھونا کیا تھا، اُن کے انداز کیا تھے۔

چنانچہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس زرّیں ارشاد نے مزید حوصلہ بلند کیا۔ اور ایک ایسا کام جو میرے لیے بالکل بھی ناممکن تھا محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور سیّدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دُعاؤں سے ممکن ہو پایا۔ الحمد اللہ علیٰ ذالک

کِرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

محترم والد صاحب نے اپنے آقا و مولا سیدّنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عجز و انکسار میں ڈوبے ہوئے اس شعر کو اپنے پر چسپاں کرتے اور اپنے آپ کو ان کا حقیقی مصداق سمجھتے ہوئے اپنی سر گزشت کا نام **"کِرم خاکی"** تجویز کیا تھا۔

میں پہلے یہ وضاحت پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ شاید قاری کو محسوس ہو کہ کتاب کا طرز بیان کتابی اسلوب سے کچھ ہٹ کر ہے دراصل محترم والد صاحب نے اپنے حالات زندگی اپنے افراد خاندان کے لیے تحریر فرمائے تھے۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد خاندان اور احباب جماعت کی طرف سے بھی یہ مطالبہ زور پکڑتا چلا گیا کہ آپ کے ان ایمان افروز واقعات کو کتابی شکل میں شائع ہونا چاہیئے۔ اس لیے آپ کی اصل تحریر کو اُسی طرح رہنے دیا گیا ہے۔ اور جہاں پر کسی وضاحت کی ضرورت تھی وہاں پر اضافی نوٹ دیا گیا ہے۔

محترم والد صاحب کی زندگی پر جب میں غور کرتا ہوں تو آپ اپنے عظیم مُربی سیّدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُس فرمان کی مکمل تصویر نظر آتے ہیں کہ جس میں آپؓ نے والد صاحب کو فرمایا تھا کہ :

"آپ جتنا خوش قسمت کون ہے، آپ آزاد بھی ہیں اور سلسلہ کی جتنی چاہیں خدمت بھی کر سکتے ہیں۔"

چنانچہ ہم نے دیکھا ہے کہ والد صاحب نے ساری زندگی اس ارشاد کو اپنا نصب العین بنائے رکھا، اور انتہائی عاجزی کے ساتھ بڑے بڑے کٹھن مراحل سے اور بڑے بڑے امتحانات کے وقت بھی دین کو دُنیا پر مقدم رکھتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے، اور کبھی بھی کسی دُنیاوی فائدے یا لالچ کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھا، پولیس جیسے محکمہ میں رہتے ہوئے ایک باکردار احمدی ہونے کا ثبوت بڑے باوقار انداز میں پیش کرتے رہے، یقیناً آپ خوش قسمت بھی تھے آزاد بھی رہے اور جی

پھر کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کا اعزاز بھی عطا فرمایا۔ الحمد اللہ علیٰ ذالک

آپ کی زندگی حضرت مصلح موعودؓ کے اس شعر کی جیتی جاگتی تصویر تھی کہ:

خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالب انعام نہ ہو

آپ کو ربوہ میں جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے جسمِ اطہر کو دبانے سے حصول برکات کے مواقع نصیب ہوئے وہیں پر آپ کو قصر خلافت میں حفاظت کی ڈیوٹی اور پھر حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ کی زیر قیادت بطور نائب زعیم حلقہ دارالصدر بھی خدمت کی توفیق عطا ہوئی اور پھر 1954 سے شروع ہونے والے اس خدمت دین کے سلسلہ کو اگلے 67 سال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دوام ملتا چلا گیا۔ اور ربوہ، کراچی، جرمنی اور پھر لندن میں تاریخی خدمات کی توفیق عطا ہوتی چلی گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے خاص فضل و کرم سے آپ کو تاریخی نوعیت کے کاموں کی توفیق عطا فرمائی، جن کی تفصیل اگلے صفحات میں آئے گی ۔ چنانچہ تاریخ احمدیت کراچی میں کم از کم چونتیس جگہ پر آپ کی جماعتی خدمات کا ذکر تحریری اور تصویری رنگ میں کیا گیا، اس کے علاوہ دیگر جماعتی جرائد ورسائل میں بھی آپ کی خدمات کا ذکر موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ اُن چند ایک خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں کہ جن کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی پاکستان سے ہجرت کے تاریخی موقع پر خدمت کی سعادت نصیب ہوئی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ کو چار خلفاء احمدیت کی شفقتوں سے فیض یاب ہونے کا اعزاز نصیب ہوتا رہا۔ الحمد اللہ

آپ ایک علمی شخصیت تھے، اپنی علمی پیاس بجھانے کی خاطر دوران ملازمت ہی آپ نے بی اے تک تعلیم حاصل کی اور پھر ملازمت چھوڑنے سے پہلے ایل ایل بی کیا، آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا، جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جرمنی میں قیام کے دوران آپ نے مجلس انصار اللہ جرمنی کے تحت منعقدہ مقابلہ مقالہ نویسی میں تین دفعہ حصہ لیا اور تینوں بار آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جرمنی بھر میں اوّل رہے۔ 2008 کے مقابلہ مضمون نویسی، جو کہ صد سالہ خلافت جوبلی کا سال تھا، میں آپ کو جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دست مبارک سے انعام عطا فرمایا۔ جب ہم لندن منتقل ہوئے تو حضور انور نے ایک خط میں آپ کو فرمایا کہ آپ ہومیو پیتھک ڈسپنسری میں وقت دیا کریں، آپ نے تو یہ کام صرف محدود سطح پر اپنی ذاتی ضرورت کے لیے شروع کیا تھا، لیکن جب حضور انور کی طرف ہدایت موصول ہوئی تو آپ نے باقاعدہ لندن کے ایک ہومیو پیتھک کالج سے 74 سال کی عمر میں ڈپلومہ حاصل کیا، الحمد اللہ۔ آپ ہمیشہ اپنے حالات زندگی تحریر کرنے سے معذرت خواہ رہے، اور یہ ہی کہا کرتے کہ میں نے زندگی میں کون سا کوئی ایسا کام کیا ہے کہ لکھنے بیٹھ جاؤں، آپ نے بہت ہی مصروف زندگی گزاری فارغ اوقات بہت کم نکال پاتے تھے ،لیکن جب اصرار بڑھتا گیا تو آپ باامر مجبوری اس کام کو بھی وقت دینے لگے، اور اس میں بھی آپ نے بہت ہی اختصار اور انکسار سے کام لیا ہے۔

اس کتاب میں آپ کو محترم والد صاحب کی خود نوشت سوانح عمری کے علاوہ آپ کا کہا ہوا کچھ شعری کلام بھی پڑھنے کو ملے گا۔

علاوہ ازیں ایسے ایمان افروز واقعات بھی ملیں گے کہ جو اپنے اندر تائید الٰہی کا رنگ لیے ہوئے معجزانہ رنگ بھی رکھتے ہیں۔ اور پھر محکمہ پولیس کے حوالہ سے

بھی دلچسپ واقعات آپ کی نظر سے گزریں گے، ان واقعات کو پڑھتے ہوئے انسان کو نظر آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی ذات پر انسان کامل توکل کرلے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو اکیلا نہیں چھوڑتا اُس کی تائید و نصرت لازمی اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔

اس موقع پر میں اُن تمام احباب کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ جنہوں نے کسی بھی طرح اس کتاب کی تیاری میں میرے ساتھ تعاون فرمایا۔ خاص طور پر مکرم شیخ مجاہد احمد شاستری صاحب مربی سلسلہ قادیان اور مکرم کاشف علی صاحب مربی سلسلہ یوکے نے بھی ہر طرح سے راہ نمائی فرمائی۔ آخر میں مکرم احسان اللہ قمر صاحب نے از سر نو پروف ریڈنگ اور مسوّدے کو حتمی شکل دینے میں معاونت فرمائی۔ علاوہ ازیں اس عاجز کی درخواست پر سلسلہ کے بعض بزرگوں نے اور دیگر دوست احباب نے بھی اپنے قیمتی وقت کا حرج کرکے محترم والد صاحب کے حوالہ سے اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ

قارئین کرام دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم بہن بھائیوں کو اور ہماری اولادوں کو اپنے عظیم والد گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نظام جماعت اور نظام خلافت کا مُطیع و فرماں بردار بنائے رکھے۔ آمین

احقر العباد

تصوّر احمد خالد

ابن مکرم و محترم منظور احمد شاد صاحب

# پیش لفظ



مکرم و محترم منظور احمد شاد صاحب میرے چچا تھے۔ ہماری عمروں میں تقریباًدس سال کا فرق تھا۔ چچا اور بھتیجے کے رشتہ کے باوجود ہمارے درمیان ادب و احترام کے دائرہ میں رہتے ہوئے دوستی بھی تھی ۔اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ کی دونوں والدہ یعنی ہماری دونوں دادیاں چچاجان کے ابتدائی بچپن ہی میں وفات پا چکی تھیں۔تو اس موقع میری والدہ محترمہ نے چچا جان کو بیٹا بنا کر پرورش کی۔ اس لیے بھی ہمارا آپس میں بھائیوں اور دوستوں کی طرح گہرا رشتہ تھا۔جہاں تک بچپن کا تعلق ہے تو آپ نے فتح پور میں آٹھویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔شروع ہی سے بہت ذہین و فہیم تھے۔اکثر اپنی جماعت میں اوّل آتے تھے۔ فارغ اوقات میں زمینوں پر اپنے والد حضرت میاں عبد الکریم صاحبؓ کاہاتھ بھی بٹاتے تھے۔مڈل کے بعد احمدیت کی سچائی جاننے کے لیے آپ ربوہ تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں جاکر داخل ہوگئے۔

آپ میں اور میرے والد صاحب مکرم بشارت احمد صاحب کی عمروں میں 15 سال کا فرق تھا۔ لیکن دونوں بھائیوں میں پیار و محبت اور احترام کا رشتہ بہت گہرا تھا۔مجھے یاد ہے کہ 1992 میں میرے محترم والد صاحب دل کے عارضہ کے

باعث جرمنی کے شہر مائنز میں ہسپتال میں داخل تھے۔ڈاکٹر نے آپریشن تجویز کیا تھا۔ آپریشن سے پہلے میں والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے ایک کاغذ دیا۔ جس پر آپ نے کچھ نصائح لکھی ہوئیں تھیں۔اُن میں سے ایک وصیت اور نصیحت یہ تھی کہ مجھے منظور احمد سے بہت محبت ہے۔اُس کا آپ سب نے ہمیشہ احترام کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے محترم چچا جان کا احترام ہم پہلے بھی بہت کیا کرتے تھے لیکن اس حکم کے بعد جب تک محترم چچا جان حیات رہے ہم سب بہن بھائیوں نے آپ کا احترام بالکل اپنے والد کی طرح کیا۔اور آپ کو بھی ہم سب بہن بھائیوں سے بہت محبت و عقیدت تھی۔ ایک دفعہ میں دل کے عارضہ کے باعث بیمار ہو گیا تو آپ بہت پریشان ہو گئے اور بار بار کہتے کہ گو کہ منور میرا بھتیجا ہے لیکن اُس سے زیادہ وہ میرا دوست ہے۔(خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ پیار و محبت خلوص و وفا کا رشتہ بہت منفرد اور بے مثال تھا۔ جب محترم والد صاحب اپنی آخری بیماری کے دوران ہسپتال میں داخل تھے تو بھائی جان منور خورشید صاحب بہت پریشان تھے۔ اُن دنوں کرونا وبا اپنے عروج پر تھی ہسپتال جانے پر بہت سخت پابندی تھی ایسے میں بھائی جان دن میں کئی کئی بار فون کرتے اپنی پریشانی اور تشویش کا اظہار کرتے ایک دن جب آپ بہت پریشان تھے تو اپنی گاڑی لے کر نکل گئے اور ہسپتال کے گرد کار پر چکر لگانے شروع کر دیے کہ میں چچا جان کو دیکھ تو نہیں سکتا لیکن ایک ظاہری قُرب کا احساس تو ہو گا۔ اضافی نوٹ، از تصوّر احمد خالد)

محترم چچا جان کی تربیت میں ہمارے دادا جان حضرت میاں عبد الکریم صاحبؓ کا بھی بہت اہم کردار تھا۔ آپ مزید تعلیم کے لیے ربوہ چلے گئے اور ربوہ کے پاک ماحول سے فیض یاب ہونے لگے۔ آپ بہت خوش قسمت تھے کہ اُس چھوٹی عمر ہی

میں آپ کو سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے جسم مبارک کو دبانے کی سعادت نصیب ہوا کرتی تھی۔ یہ صرف آپ کے لیے ہی نہیں ہم سب کے لیے بھی ایک اعزاز کی بات ہے۔جب آپ کراچی تشریف لے گئے تو خدمت دین کے مواقع آپ کو ملتے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو بطور صدر جماعت۔ بطور قائد مجلس ،پھر 1974 کے پر آشوب زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بطور قائد ضلع کراچی تاریخی خدمات کا موقع عطا فرمایا۔ اسی طرح جب آپ مجلس انصار اللہ کے ممبر بنتے ہیں تو یہاں پر بھی خدمت کا وہ ہی سلسلہ جاری و ساری ہو گیا۔ پھر آپ جنرل سکرٹری جماعت کراچی مقرر ہوتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے نائب امیر جماعت احمدیہ کراچی مقرر ہوتے ہیں۔ اور پھر آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی طرف سے سندھ اور بلوچستان کے امور کی نگرانی کا کام تفویض کیا جاتا ہے۔ الغرض یہ خدمات دینیہ کا ایک طویل سلسلہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو عطا ہوا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات میں ایک انجمن بنایا ہوا تھا۔ اگر میں اُن کی عبادات کی بات کروں تو میں انہیں جوانی سے دیکھتا آرہا ہوں کہ وہ نماز، روزہ، نماز تہجد، تلاوت قرآن پاک کے شیدائی تھے۔ آپ نے ہر موقع پر دین کو دُنیا پر مقدم رکھا ہے۔ میں اس لیے نہیں کہہ رہا کہ آپ میرے چچا تھے بلکہ یہ میرا تجزیہ اور مشاہدہ ہے۔ آپ پولیس جیسے محکمہ سے وابستہ تھے۔ تنخواہ بہت معمولی سی تھی لیکن اپنی سفید پوشی پر کبھی بھی حرف نہ آنے دیتے تھے۔

یہاں لندن میں ہمارے تقریباً 12 گھر ہیں۔ ہم سال میں دو تین دفعہ سب مل کر اکٹھے ہوتے ہیں۔ ایسے پروگراموں میں چچا جان اپنی زندگی کے دلچسپ اور ایمان افروز واقعات سنایا کرتے تھے، اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں بچوں کو

نصائح فرمایا کرتے تھے۔ جب بچے دُعا کے لیے کہتے تو فرماتے کہ مجھے کہنے کی ضرورت نہیں میں روزانہ آپ سب کے لیے دُعا کرتا ہوں۔ آپ کو اللہ تعالی نے چار خلفاء احمدیت کے ادوار دیکھنے نصیب فرمائے۔ اور آپ نے خلفاء کی محبتوں اور شفقتوں سے بھرپور فیض بھی پایا۔ نظام جماعت اور خلافت کے لیے تو آپ کی جان بھی حاضر تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے لحنِ داؤدی سے بھی نواز رکھا تھا۔ آپ کی آواز میں دل کشی تھی آپ تلاوت کر رہے ہوتے یا نظم پڑھ رہے ہوتے تو دل چاہتا کہ سنتے ہی رہیں۔

جب آپ کی زندگی کی طرف نظر دوڑائیں تو آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد **انت الشیخ المسیح الذی لا یضاع وقتہ**

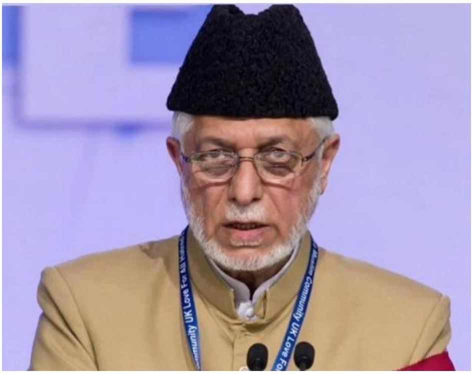
کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ بہت اچھی طرح سے وقت کا استعمال کرتے تھے۔ آپ کے ہر اک کام کا وقت مقرر تھا۔ صبح بہت سویرے اُٹھ جاتے تھے۔ نماز تہجد۔ تلاوت قرآن کریم۔ نماز فجر کے بعد کچھ دیر آرام کرتے اور پورے 8 بجے ناشتہ کی ٹیبل پر ہوتے ۔ دوپہر کا کھانا پورے 12 بجے اور شام کا کھانا ٹھیک 6 بجے کھالیتے تھے۔ آپ 82 سال کی عمر میں بھی دن میں تین بار ایک گھنٹہ کے لیے سیر کیا کرتے تھے۔ یہ ان کا کمال تھا۔ ہر کام بہت ہی سنوار کر اور پابندی کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ اگر آپ ان کی تقاریر سُنیں جو کہ ایسی پرجوش اور ولولہ انگیز اور علمی ہوتی تھیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ آپ جو مواد اکٹھا کرتے تھے اس میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنائت ہوتی ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بعض بہت اچھا لکھنے والے اچھے مقرر نہیں ہوتے اور بعض بہت اچھا بولنے والے اچھا لکھ نہیں سکتے۔ لیکن آپ میں اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں خوبیاں عطا کر رکھی تھیں۔ کراچی میں، جرمنی میں بڑے بڑے جلسوں میں میں َنے انہیں خطاب

کرتے ہوئے دیکھا ہے بڑی خوبصورت ترتیب کے ساتھ بولا کرتے تھے۔ کئی دفعہ جماعتی جرائد کے لیے بھی لکھا کرتے تھے۔ پھر آپ کو شعر و شاعری سے بھی شغف تھا۔ آپ ہمارے خاندان کا ایک بہت قیمتی اثاثہ تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

منوّر احمد خورشید

سابق امیر و مشنری انچارج گیمبیا و سینیگال و پروفیسر جامعہ احمدیہ انگلستان

# ایک مخلص خادمِ سلسلہ کا ذکر خیر



کچھ ایسے احباب بھی ہوتے ہیں کہ گو اُن کے ساتھ طویل عرصہ رہنے کا موقع نہ بھی ملا ہو مگر اُن کی شخصیت اس قدر پُر تاثیر ہوتی ہے کہ وقت گزرنے کے باوجود اُن کی خوبصورت یاد اور انمٹ تاثر قائم و دائم رہتا ہے، مکرم و محترم منظور احمد شاد صاحب بھی انہیں شخصیات میں سے ہیں۔

محترم منظور احمد شاد صاحب سے میرا پہلا تعارف 1973ء میں ہوا جب کہ میں ربوہ میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے صدر کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہا تھا۔ اس دوران مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کو مقابلہ حُسن کارکردگی کی بناء پر علم انعامی حاصل کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اور اُس وقت مکرم منظور احمد شاد صاحب قائد ضلع کراچی تھے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اُس وقت کراچی کی مجلس عاملہ کا ایک گروپ فوٹو بھی ایوانِ محمود میں ہوا تھا جس میں یہ عاجز بھی شامل تھا۔

مکرم منظور احمد شاد صاحب کا قیام کراچی میں تھا اور مجھے اس دوران صرف ایک بار ہی کراچی دورہ پر جانے کا اتفاق ہوا۔ اس لحاظ سے بھی آپ کے ساتھ زیادہ ملاقات کے مواقع نہیں مل سکے۔ لیکن اُن کا خلوص اور خدمتِ دین کا جذبہ ایسا تھا کہ اس کا گہرا اثر دل پر نقش ہے۔ پھر مجھے خدمتِ دین کے لیے جاپان جانے کی سعادت ملی۔ اور نو سال کے بعد میری تقرری لندن میں ہوگئی۔ اسی دوران برطانیہ میں

جماعت احمدیہ کو ایک وسیع جگہ یعنی اسلام آباد خریدنے کی توفیق عطا ہوئی۔ اور جب اسلام آباد میں جماعت کے مرکزی جلسہ سالانہ کا آغاز ہوا تو آپ کو ناظم حفاظت اسٹیج مقرر کیا گیا۔ (آپ ہر سال کراچی سے آکر یہ خدمت سرانجام دیا کرتے تھے) چنانچہ جلسہ سالانہ کے مواقع پر مکرم منظور شاد صاحب کے ساتھ ملاقاتیں خُوب یاد ہیں۔ بڑے تپاک اور محبت سے ملتے تھے۔ بے تکلف، مخلص اور پیاری طبیعت کے مالک تھے۔ اُن سے بہت لمبی ملاقاتیں تو یاد نہیں لیکن ان کے پیار اور خلوص کی یاد قائم و دائم ہے۔

آپ بعد میں جب ریٹائیر منٹ کے بعد لندن آگئے تو اُن کی (ہومیو پیتھک میں) رضاکارانہ خدمتِ خلق کا دائرہ زیادہ تر مسجد بیت الفتوح کے ارد گرد رہا۔ آپ بہت مخلص انسان تھے۔ خدمتِ دین اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بے شمار خوبیوں سے نوازہ تھا۔ خدمتِ دین کے مخلصانہ جذبہ سے سرشار، انتہائی عاجزانہ انداز میں مجسم خادمِ دین تھے۔ آپ نے چار خلفاء عظام کی عاشقانہ انداز میں اطاعت اور خدمت کی سعادت پائی۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے خدمتِ دین کے ورثہ کو ان کے خاندان میں جاری و ساری رکھے، آمین

خاکسار

عطاالمجیب راشد۔ لندن

28 ستمبر 2024ء

# خدمت دین کے سزاوار



مکرم منظور احمد شاد صاحب مرحوم کے صاحبزادے مکرم تصوّر خالد صاحب کا محبت بھرا اصرار ہے کہ ان کے والد مرحوم کے بارہ میں شائع ہونے والے سوانحی رسالہ میں خاکسار بھی اپنے تاثرات شامل کر کے عند اللہ ماجور ہو۔

مرحوم ایسے مخلص اور محنتی خادم سلسلہ تھے کہ جن کی خدمات دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کی روشنی میں دُعا نکلتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

جو حالت میری توجہ کو جذب کرتی ہے اور جسے دیکھ کر میں دُعا کے لیے اپنے اندر تحریک پاتا ہوں وہ ایک ہی بات ہے کہ میں کسی شخص کی نسبت معلوم کرلوں کہ یہ خدمت دین کے سزاوار ہے۔

(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 215)

مرحوم کو بطور قائد ضلع کراچی اور جنزل سیکرٹری اور نائب امیر ضلع جماعت کراچی میں کلیدی خدمات کی توفیق ملی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ خلفاء سلسلہ سے آپ کا محبت و وفا کا تعلق مثالی رہا۔ خلافت ثانیہ میں جب آپ میٹرک میں تعلیم الاسلام

ہائی اسکول ربوہ تھے۔ سیّدنا حضرت مصلح موعود کی بعض ذاتی خدمات کے نتیجہ میں آپ کو حضورؓ کی خوشنودی نصیب ہوئی۔

خلافت ثالثہ میں بھی خلیفہ وقت کی شفقتوں کے موردرہے۔ اندرون سندھ کے مخدوش جماعتی حالات میں احمدی اسیران اور شہداء کے مسائل و معاملات میں آپ کی خدمات انتھک تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرحوم کی ایسی ہی بعض خدمات پر اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا۔

پیارے عزیزم مکرم منظور احمد شاد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو مختلف مقدمات و دیگر امور کے سلسلہ میں خدا کے فضل سے جماعت کی خدمت کی توفیق ملتی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزاء عطا فرمائے۔ قلب و ذہن کو جلا بخشے اور پیش از پیش مقبول خدمات سلسلہ کی توفیق بخشے، مکرم امیر صاحب کراچی کی طرف سے اُن کی چٹھی محررہ 92/03/07 میں مختلف وکلاء اور کارکنان کی اندرون سندھ خدمت کی یکجائی رپورٹ ملی، تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ چند تحسین کے کلمات آپ کو لکھوں اور مطلع کروں کہ خدا کے فضل سے آپ کے لیے اس رمضان المبارک میں آپ کی خدمت کے پیش نظر خصوصی دُعا کی تحریک پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا کی حسنات سے نوازے۔ آپ کے سب کاموں میں برکت دے اور اپنے بے انتہاء فضلوں کا مورد بنائے۔ گھر میں سلام اور بچوں کو پیار۔

والسلام

خاکسار

(دستخط) خلیفۃ المسیح الرابعؒ

خاکسار کو بھی 1989 سے 1993 تک بطور صدر خدام الاحمدیہ اور ناظر دعوت الی اللہ سندھ و کراچی کے دورہ جات کا موقع ملتا رہا۔ اس دوران مکرم شاد صاحب مرحوم کو ہمیشہ ہمہ تن مصروف عمل پایا۔ اور خدام الاحمدیہ کو ان کا تعاون اور انہیں خدام کا تعاون بسہولت میسر آتا رہا۔

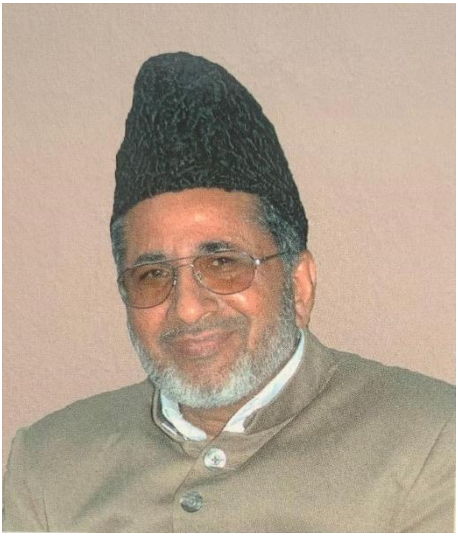
مرحوم نہایت مخلص محنتی اور وفا شعار انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں برساتا رہے، اور ان کی اولاد کو ان کے نیک کام زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار

حافظ مظفر احمد ربوہ

ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی

# ایک محبت کرنے والا شفیق وجود



مکرم و محترم منظور احمد شاد صاحب کو میں اس وقت سے جانتا ہوں کہ جب آپ کراچی کے خدام کے ہمراہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع میں شرکت کے لیے ربوہ آیا کرتے تھے۔ مجھے اس وقت 1968 / 69ء کا دور یاد آرہا ہے۔ اس وقت خدام الاحمدیہ کا مرکزی اجتماع مسجد اقصیٰ کے صحن میں ہوتا تھا۔ مکرم منظور احمد شاد صاحب اور اُن کے خدام کی ڈیوٹی اندرون جلسہ گاہ میں ہوتی تھی۔ پنڈال کے دروازوں پر کراچی کے خدام کھڑے ہوتے تھے۔ اور محترم منظور شاد صاحب بہت ہی چاک و چوبند نظر آتے تھے آپ اپنے خدام کی نگرانی کرتے نظر آتے تھے۔ خاکسار اس وقت جامعہ احمدیہ ربوہ کا طالب علم تھا۔ میرے ذمہ بھی خدام الاحمدیہ کی بعض ذمہ داریاں تھیں۔ پھر ایک لمبا عرصہ تک منظور شاد صاحب سے ملاقات نہ ہو سکی۔ خاکسار میدان عمل میں آگیا۔ 1991ء میں جب میری تعیناتی بطور مربی سلسلہ احمدیہ ہال کراچی میں ہوئی۔ اُس وقت محترم شاد صاحب جماعت احمدیہ کراچی میں بطور جنرل سکرٹری اور نائب امیر خدمات بجالا رہے تھے۔ اس طرح آپ سے اکثر ملاقات ہو جایا کرتی تھی۔ آپ میرے ساتھ ہمیشہ بہت محبت اور شفقت سے پیش آیا کرتے تھے۔

ایک دن اُن کا فون آیا کہ میں آپ سے جرمن زبان سیکھنا چاہتا ہوں۔ اور پھر اس مقصد کے لیے آپ احمدیہ ہال بھی آتے تھے۔ اور ہم دفتر میں بیٹھ کر کچھ سبق پڑھ لیا کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ مجھے استاذی المکرم کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔ اس طرح آپ کے پیار و محبت کے تعلق میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس کے بعد جب میں 1994ء میں جرمنی آگیا تو آپ کو یہاں پر بھی خدمت دین میں مشغول پایا۔ آپ اس وقت ریجنل امیر فرینکفرٹ تھے۔ اس کے علاوہ آپ لوکل امارت مائنزویسبادن کے امیر بھی رہے اور آپ جرمنی جماعت کے سکرٹری امور عامہ بھی رہے اور میرے ساتھ آپ نائب افسر جلسہ گاہ بھی خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ وہ اپنا کام بڑی محنت، تندہی اور باقاعدہ ذمہ داری کے ساتھ کرتے تھے۔ اوائل عمر ہی سے نظام کے ساتھ منسلک ہو جانے کی وجہ سے اطاعت کا جذبہ تو اُن میں کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ مکرم منظور احمد شاد صاحب ایک تجربہ کار ہومیو پیتھ بھی تھے۔ اس تعلق سے بھی آپ کے ساتھ اکثر رابطہ رہتا تھا۔ بڑی محبت اور محنت کے ساتھ دوائیاں مہیا کر دیتے تھے۔ جس کے لیے میں ہمیشہ آپ کے لیے دُعا گو رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے۔ آمین

آپ ایک موقع پر میرے اور خلیفۃ المسیح کے درمیان رابطہ کا ذریعہ بھی بنے تھے۔ آپ کا وہ احسان مجھے کبھی بھی نہیں بھولے گا یہ اوائل 2006ء کی بات ہے کہ جب مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے حج بیت اللہ کی توفیق عطا ہوئی۔ میں حج کی ادائیگی کے دوران مختلف مواقع پر دُعا کی غرض سے حضور انور کی خدمت اقدس میں عرض کرتا رہتا تھا۔ اور وہ اس طرح کہ میں سارے حالات مکرم منظور شاد صاحب کو فون پر لکھوا دیتا تھا اور آپ اسے ٹائپ کر کے حضور انور کی خدمت اقدس میں بھجوا دیتے تھے۔ چنانچہ جب میں حج سے واپس آیا تو حضور پر نور کی

طرف سے میرے تمام خطوط کے جوابات آئے ہوئے تھے۔ یعنی کہ حج کے دوران بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلیفہ وقت کی دُعائیں مجھے ملتی رہیں۔ الحمد اللہ علیٰ ذالک یہ سب محترم منظور شاد صاحب کے ساتھ اس خاص تعلق کی بناء پر ہی ممکن ہوا کہ جو ہمارے درمیان تھا۔ مکرم منظور شاد صاحب کا حسن سلوک اور پیار و محبت کا تعلق ہمیشہ میرے ساتھ آپ کی زندگی میں بھی قائم رہا اور آپ کے جانے کے بعد بھی آپ کے عزیزوں اور بچوں کے ساتھ اسی طرح سے قائم ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بچوں کو بھی آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور آپ کی طرح بے لوث خدمت دین کا جذبہ آپ کے بچوں میں بھی ہمیشہ قائم رہے۔ آمین

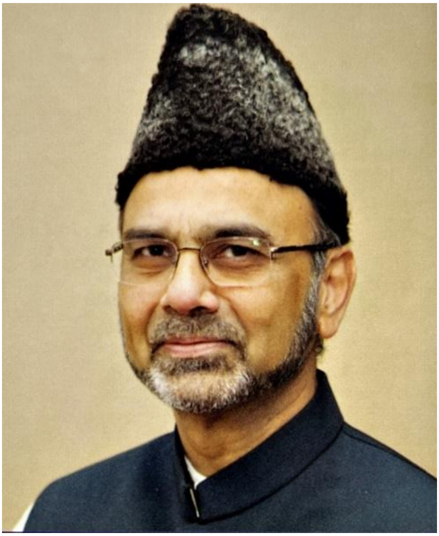
خاکسار

حیدر علی ظفر

نائب امیر و مشنری انچارج جرمنی

سابق امیر و مشنری انچارج جماعت احمدیہ لائبیریا

# ایک نافع الناس وجود



مکرم تصوّر احمد خالد صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ خاکسار بھی انکے والد محترم منظور احمد شاد صاحب کے بارے میں اپنے تاثرات انہیں لکھ کر بھجوائے۔

مکرم منظور احمد شاد صاحب کے ساتھ خاکسار کا کوئی ذاتی طور پر تعلق نہیں تھا۔ کیوں کہ خاکسار تو 1973ء سے باہر جماعت کے مختلف شعبہ جات میں خدمات سر انجام دے رہا ہے۔ البتہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے انگلستان ہجرت کر کے تشریف لے آنے کے بعد یوکے میں جو جلسہ سالانہ منعقد ہوا کرتے تھے۔ اُن میں خاکسار نوٹ کیا کرتا تھا کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی موجودگی میں ایک دوست اسٹیج کے نیچے سامنے کی طرف دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں چلتا رہتا ہے۔ اور سیکورٹی کی ڈیوٹی بڑے انہماک کے ساتھ دیا کرتا ہے۔ پتہ کرنے پر علم ہوا کہ یہ کراچی کے دوست مکرم منظور احمد شاد صاحب ہیں اور اس طرح میرا ان کے ساتھ تعارف ہوا اور ان کے لیے دل سے دُعائیں نکلتی رہیں۔

اس کے علاوہ آپ بیت الفتوح میں ہومیو پیتھک ڈسپنسری میں بڑے انہماک اور ذمہ داری کے ساتھ لمبا عرصہ خدمت بجالاتے رہے۔ جب بھی کبھی مجھے ڈسپنسری

جانے کا موقع ملتا آپ ہمیشہ ہی بہت بشاشت اور عزت کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے۔ جس کا دل پر گہرا اثر ہوتا تھا۔

ان کے بھتیجے مکرم منور احمد خورشید صاحب گیمبیا اور دیگر افریقی ممالک میں امیر و مبلغ انچارج کے طور پر خدمات بجا لاتے رہے ہیں ۔ جن کے ساتھ میرا تفصیلی تعارف اس وقت ہوا جب میں گیمبیا اور دیگر افریقہ کے ممالک میں ایڈیشنل وکیل ایبدسپر کی حیثیت سے دورہ پر گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس خاندان کے جملہ افراد کو اپنے فضلوں کا وارث بنائے رکھے اور مرحومین کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے نیز جملہ افراد خاندان کو مرحومین کی خوبیوں کو اپنانے اور زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

خاکسار

منیر الدین شمس

ایڈیشنل وکیل التصنیف

یکم نومبر 2023ء

# بابِ اوّل

# ہوا میں تیرے فضلوں کا منادی

## ”کرمِ خاکی“ لکھنے کی وجہ و پس منظر

والد محترم مکرم منظور احمد شاد صاحب اپنی خود نوشت میں تحریر کرتے ہیں کہ کافی عرصہ سے اہلیہ (مرحومہ) اور بچوں کی یہ خواہش تھی کہ خاکسار اپنے حالات زندگی قلم بند کرے۔ اس عاجز کا خیال تھا اور ہے کہ یہ تو بڑے لوگوں کے لیے ہے کہ ان کی زندگی کے کار ہائے نمایاں لوگوں کے سامنے آئیں اور ان کی اولادیں پشت در پشت یاد رکھیں کہ ہمارے آباؤاجداد میں بھی کوئی قابل ذکر شخص گزرا ہے، بھلا میں کیا لکھوں۔ اب جب کہ اصرار بڑھتا جا رہا تھا تو اس عاجز نے بھی ارادہ کر لیا کہ اہلیہ مرحومہ اور بچوں کی اس خواہش کے پیش نظر کچھ نہ کچھ لکھوں۔ چنانچہ یہ غلام ابن غلام ابن غلام اپنے عزیز از جان آقا سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام کے شعر:

**کِرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں**
**ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار**

کا اپنے آپ کو حقیقی مصداق سمجھتے ہوئے اپنی اس سرگزشت کا نام ”کِرم خاکی“ رکھ کر اس کی ابتدا کر رہا ہے۔ خاکسار کی کوشش ہو گی کہ غیر ضروری باتوں میں الجھے بغیر صرف وہ واقعات لکھے جائیں جو اپنے اندر کوئی ایمان افروز یا اہم اور دلچسپ پہلو رکھتے ہوں۔ چونکہ خاکسار کو جو کچھ ملا ہے، وہ اپنے بزرگ والدین، دادا نیز دیگر قریبی اقربا کے طفیل حاصل ہوا ہے، اس لیے جہاں ضروری تھا اپنے ان بزرگوں اور محسنوں کا بھی ذکر کرتا رہا ہے۔ تاکہ پڑھنے والوں کے دلوں سے ان بزرگ ہستیوں کے لیے بھی دُعا نکلے۔ خاندانی حالات کا اختصار سے ذکر کرنے کا بھی یہی مقصد ہے کہ اپنے ان بزرگوں کے بعض اخلاقی پہلوؤں کو اجاگر کیا جا سکے۔

اس سلسلہ میں یہ وضاحت پیش کرنی ضروری ہے کہ حضرت والد صاحب کی بیعت اوران کی مخالفت کے بارے میں خاکسار نے وہی کچھ لکھا ہے جو انہوں نے خاکسار سے خود بیان فرمایا تھایاجس کو خاکسار نے اپنی نظروں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا۔ چنانچہ توکل علی اللہ کے سلسلہ میں جو واقعہ بیان کیا گیاہے، اس کا میں چشم دید گواہ ہوں۔ اسی طرح محترمہ ہمشیرہ اسلام بی بی مرحومہ والا واقعہ بھی حضرت والد صاحب نے خود مجھے بتایا تھا۔ میں نے اس میں جو اضافہ کیا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ مٙیں نے خود اس واقعہ سے زندگی میں کیا سبق حاصل کیا یا کیا فائدہ اٹھایا۔ ایک اَور بات جو قارئین کے لیے نہ صرف دلچسپی کا باعث ہوگی بلکہ ان کی رہنمائی کا موجب بھی ہوگی، یہ بیان کرنی چاہتا ہوں کہ جب میری شادی ہوئی تو میں نے اہلیہ سے کہا کہ گھر میں ہر قسم کے حالات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ آؤ ہم عہد کریں کہ ہم اپنے مسائل خود ہی حل کریں گے اور کسی تیسرے کو خواہ وہ میرے خاندان کا فرد ہو یا تمہارے خاندان کا ہو، اسے دخل دینے کی اجازت نہیں دیں گے۔ الحمدللہ اس نسخہ پر ہم نے کامیابی سے عمل کیا اور فائدہ اٹھایا۔

## جماعتی خدمات کا آغاز

### ربوہ میں خدمات (1954-1956)

ربوہ میں خاکسار کا قیام بالکل چھوٹی عمر میں اور ایک قلیل عرصہ کے لیئے رہا۔ خاکسار ان ایام میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کا ایک طالب علم تھا۔ تاہم اس تھوڑے عرصہ کے دوران خدمات دینیہ کی جو مختصر سعادت حاصل ہوئی لیکن اس سعادت کا اثر تا عمر رہا الحمد اللہ، یہ میرے لیے باعث فخر ہے۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :

1۔ نائب زعیم دارالصدر

2۔ ڈیوٹی حفاظت قصر خلافت

3۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح موعودؓ کے جسم مبارک کو دبانے کی سعادت

اس کے علاوہ خاکسار کو بعض پرانے صحابہ کی خدمت بجالانے اور اُن کی پاک صحبت سے فائدہ اٹھانے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔

## کراچی میں خدمات

کراچی میں خاکسار ایک لمبا عرصہ رہا۔ کراچی میں ہی خاکسار نے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا اور یہیں جماعتی کاموں میں حصہ لینے کی توفیق ملی۔ چنانچہ ایک ادنیٰ خادم سے لے کر قائد ضلع اور حلقہ کی سطح پر ملنے والی ایک معمولی ذمہ واری سے لے کر نائب امیر جماعت احمدیہ کراچی کے طور پر خدمات بجالانے کی توفیق ملتی رہی۔ مگر قبل اس کے خاکسار ان کا تذکرہ کرے، خاکسار اس سلسلے میں اپنی اہلیہ کا ایک مبشر خواب بیان کرنا چاہتا ہے جس میں ان تمام ذمہ واریوں کی ایک جھلک پائی جاتی ہے جو مجھ پر عائد ہونے والی تھیں۔

## جماعتی خدمات اور اہلیہ کا مبشر خواب

خاکسار کی شادی جنوری 1962 میں محترمہ حلیمہ ناصرہ صاحبہ کے ساتھ فتح پُور ضلع گجرات میں ہوئی فروری 1962 میں ہم دونوں کراچی آ گئے۔ شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ احمدیہ ہال (یعنی کراچی میں میگزین روڈ پر واقع وہ عمارت جہاں جماعت کے مرکزی دفاتر اور مسجد ہے ( میں ایک خوبصورت مینار ہے جس پر ان لوگوں کے نام کندہ ہیں جنہیں تاریخی خدمات کا موقعہ ملا ہے

اور ان میں میرا نام بھی ہے۔ جب یہ خواب دیکھی گئی تھی، اس وقت خاکسار کے پاس کوئی قابل ذکر ذمہ داری نہ تھی۔ میں حلقہ ناتھا خاں گوٹھ کا سائق تھا اور جیسا کہ جماعت کے دوست جانتے ہیں کہ سائق مجلس خدام الاحمدیہ کا سب سے چھوٹا عہدیدار ہوتا ہے۔ ازاں بعد اللہ تعالیٰ نے جن خدمات کی توفیق عطا فرمائی ان کی جھلک درج ذیل ہے:۔

**کراچی میں خدمات**

جنرل سیکرٹری حلقہ ڈرگ روڈ کراچی۔ صدر حلقہ ڈرگ کالونی۔ سیکرٹری مجلس عاملہ مرکزیہ۔ سیکرٹری ہنگامی کمیٹی۔ جنرل سیکرٹری۔ نائب امیر۔ نگران صوبہ جات سندھ و بلوچستان، بطور ناظم حفاظت اسٹیج جلسہ سالانہ ربوہ اللہ تعالی کے فضل سے مسلسل کئی سال تک خدمت کی توفیق ملتی رہی۔

خدام الاحمدیہ: سائق، زعیم، نائب قائد ڈرگ روڈ، ناظم اطفال ضلع، قائد ضلع

انصار اللہ: زعیم اعلیٰ انصار اللہ ڈرگ روڈ کراچی

**انگلستان میں خدمات**

سات سال بحیثیت ناظم تیاری و حفاظت اسٹیج ڈیوٹی جلسہ سالانہ برطانیہ (1985 تا 1992)، منتظم تربیت مجلس انصار اللہ نوربری ساؤتھ ریجن، سیکرٹری تربیت و تربیت نومبایعین جماعت احمدیہ نوربری، نائب انچارج شعبہ ہومیو پیتھی برطانیہ

**جرمنی میں خدمات**

جرمنی: نیشنل سیکرٹری ضیافت۔ نیشنل سیکرٹری سمعی و بصری۔ نیشنل سیکرٹری تربیت۔ نیشنل سیکرٹری امور عامہ، ریجنل امیر فرینکفرٹ، ریجنل امیر ہیسن

ٹاؤنس، ریجنل امیر ڈارم سیڈ، لوکل امیر مائینز ویزبادن، لوکل سیکرٹری امور عامہ مائینز ویزبادن، نائب افسر جلسہ گاہ، نائب افسر جلسہ سالانہ ناظم دفتر جلسہ سالانہ جرمنی۔

یہاں خاکسار وہ سپاسنامہ پیش کرنا چاہتا ہے جو خاکسار کی بحرین روانگی کے موقع پر مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کی طرف سے پیش کیا گیا۔ (اس سپاس نامہ کا اصل عکس بھی کتاب میں ایک دوسری جگہ شامل اشاعت کر لیا گیا ہے۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

علی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

سپاسنامہ

بخدمت مکرم و محترم منظور احمد شاد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی

بموقع الوداعی تقریب بسلسلہ روانگی بیرون پاکستان

مکرم برادرم شاد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ہم خوشی اور غم کے ملے جلے جذبات کے اظہار کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں خوشی اس بات کی کہ آپ بیرون پاکستان بسلسلہ ملازمت تشریف لے جارہے ہیں جہاں آپ ان شاءاللہ بیش بیش ترقیاں حاصل کریں گے اور غم اس بات کا کہ آپ ایک لمبا عرصہ ہم میں رہ کر آج ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔

برادر گرامی! آپ نے پندرہ سال تک جماعت احمدیہ کراچی اور مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کی جو گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں وہ واقعی ہمارے لیے قابل

تقلید نمونہ ہیں آپ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی محبت، خلوص اطاعت خلافت اور اطاعت نظام جماعت احمدیہ سے بھرپور پڑی ہے۔ آپ کی قیادت اور رہنمائی میں مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی نے جو مقام حاصل کیا وہ واقعی قابل آفرین ہے۔

محترم منظور صاحب! آپ نے اپنے دور کا ایک حصہ مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ کے نائب قائد اور اس کے ایک حلقہ کے زعیم اور پھر اس کے ساتھ ساتھ جماعت احمدیہ ڈرگ روڈ کے جنرل سیکرٹری و پریزیڈنٹ کی حیثیت سے گزارا باوجودیکہ کئی کئی عہدوں کا بار آپ کے کندھوں پر ایک وقت میں ڈالا گیا لیکن اتنے بوجھ کے ہوتے ہوئے بھی آپ نے کوئی شکوہ اور گلہ نہیں کیا بلکہ اسے خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو، کے مطابق خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور ان ذمہ واریوں کے خوش اسلوبی سے نبھایا. 1967 میں آپ نے مجلس ڈرگ روڈ کے اُس وقت کے قائد مکرم عبد الشکور صاحب اسلم کے ساتھ نائب قائد کی حیثیت سے جس خلوص اور محنت سے کام کیا اور اپنے قائد سے بھرپور تعاون کیا وہ آپ ہی کا خاصہ تھا یہ اسی خلوص اور محنت شاقہ کا ثمر تھا کہ مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ 1968-69ء اور 1969-70ء کے دوران لگاتار دو سال تک جملہ مجالس پاکستان میں اوّل پوزیشن حاصل کرتی رہی اور خلافت جوبلی علم انعامی سے سرفراز ہوتی رہی۔

برادر محترم! 1972ء میں آپ کو قیادت ضلع میں ناظم اطفال کا عہدہ سونپا گیا ،ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات کہ اگلے ہی سال مرکز نے آپ کو قائد ضلع کراچی کے عہدہ جلیلہ پر فائز کر دیا جس پر آج تک آپ فائز رہے آپ نے اس دور قیادت میں جس طور سے اپنے فرائض کی تکمیل فرمائی اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ قیادت ضلع کراچی گزشتہ تین سال سے مسلسل جملہ اضلاع پاکستان میں

اوّل قرار پاکر ٹرافی حاصل کرتی رہی ہے۔ خدا کرے کہ ہم اس اعزاز کو آئندہ بھی قائم رکھ سکیں۔

ہر دلعزیز بھائی! یہ آپ ہی کی رہنمائی اور تنظیمی صلاحیتوں کا نتیجہ تھا کہ بفضل تعالیٰ ضلع کراچی کی تین مجالس خدام الاحمدیہ یعنی مجلس سوسائٹی، مجلس مارٹن روڈ اور مجلس ڈرگ روڈ علی الترتیب جملہ مجالس میں سے اوّل دوم اور سوم رہی ہیں اور اسی طرح مجالس اطفال الاحمدیہ میں اب تک مجلس سوسائٹی اوّل اور مجلس مارٹن روڈ سوم اور مجلس ڈرگ روڈ پنجم قرار دی جاتی رہی ہیں۔

برادر مکرم! آپ ہمارے دلوں پر اپنی یادوں کے گہرے نقوش چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ ہم سب قلبی دعاؤں سے آپ کو الوداع کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی حفظ و ایمان میں رکھے آپ کا ہر آن حامی و ناصر ہو اور آپ کو اپنے مقصد میں کامیاب و کامران فرمائے آمین۔

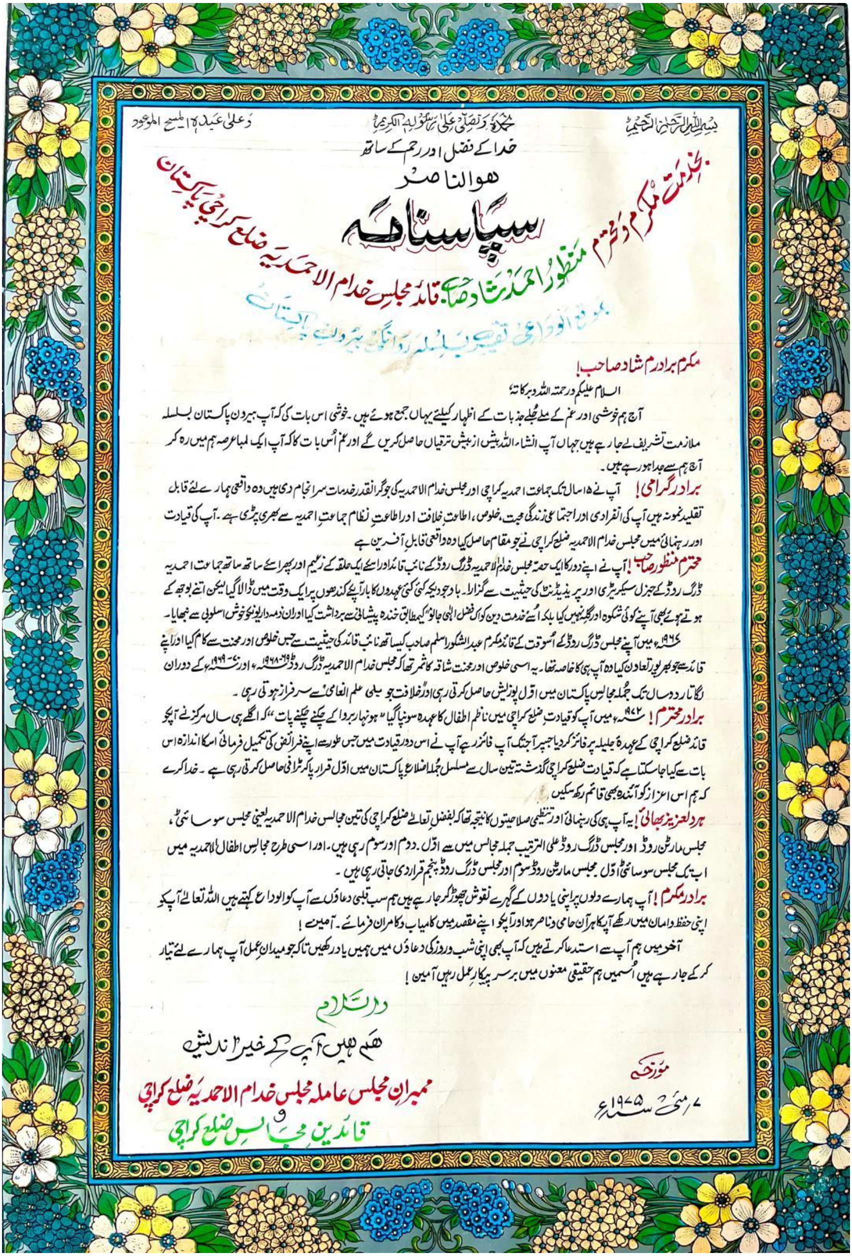
آخر میں ہم آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ آپ بھی اپنی شب و روز کی دعاؤں میں ہمیں یاد رکھیں تا کہ جو میدان عمل آپ ہمارے لیئے تیار کر کے جا رہے ہیں اس میں ہم حقیقی معنوں میں بر سر پیکار عمل رہیں۔ آمین۔

والسلام

مورخہ 7 مئی 1975 ہم ہیں آپ کے خیر اندیش

ممبران مجلس عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی

و قائدین مجالس ضلع کراچی



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہٖ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

# سپاسنامہ

بخدمت مکرم و محترم منظور احمد شاد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی پاکستان

بموقع الوداعی تقریب بسلسلہ روانگی بیرون پاکستان

**مکرم برادرم شاد صاحب!**

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آج ہم خوشی اور غم کے ملے جُلے جذبات کے اظہار کیلئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ خوشی اس بات کی کہ آپ بیرون پاکستان بسلسلہ ملازمت تشریف لے جا رہے ہیں جہاں آپ انشاء اللہ بیش از بیش ترقیاں حاصل کریں گے اور غم اُس بات کا کہ آپ ایک لمبا عرصہ ہم میں رہ کر آج ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔

**برادرِ گرامی!** آپ نے ۱۵ سال تک جماعت احمدیہ کراچی اور مجلس خدام الاحمدیہ کی جو گرانقدر خدمات سر انجام دی ہیں وہ واقعی ہمارے لئے قابل تقلید نمونہ ہیں آپ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی محبت، خلوص، اطاعتِ خلافت اور اطاعتِ نظام جماعتِ احمدیہ سے بھری پڑی ہے۔ آپ کی قیادت اور رہنمائی میں مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی نے جو مقام حاصل کیا وہ واقعی قابلِ آفرین ہے

**محترم منظور صاحب!** آپ نے اپنے دور کا ایک حصہ مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ کے نائب قائد اور اسکے ایک حلقہ کے زعیم اور پھر اسکے ساتھ ساتھ جماعت احمدیہ ڈرگ روڈ کے جنرل سیکریٹری اور پریذیڈنٹ کی حیثیت سے گزارا۔ باوجودیکہ کئی کئی عہدوں کا بار آپکے کندھوں پر ایک وقت میں ڈالا گیا لیکن اتنے بوجھ کے ہوتے ہوئے بھی آپنے کوئی شکوہ اور گلہ نہیں کیا بلکہ اُسے خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو" کیمطابق خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور ان ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے نبھایا۔

۱۹۶۷ء میں آپنے مجلس ڈرگ روڈ کے اُسوقت کے قائد مکرم عبدالشکور اسلم صاحب کیساتھ نائب قائد کی حیثیت سے جس خلوص اور محنت سے کام کیا اور اپنے قائد سے جو بھرپور تعاون کیا وہ آپ ہی کا خاصہ تھا۔ یہ اسی خلوص اور محنت شاقہ کا ثمر تھا کہ مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ نے ۱۹۶۸-۶۹ء اور ۱۹۶۹-۷۰ء کے دوران لگاتار دو سال تک جملہ مجالس پاکستان میں اوّل پوزیشن حاصل کرتی رہی اور "خلافت جوبلی علم انعامی" سے سرفراز ہوتی رہی۔

**برادرِ محترم!** ۱۹۷۲ء میں آپ کو قیادتِ ضلع کراچی میں ناظم اطفال کا عہدہ سونپا گیا "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" کہ اگلے ہی سال مرکز نے آپکو قائد ضلع کراچی کے عہدۂ جلیلہ پر فائز کر دیا جسپر آجتک آپ فائز رہے آپ نے اس دور قیادت میں جس طور سے اپنے فرائض کی تکمیل فرمائی اسکا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ قیادت ضلع کراچی گذشتہ تین سال سے مسلسل جملہ اضلاعِ پاکستان میں اوّل قرار پا کر ٹرافی حاصل کرتی رہی ہے۔ خدا کرے کہ ہم اس اعزاز کو آئندہ بھی قائم رکھ سکیں

**ہر دلعزیز بھائی!** یہ آپ ہی کی رہنمائی اور تنظیمی صلاحیتوں کا نتیجہ تھا کہ بفضلِ تعالیٰ ضلع کراچی کی تین مجالس خدام الاحمدیہ یعنی مجلس سوسائٹی، مجلس مارٹن روڈ اور مجلس ڈرگ روڈ علی الترتیب جملہ مجالس میں سے اوّل۔ دوم اور سوم رہی ہیں۔ اور اسی طرح مجالس اطفال الاحمدیہ میں اب تک مجلس سوسائٹی اوّل، مجلس مارٹن روڈ سوم اور مجلس ڈرگ روڈ پنجم قرار دی جاتی رہی ہیں۔

**برادرِ مکرم!** آپ ہمارے دلوں پر اپنی یادوں کے گہرے نقوش چھوڑ کر جا رہے ہیں ہم سب قلبی دعاؤں سے آپ کو الوداع کہتے ہیں اللہ تعالیٰ آپکو اپنی حفظ و امان میں رکھے آپکا ہر آن حامی و ناصر ہو اور آپکو اپنے مقصد میں کامیاب و کامران فرمائے۔ آمین!

آخر میں ہم آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ آپ بھی اپنی شب و روز کی دعاؤں میں ہمیں یاد رکھیں تاکہ جو میدانِ عمل آپ ہمارے لئے تیار کر کے جا رہے ہیں اُسمیں ہم حقیقی معنوں میں بر سر پیکارِ عمل رہیں آمین!

والسلام

ہم ہیں آپ کے خیر اندیش

ممبرانِ مجلس عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی

و

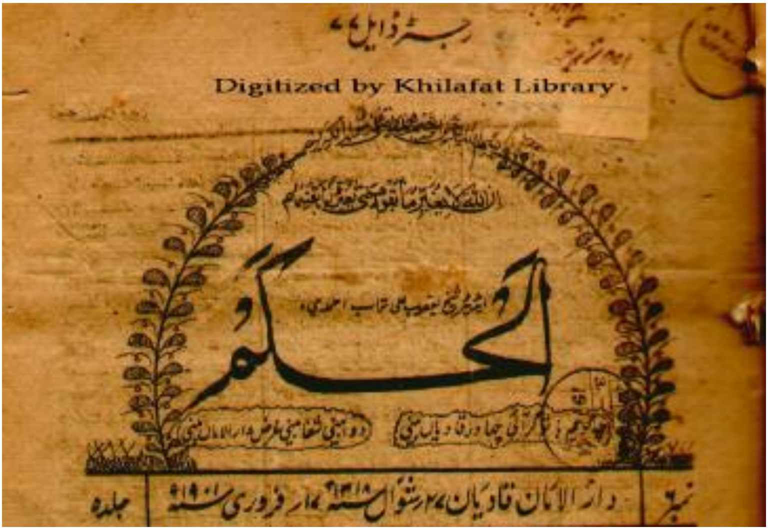
قائدین مجالس ضلع کراچی

مورخہ

۷ مئی سنہ ۱۹۷۵ء

## عظیم والدین

خاکسار کی خوش قسمتی ہے کہ حضرت میاں عبد الکریم صاحبؓ جیسے تقویٰ شعار صحابی بزرگ کے ہاں مورخہ یکم اپریل 1938ء کو پیدا ہوا۔ گو میرے دادا جان مکرم علی احمد صاحب مرحوم نے بھی احمدیت قبول کرلی تھی مگر صحابی ہونے کا انہیں شرف حاصل نہ ہوا۔(الحکم 17 فروری 1901 کی اشاعت میں بیعت کے کالم میں فتح پور گجرات کے جن خوش نصیب بزرگوں کے اسماء گرامی درج ہیں ان میں محترم علی احمد صاحب کا نام پہلے نمبر پر ہے۔ ان کے علاوہ آٹھ دیگر بزرگان کے نام بھی درج ہیں، الحمد اللہ۔ الحکم اخبار کا اصل عکس بھی پیش ہے۔)




حضرت والد صاحب کو سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صحابی ہونے کا شرف آپ کی فطری سعادتمندی کے باعث بالکل اچانک اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے نتیجہ میں حاصل ہوا۔ ( ملاحظہ ہو کتاب تین سو تیرہ اصحاب صدق و وفا مؤلفہ مکرم نصر اللہ خاں صاحب ناصر و مکرم عاصم جمالی صاحب صفحہ 236)۔

آپ بتایا کرتے تھے کہ احمدیت قبول کرنے سے قبل آپ کو اپنے ہمسایہ میں رہنے والے ایک صاحبِ کشف ورؤیا بزرگ، حضرت سید محمود احمد شاہ صاحبؓ (یکے از 313 صحابہ کرام) سے بہت عقیدت تھی۔ آپ ان کے شاگرد بھی تھے۔ جب حضرت شاہ صاحبؓ قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے واپس تشریف لائے تو انہوں نے والد صاحب کو بتایا کہ امام مہدی ظاہر ہو گئے ہیں اور یہ کہ میں اُن کی بیعت کر آیا ہوں۔ حضرت والد صاحب نے یہ سن کر فرمایا: جس کو آپ نے امام مہدی مانا ہے وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ جب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام مولوی کرم دین بھیں کے ازالۂ حیثیت عرفی کے مقدمہ کے سلسلہ میں مئی 1903ء میں جہلم تشریف لائے تو آپ نے فتح پور گجرات سے پیدل سفر کر کے دستی بیعت کی سعادت حاصل کی تھی۔

صحابہ کی جو قدر و قیمت ہمارے اُس وقت کے بزرگوں کو تھی، ایک الگ شان اپنے اندر رکھتی تھی۔ چنانچہ خاکسار اس سلسلے کا ایک واقعہ بیان کرنا چاہتا ہے جس کا آج تک میرے دل پر گہرا اثر ہے۔ مکرم مولوی محمد عالم صاحب مرحوم جو دیہاتی مبلغ رہ چکے تھے اور اس وقت ہماری جماعت کے صدر تھے، ہمارے ہاں اکثر تشریف لایا کرتے تھے۔ وہ جب بھی آتے اور حضرت والد صاحب کو دیکھتے تو یہ مصرعہ پڑھا کرتے۔

جنہاں اکھیں دلبر ڈٹھا اوہ اکھیں تک لیاں

یعنی آج میں نے وہ آنکھیں دیکھ لی ہیں جنہوں نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دیدار کیا ہوا ہے۔



الحکم نمبر ۵ جلد ۵   ۸   ۱۰ فروری ۱۹۰۱ء

اگر وہ دشمن تھا تو ضرور تھا کہ وہ سمجھتا کہ میں مسیح نہیں ہوں اور میرے خون رشتہ دار موجود ہیں میرا اپنی بیوی کے ساتھ تعلق رہا ہے مسیح کو تو میں ایسا سمجھتا ہوں فرض وہ خود سچا کر اپنی صفائی اور بریت کرتا مانا کہ کسی تاریخ صحیح سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ جو شخص صلیب پر لٹکایا گیا تھا اس نے خود بچا کر رہائی حاصل کر لی تھی۔

اور اگر وہ مسیح کا دوست اور حواری ہی تھا پھر صاف بات ہو کہ وہ مومن باصفا تھا اور وہ صلیب پر مرنے کی وجہ سے بلا وجہ ملعون ہوا اور خدا نے اسکو ملعون بنایا۔ رہی یہ بات کہ مصلوب ملعون کیوں ہوتا ہے؟ یہ عام بات ہے کہ جو چیز کسی فرقہ سے تعلق رکھتی ہے وہ اس کے ساتھ منسوب ہو جاتی ہے سزا کو مجرم کے ساتھ تعلق ہے جو گویا کاٹے رہنے کے قابل ہوتے ہیں اور جن کا تعلق مجرم کے ساتھ کبھی نہیں ہوتا کیونکہ جو ہے اس وجہ سے وہ مستحق ہوتا ہے اس لئے یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ایک مومن ناکردہ گناہ ملعون قرار دیا جاوے پس یہ دونو باتیں غلط ہیں اصل وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان کی ظاہری کو مسیح کی حالت غشی وغیرہ کی ایسی ہو گئی جیسے مردہ ہوتے ہیں۔

۱۰۔ انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے مامور خبیث اور ذلیل بیماریوں سے محفوظ رکھے جاتے ہیں مثلاً جیسے آتشک ہو جذام ہو یا اور کوئی ایسی ہی ذلیل مرض یہ بیماریاں خبیث لوگوں ہی کو ہوتی ہیں الخبیثات للخبیثین اس میں عام لفظ رکھا ہے اور نکاح سے بھی عام ہیں اسلئے خبیث مرض سے اپنے ماموروں اور برگزیدوں کو بچا لیتا ہے یہ کبھی نہیں ہوتا کہ مومن پر جھوٹا الزام لگایا جاوے اللہ وہ بری نہ کیا جاوے حضور مصلح اور مامور اور یہی وجہ ہے کہ مصلح یا مامور حسب نسب کے لحاظ سے

بھی ایک اعلیٰ درجہ رکھتا ہے اگرچہ ہمارا مذہب یہی ہے اور یہی سچی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک تکریم اور تعظیم کا معیار صرف تقویٰ ہی ہے اور ہم یہ مانتے ہیں کہ ایک چوہڑا بھی مسلمان ہو کر اعلیٰ درجہ کا قرب اور درجہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاصل کر سکتا ہے اور وہاں کسی خاص قوم یا ذات کے لئے فضل مخصوص نہیں ہے مگر سنت اسی طرح پر جاری ہے کہ جسکو مامور اور مصلح مقرر فرماتا ہے اسکو ایک اعلیٰ خاندان میں ہونے کا شرف دیتا ہے اور یہ اس لئے کہ لوگوں پر اس کا اثر پڑے اور کوئی طعنہ نہ رکھے

## بیعت

وزارت حسین صاحب۔ اور ین ضلع ملک بنگال۔

میاں عبداللہ صاحب ننگر قادیان۔

میاں قطب الدین صاحب۔ سیالی۔ شاہ پور

محمد عزیز الدین صاحب۔ امرتسر

ملا عبدالکریم صاحب۔ کیلی۔ فیروزپور

اکبر علی صاحب۔ سوفٹ منشی جلال امیر [illegible]

ارسلا خان صاحب۔ چیراں۔ ہزارہ

اکرم بیگ صاحب جلالپور جٹاں۔ گجرات

حسن الدین [illegible] راولپنڈی۔

حاجی امام الدین گولار گوجرانوالہ

شیخ عطا محمد صاحب۔ سیالکوٹ [illegible]

غلام محمد صاحب جھنگ حال ملتان

ابراہیم صاحب شیخوپورہ۔ انبالہ

محمد شفیع اللہ صاحب سابق مرید مہر شاہ گولڑوی۔ جدید ہاکی یا لاکوٹ۔ ہزارہ

مہر الدین صاحب۔ سیالکوٹ۔ جھنگ

محمد صدر الدین صاحب " "

محمد عابد صاحب " "

محمد زاہد صاحب " "

محمد ساجد صاحب " "

غلام احمد صاحب [illegible] ملتان

شرف الدین صاحب۔ دکھو گوجرانوالہ

نور احمد بیگ صاحب وفا مہر [illegible]

سردار خان صاحب کولاں والی۔

محمد عبدالاحد خاں صاحب۔ گلگت

نظام الدین صاحب۔ حاجی [illegible]

محمد حسن صاحب " محمد حسین صاحب "

سید محمد حسین صاحب سیالکوٹ

دیوان شاہ صاحب "

[illegible] صاحب کوٹلہ سیداں

محمود الحسن صاحب کورشلہ کورنسٹ پریس

جمال الدین صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ۔ [illegible]

حاجی اللہ بخش صاحب سیالکوٹ۔ جھنگ

خدا بخش صاحب " عبدالقیوم صاحب "

غلام نبی صاحب [illegible] منشی [illegible]

[illegible]

علی احمد صاحب فتح پور۔ گجرات

محمد علی صاحب " عبدالکریم صاحب "

محمد صالح صاحب " چودھری [illegible] محمد صاحب

علم الدین صاحب " کرم الٰہی صاحب "

احمد صاحب " سید امیر شاہ صاحب "

[illegible]

محمد سلطان صاحب [illegible]

مولوی غلام محمد صاحب [illegible]

قاضی محمد سراج الدین صاحب [illegible]

[illegible] علاقہ سرکار نظام حیدرآباد دکن۔

علی گوہر صاحب ڈسٹرکٹ اسسٹنٹ [illegible]

محمد عبداللہ صاحب خوشنویس [illegible]

حال بھیرہ۔

مولوی محمد حسین صاحب۔ سیالکوٹ۔

رحیم بخش صاحب " "

نظام الدین صاحب " "

## رسالہ سراج الحق حصہ دوم

حضرت اقدس کی تائید میں طبع ہوا ہے

قیمت

المشتہر سراج الحق نعمانی از دارالامان (قادیان)

ستمبر 1963 میں حضرت والد صاحب کی بیماری کا سن کر میں کراچی سے گاؤں آیا ہوا تھا، مکرم مولوی محمد عالم صاحب مرحوم بھی تشریف لے آئے۔ میں اس وقت تیار ہو کر چک سکندر جارہا تھا تاکہ ہمشیرہ صاحبہ سکینہ بیگم مرحومہ کو مل آؤں۔ ہاتھ میں بیگ تھا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا، برخوردار! کہاں کی تیاری ہے۔ میں نے بتایا کہ چک سکندر بہن کو ملنے جارہا ہوں۔ فرمایا، یہ بیگ ادھر رکھو اور بہن کو خط لکھو کہ وہ آکر مل جائے، یہ وجود پھر نہیں ملے گا۔ چنانچہ ہمشیرہ صاحبہ کو خط لکھ دیا گیا اور وہ آگئیں۔ والد صاحب کے ساتھ میری یہ ملاقات فی الواقعہ آخری ملاقات ثابت ہوئی کیونکہ میرے کراچی پہنچنے کے بائیس دن مورخہ 25 ستمبر 1963 کو حضرت والد صاحب وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت والد صاحب کی پہلی شادی مکرمہ صالحہ بی بی صاحبہ سے ہوئی جنہیں ہم بڑی امی کہا کرتے تھے۔ ان کے بطن سے ہماری بڑی ہمشیرہ اسلام بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ برادرم مکرم چودھری حسن محمد صاحب وڑائچ مرحوم آف چکریاں پیدا ہوئیں۔ اس کے بعد لمبا عرصہ مزید اولاد نہ ہوئی۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ اور حضرت حکیم نظام جان صاحبؓ کے نسخہ جات سے بھی مزید اولاد کی اُمید پیدا نہ ہوئی۔ اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ اگر والد صاحب خود دوسری شادی کے ارادہ کا اظہار کرتے تو بڑی امی بڑی خوشی سے اجازت دے دیتیں۔ مگر ہوا یہ کہ بڑی امی صاحبہ نے چھوٹی امی کا رشتہ خود طے کیا اور والد صاحب کو خبر تک نہ ہونے دی بلکہ نکاح وغیرہ کی تاریخ بھی خود ہی طے کر کے حضرت والد صاحب کو بتایا کہ فلاں تاریخ کو آپ کا عقد ثانی ہے۔ والد صاحب حیران ہوئے اور پوچھا، کس کے ساتھ تو بڑی امی نے بتایا فاطمہ کے ساتھ جو کہ والد صاحب کی کزن تھیں۔ حضرت والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ یہ خبر ان کے لیے بڑی حیران کن تھی۔

چھوٹی امی سے ہم پانچ بہن بھائی پیدا ہوئے۔ 1۔ برادرم مکرم بشارت احمد صاحب مرحوم، 2۔ ہمشیرہ مکرمہ سکینہ بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ مکرم عنائیت اللہ خان صاحب مرحوم آف چک سکندر، 3۔ راقم الحروف منظور احمد شاد، 4۔ عزیزم مبشر احمد مرحوم (بہت چھوٹی عمر میں فوت ہو گیا تھا)، 5۔ ایک ہماری ہمشیرہ پہلے فوت ہو چکی تھیں جو کہ بڑی امی کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ ان کے بارہ میں خاکسار کو زیادہ علم نہیں۔ برادرم بشارت احمد صاحب نے بتایا تھا کہ ان کی وفات پر ہمیں عام قبرستان (فتح پور، گجرات) میں تدفین کی اجازت نہیں ملی تھی۔

## برادرم چودھری حسن محمد صاحب وڑائچ

برادرم چودھری حسن محمد صاحب حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کے عزیزوں میں سے تھے۔ حیات قدسی میں ان کا ذکر موجود ہے۔ ان کے متعلق آتا ہے کہ جب ان کی پہلی اہلیہ فوت ہوئیں تو اس وقت ان کا ایک بیٹے برادرم غلام قادر صاحب مرحوم موجود تھے۔ حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ (جو کہ اس وقت فتح پور میں تبلیغی دورہ پر تھے جس کا ذکر نے آپؓ نے اپنی سوانح عمری حیات قدسی کے صفحہ نمبر 26 حصہ چہارم میں بھی کیا ہے) ہمارے والد صاحب کو تحریک کی کہ وہ اپنی ہمشیرہ آمنہ بی بی کا رشتہ چودھری صاحب کے لیئے دے دیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ رشتہ طے پا گیا، اس لیے اوّل چودھری حسن محمد وڑائچ صاحب خاکسار کے پھوپھا تھے۔ ہماری پھوپھی کے بطن سے برادرم حاجی بشیر احمد صاحب پیدا ہوئے تو کچھ عرصہ کے بعد ہماری پھوپھی کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس موقع پر حضرت والد صاحب نے سوچا، دو چھوٹے بچے ہیں اگر کوئی باہر


اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل نمبر

الفضل قادیان

ہفتہ میں تین بار

ایڈیٹر: غلام نبی

فی پرچہ ۱؍

The ALFAZL QADIAN.

نمبر ۱۲۲ | مورخہ ۲۱ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء | یوم سہ شنبہ | مطابق ۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۹ھ | جلد ۱۸



سے آئی تو پتہ نہیں ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گی اس لیے ہماری بڑی ہمشیرہ کا رشتہ انہیں دے دیا۔ اس اعتبار سے ان کی باقی اولاد میرے بھانجے بھانجیاں ہیں۔

محترمہ اسلام بیگم بنت حضرت میاں عبدالکریم صاحبؓ و مکرم چودھری حسن محمد صاحب وڑائچ کے نکاح کا اعلان۔




الفضل مورخہ 21 اپریل 1931ء کا عکس

برادرم چودھری صاحب کے بارے میں حضرت والد صاحب نے ایک بار ایک عجیب واقعہ بتایا۔ فرمایا، میں ایک دن ڈیوڑھی میں بیٹھا ہوا تھا کہ اسلام بی بی گھر میں داخل ہوئی۔ ان کی بیٹی عزیزہ رشیدہ بی بی مرحومہ جو کہ اس وقت گود میں تھی، اس کے پاس نہیں تھی۔ میں نے سوچا حسن محمد پیچھے آرہا ہو گا، بچی اس کے پاس ہو گی۔ جب کچھ دیر ہوئی اور حسن محمد نہیں آیا تو میں اندر گیا اور اسلام بی بی سے پوچھا، بچی کہاں ہے۔ میری دونوں والدہ کہنے لگیں، وہ ساتھ نہیں ہے اور اسلام بی بی ناراض ہو کر آئی ہے۔ والد صاحب نے کہا راضی راضی آنا ہے تو یہ تمہارا گھر ہے۔ ناراض ہو کر نہیں آنا۔ اور کہنے لگے، چلو میرے ساتھ میں تمہیں چھوڑ کر آتا ہوں۔ دونوں والدہ نے کوشش کی کہ کچھ دیر تو مزید روک لیں۔ لیکن والد صاحب نے ایک نہ سنی۔ جب ہمشیرہ صاحبہ کو ساتھ لے کر گجرات کچہری پہنچے تو آگے دیکھا کہ برادرم حسن محمد صاحب آرہے تھے۔ بچی بھی ان کے پاس تھی۔ انہوں نے والد صاحب سے معافی مانگی اور وعدہ کیا آیندہ شکایت کا موقعہ نہیں دیں گے۔ والد صاحب نے کہا، اب دونوں میرے ساتھ چلو اور جتنا عرصہ رہنا ہے رہو۔ اس کے بعد ساری زندگی فی الواقعہ کوئی شکایت نہیں ملی۔

## مکرم مولوی محمد عالم صاحب مرحوم

اوپر مکرم مولوی محمد عالم صاحب کا ذکر آیا ہے کہ ہماری جماعت کے صدر تھے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مختصر سا تعارف بھی کرا دیا جائے۔ مولوی صاحب جنہیں لوگ ٹھیکیدار محمد عالم صاحب بھی کہتے تھے، ایک بہت دلیر اور جماعت کے

لیے غیرت رکھنے والے بزرگ تھے۔ ایک لمبا عرصہ ہمارے صدر جماعت رہے۔ ان کے دو خوبصورت واقعات عرض کرتا ہوں:

1948ء میں قیام پاکستان کی پہلی سال گرہ تھی۔ چنانچہ سارے پاکستان میں بڑے جوش و خروش سے منائی گئی۔ جماعت احمدیہ نے بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ فتح پور کی جماعت نے بھی ایک جلسہ عام منعقد کیا۔ اس جلسہ کی اطلاع پورے گاؤں میں کرنی تھی۔ اس زمانہ میں لاؤڈ سپیکر تو ہوتے نہیں تھے اور گلی گلی پھر کر ڈھنڈورہ پیٹا جاتا تھا۔ مکرم مولوی صاحب نے مجھے کہا، تم گھنٹی بجانا، میں اعلان کرتا جاؤں گا۔ اب ایک تو گھنٹی بڑی بھاری تھی۔ دوسرے، یہ کام تو گاؤں کے غریب لوگ معاوضہ لے کر کیا کرتے ہیں۔ اس لیے مجھے عجیب لگ رہا تھا۔ مولوی صاحب نے دیکھا تو فرمایا، اچھا تم اونچی آواز سے اعلان کرتے جاؤ، میں گھنٹی بجاتا جاؤں گا۔ اعلان کچھ ان الفاظ میں تھا:

”سنیے جناب والا۔ کیا کہتا ہے منادی والا۔ کل مسجد احمدیہ فتح پور میں جلسہ یوم پاکستان منعقد ہو گا جس میں جماعت احمدیہ کے علماء قیام پاکستان کے سلسلہ میں تقاریر کرینگے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس میں شامل ہوں “

میں نے دو تین بار اعلان تو کیا لیکن بچپن کی وجہ سے میری آواز بھی بہت ہلکی تھی۔ آخر مولوی صاحب خود ہی گھنٹی بجاتے گئے اور خود ہی اعلان کرتے گئے۔ میں ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ یہ کام جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے، عام طور پر گاؤں کے غریب لوگ کیا کرتے تھے۔ مگر مکرم مولوی صاحب نے اس میں باوجود اس کے کہ آپ نہ صرف یہ کہ ایک بہت بڑے زمیندار تھے بلکہ انگریزوں کے زمانہ میں سر پنچ بھی رہ چکے تھے، اس میں ذرہ بھر عار محسوس نہ کی۔ آپ کا یہ نمونہ ہمارے نوجوانوں کے لیے ایک بہت بڑا سبق ہے کہ دین اور قوم کی خاطر کسی کام کو عار نہ

سمجھا جائے۔ کیونکہ اصل عزت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔ اور جس کو اللہ عزت دے وہ عزت کوئی نہیں چھین سکتا۔

آپ کا دوسرا واقعہ بھی اگرچہ چھوٹا سا ہے مگر اپنے اندر مخلوق خدا خاص طور پر غرباء کے لیے ہمدردی کے جذبات سے لبریز ہے۔ آپ ایک بار کراچی تشریف لائے اور مجھے کہا، میرے دو کام کر دو۔ میں نے عرض کیا، فرمائیں، کیا کام ہیں تو کہنے لگے ایک تو پسٹل Pistol کا لائسینس بنوا دو۔ دوسرے، ایک ایسا کیمرہ لے دو جو رات کو بھی فوٹو کھینچ لے۔ میرے پوچھنے پر کہ ایسا کیمرہ آپ نے کیا کرنا ہے تو فرمایا، بات یہ ہے کہ گاؤں میں زمینداروں کی گھوڑیاں رات کو غریبوں کی فصلیں کھا جاتی ہیں۔ صبح جب پوچھیں تو کہہ دیتے ہیں، ہماری گھوڑی تو گھر پر تھی، وہ کسی اَور کی گھوڑی ہو گی۔ میں چاہتا ہوں عین اس وقت جب گھوڑی یا کوئی اور جانور کسی کی فصل تباہ کر رہا ہو، اس کا فوٹو لے لوں اور صبح اس کے منہ پر ماروں کہ دیکھو یہ ہے تمہارا جانور جو کہ فلاں غریب کی فصل کھا رہا تھا۔

## میرا بچپن

خاکسار ابھی چند سال کا تھا کہ والدہ صاحبہ کے پُر شفقت سایہ سے محروم ہو گیا لیکن اس کا احساس اس لیے نہ ہوا کہ بڑی امی صاحبہ ابھی حیات تھیں اور وہ ہماری والدہ کی زندگی میں بھی ہم تینوں بہن بھائیوں کو اس قدر پیار دیا کرتی تھیں کہ ہم یہی سمجھتے تھے کہ ہماری بڑی امی ہی ہماری والدہ ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ رات کو سونے کے لیے میری اور ہمشیرہ صاحبہ سکینہ بیگم صاحبہ کی آپس میں صرف اس بات پر لڑائی ہوتی تھی کہ بڑی امی کے پاس کون سوئے گا۔ میں کہتا تھا کہ میں نے امی کے پاس سونا ہے اور وہ کہتی تھیں، میں نے سونا ہے۔ چنانچہ بڑی امی ہم دونوں کو اپنے پاس

سلا لیتیں۔ پھر جب ہم سو جاتے تو ہمیں الگ الگ سلا دیا جاتا۔ چھوٹی امی کے پاس سونا مجھے یاد ہی نہیں۔

بڑی امی جان ہم سے اتنا پیار کرتی تھیں کہ شاید کسی سگی ماں نے بھی نہ کیا ہو گا۔ ایک دفعہ کسی بات پر ناراض ہو کر چھوٹی والدہ صاحبہ نے ہمشیرہ سکینہ بیگم کو سزا کے طور پر دھوپ میں کھڑا کر دیا۔ بڑی امی باہر سے آئیں اور ہمشیرہ صاحبہ کو دھوپ میں کھڑا دیکھا تو پوچھا، میری بیٹی دھوپ میں کیوں کھڑی ہے ۔ ہمشیرہ صاحبہ تو پہلے ہی بھری پڑی تھیں، رونا شروع کر دیا اور بتایا کہ چھوٹی امی نے کھڑا کیا ہے۔ اس پر بڑی امی نے غصہ سے چھوٹی امی سے کہا، میری بیٹی کو دھوپ میں کیوں کھڑا کیا ہے۔ لیکن یہ بھی آفرین ہے کہ چھوٹی امی جان نے اُف تک نہ کی۔ نہ یہ کہا کہ تم کون ہو یہ پوچھنے والی؟ یہ بیٹی تو میری ہی ہے۔ اسی طرح اگر مجھے کبھی مار پڑنے کا ڈر ہوتا تو میں بڑی امی کی آغوش میں چلا جاتا اور سمجھتا کہ اب میں محفوظ ہوں۔ الغرض ہم پیدا تو ہوئے چھوٹی امی کے بطن سے لیکن پالا بڑی امی نے۔ یہی وجہ ہے کہ جب چھوٹی امی فوت ہوئیں تو ہمیں محسوس تک نہ ہوا کہ امی جان کی وفات ہوئی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب چھوٹی امی فوت ہوئیں، میں چکریاں اپنی بڑی ہمشیرہ صاحبہ کے پاس تھا۔ جب ہم گھر میں داخل ہوئے تو عورتیں رو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا، کیوں رو رہی ہیں تو کسی نے بتایا کہ تمہاری امی فوت ہو گئی ہیں جس پر میں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ مجھے روتا دیکھ کر ماسی حیات بیگم صاحبہ مرحومہ (یہ ہماری ہمسائی تھیں اور ہمارے لیے بالکل اپنی ماؤں جیسی تھیں اور ہم سے بہت پیار کیا کرتی تھیں) پوچھنے لگیں، میرا بیٹا کیوں رو رہا ہے۔ میں نے جواب دیا، عورتیں کہتی ہیں تمہاری امی فوت ہو گئی ہے۔ وہ کہنے لگیں، کون کہتا ہے؟ تمہاری امی تو وہ بیٹھی ہیں اور میں دوڑ کر بڑی امی کے پاس چلا گیا کہ واقعی میری امی تو موجود ہیں،

میں کیوں رو رہا ہوں۔ لیکن افسوس کہ یہ پر شفقت سایہ بھی زیادہ دیر تک قائم نہ رہا اور بڑی امی بھی چند سال بعد اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں۔ (بڑی والدہ کی وفات کے وقت میری عمر صرف چار سال تھی) اللہ تعالیٰ دونوں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

پھر دونوں والدہ صاحبہ کا آپس میں پیار اور باہمی اتفاق بھی مثالی تھا۔ جب حضرت والد صاحب زمینوں سے مویشی لے کر گھر آتے تو دونوں بھاگ کر ہل پنجالی اور بیل وغیرہ سنبھال لیتیں اور والد صاحب آکر چارپائی پر بیٹھ جاتے۔ چھوٹی والدہ صاحبہ بڑی والدہ صاحبہ کا بے حد احترام بھی کرتیں۔ الغرض سوتن نام کی کوئی چیز وہاں نظر نہ آتی تھی۔ خاکسار روزانہ والدین یعنی حضرت والد صاحب اور دونوں والدہ کی مغفرت کے لیے دعائیں کرتا ہے اور یہ ان بزرگوں کا حق بھی ہے اور میرا فرض بھی۔

## میری گمشدگی اور سارے گھر کی ناگفتہ بہ حالت

اوپر بڑی امی (ہماری سوتیلی والدہ) کے پیار کی باتیں ہو رہی تھی۔ ان کی گود ہمارے لیے ایک قلعہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ ایک واقعہ بیان کرتا ہوں کہ کس طرح ہم ان کے وجود کو ایک بہت بڑا سہارا سمجھتے تھے۔ 1947ء مارچ اپریل کی بات ہے، جب متحدہ ہندوستان میں تحریک پاکستان زوروں پر تھی۔ ہمارے گاؤں فتح پور سے بھی ایک جلوس قیام پاکستان کی حمایت میں نکلا جو گجرات گیا۔ اِس وقت اگرچہ میری عمر ابھی آٹھ سال ہی تھی مگر تماش بینی کے شوق میں میں بھی جلوس کے ساتھ چلا گیا۔ جلوس میں مندرجہ ذیل نعرے لگائے جا رہے تھے:۔

پاکستان زندہ باد۔ قائد اعظم زندہ باد۔ مسلم لیگ زندہ باد

خضری ٹٹو ہائے ہائے۔ جیلیں بھر دو مسلمانو، وغیرہ

اس جلوس کی یہ کیفیت تھی کہ گاؤں کے ایک شخص ٹوڈے نامی کو گدھے پر بٹھایا ہوا تھا۔ اس کے گلے میں جوتوں کے ہار تھے۔ اور کہتے جاتے تھے، 'یہ خضر حیات ٹوانہ ہے'۔ جب جلوس کچہری گجرات شہر کے قریب پہنچا تو پولیس نے پکڑ دھکڑ شروع کر دی۔ کچھ لوگ گرفتار ہو گئے۔ باقی ادھر اُدھر بکھر گئے۔ اس طرح میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا اور غلطی سے بجائے اپنے گاؤں والی سڑک کے دولت نگر والی سڑک پر چڑھ گیا۔ اور میں تھا بھی اکیلا۔ راستے میں دن غروب ہو گیا۔ اور اب سخت بھوک بھی لگ رہی تھی۔ کچھ کھانے کو نہ ملا تو میں ساگ کی گندلیں کھاتا رہا۔ چلتے چلتے عشاء کے قریب میں ایک گاؤں اُگوال پہنچ گیا۔ وہاں فوجی چھاؤنی تھی۔ میں نے فوجیوں سے پوچھا کہ میں نے فتح پور جانا ہے۔ انہوں نے کہا، تم تو غلط سڑک پر جا رہے ہو۔ انہوں نے کچھ راستہ بتایا مگر اندھیرے میں چلتے چلتے اندازہ نہ رہا اور میں اپنے گاؤں جانے والی سڑک کراس کر کے موضع سہنؔ پہنچ گیا۔ سہنؔ اور ہمارے گاؤں کے درمیان ایک بہت بڑا قبرستان ہے۔ اس زمانے میں وہاں راستے کے دونوں طرف سرکنڈہ ہوا کرتا تھا جس سے دن میں بھی خوف آتا تھا۔ اب ایک تو رات کافی گزر چکی تھی، دوسرے قبرستان تھا، تیسرے راستے کے دونوں طرف سرکنڈے کے گھنے پودوں کی وجہ سے میرا خوف سے برا حال ہو رہا تھا۔ بہر حال اس سے گزرے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ آخر چلتا چلا گیا یہاں تک کہ خدا خدا کر کے گاؤں کے جنوبی جانب جہاں ہمارے ماموں خوشی محمد مرحوم (یہ بڑی امی جان کے کزن تھے) رہتے تھے، کے گھر پہنچ گیا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ صبح سے ہی سارا گاؤں مجھے ڈھونڈ رہا ہے۔ کنوؤں میں اور غیر آباد نالوں اور فصلوں ہر جگہ لوگ ڈھونڈ چکے تھے۔ ہمارے گھر میں چونکہ تقریباً سارے گاؤں سے بچے

قرآن کریم پڑھنے آتے تھے ،اس لیے ہمارے گھر کی اچھی یا بری خبر بہت جلد سارے گاؤں میں پھیل جاتی تھی۔ اب مجھے ڈر یہ لگنے لگ گیا کہ گھر جاتے ہی پٹائی ہو گی ماموں نے مجھے کندھوں پر اٹھالیا۔ گھر پہنچے تو وہاں کا ماحول بالکل ماتم والے گھر کی مانند تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی میری نظر بڑی امی پر پڑی اور میں روتے ہوئے ان کی جھولی میں گھس گیا۔ انہوں نے مجھے اپنے دوپٹے کے اندر چھپالیا۔ اس طرح میری جان میں جان آئی اور میں اپنے خیال میں ایک اچھی خاصی پٹائی سے بچ گیا۔ لیکن گھر والوں نے مجھے مارنا کیا تھا۔ انہوں نے تو شکر کیا کہ زندہ مل گیا ہے۔ اس طرح سارے گاؤں میں بھی خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

## حضرت والد صاحب کی سیرت کے بعض نمایاں پہلو

آگے جانے سے پہلے میں والد صاحب کی سیرت کے بعض نمایاں پہلوؤں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

1۔ آپ نہایت نیک، شریف النفس اور بے ضرر انسان تھے۔ کسی کو ذرا سا نقصان پہنچانا بھی انہیں گوارا نہ تھا۔ یہاں تک کہ گھر سے مویشی لے کر باہر جاتے تو سارے مویشیوں کو چھیکا چڑھا لیتے تا کہ کسی کی فصل کو نقصان نہ پہنچا سکیں حالانکہ دیہاتوں میں لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے اور اسے نہایت معمولی بات سمجھتے ہیں۔

2۔نہایت عبادت گزار اور تقویٰ شعار تھے۔ راتوں کو اٹھ کر اور گڑ گڑا کر دعائیں کرنا ان کا معمول تھا۔ قران کریم کا کچھ حصہ زبانی یاد تھا۔ اس کی تلاوت کرتے رہتے۔ مکرم مرزا عبد الرشید صاحب (کارکن دفتر تحریک جدید ربوہ) نے ایک بار جب کہ وہ مسجد مبارک ربوہ میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے اور خاکسار نے انہیں دعا

کے لیے کہا، بتایا کہ سجدوں میں رونا ہم نے حضرت منشی صاحب (یعنی میرے والد صاحب) سے سیکھا ہے۔

3۔ شریعت پر عمل بڑی سختی سے کیا کرتے تھے۔ اس کی ایک ادنیٰ سی مثال ان کا حقہ نوشی کو ترک کرنا ہے۔ احمدیت قبول کرنے سے پہلے حقہ پیتے تھے۔ قبول احمدیت کے بعد بھی یہ عادت جاری رہی۔ مگر پھر کیسے چھوٹی، اس بارے میں ایک بار بتایا کہ میں نے جب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ میں حقہ نوشی کو حرام تو قرار نہیں دیتا لیکن اگر یہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہوتا تو اسے حرام قرار دیا جاتا، اس کے بعد سے میں نے حقہ نہیں پیا۔ اور حالت یہ ہو گئی میں نے خود بارہا دیکھا کہ اگر کوئی زمیندار پاس سے گزرتا اور والد صاحب اسے دعوت دیتے کہ آؤ ادھر ذرا بیٹھ جاؤ تو وہ کہتا، تمہارے پاس کیا بیٹھنا ہے۔ تمہارے ڈیرے پر تو دھواں بھی نہیں دہکتا یعنی حقہ پینے کو نہیں ملے گا۔

4۔ غریب لوگوں کی خدمت کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے۔ اس کی ایک مثال آپ کا لوگوں کو بلا معاوضہ راہداریاں لکھ کر دینا ہے۔ آپ چونکہ اپنے محلے میں قدرے تعلیم یافتہ تھے، اس لیے اس کام کو خوشی سے سرانجام دیا کرتے تھے۔ قریب کے ایک گاؤں میں کچھ عرصہ آپ نے پڑھایا بھی تھا۔ اس لیے اکثر لوگ آپ کو "منشی جی" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

5۔ محترم والد صاحب میں توکل علی اللہ قابل رشک حد تک موجود تھا۔ اس سلسلہ میں تین مثالیں بیان کر دیتا ہوں۔



1- مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب، 2- حضرت میاں عبدالکریم صاحبؓ، 4- مکرم بشارت احمد صاحب، 5- مرزا عبدالحق صاحب، 6- مرزا عبدالرشید صاحب

1۔ عزیزم مکرم منوّر احمد خورشید (خاکسار کے بھتیجے مبلغ سلسلہ جو گیمبیا اور سینیگال میں مبلغ کے طور پر کام کرتے رہے ہیں اور آجکل جامعہ احمدیہ انگلستان میں مدرس ہیں) بچپن میں ایک دفعہ شدید بیمار ہو گئے۔ بظاہر بچنے کی امید نہ تھی۔ حضرت والد صاحب باہر کھیتوں میں تھے وہاں پیغام بھجوایا گیا۔ وہاں سے حضرت والد صاحب اور بھائی صاحب آ گئے۔ حضرت والد صاحب نے بھائی صاحب اور ہمشیرہ صاحبہ سے کہا، ہم اسے خدا تعالیٰ کو دے دیتے ہیں۔ اسے ضرورت ہوئی تو بچا لے گا ورنہ ہم اس کی رضا پر راضی ہیں۔ ہمشیرہ صاحب نے کہا میں سمجھی نہیں۔ فرمایا اس کی زندگی وقف کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کی زندگی وقف کر دی گئی۔ ابھی یہ ارادہ کیا ہی تھا کہ ایک ڈاکٹر خدا بخش صاحب جو قریبی ایک گاؤں عالم گڑھ کے رہنے والے تھے اور اس وقت گلی سے گزر کر کہیں جا رہے تھے ان کا گزر ہوا۔ ڈاکٹر صاحب والد صاحب کا بہت احترام کرتے تھے۔ جب انہیں بچے کا بتایا گیا تو انہوں نے گھر آکر عزیزم منوّر خورشید کو دیکھا اور دوا دی۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور منوّر احمد خورشید صحت یاب ہو گئے۔

2۔ گندم کی بجائی کے دن تھے۔ ایک بار رات کو دیر سے زمینوں سے گھر آئے تو ہل کا پھالا جس سے گندم کی بجائی کی جاتی ہے، کہیں راستے میں گر گیا۔ گھر والوں کو بھی پتہ چل گیا کہ پھالا راستے میں گر گیا ہے۔ صبح حسب معمول نماز تہجد کے بعد زمینوں پر جانے کے لیے تیار ہوئے، بیج وغیرہ گدھی پر لادا اور چل دیے۔ والدہ صاحبہ نے کہا، پھالا تو آپ کے پاس ہے نہیں، بجائی کس طرح کریں گے۔ فرمایا ”عبد الکریم کا پھالا اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرے گا۔“

والدہ صاحبہ از راہ مذاق کہنے لگیں، چلیں آج دیکھتے ہیں میرے آنے تک کتنی زمین میں بجائی کا کام کر لیتے ہیں۔ جب والدہ صاحبہ دوپہر کو کھانا لے کر گئیں تو یہ

دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ واقعی آپ کافی بجائی کر چکے تھے۔ پوچھنے پر کہ پھالا کہاں سے اور کیسے ملا، بتایا کہ رات کو جب میں گھر آرہا تھا تو پھالا بند (پگڈنڈی) کی مغربی جانب گر گیا تھا۔ اس وقت چاند مشرق کی طرف تھا۔ اس لیے اندھیرے میں پڑا رہا اور کسی کو نظر نہیں آیا۔ صبح سویرے جب میں گھر سے نکلا ہوں تو چاند مغرب کی طرف آ چکا تھا اور پھالا دُور سے چمکتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے میرے پھالے کی حفاظت بھی فرمائی اور میرے اس کو دیکھنے کا سامان بھی فرما دیا۔

3۔ ایک بار جب کہ میری عمر سات آٹھ سال ہو گی مویشیوں میں بیماری پھیل گئی جس سے سارے علاقے میں بہت نقصان ہوا۔ ایک روز میں نے دیکھا کہ ساتھ والے ڈیرے کے لوگ مویشیوں کو ایک طرف لے کر جا رہے ہیں۔ میرے پوچھنے پر بتایا جو مویشی پیر صاحب کی پگ (پگڑی) کے نیچے سے گزر جائیں گے وہ نہیں مریں گے۔ دور سے میں نے دیکھا دو آدمی ایک پگڑی لیے کھڑے تھے اور لوگ اس کے نیچے سے مویشیوں کو گزار رہے تھے۔ میں بھی اپنے مویشی لے کر چل پڑا حضرت والد صاحبؓ نے دیکھ لیا اور پوچھا کہاں جا رہے ہو میں نے بتایا کہ لوگ کہتے ہیں جو مویشی پیر صاحب کی پگڑی کے نیچے سے گزر جائیں گے وہ نہیں مریں گے۔ والد صاحبؓ نے فرمایا واپس لے آؤ ہمارے مویشی نہیں مریں گے۔ چنانچہ ارد گرد کے ڈیرے والوں کے مویشی مر گئے لیکن ہمارا ایک جانور بھی نہیں مرا۔

## حضرت والد صاحب غیروں کی نگاہ میں

حضرت والد صاحب غیروں میں اپنا ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ اس کی چند مثالیں بیان کرنا خالی از دلچسپی نہ ہو گا۔

1۔ آپ ایسی ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے کہ ہر مکتبہ فکر کے لوگ آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ سید رسول شاہ صاحب مرحوم ہمارے گاؤں کے ایک پیر تھے۔ ان کے مریدوں کا سلسلہ آزاد کشمیر تک پھیلا ہوا تھا۔اب پیروں کی تو دیہات میں بڑی عزت ہوتی ہے وہ کسی دوسرے کو خاطر میں نہیں لاتے۔ مگر والد صاحب کو وہ خاص عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شاہ صاحب گھوڑی پر آرہے تھے جب کہ میں اور والد صاحب مویشی لے کر گاؤں کی طرف جارہے تھے۔ جوں ہی شاہ صاحب کی نظر والد صاحب پر پڑی، وہ فوراً گھوڑی سے اُترے اور پیدل آکر سلام دعا کی اور خیریت پوچھی اور پھر سوار ہو کر چلے گئے۔ یہی حال آپ کی اولاد کا تھا۔ چنانچہ ایک بار ان شاہ صاحب کے صاحبزادے سید مقبول حسین شاہ صاحب مرحوم کراچی میرے پولیس دفتر آئے اور جیسا کہ ان کا طریق تھا، وہ بے تکلفی کے ساتھ کرسی کے اوپر دونوں پاؤں رکھ کر بیٹھ گئے۔ میں نے اس خیال سے کہ میرے دفتر کے ساتھی برا نہ منائیں، ان کا یوں تعارف کرایا کہ یہ ہمارے گاؤں کے پیر ہیں۔ جواباً انہوں نے کہا کہ میں گاؤں کا پیر ہوں اور یہ میرے پیر ہیں ،اور کہا میَں نے توان کے گھر سے قران کریم پڑھاہے۔ دراصل انہوں نے ہمارے والد صاحب سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی تھی۔

2۔ میرے ایک استاد چودھری رحمت خاں صاحب مرحوم ہوا کرتے تھے۔ جماعت کے اس قدر مخالف تھے کہ اگر کوئی احمدی انہیں السلام علیکم بھی کہتا تو جواباً وعلیکم السلام نہیں کہتے تھے۔ چنانچہ ایک بار میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔ میں کراچی سے گاؤں آیا ہوا تھا۔ میں ایک بار کہیں جارہا تھا کہ ان سے آمنا سامنا ہو گیا۔ میں نے السلام علیکم کہا۔ مگر بجائے وعلیکم السلام کہنے کے فوراً کہنے لگے، منظور صاحب

کیا حال ہے، کب آئے؟ میں نے کہا، میں نے السلام علیکم کہا ہے۔ اس پر کوئی اور بات شروع کر دی۔ مگر جہاں تک والد صاحب کا تعلق تھا، آپ ان کی بہت قدر کرتے تھے۔ چنانچہ میرے زمانہ طالب علمی کی بات ہے مجھ سے پوچھنے لگے، جنوں کے بارہ میں جماعت کا کیا موقف ہے۔ میں نے بتایا۔ پھر پوچھا، ہمارے گاؤں میں کتنے احمدی ہیں۔ میں نے بتایا، 30-35 گھر ہونگے۔ کہنے لگے، میری نظر میں تو صرف ایک شخص ہے جو مخلص اور بے لوث ہے۔ میں نے پوچھا، وہ کون؟ کہنے لگے، بھائی عبد الکریم صاحب۔

3۔ بچپن میں ایک بار مَیں والد صاحب کا کھانا لے کر زمینوں پر جا رہا تھا۔ عشاء کا وقت ہو گا۔ بہت اندھیرا تھا۔ راستے میں ایک جھاڑی تھی جس کے پتے ہوا سے اس طور پر ہل رہے تھے کہ مَیں نے سمجھا کوئی انسان ہے۔ مَیں ڈر گیا کہ یہ کون ہے۔ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ کوئی شخص گھوڑی پر پیچھے سے آتا معلوم ہوا۔ جب وہ قریب آیا تو وہ بکا دھمہ والا ہمار علاقہ کا ایک مشہور ڈاکو تھا جسے ہم سب جانتے تھے۔ وہ قتل اور ڈاکے کے کئی مقدمات میں پولیس کو مطلوب تھا۔ اس کا رعب اس قدر تھا کہ پولیس بھی اس پر ہاتھ ڈالنے سے ڈرتی تھی۔ اس نے گھوڑی کھڑی کی اور پوچھا کہاں جانا ہے؟ میں نے والد صاحب کا نام لیا کہ ان کے ڈیرے پر جانا ہے اور انہیں کھانا پہنچانا ہے۔ والد صاحب کا نام سُن کر وہ کہنے لگا، لاؤ، کھانا مجھے پکڑاؤ اور میرے پاؤں پر پاؤں رکھ کر میرے پیچھے گھوڑی پر بیٹھ جاؤ۔ اب میرا یہ حال تھا کہ پہلے تو ایک جھاڑی سے ڈر رہا تھا، اب زندہ ڈاکو آ گیا۔ ظاہر ہے بیٹھے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ مَیں اس کے پیچھے گھوڑی پر بیٹھ گیا۔ اس نے گھوڑی ہمارے ڈیرے پر لا کر کھڑی کی۔ والد صاحب اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ چنانچہ وہ مجھے وہاں چھوڑ کر

چلا گیا۔ جب والد صاحب نے نماز ختم کی تو پوچھا کس کے ساتھ آئے ہو۔ میں نے بتایا کہ یہ بکّا دُھمہ والا تھا۔

## والد صاحب کی عمر

حضرت والد صاحب نے عین جوانی میں جب کہ آپ کی عمر تقریباً 21 سال تھی، احمدیت قبول کی تھی۔ ایک بار گھر میں ان کی وفات کے بعد عمر زیر بحث تھی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ رات میں نے خواب دیکھا کہ والد صاحب ہیں اور میں ہوں۔ میں پوچھتا ہوں، آپ کی عمر کیا ہے۔ کہنے لگے 103 سال۔ صبح اٹھ کر حساب لگایا تو اس حساب میں ان کی عمر 93 سال بنتی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

آپ کی وفات 25 ستمبر 1963ء فتح پور میں ہوئی۔

## گاؤں میں مخالفت

گاؤں میں ہمارے حضرت والد صاحب کا احترام ہونے کے باوجود کبھی کبھی مخالفت سر اٹھاتی رہتی تھی۔ والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ اور حضرت سید محمود شاہ صاحبؓ مکان کی چھت پر نماز باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔ پھر شاہ صاحبؓ کا اپنا ایک رعب اور دبدبہ تھا۔ چونکہ حضرت شاہ صاحبؓ احمدی ہونے سے پہلے ہی بہت نیک اور تقویٰ شعار، صاحب کشف و رؤیا بزرگ تھے، لوگ ان کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے ان کی زندگی میں مخالفت زیادہ نہ تھی لیکن ان کی وفات کے بعد مخالفت زوروں پر ہو گئی۔ ہماری فصلیں مویشی چھوڑ کر اجاڑ دی جاتیں۔ ایک بار گاؤں کے کچھ اوباش والد صاحب کے پیچھے لگ گئے اور آپ نے ساتھ والے گاؤں میں اپنے ایک غیر احمدی دوست

مکرم حافظ شاہ محمد صاحب کے گھر جا کر پناہ لی۔ اسی طرح ہماری ایک ہمشیرہ وفات پا گئیں تو عام قبرستان میں ان کی تدفین نہ ہونے دی گئی۔ تاہم یہ مخالفت عارضی ثابت ہوئی۔ آپ کے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے جلد کا یا پلٹ گئی اور والد صاحبؓ کا احترام احمدی ہونے کے باوجود پیروں فقیروں کی طرح ہونے لگا۔

## مکرم حافظ شاہ محمد صاحب

اوپر جن صاحب کا ذکر ہوا ہے کہ انہوں نے حضرت والد صاحب کو اپنے گھر میں پناہ دی، ان کی یہ نیکی اللہ تعالیٰ کو پسند آئی۔ چنانچہ طاعون کے ایام میں انہوں نے اپنے بیٹوں مکرم مولوی عبدالطیف صاحب شاہد اور مکرم محمد حسین صاحب کو ہمارے گھر بھجوا دیا جہاں انہوں نے حضرت والد صاحب کی صحبت میں رہ کر احمدیت قبول کر لی۔ اوّل الذکر بہت سی کتب کے مصنف تھے جن میں ''قندیل حرم'' اور ''شمع حرم'' خاص طور پر مشہور ہیں انہوں نے اپنی ان دو کتابوں میں کسی ایک میں حضرت والد صاحب کا ذکر بھی کیا ہے۔ مکرم مولوی عبدلطیف صاحب شہید تخلص کرتے تھے۔ ایک بار سیّدنا حضرت المصلح موعودؓ نے فرمایا کہ بعض لوگ جیتے جی ہی شہید ہو گئے ہیں۔ اس پر انہوں نے اپنا تخلص شاہد رکھ لیا۔

## گھر سے بدعتوں کا خاتمہ

مسلمان گھروں میں رنگا رنگ کی بدعتوں کا پایا جانا معمول کا طریق ہے۔ ان بدعتوں کی ابتدا کیسے ہوئی، کوئی بھی حتمی طور نہیں جانتا نہ ہی جاننے کی کوشش کرتا ہے مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بعض بدعتیں اس قدر پختہ ہو جاتی ہیں کہ شرک کی حد تک پہنچ جاتی ہیں اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنا انسان کے بس کی بات

نہیں۔ یہ انبیاء ہی ہوتے ہیں جو معاشرے میں پیدا ہونے والی بدعتوں سے خدا تعالیٰ سے قوت پانے کے نتیجہ میں خلاصی دلاتے ہیں۔ اب ذیل میں خاکسار چند ان بدعتوں کا ذکر کرتا ہے جو ہمارے گھر میں احمدیت آنے سے بہت پہلے رائج تھیں اور جنہیں حضرت والد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم سے روشنی پا کر دور کیا۔

جب حضرت والد صاحب احمدی ہوئے تو گھر کے افراد تین فرقوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ہماری دادی صاحبہ بریلوی تھیں۔ دادا جان وہابی خیالات کے تھے۔ اور والد صاحب احمدی ہو گئے۔ اس زمانہ کے دو دلچسپ اور ایمان افروز واقعات جو حضرت والد صاحب نے بتائے، ان کا ذکر کرتا ہوں اور یہ بھی کہ اس کے نتیجہ میں گھر پر کیا اثر پڑ رہا تھا۔ مثلاً دادی صاحبہ کے بارے میں بتایا کہ ان کا پختہ اعتقاد تھا کہ اگر بھینس شیر دار ہو جائے تو پہلے تین روز کا دودھ گھر پر استعمال نہیں کرنا چاہیے ورنہ بھینس مر جاتی ہے۔ چنانچہ ایک بار جب ہماری بھینس شیر دار ہوئی اور حضرت والد صاحب نے دادی صاحبہ سے کہا کہ میں دودھ دھوتا ہوں، آپ اسے پکائیں تا کہ تھوڑا تھوڑا محلے میں دے دیں۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ پہلے روز کا جو دودھ پکایا جاتا تھا، اسے بوہلی کہتے تھے۔ دادی صاحبہ نے اس کی سخت مخالفت کی اور حضرت والد صاحب سے ناراض ہوئیں کہ یہ کیا ہمارے گھر میں بے دین پیدا ہو گیا ہے۔ اور نہ معلوم کیا کچھ کہا۔ مگر والد صاحب نے دودھ دھویا اور پکنے کے لیے چولھے پر رکھ دیا۔ شاید اللہ تعالیٰ بھی کوئی نشان دکھانا چاہتا تھا۔ کیونکہ ادھر دودھ چولہے پر رکھا گیا، اُدھر بھینس زمین پر گر گئی اور اس نے تڑپنا شروع کر دیا بظاہر قریب تھا کہ مر جائے مگر والد صاحب نے چھری تیز کی اور اسے ذبح کرنے کی تیاری شروع کر دی یہ کہہ کر کہ اسے میں حرام کی موت نہیں مرنے دوں گا۔ ساتھ دعا بھی کرنے لگے

کہ اے اللہ! اگر یہ بھینس آج مر گئی تو سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ان لوگوں کی نگاہ میں مشکوک ہو جائے گی۔ ادھر دادی صاحبہ تھیں کہ والد صاحب کو برا بھلا کہے جا رہی تھیں کہ تیری وجہ سے بھینس مر رہی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بھینس پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ نہ وہ مری اور نہ ذبح کرنے کی نوبت آئی اور بعد میں بھی ایک لمبا عرصہ تک زندہ رہی۔ اس طرح ایک بدعت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔

## احمدی بھائی

اس زمانہ میں جب کہ احمدی خال خال تھے، اگر کوئی سنتا کہ فلاں گاؤں میں بھی کوئی احمدی ہے تو لوگ ان سے ملنے چلے جاتے تھے۔ ایک بار ہمارے گھر میں بھی ایسا ہوا کہ ایک احمدی دوست آ گئے والد صاحب نے دادی صاحبہ سے کہا، دودھ دے دیں، میرا ایک بھائی آیا ہے۔ دادی صاحبہ نے دودھ دے دیا۔ تھوڑی دیر میں ایک اَور دوست آ گئے، انہیں بھی دودھ پلایا گیا۔ تھوڑی دیر اَور گزری تھی کہ ایک اور دوست آ گئے۔ اب دادی صاحبہ سے نہ رہا گیا۔ کہنے لگیں :
" میں تے تینوں کلے نوں جمیا سی۔ ایہ تیرے بھرا کتھوں ٹری آوندے نے" یعنی میں نے تو تجھ اکیلے کو ہی جنا تھا۔ یہ تیرے بھائی کہاں سے آ رہے ہیں۔ والد صاحب نے کہا، یہ میرے احمدی بھائی ہیں۔

## مکرم والد صاحب کا تقویٰ

مکرم والد صاحب تقویٰ کے ایسے اعلیٰ مقام پر فائض تھے کہ ان کی باتیں سن کر رشک آتا ہے۔ ایک بار ہمارے گھر چوری ہو گئی۔ سارے گاؤں کو پتہ تھا کہ چوری

کس نے کی ہے۔ پولیس آئی تو نمبر دار کہنے لگا، تھانیدار صاحب! اس شخص کی چوری ملنی چاہئے۔ یہ شخص بے ضرر ہے، اس نے کبھی کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔ نہ اس کی کسی سے کوئی دشمنی ہے۔ جب تھانیدار صاحب نے مکرم والد صاحب سے پوچھا کہ آپ کو کسی پر شک ہے تو آپ نے کہا، جناب! چوری سے جو نقصان ہونا تھا، وہ تو ہو گیا۔ اب میں ایمان بھی ضائع کروں۔ اس پر تھانیدار صاحب غصے میں آ گئے اور یہ کہ کر کہ مدعی تعاون نہیں کر رہا، بغیر کھانا کھائے چلے گئے۔ یہ چوری ایک سردارا جھیور نامی مشہور چور نے کی تھی۔ اس کی لڑکی ہمارے ہاں قرآن کریم پڑھتی تھی۔ بعد میں ہمشیرہ صاحبہ سکینہ بیگم کا دوپٹہ اس لڑکی کے سر پر دیکھا گیا۔ پھر بھی انہیں کسی نے نہ پوچھا۔ مگر کچھ عرصہ بعد یہ چور کسی اور چوری میں پکڑا گیا اور اس سے جو سامان بر آمد ہوا، وہ ایک قریبی گاؤں چیچیاں کے اسکول میں رکھا گیا اور ارد گرد کے دیہات میں اطلاع دے گئی کہ آکر اپنا اپنا سامان پہچان لو۔ اس میں سے کچھ ہمارے چوری شدہ کپڑے بھی مل گئے۔ گویا والد صاحب نے تو اپنے تقویٰ کو نہ چھوڑا مگر اس چور کو اپنے کئے کی سزا مل ہی گئی۔

## امانتوں کی الٰہی حفاظت

امانتوں کی حفاظت کی قرآن کریم میں خاص طور پر تاکید آئی ہے۔ چنانچہ ہر مومن کا فرض ہے کہ اس قرآنی ارشاد پر عمل کرتا رہے۔ اسی چوری کے بعد ایک ایمان افروز واقعہ کچھ یوں وقوع پذیر ہوا جو اللہ تعالیٰ کا اپنے ایک حقیر بندہ کے لیے ایک عظیم نشان ثابت ہوا، مکرم والد صاحب کے پاس فتح پور اور دیگر دیہاتوں کے لوگ امانتیں رکھوایا کرتے تھے۔ ان میں زیور اور نقدی بھی ہوا کرتی تھی جو چوری کے بعد وہاں موجود نہ تھی۔ عام طور پر یہی خیال تھا کہ چور لے گئے ہیں تین دن بعد

جب پولیس نے دیوار کا وہ سوراخ بند کرنے کی اجازت دی اور گارا بنانے کے لیے مٹی کھودنے لگے تو ایک گٹھڑی اس میں سے نکل آئی جس میں ساری امانتیں اور ہمشیرہ سکینہ بیگم صاحبہ کا زیور تھا جو ان دنوں ہمارے ہاں ملنے کے لیے آئی ہوئی تھیں حیران کن بات یہ ہے کہ سارے گاؤں کے لوگ یہ جگہ دیکھنے آتے رہے اور یہ گٹھڑی ان کے پاؤں کے نیچے تین رات دن پڑی رہی اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کی لاج رکھ لی اور امانتیں محفوظ رہیں۔

## غیر احمدی رشتہ داروں سے تعلقات

ہمارے والد صاحب کے اپنے غیر احمدی رشتہ داروں سے تعلقات نہ ہونے کے برابر تھے۔ یہ نہیں کہ آپ انہیں ملنا پسند نہیں کرتے تھے بلکہ اس لیے کہ ان سے ملنے سے بجائے سکھ کے دکھ ہوتا تھا۔ وہ کوئی نہ کوئی ایسی بات کر دیتے جس کی تان احمدیت پر ٹوٹتی تھی۔ اس لیے والد صاحب نے عموماً انہیں ملنا چھوڑ دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بچوں کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ہمارے غیر احمدی رشتہ دار کون ہیں اور کہاں کہاں رہتے ہیں۔ تاہم اگر آپ ان میں سے کسی کی بیماری کا سنتے تو ضرور جا کر ملتے ،ان کا حال پوچھتے یا ان کی کوئی ضرورت ہوتی تو اسے پورا کر دیتے۔ چنانچہ ہماری ایک پھوپھی کا واقعہ ہے۔ وہ بیمار تھیں۔ جنت بی بی ان کا نام تھا۔ ان کی بیماری کا سن کر والد صاحب ان سے ملنے گئے۔ ان پر آخری لمحات تھے۔ ملنے اور حال پوچھنے کے بعد کہنے لگے ،اچھا اب میں چلتا ہوں۔ وہ کہنے لگیں ،کچھ تو رک جائیں والد صاحب نے کہا زندہ جو دیکھ لیا ہے۔ جنازہ میں نے پڑھنا نہیں اور چلے آئے۔
بعض ان رشتہ داروں میں سے اچھے بھی تھے مگر احمدیت کا تعلق نہ ہونے کی وجہ سے گویا وہ بھی ہمارے لیے غیر ہی تھے۔ ایک بار ممیؔ اور ہمشیرہ عنایت بیگم صاحبہ

چک سکندر، میری بڑی ہمشیرہ سکینہ بیگم صاحبہ کو ملنے جا رہے تھے۔ اس زمانہ میں پیدل ہی سفر کرنے کا رواج تھا۔ میرا خیال ہے چک سکندر ہمارے گاؤں سے کم از کم 20 کلومیٹر کے فاصلے پر ہو گا۔ ہم نے یہ سارا سفر پیدل طے کیا۔ راستہ میں چلتے ہوئے مجھے سخت پیاس لگی میں نے ہمشیرہ صاحبہ کو بتایا وہ کہنے لگیں اگلے گاؤں جا کر پانی پلاؤں گی گاؤں کا نام غالباً ہیل تھا۔ وہاں ایک گھر میں گئے۔ وہاں جو خاتون تھیں وہ بڑے تپاک سے ہمشیرہ صاحبہ سے ملیں اور سب کا باری باری حال احوال پوچھا، والد محترم کا، بہن بھائیوں کا اور آخر پر پوچھنے لگیں، منظور کتنا بڑا ہو گیا ہے۔ میری عمر اس وقت چھ یا سات سال ہو گی۔ میں ہمشیرہ صاحبہ کے پیچھے چھپ کر کھڑا تھا۔ ہمشیرہ صاحبہ نے کہا، وہ ساتھ ہی تو ہے اور مڑ کر کہا، یہ ہے۔ اس خاتون نے مجھے اٹھا لیا اور اتنا پیار کیا کہ میں حیران رہ گیا۔ پھر وہاں ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا۔ بعد میں ہمشیرہ صاحبہ نے بتایا کہ یہ تمہاری خالہ ہیں۔ وہ ہماری بڑی والدہ صاحبہ کی خالہ زاد بہن تھیں لیکن غیر احمدی تھیں۔ اس لیے والد صاحب نے ہمیں ان کے بارہ میں کبھی نہیں بتایا تھا۔ اور اس واقعہ کے بعد خاکسار پھر دوبارہ وہاں نہیں گیا۔

### بھابھی، بھابی نہیں یہ میری ماں ہے

مجھے جو گھر میں اپنے والدین اور دیگر عزیزوں کی طرف سے جس قدر محبت ملی ہے، اس پر میں اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔ پہلے دو مائیں دیں۔ انہوں نے ایک دوسری سے بڑھ کر مجھے پیار دیا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں تو ماؤں جیسا پیار کرنے والی بھابھی دے دی۔ ان کا نام مکرمہ عنایت بیگم صاحبہ تھا۔ ان سے اس رشتہ سے قبل ہماری کوئی رشتہ داری نہ تھی۔ تاہم احمدیت کا رشتہ موجود تھا اور بقول ماسی حیات بیگم صاحبہ جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے، یہ ہمارے گھر قرآن کریم

پڑھنے آیا کرتی تھیں جب والدہ صاحبہ نے برادرم بشارت احمد صاحب کی شادی کا ذکر کیا تو ماسی صاحبہ نے یہ تجویز دی کہ وہ لوگ احمدی بھی ہیں اور بچی بھی نیک ہے ۔دیکھی بھالی ہے۔اس طرح ان کی تحریک پر یہ رشتہ طے ہو گیا۔ مگر یہ رشتہ بھی عجیب تھا۔اس میں ہمارے درمیان دیور بھابھی والی کوئی بات نہ تھی۔اور عام طور پر دیور بھابھی کے درمیان جو ہنسی مذاق ہوتا ہے،وہ بھی نہ تھا۔یہی وجہ ہے کہ میں انہیں اپنی ہمشیرہ سمجھتا تھا۔اس لیے اس کے بعد جب بھی میں ہمشیرہ صاحبہ لکھوں تو اس سے مراد میری یہی بھابھی صاحبہ ہونگی۔اس سلسلہ میں ایک واقعہ بتانا چاہتا ہوں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے باہمی تعلقات کس نوعیت کے تھے۔جب برادرم مکرم بشارت احمد صاحب اور ہمشیرہ صاحبہ میری اہلیہ اور بچوں کو لے کر جرمنی آگئے اور میں پاکستان میں اکیلا رہ گیا تو ایک بار ٹیلیفون پر محترمہ ہمشیرہ صاحبہ نے پوچھا، دل لگا ہوا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔اس پر انہوں نے از راہ مذاق پوچھا کیا دوسری شادی تو نہیں کرلی۔اس پر میں نے ایک پنجابی کی نظم لکھ کر بھجوائی جو میرے خیالات کی خوب ترجمانی کرتی ہے۔اس کے چار شعر مندرجہ ذیل تھے:

بھابی پچھیا دیور کولوں شادی دوجی رچائی
دیور عرض کریندا شالا جیوندی روّے مائی
دغا کیویں دیواں انہوں ماڑے وقت دی سنگی
شکر خدا دا لکھ لکھ واری زندگی لنگھی چنگی
مذاق مذاق وچ شعر لکھے نیں ہن اصلی گل سناواں
لوکاں دی ماں اک ہی ہوندی میریاں تن نیں ماواں
دوتے رب نو پیاریاں ہوئیاں جنت وچ بسیرا
شاد دے سرتے قائم رکھے مولا سایہ تیرا

افسوس کہ اس وقت جب کہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں، تو یہ سایہ بھی اٹھ چکا ہے۔ ان اشعار میں جیسا کہ قارئین نے نوٹ کیا ہو گا، خاکسار نے بھابی صاحبہ مرحومہ کے غیر معمولی حسن سلوک کی وجہ سے انہیں بھی ماں کہہ کر ہی مخاطب کیا ہے۔ جیسا سچی محبت بھرا سلوک وہ مجھ سے کرتی رہیں، ایسا بہت ہی کم بھابی دیور کے درمیان دیکھنے میں آیا ہے۔ میں بہت چھوٹا تھا جب وہ شادی کے بعد ہمارے گھر آئیں۔ جس طرح وہ مجھے وہ نہلاتی تھیں، میرے بال ٹھیک کرتی تھیں اور بستہ دے کر اسکول بھجواتی تھیں، وہ مجھے اب تک یاد ہے۔ ایک بار میں روٹھ کر اسکول بغیر کھانا کھائے چلا گیا۔ پیچھے سے کھانا لے کر گئیں۔ اور جب میں نہ ملا تو ایک ساتھی کو کھانا دیا کہ مجھے دے دے۔ سارے گاؤں کے بچے ان کے پاس پڑھنے آتے تھے۔ مجھے وہ حضرت محمد شاہ صاحبؓ مرحوم (ان کا ذکر حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کی تصنیف حیات قدسی کے حصہ چہارم صفحہ نمبر 26 پر ہے) جو کہ حضرت سید محمود شاہ صاحبؓ کے داماد تھے، کے پاس لے گئیں کہ وہ مجھے قرآن پڑھائیں کیونکہ میں ان سے نہیں پڑھتا تھا۔ یہ بھی اس غیر معمولی لاڈ پیار کی وجہ سے تھا۔

## زیور گروی رکھ کر خرچ بھجوایا

ان کی مجھ سے محبت اور شفقت کا ایک اَور واقعہ یہاں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جن دنوں مَیں ربوہ میں پڑھتا تھا تو گھر سے آتے ہوئے ایک دفعہ راستے میں میرے پیسے چوری ہو گئے۔ اس وقت مالی حالت اتنی اچھی نہ تھی۔ انہیں پتہ لگا تو اپنا زیور گروی رکھ کر مجھے رقم بھجوائی۔ یہ رقم چوری ہونے کا واقعہ بھی دلچسپ اور سبق اموز ہے۔ گھر سے ربوہ جاتے ہوئے اکثر میں لالہ موسیٰ سے چناب ایکسپریس پر

بیٹھا کرتا تھا۔ جب میں اسٹیشن پر پہنچا تو گاڑی کے چلنے کا وقت ہو گیا۔ میں چلتی گاڑی پر سوار ہو گیا۔ یہ فرسٹ کلاس کا ڈبہ تھا۔ اس میں ایک مسافر پہلے سے بیٹھا ہوا تھا۔ باقی ڈبہ خالی تھا۔ میں پریشان ہونے لگا کہ اگر ٹکٹ چیکر آ گیا تو کیا ہو گا۔ پتہ نہیں کتنا جرمانہ وہ کرے گا۔ وہ مسافر کہنے لگا، کیا بات ہے کیوں پریشان ہو۔ میں نے وجہ بتائی۔ وہ کہنے لگا، گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں کوئی نہ پوچھے گا اور واقعی جب چیکر آیا تو اس نے کہا، یہ میرے ساتھ ہے۔ اس پر وہ چلا گیا۔ اس سے اس پر مجھے بھروسہ ہو گیا۔ اس نے اپنا نام بھی بتایا جو اللہ یار تھا اور یہ بھی کہا کہ اس کا لالیاں اڈہ پر غالباً ٹرانسپورٹ کا کاروبار ہے۔

جب گاڑی سرگودھا پہنچی تو معلوم ہوا کہ بارشوں کی وجہ سے لالیاں اور ربوہ کے درمیان ریلوے لائن بہہ گئی ہے اور گاڑیاں براستہ خوشاب جا رہی ہیں۔ اسلیے یہ طے ہوا کہ رات کسی ہوٹل میں گزار کر صبح بذریعہ بس چلے جائینگے۔ ہوٹل میں اس نے مجھے چھوٹا بھائی ظاہر کیا۔ صبح جب میں نماز کے لیے اٹھا تو اسے غائب پایا۔ ہوٹل کے بالکل ساتھ مسجد تھی۔ میں نے سوچا، وہ مسجد میں گیا ہو گا۔ لیکن وہاں بھی اس کا کوئی پتہ نہ ملا۔ غرض اس کی انتظار میں دس بج گئے۔ اب جب میَں نے اپنی جیب دیکھی تو اس میں سے میری رقم غائب تھی۔ اس سے یقین ہو گیا کہ وہ اب نہیں آئیگا۔ میں ہوٹل مینیجر کے پاس گیا اور اسے سارا قصہ سنایا۔ وہ کہنے لگا، تمہاری غلطی ہے۔ بہر حال وہ کہنے لگا، احمدی جھوٹ نہیں بولتے اس لیے اس نے ہوٹل کا کرایہ بھی نہ لیا اور اپنے پاس سے ایک روپیہ مزید دیا۔ اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر دے آمین۔ خاکسار روزانہ اس کے لیے دعا کرتا ہے۔ سرگودھا سے ربوہ کا کرایہ 12 آنے تھا۔ چنانچہ میں پیدل ہی بس سٹینڈ پر پہنچا اور پریشانی میں ربوہ جانے والی بس کی بجائے دوسری بس میں سوار ہو گیا۔ بس کنڈکٹر نے شہر سے باہر جا کر

مجھے اتار دیا۔ اب میں ایک تانگے پر بیٹھ گیا۔ اس نے آٹھ آنے کرایہ کے مانگے۔ میرے پاس صرف چار آنے رہ گئے تھے۔ اسے جب میں َنے تفصیل بتائی تو اس نے چار آنے ہی لے لیے۔ اور واپس اڈے پر لے آیا۔ اب میرے پاس کوئی پیسہ نہیں تھا اور رات سے کچھ کھایا بھی نہ تھا اور ادھر دوپہر ڈھل چکی تھی۔ میں پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر پھر رہا تھا۔ کئی بار سوچا کہ کسی کو حالات بتا کر 12 آنے مانگ لوں تاکہ ربوہ پہنچ جاؤں لیکن ہمت نہ ہوتی تھی۔ اسی دوران ہمارے گاؤں کا رہنے والا ایک ہمسایہ جسکا نام غالباً محمد بانیاں تھا اور اس نے قرآن کریم ہمشیرہ صاحبہ سے پڑھا تھا اور وہاں وہ کنڈکٹر لگا ہوا تھا آ گیا۔ اس نے جب مجھے اس حال میں دیکھا تو پوچھا کیا ہوا۔ اس پر میرے آنسو نکل آئے۔ میں َنے اسے سارا قصہ سنایا۔ اس نے ربوہ کا ٹکٹ لے دیا اور ایک بس پر بٹھا کر کنڈکٹر کو تاکید کی کہ یہ بچہ پریشان ہے اسے خود ربوہ کے اسٹاپ پر اتار کر جانا۔ وہ کنڈکٹر جو ہمارا ہمسایہ تھا اس وقت گھر جا رہا تھا۔ چنانچہ اس نے جا کر یہ واقعہ گھر میں سنایا۔ یہ سن کر حضرت والد صاحب اور ہمشیرہ صاحبہ بہت گھبرائے اور ہمشیرہ صاحبہ نے اسی وقت اپنا زیور گروی رکھ کر مجھے چالیس روپے کی رقم بذریعہ تار منی آرڈر بھجوا دی۔

جو رقم سفر کے دوران میرے ساتھ والے شخص نے چوری کر لی تھی، وہ بھی بعد میں مل گئی۔ وہ 28 روپے تھی۔ وہ اس طرح ملی کہ میں جامعہ احمدیہ احمد نگر میں پڑھنے والے ایک لڑکے مرزا سلیم صاحب کو ساتھ لے کر ایک دن لالیاں گیا جس کے بارے میں اس شخص نے بتایا تھا کہ وہاں اس کا کاروبار ہے۔ لیکن وہ نہ ملا۔ ایک دن میں کچے گولبازار سے گزر رہا تھا کہ اسے ایک سائیکلوں کی دکان پر بیٹھے دیکھ لیا۔ میں فوراً آیا اور ساتھ دو لڑکوں کو لے گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر گھبرا گیا اور کہنے لگا میرا پستول رکھ لو۔ میں رقم دے جاؤں گا اور یہ لے جاؤں گا۔ یا میرا گھر دیکھ لو۔

اس نے اپنا گھر چمن عباس میں بتایا۔ ہم نے وہ گھر دیکھ لیا اور اس وعدہ پر چھوڑ دیا کہ وہ رقم دے جائے گا۔ یہ گھر اس کی بہن کا تھا اس کا اپنا نہ تھا۔ بہر حال چوری شدہ رقم واپس مل گئی۔ الحمد للہ۔ مجھے اخراجات کے لیے گھر سے تقریباً تیس روپے ملا کرتے تھے جس سے اسکول کی فیس، اسکول کی دیگر ضروریات اور خورد و نوش سب شامل تھا۔

میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ جب ہمشیرہ صاحبہ نے میری رقم کے چوری ہو جانے کا سنا تو انہوں نے فوراً اپنا زیور گروی رکھ کر مجھے کچھ رقم بھجوا دی۔ انہیں مجھ سے اتنا پیار تھا کہ میں َنے جب بھی ربوہ یا بعد میں کراچی آنا ہوتا تو مرحومہ بس اسٹاپ تک چھوڑنے آتیں اور ہمیشہ بھیگی آنکھوں سے الوداع کہتیں اور ٹانگے کے نظر آنے تک کھڑی رہتیں۔ بھابی صاحبہ جنہیں میں َہمیشہ ہمشیرہ کہتا ہوں، کے میرے ساتھ پیار کا علم ہمارے ملنے والے دوسرے لوگوں کو بھی تھا۔ اس زمانہ میں ایک فلم چلی تھی جس کا نام ”دیور بھابی“ تھا۔ اس میں ایک مصرعہ یہ آتا تھا: ”بھابی، بھابی نہیں، یُو میری ماں ہے۔“ میں نے وہ فلم خود نہیں دیکھی۔ البتہ جن لوگوں نے وہ دیکھی تھی، وہ کہتے تھے، یوں لگتا ہے جیسے کسی نے عنایت بیگم اور منظور کو سامنے رکھ کر یہ فلم بنائی ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے ہمشیرہ صاحبہ کے پاس تقریباً سارے گاؤں کے بچے قرآن کریم پڑھا کرتے تھے۔ ایک ایک وقت میں ستر، اسی لڑکیاں اور لڑکے پڑھتے تھے۔ اس وجہ سے ہمارا گھر سارے گاؤں میں عزت و احترام سے دیکھا جاتا تھا۔

جب ہمشیرہ صاحبہ لندن اور جرمنی آنے کے لیے تیار ہو رہی تھیں تو غیر احمدیوں کی مسجد سے اعلان ہوا کہ بہن جی لندن جا رہی ہیں جنہوں نے ملنا ہو، مل لیں۔ یہ اعلان کسی کے کہنے پر نہیں بلکہ مسجد والوں نے از خود کیا تھا۔ پھر کیا تھا، سارا محلہ امڈ

آیا۔ اس وقت ہمشیرہ صاحبہ کے شاگرد پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ پاکستان کے اندر آپ کی بعض شاگرد بچیوں نے شادی ہو جانے پر اپنے سسرال جا کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ وہ بڑے فخر سے لوگوں کو بتاتی ہیں کہ ہماری استاد احمدی تھیں۔

ہمشیرہ صاحبہ کے اعلیٰ اخلاق کا ایک اور پہلو یہ تھا کہ انہوں نے اپنے سسر یعنی ہمارے والد صاحب کی خاص طور پر آپ کی بیماری کے دوران بہت خدمت کی۔ والد صاحب بھی انہیں پتر عنایت یعنی بیٹا عنایت کہہ کر پکارتے تھے۔ میں اگر یہ کہوں کہ والد صاحب کی اولاد سے بڑھ کر انہوں نے ان کی خدمت کی تو اس میں کوئی مبالغہ آرائی نہ ہو گی۔ والدہ تو دونوں فوت ہو گئی ہوئی تھیں۔ جب تک میری ہمشیر گان یعنی اسلام بی بی صاحبہ اور سکینہ بیگم صاحبہ حیات رہیں، انہیں احساس نہیں ہونے دیا کہ میکہ میں ان کا کوئی نہیں ہے۔ وہ بھی ان کا خیال رکھتیں۔ گڑ گھر کا ہوتا تھا۔ دالیں گھی اور اس قسم کی موسمی اشیاء جو زمیندارہ ماحول میں ہوتی ہیں، سنبھال کر رکھتیں تاکہ ان کے آنے پر وہ انہیں تحفۃً دے سکیں۔

## دلچسپ جھگڑا

اوپر ہمشیرہ صاحبہ کے ہم سے پیار کی بات ہو رہی تھی۔ ویسے تو ہمارے درمیان کبھی جھگڑا نہیں ہوا تھا۔ مگر ایک بار ہوا اور وہ بھی ایک دلچسپ قصہ ہے۔ اس لیے سنائے دیتا ہوں۔ میں باہر زمینوں پر تھا۔ ہمارے ہمسائے میں ایک بھٹہ فیملی تھی۔ اور اتفاق سے ہماری زمینیں بھی ساتھ ساتھ تھیں۔ زمینیں چونکہ گاؤں سے کافی ہٹ کر تھیں، اس لیے یہ طے تھا کہ کوئی بھی جائے تو ہمسائیوں سے پوچھ کر جائے کہ کوئی پیغام یا کھانا وغیرہ بھجوانا ہو تو بتا دیں۔ ان کے ہاں ایک ماموں ہوا کرتے

تھے جو پورے گاؤں کے ماموں تھے۔ ماما سردار اُن کا نام تھا۔ چھوٹے بڑے سب انہیں ماموں کہہ کر پکارتے تھے۔ ان میں کچھ ضرورت سے زیادہ ہی سادگی پائی جاتی تھی۔ ایک دن وہ آئے اور پوچھا، میں باہر جارہا ہوں، کچھ بھجوانا ہے؟ ہمشیرہ صاحبہ نے کہا، منظور کا کھانا لے جاؤ۔ اس روز بیسنی روٹی پکی تھی۔ چنانچہ گھر سے دو روٹیاں گھی والی میرے لیے اور ایک خشک روٹی کتے کے لیے انہیں دی گئی۔ ماموں نے راستہ میں جو روٹی چکھی تو انہیں مزیدار لگی۔ چنانچہ وہ لقمہ لقمہ کرکے کھاتے چلے گئے اور زمین تک پہنچنے تک دونوں روٹیاں کھائی جاچکی تھیں۔ لسّی بھی آدھی ڈولی بچی تھی۔ باقی ماموں پی گئے تھے۔ اب رہ گئی تھی صرف ایک روکھی روٹی جو کتے کے لیے تھی۔

اب ماموں جب ڈیرے پر پہنچے تو کیا ہوا۔ وہ ایک روٹی تو انہوں نے مجھے دے دی۔ ادھر کتا بھی دور سے ماموں کو دیکھ کر آگیا۔ چنانچہ وہ روٹی میں نے اسے کھلا دی اور خود غصہ میں گھر آگیا اور آتے ہی غضبناک ہو کر کہا، مجھے آج پتہ چلا ہے کہ میری ماں مر گئی ہے۔ ہمشیرہ صاحبہ بڑی حیران ہوئیں کہ بات کیا ہو گئی ہے۔ جب انہوں نے پوچھا تو میں نے اسی غصہ میں کہا کہ زمینوں پر صرف کتا تو نہیں تھا، میں بھی تھا۔ ایک روٹی بھیجی اور وہ بھی روکھی۔ وہ میں خود کھاتا یا کتے کو کھلاتا۔ ہمشیرہ صاحبہ کو ظاہر ہے میرے یہ کہنے سے تکلیف پہنچی اور انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ اس پر میں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ اسی دوران والد صاحب محترم تشریف لے آئے۔ ہم دونوں کو روتا دیکھ کر وہ بھی پریشان ہو گئے کہ خدا خیر کرے کیا ہو گیا ہے۔ دونوں رو رہے ہیں۔ پوچھا کیا ہوا تو میں نے ساری بات بتادی۔ وہ سمجھ گئے اور سامنے والے گھر سے ماما سردار کو بلا لائے اور پوچھا:

والد صاحب محترم: عنایت بیگم نے تمہیں کتنی روٹیاں دی تھیں؟

ماما سردار: تلے (ترے یعنی تین)

والد صاحب محترم: منظور احمد تو کہتا ہے، ایک روٹی تھی اور وہ بھی روکھی

ماما سردار: سوہنے دے بن تے جا کے میں روٹی چکھی، او سلونی سی، منوں چنگی لگی، میں بھورا بھورا کھاندا گیا، دو راہ وچ ای مک گیاں۔ فیر میں لسی وی پی لئی (یعنی سوہنے کے بند پر میں نے روٹی چکھی، وہ نمکین تھی، مجھے اچھی لگی۔ میں لقمہ لقمہ کھاتا گیا۔ اس طرح دو روٹیاں راستے میں ہی ختم ہو گئیں۔ پھر میں نے اسِی بھی پی لی)

یہ سن کر مجھے اپنے اس عمل کا بہت دکھ ہوا اور ہمشیرہ صاحبہ سے معافی مانگی۔ اس پر پھر ہم دونوں نے رونا شروع کر دیا۔ میری دانست اور یاداشت کے مطابق یہ ہماری پہلی اور آخری ناراضگی تھی اور وہ بھی ایک غلط فہمی کی بنا پر ہوئی۔ لیکن اس میں بھی ایک ایسا مزا تھا جو مجھے ساری عمر یاد رہے گا۔

## میں سارا گڑ کھا گیا

جب بچیاں شادی کے بعد میکے آتی ہیں تو مائیں انہیں حسب توفیق کچھ نہ کچھ دے کر بھیجتی ہیں۔ ہماری مائیں تو دونوں فوت ہو چکی تھیں۔ اس لیے جب کبھی بھی ہمشیرہ صاحبہ سکینہ بیگم ملنے کے لیے آتیں، انہیں زمیندارہ ماحول کے مطابق گڑ، تل، دالیں، گھی وغیرہ دے کر الوداع کیا جاتا۔ ایک بار گھر کا گڑ تھا۔ ہمشیرہ صاحبہ نے ایک چٹوری (مٹی کا ایک برتن (اچھی قسم کا گڑ جو گھر میں استعمال کے لیے بطور خاص بنوایا تھا، ان کے لیے رکھ دیا۔ مجھے پتہ نہ تھا۔ میں روزانہ اس میں سے کچھ نکال کر سکول لے جاتا۔ اس طرح آہستہ آہستہ وہ سارا گڑ ختم ہو گیا اور چٹوری خالی ہو گئی۔ جب ہمشیرہ سکینہ بیگم صاحبہ ملنے آئیں تو ہمشیرہ صاحبہ نے باقی دینے والی

چیزیں تو نکال کر رکھ دیں۔ مگر جب گڑ دیکھا تو برتن خالی دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔ گھر میں اَور گڑ تو کافی تھا لیکن اتنا صاف نہ تھا۔ اس لیے فوری طور پر ہمشیرہ صاحبہ سکینہ بیگم کو احساس نہ ہونے دیا اور دوکان سے اچھا قسم کا مہنگا گڑ منگوا کر انہیں دے کر رخصت کر دیا۔ اب چٹوری والے گڑ کے متعلق ہمشیرہ صاحبہ کا خیال تھا کہ یہ پڑھنے والے بچوں کی حرکت ہے۔ چنانچہ ان پر ناراض ہو رہی تھیں کہ اتنے میں مَیں آگیا۔ میرے پوچھنے پر کہ کیا بات ہو گئی ہے ہمشیرہ صاحبہ کہنے لگیں، دیکھو! یہ قرآن پڑھنے آتے ہیں اور یہ حرکت کی ہے۔ میں نے کہا، انہوں نے یہ حرکت نہیں کی بلکہ میں نے سارا گڑ کھالیا ہے۔ مگر ہمشیرہ صاحبہ کو یقین نہیں آرہا تھا کہ میں نے اتنا گڑ کھالیا ہے۔ اب مَیں سمجھتا ہوں کہ میرے دانت جو چھوٹی عمر میں خراب ہو گئے تھے تو یہ اسی گڑ کی وجہ سے ہوئے تھے۔ گڑ گھر کا تھا۔ یہ کوئی چوری تو تھی نہیں مگر مجھے پھر بھی شرمندگی ہوئی کہ مَیں نے ایسا کیوں کیا۔

الغرض محترمہ ہمشیرہ صاحبہ نے اپنے سارے سسرالی رشتوں کو خوب نبھایا۔ مکرم بھائی جان بشارت احمد صاحب مرحوم تو اکثر باہر ہی رہے ان کی غیر موجودگی میں ان کے والد محترم، ہمشیرگان اور بھائی سب کے جس طرح انہوں نے حقوق پورے کئے، میرے خیال میں کوئی اَور مثال ایسی نہ ہو گی۔ خاکسار نے یہ چند باتیں لکھی ہیں تا کہ پڑھنے والوں کو انکے لیے دعا کی تحریک ہوتی رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے۔ آمین ثم آمین

## ہمشیرہ صاحبہ کی وفات اور غیر از جماعت احباب کا نماز جنازہ پڑھنا

جب ہمشیرہ صاحبہ واپس پاکستان گئیں تو فرینکفرٹ ایئرپورٹ پر مجھے پیار کیا اور کہا منظور احمد یہ میری تیری آخری ملاقات ہے چنانچہ یہ واقعی آخری ملاقات ثابت

ہوئی۔ وفات سے ایک روز قبل ہمشیرہ صاحبہ نے اپنے چھوٹے بیٹے عزیزم محمود احمد شمس سے کہا مجھے وہیل چیئر پر پرانے محلے میں لے چلو چنانچہ ہر گھر میں جا کر سب کو السلام علیکم کہا اور خیریت معلوم کی، یہ ان کی الوداعی ملاقات تھی اس سے اگلے روز صبح وفات ہو گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون جماعت نے تو ایک بار سب نے اکٹھے ہو کر نماز جنازہ ادا کی لیکن غیر احمدی احباب جن میں اکثریت ان کے شاگردوں کی تھی نے کئی بار نماز جنازہ ادا کی۔ موصیہ ہونے کی وجہ سے تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

## خاکسار کا ابتدائی تعلیمی دور اور گاؤں کا پیار ماحول

خاکسار نے پرائمری تک تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ اُس وقت متحدہ ہندستان تھا اور ہمارے ساتھ سکھ اور ہندو لڑکے بھی پڑھتے تھے۔ جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا خاکسار تیسری جماعت کا طالب علم تھا۔ گاؤں کے اسکول سے جب چھٹی جماعت کا امتحان پاس کیا تو ساتھ والے گاؤں پیرو شاہ میں چھٹی سے انگلش شروع ہو گئی۔ اس لیے ہم تیرہ لڑکے وہاں جا کر دوبارہ چھٹی میں داخل ہو گئے۔ گاؤں کے اسکول میں تعلیم کے دوران ایک دلچسپ واقعہ ہوا۔ میں جسمانی طور پر بچپن سے ہی دبلا پتلا تھا۔ اس لیے اکثر دوسرے لڑکوں سے مار ہی کھاتا رہتا تھا۔ جب کبھی اس طرح کی بات ہوتی تو میں گھر آ کر ہمشیرہ صاحبہ کو بتاتا کہ آج فلاں لڑکے نے مجھے مارا ہے یا گالی دی ہے۔ ایک دن ہمشیرہ صاحبہ تنگ آ کر کہنے لگیں، کیا وہ بھی دن آئیگا کہ ہمارے گھر کوئی آ کر کہے گا کہ منظور نے مجھے مارا ہے۔ میں نے یہ بات پلے باندھ لی۔ چنانچہ اگلے روز جب سارے لڑکے گاؤں کے تالاب پر تختیاں دھو رہے تھے، میں نے دیکھا کہ ایک لڑکا خان محمد جو ماما سردار کا بھانجا تھا، وہ بھی تختی

دھور رہا ہے۔ چونکہ وہ بھی مجھے تنگ کرتا تھا، میں نے تختی کا اس کے کندھوں پر ایسا وار کیا کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ لڑکوں نے شور مچا دیا خانوں (خان محمد) مر گیا۔ خانوں مر گیا۔ یہ دیکھ کر میں نے بستہ وہیں چھوڑا اور لادیآں بھاگ گیا۔ یہ گاؤں ہمارے گاؤں سے تقریباً 13 کلو میٹر دور ہے۔ سردیوں کے دن تھے اور سورج غروب ہونے میں تقریباً ایک گھنٹہ رہ گیا ہو گا۔ چونکہ میں ڈر رہا تھا کہ پولیس نہ آ جائے اس لیے خوب زور سے بھاگا اور دن غروب ہونے سے پہلے پہلے وہاں پہنچ گیا۔ جن لوگوں نے وہ کچا رستہ دیکھا ہوا ہے، وہ جانتے ہیں کہ وہ کتنا خوفناک راستہ ہے۔ راستے میں ایک تو دولت نگر والا نالہ آتا ہے جو کہ پورا ایک میل چوڑا ہے۔ پھر دو اَور گاؤں نٹھر اور بھاٹی آتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان کچھ اَور گہرے نالے آتے ہیں جو کسیاں کہلاتے ہیں۔ لادیآں میں میری ایک پھوپھی تھیں جن کی وفات کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ ہمارے پھوپھا جنہیں ہم ماموں کہتے تھے ہم سے بہت پیار کرتے تھے۔ انہوں نے جب مجھے اس حالت میں دیکھا کہ ننگے پاؤں آیا ہے تو پوچھا خیریت تو ہے۔ میں نے کہا مجھ سے قتل ہو گیا ہے اور سارا قصہ سنا دیا۔ ماموں کے دو شوق تھے ایک بہت اچھی نسل کی بھینس پالنا، دوسرے ایک اچھی نسل کی خوبصورت گھوڑی رکھنا۔ چنانچہ دوسرے ہی دن صبح ماموں کہنے لگے، چلو چلیں۔ میرا دل ڈر رہا تھا لیکن ان کے سامنے انکار کی جرأت بھی نہ تھی۔ مجبوراً ان کے پیچھے گھوڑی پر بیٹھ گیا۔ ماموں نے راستہ میں دولت نگر کے بازار سے بہت سی کھانے کی چیزیں لے دیں لیکن میں نے کچھ نہیں کھایا اور جوں جوں ہم گاؤں کے قریب پہنچ رہے تھے میری پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ اِدھر سے گاؤں جاتے ہوئے پہلے ہماری زمینیں آتی تھیں۔ جب ہم قریب پہنچے تو ایک زمیندار ملا۔ ماموں نے اس سے پوچھا، گاؤں میں خیریت ہے؟ اس نے کہا کہ باقی تو خیریت ہے لیکن۔۔۔

جب اس نے لیکن کہا تو میں نے خیال کیا کہ آگے کہے گا: 'خانوں مر گیا ہے'۔ لیکن اس کی بجائے اس نے کہا، آپ لوگوں کا لڑکا رات سے گم ہے، سارا گاؤں اسے ڈھونڈ تا رہا ہے لیکن اب تک نہیں ملا۔ میں ماموں کے پیچھے چھپ کر بیٹھا ہوا تھا، اس لیے اسے نظر نہیں آیا۔ ماموں نے پوچھا خان محمد کا کیا حال ہے۔ اس نے بتایا، اسے منظور نے مارا تھا جس سے وہ بیہوش ہو گیا۔ لیکن اب وہ ہوش میں ہے اور وہ بھی ساری رات اسے ڈھونڈ تا رہا ہے۔ یہ بھی کہا کہ اسے درد تو تھا لیکن وہ اپنا درد بھول گیا اور اسے منظور کی فکر پڑ گئی۔ تو یہ تھا وہ پیارا ماحول جو گاؤں میں میسر تھا۔ جب میں کراچی میں پولیس میں تھا تو میں نے خان محمد کو کراچی بلایا، اپنے پاس رکھا اور پولیس میں بھرتی کرا دیا۔ چنانچہ وہ اب تک پولیس میں ہی سروس کر رہا ہے۔

پیروشاہ تعلیم کے دوران تین اہم واقعات ہوئے جو اختصار کے ساتھ عرض ہیں۔

پہلا واقعہ: پہلا واقعہ 1953ء میں احمدیوں کے خلاف اٹھنے والے ملک گیر فسادات کے دوران رونما ہوا۔ اس وقت یہ حالت تھی کہ مکانوں کی دیواریں جماعت کے خلاف نعروں سے کالی ہو رہی تھیں۔ اسکول میں ہم دو لڑکے احمدی تھے، خاکسار اور مرزا عبد الرحیم صاحب۔

جماعت کے خلاف پروپیگنڈہ کچھ اس قسم کا تھا کہ ربوہ میں جنت ہے، حوریں ہیں، مرزائی مرزا (سیّدنا و امامنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ ان کا مقام آنحضرت ﷺ سے بلند جانتے ہیں، وغیرہ۔ کوئی اَور چھیڑ چھاڑی تو نہ تھی مگر اسکول کے لڑکے ہم احمدی لڑکوں کو تنگ کرتے تھے۔ میں تو برداشت کر لیتا تھا مگر مرزا عبد الرحیم صاحب برداشت نہ کر سکے اور ہیڈ ماسٹر (چودھری رحمت خان صاحب جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) سے شکایت کر دی۔ ایک دن رول کال کے بعد اعلان ہوا کہ سب ٹھہر جائیں ہیڈ ماسٹر صاحب ضروری ہدایات دینا چاہتے ہیں۔

انہوں نے فرمایا، دیکھو! ان دنوں جماعت احمدیہ کے خلاف مہم چل رہی ہے۔ ہمارے اسکول میں بھی دو طالب علم احمدی ہیں۔ آج کے بعد اگر کسی نے ان کو تنگ کیا تو وہ اس دن کو اسکول میں اپنا آخری دن سمجھے۔ اس زمانہ میں اساتذہ کا اتنا رعب ہوتا تھا کہ ان کے سامنے لڑکوں یا والدین کو کچھ کہنے کی جرأت نہ تھی۔ اس اعلان کے بعد جہاں تک سکول کا تعلق تھا تو مخالفت نہ ہونے کے برابر رہ گئی یہ ساتویں کلاس کی بات ہے۔ جماعت عقائد کے بارے میں علم تو اس عمر میں تھا نہیں۔ بس اس قدر جانتا تھا کہ یہ سب لڑکے (تقریباً ڈیڑھ ہزار) جھوٹے ہیں اور ہم دو سچے ہیں۔ اس لیے جب مَیں ابھی سکول میں ہی تھا تو میں نے فیصلہ کر لیا کہ خود تحقیق کر کے احمدی ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کروں گا اور یہی فیصلہ خاکسار کے ربوہ داخلہ کا موجب بنا۔ چنانچہ جونہی مڈل کا نتیجہ نکلا اور لڑکوں نے مختلف ہائی اسکولوں کا رخ کیا تو مرزا عبد الرحیم صاحب جن کے بڑے بھائی مکرم مرزا عبدالرشید صاحب تحریک جدید ربوہ میں ملازم تھے، وہ تو ربوہ چلے گئے۔ ایک میں تھا کہ کوئی فیصلہ نہ کر پا رہا تھا۔ اصل میں اس زمانہ میں ہماری مالی حالت اتنی اچھی نہ تھی کہ گھر والے شہر کا سارا خرچ برداشت کرتے۔ آخر ایک دن جبکہ والد محترم باہر ڈیرے پر تھے خاکسار پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ سمجھ گئے کہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔ پوچھا کیا بات ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس لیے نہیں احمدی رہنا چاہتا کہ آپ احمدی ہیں، مَیں خود تحقیق کر کے احمدی ہونا چاہتا ہوں۔ والد محترم بڑی بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے سامنے ہم کھانا بھی کھل کر نہیں کھا سکتے تھے۔ میں آج تک نہیں سمجھ سکا کہ ان کے سامنے یہ کہنے کی جرأت مجھ میں کیسے پیدا ہو گئی ۔ بہر حال ان کی خاموشی دیکھ کر مَیں نے خود ہی تجویز کر دی کہ مَیں ربوہ میں

داخل ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے ازراہ شفقت اجازت عنائت فرمائی اور اگلے ہی روز میں ربوہ پہنچ گیا۔

## خانقاہ سے لکڑیاں اٹھائیں تو سانپ بن جاتی ہیں

دوسرا واقعہ: پیروشاہ کے اسکول میں جگہ کم تھی اس لیے دو کلاسیں کھوڑی (قریب کا ایک اَور گاؤں) منتقل ہو گئیں۔ ایک بار انسپکٹر آف اسکولز معائنہ کے لیے آرہے تھے۔ سب کی ڈیوٹیاں لگ گئیں کہ مختلف چیزیں اپنے گھروں سے لے آئیں ۔ ہمارے گاؤں اور میانہ چک کے طلباء کی ڈیوٹی لگی کہ گھر سے ایندھن لائیں۔ مگر میانہ چک کے لڑکوں نے ایندھن لانے سے انکار کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہمارے گاؤں سے کوئی چیز باہر نہیں جاسکتی ورنہ بزرگوں کی بددعا سے سانپ بن جاتی ہے۔ اب باقی لڑکوں نے تو اعتبار کر لیا مگر میں نے کہا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز گاؤں سے باہر جائے تو سانپ بن جاتی ہے۔ یہ ایندھن نہ لانے کا بہانہ ہے۔ وہ کہنے لگے تم مرزائی ہوتے ہی ایسے ہو اور پیروں فقیروں کو نہیں مانتے۔ کھوڑی جانے کے لیے دو راستے تھے۔ ایک براستہ پیروشاہ دوسرا براستہ میانہ چک۔ میں نے کہا آج براستہ میانہ چک چلتے ہیں۔ راستہ میں جو بڑی خانقاہ ہے اس میں سے میں جلانے کے لیے لکڑیاں لے کر جاؤنگا۔ سب نے منع کیا لیکن میں اپنی ضد پر قائم رہا اور خانقاہ میں چلا گیا۔ وہاں جا کر دیکھا تو واقعی بہت سی لکڑیاں ادھر ادھر پڑی تھیں۔ اور باوجود اس کے کہ اس زمانہ میں گیس بجلی کا کوئی تصوّر ہی نہ تھا اور لکڑیاں اور گوبر وغیرہ ہی جلایا جاتا تھا، وہاں سے کوئی لکڑیاں نہیں اٹھاتا تھا۔ میَں لکڑیاں اٹھانے لگا تو لڑکوں نے ایک بار پھر میری ہمدردی میں سمجھایا مگر میں نے بڑے پیر صاحب کے مزار پر جو درخت نہ جانے کب سے جھک کر خشک ہو چکا

تھا، ان سے لکڑیاں توڑیں اور گھر لے آیا۔ میرے ساتھ سارے لڑکے بھی گھر میں داخل ہوگئے کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔ اس وقت محترمہ ہمشیرہ صاحبہ کھانا پکا رہی تھیں۔ میں نے کہا، یہ لیں خشک لکڑیاں اور جلائیں۔ لڑکوں نے کہا کہ ہمارے منع کرنے کے باوجود مزار سے لکڑیاں توڑ کر لایا ہے اور کہنے لگے، یہ بڑا خطرناک کام ہے، آج رات ہی یہ لکڑیاں سانپ بن جائیں گی اور اس کی چارپائی الٹ جائیگی۔ ہمشیرہ صاحبہ یہ سن کر مسکرائیں اور بڑے وثوق سے کہنے لگیں، ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہو گی۔ بزرگ تو خوش ہوتے ہیں کہ وہ کسی کے کام آئیں اور پھر ان کے سامنے وہ لکڑیاں چولھے میں رکھ دیں۔ لڑکے بڑبڑاتے ہوئے واپس چلے گئے اگلے روز جب ایک جگہ جو ہم نے انتظار کے لیے مقرر کی ہوئی تھی اور وہاں سب اکٹھے ہو کر سکول جاتے تھے، سب اکٹھے ہوئے تو وہ حیران رہ گئے کہ میں بالکل صحیح سلامت ہوں۔

## جاٹوں کے لڑکے کو جن پڑ گیا

تیسرا واقعہ: پیر و شاہ کے زمانہ طالب علمی کا ہی ایک اور واقعہ ہے۔ ہمارے گاؤں کے ایک لڑکے کو جن پڑ گیا۔ یعنی اسے ایسی بیماری ہو گئی جسے لوگ جن پڑنا کہتے ہیں۔ جن نکالنے والا آیا تو اس نے پوچھا جن تم کہاں سے آئے ہو اور اس لڑکے کو کیوں پکڑا ہوا ہے۔ جن نے جواب دیا، میں ندی کے کنارے شیشم کا جو درخت ہے اس پر رہتا ہوں۔ آج اس نے اس کے نیچے پیشاب کیا تھا، اس لیے میں اس سے بدلہ لے رہا ہوں۔ اب اسکول جاتے ہوئے سارے لڑکے اسی پر تبصرہ کر رہے تھے۔ میں نے کہا، یہ سب بکواس ہے۔ میں آج اسی درخت کے نیچے پیشاب کرونگا۔ اپنے جن سے کہنا مجھے پکڑ لے۔ لڑکوں نے پھر مجھے سمجھایا کہ ایسا نہ کرنا۔

مگر میں نے اسی درخت کے نیچے جا کر پیشاب کیا۔ آج تک تو وہ جن آیا نہیں۔ یہ واقعات لکھنے کا مقصد اپنی کوئی بہادری ظاہر کرنا نہیں بلکہ صرف یہ بتانا ہے کہ بچوں کو اس قسم کے توہمات سے بچنا چاہیے ۔ معلوم نہیں یہ واقعہ کسی نے ہیڈ ماسٹر صاحب کو بتایا یا نہیں مگر ایک دن وہ مجھے کہنے لگے تم احمدی لوگ جنوں کو نہیں مانتے حالانکہ قرآن کریم میں ان کا ذکر ہے اور ایک سورۃ کا نام بھی جن ہے۔ اس عمر میں جب کہ میں ساتویں کا طالب علم تھا اس کا کوئی جواب تو نہ دے سکا۔ البتہ یہ ضرور کہا کہ جن جنوں کا ذکر قرآن میں ہے وہ اَور ہیں اور یہ جن جو لڑکے کو پڑا ہے یہ اور ہے۔

## پھوپھی نیامت بی بی صاحبہ

پیرو شاہ کا ذکر ہو اور پھوپھی نیامت بی بی صاحبہ مرحومہ کا ذکر نہ ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ ہمشیرہ صاحبہ کی ایک پھوپھی تھیں جو پیرو شاہ میں ہوتی تھیں۔ حالانکہ سارے لڑکے روزانہ اتنا لمبا سفر کر کے اسکول جاتے تھے، ہمشیرہ صاحبہ نے ایک دن پھوپھی نیامت صاحبہ سے کہا کہ منظور روزانہ اتنا لمبا سفر کر کے سکول جاتا ہے۔ یہ سوموار سے ہفتہ کی شام تک وہاں ہی رہا کریگا۔ چنانچہ اس دن سے خاکسار نے وہاں ہی رہنا شروع کر دیا۔ پھوپھی صاحبہ نے بھی میری بہت خدمت کی۔ اپنے بچوں سے پہلے میرا کھانا پکاتیں اور مجھے کھلاتیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔ یہ بھی اصل میں ہمشیرہ صاحبہ کے غیر معمولی پیار کی وجہ سے تھا ورنہ ہمارے گاؤں سے تیرہ لڑکے روزانہ جاتے تھے۔ جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ 1953ء کے فسادات اور ہماری مخالفت ربوہ میں میری تعلیم کا سبب بنی۔

خاکسار کو کسی نے بتایا کہ لالہ موسیٰ سے چناب ایکسپریس سیدھی ربوہ جاتی ہے۔ چنانچہ میں گھر سے بڑا بکس سر پر رکھ کر پہلے پیدل لالہ موسیٰ پہنچا یہ تقریبا 25یا30 کلو میٹر کا سفر ہے اور عزیزہ بلقیس بیگم دختر صاحبہ ماسی حیات بیگم صاحبہ کے ہاں پہنچا جہاں سے ان کے شوہر مجھے اسٹیشن پر لے گئے۔ اس طرح میں ربوہ پہنچ گیا ربوہ پہنچ کر میں سیدھا مکرم مرزا عبد الرشید صاحب برلاسی کے گھر تحریک جدید کے کچے کوارٹروں میں پہنچا۔ مرزا عبد الرحیم صاحب جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، وہاں پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ دونوں بھائی مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ چند ہی روز میں جماعت کے بارے میں میری ساری غلط فہمیاں دور ہو گئیں۔ چند دنوں کے بعد خاکسار نے اپنی زندگی سلسلے کے لیے وقف کر دی۔

## حضرت خلیفہ المسیح الثانیؓ کے جسم اطہر کو دبانے کی سعادت

ربوہ میں تعلیم کے دوران اس غلام ابن غلام کو قصر خلافت میں حفاظت کی ڈیوٹی دینے کی اکثر سعادت نصیب ہوتی رہی۔ اس کے علاوہ اس عاجز اور گنہگار کو سیّدنا و امامنا حضرت امیر المومنین المصلح موعودؓ کے جسم مبارک کو بیماری کے دوران دبانے کی سعادت بھی نصیب ہوئی الحمد اللہ دو مواقع پر حضورؓ کے ساتھ باہر سیر پر بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ قصر خلافت میں ڈیوٹی کے دوران کے چند سبق آموز واقعات کا ذکر کرتا ہوں۔

## حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحبؓ

جلسہ سالانہ کے ایام تھے سیّدنا حضرت امیر لمومنین خلیفہ المسیح الثالثؒ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ افسر جلسہ سالانہ تھے۔ ان کا ارشاد تھا کہ بغیر ان

کی چٹ کے کوئی قصر خلافت میں داخل نہیں ہو سکتا ایک دن جب شمالی گیٹ پر خاکساراور ایک خادم ہدایت اللہ ڈیوٹی پر تھے کہ حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ تشریف لے آئے اس زمانہ میں لاٹھیوں کے ساتھ ڈیوٹی دی جاتی تھی جب کسی کو اجازت دینا ہوتی تھی تو ہم attention پوزیشن میں آجاتے تھے ورنہ stand at ease کی پوزیشن میں رہتے تھے جب حضرت چودھری صاحبؓ تشریف لائے تو ہم نے چٹ دیکھانے کے لیئے عرض کیا، حضرت چودھری صاحبؓ نے فرمایا، میرے پاس چٹ تو نہیں ہے اور پوچھا، کیا آپ مجھے نہیں جانتے۔ ہم نے عرض کیا ہم اچھی طرح جانتے ہیں لیکن میاں صاحب کا حکم ہے کہ قصر خلافت میں داخل ہونے کے لیے ان کی چٹ ہونی چاہیے۔ حضرت چودھری صاحبؓ واپس جانے کے لیے مڑے ہی تھے کہ اتنے میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ بھی تشریف لے آئے اور ہاتھ کو بل دے کر جیسے سوالیہ نشان بناتے ہیں پوچھا، چودھری صاحب کی گل اے؟ (یعنی چودھری صاحب کیا بات ہے؟)

حضرت چودھری صاحبؓ نے فرمایا، ایہ کہندے نیں اندر جان واتے تہاڈی چٹ چاہی دی اے۔ (یعنی یہ کہتے ہیں اندر جانے کے لیے آپ کی چٹ ضروری ہے)۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے فرمایا ایہہ ٹھیک کہندے نیں (یہ ٹھیک کہتے ہیں) اور ساتھ ہی بیگ سے ایک کاغذ نکال کر حضرت چودھری صاحبؓ کا نام لکھا اپنے دستخط کئے اور چودھری صاحبؓ کو دیا اور پھر حضرت چودھری صاحبؓ نے ہمیں دکھایا اور ہم attention ہو گئے۔ حضرت چودھری صاحبؓ نے اس واقعہ کا ذکر اپنی جلسہ سالانہ کی تقریر میں بھی کیا اور ہماری اس فرض شناسی کی تعریف فرمائی۔

## گیٹ حضورؓ کے حکم سے بند ہوا، ان کے حکم سے ہی کھل سکتا ہے

اسی طرح ایک بار خاکسار کی رات دس سے بارہ بجے تک اسی گیٹ پر ڈیوٹی تھی۔ حضرت امیر المومنینؓ کا ارشاد تھا کہ رات گیارہ بجے تالا لگا دیا جائے اور پھر صبح نماز فجر سے پہلے کھول دیا جائے اور چابی ایک بڑی بی تھیں، ان کے پاس جمع کرا دی جائے۔ گیارہ بج کر پانچ منٹ پر ایک صاحبزادہ صاحب (جن کا نام میں نے عمداً نہیں لکھا) گھوڑی پر تشریف لائے اور فرمایا گیٹ کھولو۔ میں نے عرض کیا کہ گیٹ حضور انورؓ کے ارشاد پر بند ہوا ہے اور انہیں کے ارشاد پر کھل سکتا ہے۔ وہ تشریف لے گئے اور رات قمر الانبیا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے گھر گزاری۔ صبح جب میں کلاس روم میں بیٹھا تھا، ایک پہرہ دار آئے اور ٹیچر سے کہا منظور شاد کو حضور انورؓ طلب فرما رہے ہیں۔ لگتا ہے رات غیر حاضر رہنے پر جواب طلبی ہونے پر صاحبزادہ صاحب نے حضور کو بتایا ہو گا کہ وہ کیوں رات قصر خلافت میں نہیں تھے۔ خاکسار رات والا واقعہ تو بھول چکا تھا۔ جب میں حضور انورؓ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سلام عرض کرنے کے بعد کھڑا ہو گیا تو حضور انورؓ کچھ لکھنے میں مصروف تھے۔ حضور انورؓ نے اوپر دیکھا اور پوچھا رات آپ ڈیوٹی پر تھے۔ میں نے عرض کیا، جی حضور، میں ڈیوٹی پر تھا۔ پھر پوچھا صاحبزادہ صاحب کتنے بجے آئے تھے۔ میں نے عرض کیا، گیارہ بج کر پانچ منٹ پر۔ پھر حضور انورؓ نے پوچھا، آپ تالا لگا چکے تھے اور چابی جمع کرا دی تھی۔ میں نے عرض کیا، تالا لگا دیا تھا مگر چابی ابھی میرے پاس ہی تھی۔ حضور انورؓ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ یہ سن کر میری جان میں جان آئی۔

## کسی اور کا اسٹیج ٹکٹ استعمال کرنا

ایک دفعہ جب میں بحیثیت قائد ضلع کراچی ناظم حفاظت اسٹیج کی ڈیوٹی دے رہا تھا اور عین اس وقت جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ خطاب فرما رہے تھے، مکرم مولانا محمد اعظم صاحب اکسیر ناظم اسٹیج نے مجھ سے پوچھا کہ یہ جو نوجوان اسٹیج پر فوٹو لے رہا ہے، کیا اس کے پاس اسٹیج کا ٹکٹ ہے؟۔ میں نے کہا کہ گیٹ پر خدام ڈیوٹی پر موجود ہیں۔ ظاہر ہے چیک کرنے کے بعد ہی انہوں نے اسے آنے دیا ہو گا۔ انہوں نے کہا، اگر اس کے پاس ٹکٹ ہو بھی تو اس کا اپنا نہیں ہو سکتا۔ اس پر میں اوپر اسٹیج پر گیا، اس نوجوان کو پکڑ کر نیچے لے آیا اور اس کا ٹکٹ چیک کیا۔ تو وہ ٹکٹ واقعہ میں خاندان کے کسی فرد کا تھا اور جو اسے استعمال کر رہا تھا، وہ اُس شخص کا بھانجا تھا۔ میں اس نوجوان کو اسی وقت حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ؒ اور حضرت مولانا عبد المالک صاحب جو کہ اسٹیج کے پیچھے مسجد کی سیڑھیوں پر کرسیوں پر بیٹھے تقریر سن رہے تھے، کے پاس لے گیا۔ حضرت مولانا صاحب موصوف اس وقت افسر جلسہ گاہ تھے۔ میں نے انہیں ساری صورت حال بتائی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا، دو فیصلے تو میں ابھی کئے دیتا ہوں۔ ایک یہ کہ یہ اسٹیج ٹکٹ منسوخ کر دیا جائے اور آئندہ تین سال تک خاندان کے اس فرد کو ٹکٹ نہ دیا جائے۔ باقی کارروائی بعد میں ہو گی۔ خاکسار نے خاندان کے اس فرد کا نام بھی جان بوجھ کر نہیں لکھا۔

ان واقعات سے کئی ایک سبق نکلتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ قانون کی نگاہ میں سب چھوٹے اور بڑے برابر ہوتے ہیں۔ اور جہاں تک جماعتی قوانین کا تعلق ہے، ان کی پابندی جماعت کا ایک دینی اور اخلاقی فرض بن جاتا ہے۔ دوسرے، خلیفۂ وقت کا ارشاد خواہ کتنا ہی معمولی نظر آئے، اس کی پابندی ہر اِس شخص پر لازم ہے جس کا

اس سے تعلق ہو۔ تیسرے خلیفہ ٔوقت کے کسی ارشاد میں استثنا کرنے کا حق صرف اور صرف خلیفہ ٔوقت کو ہے، کوئی دوسرا اس میں استثنا نہیں کر سکتا۔ چوتھے، جماعتی شناختی کارڈ یا جلسوں اور اجتماعات پر جماعت کی طرف سے جاری ہونے والے اجازت نامے جس کے نام جاری کئے جائیں، وہ اس کے پاس جماعت کی ایک مقدس امانت ہوتی ہے اور اس امانت کی حفاظت اور اس کا صحیح استعمال قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق اس کی دینی فرص ہوتا ہے۔

## حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحبؒ

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (ایم۔ ایم۔ احمد (کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے کے صاحبزادے اور پاکستان کے ایک جلیل القدر فرزند تھے۔ ملکی خدمات کے لحاظ سے آپ ڈپٹی کمشنر سے لے کر وزیر مالیات تک بہت سی اہم عہدوں پر گامزن رہے۔ صدر ایوب کے دور حکومت میں آپ مشیر صدر پاکستان بھی رہے۔ عالمی خدمات کے لحاظ سے آپ نیویارک میں بڑے لمبے عرصہ تک ورلڈ بنک سے منسلک رہے۔ نیز آخری عمر تک جماعت احمدیہ امریکہ کے امیر کی حیثیت سے آپ خدمات بجالاتے رہے۔ خاکسار بحیثیت ناظم حفاظت اسٹیج ڈیوٹی دے رہا تھا کہ آپ میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے کہا کہ مجھے بتایا گیا تھا کہ میرا اسٹیج ٹکٹ دفتر اصلاح و ارشاد کے ٹینٹ میں ہو گا لیکن وہ تو بند ہے۔ اس وقت وہاں کوئی بھی نہیں۔ میں نے عرض کیا، آپ اسٹیج پر تشریف رکھیں، میں انتظام کرتا ہوں۔ فرمایا، نہیں پہلے میرا ٹکٹ لے کر آو، پھر میں جاؤنگا اسٹیج پر۔ میں نے اعلان کروایا کہ دفتر اصلاح و ارشاد کے انچارج فوری طور پر دفتر میں تشریف لے آئیں۔ اس

طرح میں نے آپ کا ٹکٹ لا کر آپ کو دیا۔ تب آپ اسٹیج پر تشریف لے گئے۔ یہ ہے بڑوں کا جماعت کے لیے نمونہ۔

## حضرت مولانا عبد المالک صاحبؒ

ایک بار جلسہ ہی کے موقعہ پر ایک دوست حضرت مولانا عبد المالک صاحب جو افسر جلسہ سالانہ تھے، کے ساتھ باتیں کرتے کرتے اسٹیج تک آ گئے۔ ظاہر ہے حضرت مولوی صاحب کی وجہ سے کسی نے ٹکٹ نہیں پوچھا۔ جونہی آپ اسٹیج کے پاس پہنچے آپ کو خیال آیا کہ یہ شخص میری وجہ سے یہاں تک آ گیا ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے یہ خیال آتے ہی ڈیوٹی والوں سے معذرت کی اور اس دوست کے ساتھ پھر واپس گئے اور اسے باہر چھوڑ کر پھر واپس آئے۔

## ایک احمدی کا دینی خدمت کا جذبہ

ایک احمدی حضرت امام الزمان علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ سے جس قسم کے دینی خدمت کے جذبے سے سرشار ہے، کوئی غیر اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔ اس کی ایک مثال خاکسار اس وقت کی پیش کرنا چاہتا ہے جب جلسہ سالانہ کے موقع پر کراچی کے خدام کی ڈیوٹیاں اسٹیج پر لگا کرتی تھیں یہ 1974ء کی بات ہے کہ اس سال کے جلسہ سالانہ پر حسب سابق کراچی کے خدام کی ڈیوٹیاں لگائی گئیں اور خاکسار بطور قائد ضلع اس کا نگران تھا۔ اس سال سندھ کے خدام بھی میرے ساتھ لگائے گئے تا کہ افرادی قوت کی کمی نہ ہو۔ جب سب ڈیوٹیاں لگ چکیں تو سندھ کے ایک خادم آئے اور کہنے لگے، قائد صاحب میری بھی ڈیوٹی لگا دیں۔ میں نے کہا، ڈیوٹیاں تو سب لگ چکی ہیں۔ تاہم ان کا اصرار تھا کہ ان کی ڈیوٹی ضرور لگائی

جائے۔ میں نے کہا، اس وقت ایک ڈیوٹی ہے اور وہ یہ کہ ڈیوٹی دینے والوں کی خدمت کریں یعنی چائے کھانا وغیرہ لانا، ان کے ٹینٹ کی صفائی وغیرہ۔ انہوں نے یہ ڈیوٹی قبول کر لی اور پھر بڑی مستعدی سے دیتے رہے۔ جب جلسہ کے بعد الوداعی ملاقات ہو رہی تھی تو میں نے ان سے پوچھا، آپ کیا کرتے ہیں تو انہوں نے بتایا کہ وہ جج ہیں۔

## فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں صاحب اور فوجی نظم وضبط کی بات

اوپر جو بیان کیا گیا ہے، یہ ایک الٰہی جماعت کے نظم و ضبط کی باتیں ہیں۔ اب میں ایک ایسا واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں جو ہمارے ملکی، بالخصوص پولیس کے نظم و ضبط سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک بار کراچی میں صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں پولیس ہیڈ کوارٹرز کے دورہ پر تشریف لائے۔ میری ڈیوٹی ایک گیٹ پر تھی۔ حکم یہ تھا کہ سیکنڈ کلاس گزٹڈ افسر سے نیچے رینک کا کوئی افسر اس گیٹ سے اندر نہیں آئے۔ دوسرے یہ کہ بغیر وردی کے کوئی نہیں آئے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ پولیس ٹریننگ کالج کے چیف لا انسٹرکٹر آ گئے۔ وہ بغیر وردی کے تھے۔ میں نے انہیں روکا۔ وہ بہت شریف انسان تھے۔ فوراً رک گئے۔ وہ واپس جانے کے لیے مڑے ہی تھے کہ میرے ایک افسر دوڑتے ہوئے آئے، ان سے معذرت کی اور میری طرف اشارہ کر کے کہنے لگے، بچے نے آپ کو پہچانا نہیں، آپ آ جائیں۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہو کر پنجابی میں بولے، یار کوئی بندہ کسدہ تے تک لیا کر یعنی آدمی کو دیکھ کر اس کے مطابق سلوک ہونا چاہیئے۔ ایک ایسا شخص جس نے جماعتی نظام کے تحت ڈیوٹیاں دی ہوئی ہوں، اس کے لیے یہ بڑا تلخ تجربہ تھا۔ لیکن برداشت کرنا پڑا۔

## حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب قادیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ربوہ تعلیم کے دوران بہت سے صحابہؓ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیدار کا موقعہ ملا۔ ان میں سب سے زیادہ قرب جس صحابی کا ملاوہ حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب قادیانیؓ تھے۔ حضرت بھائی صاحبؓ ہمارے ہمسائے میں رہتے تھے۔ فالج کی وجہ سے اکثر گھر پر ہی رہتے۔ ان کے ساتھ ایک ان کی بیٹی بھی رہتی تھیں۔ وہی کھانا وغیرہ پکایا کرتیں۔ خاکسار کو اکثر حضرت بھائی صاحب کا جسم مبارک دبانے کا موقعہ ملتا رہتا تھا۔ آپ صاحب کشف و رؤیا بزرگ تھے۔ پیشہ کے لحاظ سے آپ ٹیچر تھے اور سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح موعودؓ کے استاد رہ چکے تھے۔ یہاں ان کی قبولیت دعا اور بعض اور ایمان افروز واقعات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

1۔ جا تیری لت ٹٹ جائے (جاؤ تمہاری ٹانگ ٹوٹ جائے)

آپ کھانا بہت کم کھاتے تھے۔ ایک ہلکی سی چپاتی، اور ساتھ شوربے والا سالن اور بس۔ ایک بار جب میں ان کی خدمت میں موجود تھا اور اسی دوران کے لیے کھانا آیا تو میں َ انہیں کھانا کھلانے لگا۔ کھانے میں وہی ایک پتلی سی چپاتی اور مرغی کا تھوڑا سا شوربہ جس میں ایک بوٹی بھی تھی۔ اس وقت صحن میں ایک مرغی بھی تھی۔ اسی طرح ایک کتا دروازے کے قریب بیٹھا تھا جو غالباً کسی ہمسائے کا تھا۔ اب جو آپ کھانا کھانے لگے تو مرغی نے چونچ مار کر بوٹی اٹھالی۔ ایک ہی تو مرغی کی بوٹی تھی۔ حضرت بھائی صاحبؓ کے منہ سے بے اختیار نکلا، جا تیری لت ٹٹ جائے۔ اسی دوران یعنی ایک سیکنڈ کی تاخیر کے بغیر کتا اپنی جگہ سے اٹھا اور مرغی کی ٹانگ پکڑ کر دبائی اور چھوڑ دیا۔ مرغی کی چیخ نکل گئی۔ ادھر حضرت بھائی صاحبؓ تھے کہ انہوں نے رونا شروع کر دیا اور روتے روتے بار بار یہ فقرہ دہراتے رہے:

"اے اللہ جے توں عبد الرحیم دیاں اینیاں ہی مہیاں ہوندیاں نیں تے فیر غلط گلاں منہ وچوں کیوں کڈھانا ایں۔" یعنی اے اللہ تعالیٰ! اگر تو نے عبد الرحیم کی اتنی ہی باتیں ماننی ہوتی ہے تو پھر اس کے منہ سے غلط باتیں کیوں نکلواتے ہو۔

2۔　خدا تعالیٰ کا دیدار: ہمارے استفسار پر فرمایا کرتے تھے، میں نے کئی بار خدا تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔

3۔　تہانوں اجازت اے (آپ کو اجازت ہے):

ایک بار بتایا کہ حضرت مصلح موعودؓ کے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد میں حضورؓ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضورؓ نے کوئی بات از راہ مذاق کی۔ چونکہ آپؓ حضورؓ کے استاد رہ چکے تھے، آپؓ بھول ہی گئے کہ آپ خلیفہ وقت کی خدمت میں حاضر ہیں اور ہلکی سی چپت لگا کر کہا، محمود تیریاں اوہ ای گلاں رہیاں (یعنی محمود تیری وہی باتیں رہیں)۔ فرماتے ہیں، اُسی لمحے مجھے یاد آگیا کہ میں تو خلیفہ وقت کی خدمت میں حاضر ہوں۔ چنانچہ میں معافی مانگنے لگا۔ لیکن حضورؓ نے بھی جو اپنے استاد کے مقام کو جانتے تھے، فرمایا: تہانوں اجازت اے (یعنی آپ کو اجازت ہے)

4۔　میری بیماری اور حضرت بھائی صاحب کی دعا کا اثر

میں دسویں کلاس میں تھا کہ بہت بیمار ہو گیا۔ میں اپنی کلاس کا مانیٹر تھا لیکن بیماری کی وجہ سے بظاہر پاس ہونے کی بھی امید نہ رہی۔ بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ میں اس سال امتحان نہ دوں، اگلے سال دے دوں، وظیفہ مل جائے گا۔ ادھر کمزوری اتنی ہو گئی تھی کہ میں ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو کر رہ گیا تھا۔ کمزوری کی یہ کیفیت تھی کہ بیٹھے بیٹھے سانس پھول جاتا تھا۔ چنانچہ امتحان کی میں بالکل تیاری نہ کر سکا۔ گھر والے جس طرح ماہوار خرچ دے رہے تھے، مجھے اس کا بھی احساس تھا۔ بڑا

پریشان ہوا کہ کیا کروں۔ کچھ سوچ کر میں سکول جانے سے پہلے حضرت بھائی صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی کیفیت بیان کر کے دعا کی درخواست کی۔ حضرت بھائی صاحبؓ نے دعا کی اور فرمایا، جب پرچہ ملے تو اسے پڑھنا۔ تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ مشکل ہے یا آسان۔ پھر دُعا کرنا اور دُعا اسطرح کرنا کہ پہلے سورہ فاتحہ پڑھنا۔ پھر درود شریف پڑھنا اور پھر دعا کرنا اور یہ بھی عرض کرنا کہ یا باری تعالیٰ! یہ پرچہ عبد الرحیم کے واسطے آسان کر دے۔ پھر دوبارہ پرچہ پڑھنا۔ خاکسار نے ایسا ہی کیا اور اس طرح سارے پرچے دیتا رہا۔ جب نتیجہ نکلا تو خاکسار سیکنڈ ڈویژن میں بہت اچھے نمبر لے کر پاس ہو گیا۔ فرسٹ ڈویژن میں صرف چند نمبروں کا فرق تھا۔ تو یہ تھی مسیح موعودؑ کے صحابہ کی دعاؤں کی تاثیر!

(محترم والد صاحب کے ایک ہم جماعت محترم خلیفہ فلاح الدین صاحب آف لندن نے خاکسار کو بتایا کہ محترم منظور شاد صاحب بہت ذہین طالب علم تھے اور ہمارے کلاس مانیٹر ہوا کرتے تھے، میٹرک کی تقریب تقسیم اسناد کے موقع پر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بنفس نفیس تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں تشریف لائے تھے، مکرم منظور شاد صاحب سب سے آگے کھڑے تھے، اور محترم ابراہیم جمونی صاحب ہیڈ ماسٹر صاحب تعارف کروا رہے تھے۔ آپ کے ساتھ محترم ابراھیم بھامبڑی صاحب بھی تھے۔ باری باری تمام طلباء کا تعارف حضور انورؓ سے کروا رہے تھے، جب کہ میں ساتویں یا آٹھویں نمبر پر کھڑا تھا، محترم نواب مودود احمد خان صاحب بھی آپ کے ہم جماعت رہے اور پھر کراچی میں ایک لمبا عرصہ آپ کو اکٹھے دینی خدمات کی توفیق بھی ملتی رہی۔ از تصوّر احمد خالد)

## ربوہ میں بجلی اور دیہاتی لوگوں کے تاثرات

خاکسار کے زمانہ طالب علمی میں ہی ربوہ میں بجلی آئی۔ مجھے یاد ہے کہ ربوہ کے آس پاس کے دیہاتی لوگ جو دودھ وغیرہ بیچنے ربوہ آتے تھے، وہ کہتے تھے کہ احمدیاں تے ڈانگاں (مراد ٹیوب لایٹیں جو ان کے لیے ایک انوکھی چیز تھی) وی بلدیاں ہیں (یعنی احمدیوں کی تو لاٹھیاں بھی جلتی ہیں)۔ اُس وقت چار آنے کا سیر دودھ آتا تھا اور جو عورتیں دودھ دینے آتی تھیں، اس لالچ میں کہ ان سے ہی دودھ لیا کریں، دودھ میں تھوڑا سا مکھن بھی رکھ دیتی تھیں۔ بعض دفعہ ساتھ مکئی کے بھٹے، باجرے کے سٹے یا گنے بھی لے آتی تھیں۔

## شاد تخلص رکھنے کی وجہ

یہ تخلص رکھنے کی بھی ایک دلچسپ وجہ بنی۔ جن دنوں میں ربوہ میں پڑھتا تھا تو ہماری کلاس میں دو منظور احمد تھے۔ ہمارے ایک استاد تھوڑے سے بھینگے تھے۔ جب وہ مجھے کہتے اوئے منظور کھڑا ہو جا، تو شرارت سے دوسرا منظور کھڑا ہو جاتا یا دوسرے کو کہتے تو میں کھڑا ہو جاتا۔ ایک دن انہوں نے کہا دونوں منظور کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ ہم دونوں کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے حکم دیا کہ دونوں اپنے نام کے ساتھ لقب لگاؤ۔ تم بیٹھ نہیں سکتے جب تک کوئی اضافی نام نہ لگاؤ جس سے تمہیں پکارا جائے۔ تو ان کے اس ارشاد کی تعمیل میں وہ منظور احمد آزاد اور میں منظور احمد شاد ہو گیا۔

## جامعہ احمدیہ میں داخلہ اور فراغت

جب میٹرک کا نتیجہ نکل آیا تو خاکسار نے چونکہ زندگی وقف کی ہوئی تھی، اس لیے

نتیجہ نکلنے کے بعد میں حسب پروگرام جامعہ احمدیہ میں داخل ہو گیا۔
تاہم جس بیماری کا ذکر اوپر کیا ہے، اس کے اثرات ابھی باقی تھے۔ چنانچہ جامعہ میں داخلہ لینے مجھے تقریباً ایک ماہ ہی ہوا تھا کہ ڈاکٹری رپورٹ پر مجھے جامعہ سے فارغ کر دیا گیا۔ اس دوران مکرم بھائی بشارت احمد صاحب کا خط ملا کہ اگر جامعہ میں داخل نہیں ہو سکے تو مزید پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ میرے پاس آ جاؤ۔ بھائی جان اُس وقت گھارو ضلع ٹھٹھہ سندھ میں ٹھیکیدار کے طور پر کام کر رہے تھے۔

## حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح موعودؓ سے الوداعی ملاقات

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے، اس عاجز کو ربوہ میں تعلیم کے دوران قصر خلافت میں ڈیوٹی دینے اور حضورؓ کے جسم مبارک کو دبانے کی سعادت بھی حاصل ہوتی رہتی تھی۔ اس لیے حضور انورؓ مجھے اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے۔ جب میں جامعہ سے فارغ ہونے کے بعد حضورؓ سے آخری ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس وقت میری حضورؓ کے ساتھ مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی:

حضور انورؓ: (خاکسار کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر) کیا بات ہے جوان آپ رو رہے ہیں؟

خاکسار: حضور میں نے زندگی وقف کی تھی۔

حضور انورؓ: ہاں ہاں اور آپ جامعہ میں پڑھ رہے ہیں۔

خاکسار: حضور، مکرم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے مجھے unfit کر دیا ہے

حضور انورؒ: تو پھر آپ جتنا خوش قسمت کون ہے۔ آپ آزاد بھی ہیں اور سلسلہ کی جتنی چاہیں خدمت بھی کر سکتے ہیں۔

یہ سن کر میرا غم کسی قدر ہلکا تو ہو گیا مگر میں بوجھل دل کے ساتھ واپس گھر لوٹا۔اور نیت یہ کی کہ حضور انورؒ کے اس ارشاد کی تعمیل میں جس قدر مجھ سے ممکن ہوا، میں سلسلہ کی خدمت کروں گا۔

## گھارو ضلع ٹھٹھہ میں آمد

گھر پہنچ کر میں برادرم مکرم بشارت احمد صاحب کی دعوت پر گھارو پہنچ گیا۔ بھائی صاحب وہاں گھارو میں ٹھیکیدار تھے۔ہالینڈ کی Incos نام کی ایک کمپنی زیر زمیں نہر بنا رہی تھی۔اس سے کراچی کو پانی سپلائی ہونا تھا۔ آپ کے پاس پتھر سپلائی کرنے کا ٹھیکہ تھا اوراس کے لیے سینکڑوں مزدورآپ کے ماتحت کام کر رہے تھے۔ گویابھائی صاحب گھارو کے بے تاج بادشاہ تھے۔ حفاظت کی خاطر ہر وقت پہرے دار ساتھ ہوتے تھے۔ بھائی صاحب نے دفتری امور میرے سپرد کر دیے ۔ گھارو میں چند بڑے بڑے سیٹھ تھے جن سے مزدور سودا سلف لیتے تھے۔ میں مزدوروں کو حسب ضرورت چٹھیاں لکھ دیتا اور وہ چٹھی دے کر سودا لے لیتے۔ تنخواہ والے دن ہر ایک کے حساب سے اتنی رقم کاٹ کر باقی تنخواہ انہیں ادا کر دی جاتی۔ اس طرح پر میں وہاں کافی مصروف رہنے لگ گیا۔

بھائی صاحب کی وہاں بہت عزت تھی۔ آپ پتھر کے بہت ماہر تھے۔ پتھر دیکھ کر بتا دیتے تھے کہ یہ کس کام آسکتا ہے حکومت کی طرف سے انہیں ڈائینامائٹ جس سے پہاڑیاں اڑائی جاتی ہیں کالائیسنس ملا ہوا تھا۔ گویاہر طرح کی آزادی اورآسائش تھی۔ مگر پھر ایک ایسی چیز پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے آپ کی وہاں ٹھکیداری ختم ہو

گئی۔ بات یہ ہوئی کہ اس کمپنی میں سارے انجینئر غیر ملکی تھے سوائے ایک کے جو پاکستانی تھا۔ وہ پتھر پاس کرنے پر مقرر تھا۔ اس پاکستانی انجینئر نے بھائی صاحب سے پانچ ہزار روپے رشوت طلب کی۔ چونکہ بھائی صاحب کو یہ بات پسند نہ تھی آپ نے اسے رشوت دینے سے انکار کر دیا۔ وہ انجینئر بظاہر تو خاموش ہو گیا لیکن ایک خفیہ رپورٹ بھجوادی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کمپنی نے ہمارا مال لینے سے انکار کر دیا اور ہمیں ہزارہا کا نقصان ہوا جو اس وقت کروڑوں میں تھا۔

مگر بھائی صاحب بڑی ہمت والے تھے ۔اس نقصان کی کوئی پرواہ نہ کی اور ٹھیکیداری ختم ہوتے ہی گھاروبس اسٹاپ پر ایک ہوٹل کھول لیا جس کا نام اپنے بیٹے کے نام پر منور (احمد خورشید) ہوٹل رکھا مگر ٹھیکیداری کے زمانہ کی واقفیت اتنی تھی کہ ہوٹل بھی نہ چل سکا۔ پھر کراچی آکر گورا قبرستان کے سامنے ایلو مینیم کوارٹروں میں ایک ہوٹل کھولا لیکن وہاں بھی نہ چل سکا۔ پھر کلفٹن چلے گئے اور وہاں ہوٹل کھول لیا مگر وہاں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ اس پر آپ نے ہوٹلوں کا خیال ترک کر کے KDA (کراچی ڈیویلپمنٹ اتھارٹی) میں ملازمت کر اختیار لی۔

**برادرم مکرم بشارت احمد صاحب**

مکرم بھائی صاحب کو دو مواقع پر تاریخی خدمات کا موقعہ ملا۔ پہلا موقع آپ کو جنگ عظیم کے دوران 1943ء میں جن

دنوں جنگ عظیم بڑے زور وشور سے جاری تھی تو سیّدنا حضرت المصلح الموعودؓ نے حکومت برطانیہ کی امداد کے لیے ایک فورس تیار کرنے کا اعلان فرمایا۔ اس سلسلہ میں ایک بار حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ ہمارے گاؤں بھی تشریف لائے تھے تاکہ لوگوں کو فرقان فورس میں بھرتی ہونے کے لیے تحریک کر سکیں

اس موقعہ پر حضرت والد صاحبؓ نے بھائی صاحب کو پیش کیا جس پر انہیں بھرتی کر کے 15 پنجاب رجمنٹ انبالہ چھاؤنی بھجوا دیا گیا۔ یہ خدمت آپ تا اختتام بجا لاتے رہے۔ 1945ء میں جب جنگ ختم ہوئی تو حکومت نے اعلان کیا کہ جو خوشی سے ملازمت جاری رکھنا چاہتا ہے وہ جاری رکھے اور جو جانا چاہے وہ جا سکتا ہے۔ اس پر بھائی صاحب واپس آ گئے۔

اس دوران کی ایک خاص بات کا ذکر بغرض دلچسپی کرتا ہوں اور وہ یہ کہ بھائی صاحب نے پوری پنجاب رجمنٹ میں نشانہ بازی میں اوّل پوزیشن حاصل کی تھی جس پر انہیں ایک تلوار (sword) انعام کے طور پر ملی ہوئی تھی۔ تقسیم ہند کے بعد بارڈر کے قریب جو بڑے بڑے گاؤں تھے وہاں پچاس پچاس رائیفلیں حفاظت کے لیے دی گئیں۔ ہمارے گاؤں کے پچاس آدمیوں کے انچارج بھائی صاحب تھے۔ انہیں دولت نگر والی سڑک پر ٹریننگ دی جاتی تھی۔ ہمارے گاؤں میں ایک سابق فوجی صوبیدار اللہ دتہ تھے۔ ان کا نشانہ بھی بہت اچھا تھا کوئی کہتا تھا بشارت کا نشانہ اچھا ہے کوئی کہتا تھا صوبیدار کا۔ ایک بار مقابلے کا اعلان ہو گیا۔ کوئی جانور مر گیا تھا اس لیے وہاں چیلیں بہت اکٹھی تھیں۔ ایک چیل شیشم کے درخت کی اوپر والی ٹہنی پر بیٹھی تھی۔ صوبیدار نے فائیر کیا اور وہ نیچے آ گری جس سے سب کہنے لگے کہ صوبیدار کا مقابلہ مشکل ہے۔ اس پر بھائی صاحب نے کہا، بیٹھی ہوئی چیل کو مارنا کوئی بہادری نہیں۔ میں پہلے ایک فائیر کروں گا۔ اس سے چیلیں اڑنے لگ جائیں گی۔ پھر ایک چیل جو سب سے اونچی اڑ رہی ہو گی، میں اسے مار گراؤں گا۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور اسطرح بھائی صاحب یہ مقابلہ جیت گئے۔

دوسری تاریخی خدمت تقسیم ہند کا اعلان ہونے کے بعد آپ کو حفاظت مرکز کے سلسلہ میں ادا کرنے کا موقع ملا۔ حفاظت مرکز کی جب تحریک ہوئی تو حضرت والد

صاحب نے ایک بار پھر بھائی صاحب کی خدمات پیش کر دیں۔اس پر بھائی صاحب لاہور چلے گئے اور جودھامل بلڈنگ میں جہاں قادیان سے ہجرت کے بعد جماعت کے مرکزی دفتر قائم کئے گئے تھے ، ٹھہر کر حضور کی ہدایات کا انتظار کرنے لگے۔لیکن حکومت ہند نے جانے کی اجازت نہ دی۔ اس طرح حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر کہ یہیں تین ماہ پورے کریں، آپ رتن باغ لاہور میں ہی رہے۔ وہیں پر پریڈ وغیرہ ہوتی تھی۔ تین ماہ کا عرصہ پورا ہونے پر حضورؓ کے ارشاد پر واپس آ گئے۔

جب بھائی صاحب کی وفات ہوئی تو آپ اس وقت ربوہ منتقل ہو چکے تھے۔ان کی وفات کی اطلاع ملنے پر گاؤں سے ایک بس غیر از جماعت احباب کی آئی ان سے ہم نے کہا اگر آپ نماز جنازہ پڑھنا چاہیں تو اپنے امام کی اقتداء میں الگ پڑھ لیں لیکن انہوں نے کہا نہیں ہم آپ کے امام کی اقتداء ہی میں نماز جنازہ ادا کرینگے۔چنانچہ مکرم مولانا مبشر احمد صاحب کاہلوں کی اقتداء میں انہوں نے بھی نماز ادا کی۔یہ اصل میں اُس نیکی کے تسلسل کی وجہ سے تھا جس کی ابتدا حضرت والد صاحبؓ نے تعلیم القرآن کی شکل میں کی اور یہ سلسلہ بعد میں بھی ہمارے گھر جاری رہا۔

## خاکسار کی کراچی میں آمد

مندرجہ ذیل واقعات کا تعلق 1958 سے 1960 کے درمیان سے ہے۔

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ گھارو میں ٹھیکیداری ختم ہونے پر بھائی صاحب نے وہاں ہوٹل کھول لیا۔ کچھ عرصہ تو مَیں وہاں ان کے ساتھ رہا مگر پھر آپ نے مجھے کراچی بھجوا دیا کہ کوئی کام سیکھوں۔ محترمہ ہمشیرہ سکینہ بیگم صاحبہ ان دنوں

کراچی میں ہی تھیں اور بہار کالونی میں رہائش پذیر تھیں میں بھی ان کے پاس آ گیا۔ وہاں اس بیماری نے جس کی وجہ سے میرا وقف منسوخ ہوا تھا، پھر شدید حملہ کیا۔ کمزوری اتنی زیادہ ہو گئی کہ میرا گھر سے سو گز دور مین روڈ پر پہنچنا بھی مشکل تھا۔ برادرم مکرم عنایت اللہ صاحب مرحوم (میرے بہنوئی) مجھے ایک احمدی ڈاکٹر سرجن کمانڈر ابراہیم صاحب کے پاس لے گئے۔ انہوں بتایا کہ مجھے ٹی۔بی ہے اور مزید چیک اپ کے لیے ایک اور ڈاکٹر جو کہ کراچی کے ہیلتھ آفیسر تھے، کے پاس بھجوادیا۔ انہوں نے بھی یہی رائے دی کہ ٹی۔بی ہو گئی ہے۔ اس زمانہ میں پورے پاکستان میں صرف ایک ٹی۔بی سینیٹوریم تھا جو کہ مری میں تھا۔ مجھے وہاں بھجوانے کا کہہ دیا گیا۔ جانے سے پہلے ڈاکٹر صاحب نے مجھے ایکسرے کے لیے بھجوایا۔ مجھے اپنے طور پر یقین تھا کہ ٹی۔بی نہیں ہے۔ میں جب ایکسرے کی دوکان سعید منزل پر پہنچا تو مَیں نے دیکھا کہ وہاں ایک حکیم مجمع لگائے اپنی دوا کے حق میں تقریر کر رہا ہے۔ وہ جو جو نشانیاں بتا رہا تھا، وہ سب مجھ میں تھیں۔ چنانچہ میں نے اس سے کہا کہ ایک پیکٹ مجھے دے دو۔ وہ پیکٹ دو روپے کا تھا جو اس زمانہ میں بہت بڑی قیمت تھی مگر مَیں نے لے لیا۔ اس میں 48 گولیاں تھیں۔ وہ گولیاں میں لے کر بغیر ایکسرے کرائے گھر آ گیا۔ اللہ تعالیٰ کا عجیب تصرف ہے کہ اس دوا کے چند روز کے استعمال سے ہی میری کایا پلٹ گئی اور میں مکمل کورس ختم کرنے پر مکمل صحت یاب ہو گیا۔ اس حکیم کی یہ دوا میں نے بہت سے لوگوں کو بتائی اور لے کر بھی دی۔ سب کو اللہ کے فضل سے فائدہ ہوا۔

## مکرم بابو اللہ داد خان صاحب اور میری ملازمت

مَیں اب کراچی میں ملازمت تلاش کرنے لگا۔ محکمہ پوسٹ میں معلوم ہوا کہ لیجر

کلرک کی چند اسامیاں خالی ہیں۔ میں نے درخواست دے دی یہاں ایک احمدی بزرگ بابو اللہ داد خاں صاحب ڈپٹی پوسٹ ماسٹر جنرل لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک جگہ جو تین ماہ کے لیے خالی ہوئی تھی، اس پر مجھے رکھ لیا۔ بہت سے لڑکوں نے امتحان دیا تھا۔ میں اور کچھ اور لڑکے کامیاب ہو گئے۔ جو بھرتی کرنے والا افسر تھا، وہ کہنے لگا، آپ میں سے جو کوئی فرسٹ کلاس گزٹڈ افسر کی طرف سے اپنا کیریکٹر سرٹیفکیٹ پہلے لے آئے گا، اسے رکھ لیا جائے گا۔ میرے ایک دوست مکرم رشید احمد صاحب ان دنوں وزارت خوراک میں بطور ٹائپسٹ کام کرتے تھے، میں ان کے پاس گیا اور بتایا کہ کیریکٹر سرٹیفکیٹ چاہیے اور جس قدر جلد ممکن ہو بنوا دیا جائے، ورنہ کسی اور کو رکھ لیا جائے گا۔ انہوں نے اپنے افسر اور اس افسر نے اپنے سے اوپر والے افسر سے بات کی۔ اس طرح یہ بات سیکرٹری وزارت خوراک جناب منظور احمد صاحب تک پہنچ گئی۔ انہوں نے سرٹیفکیٹ پر دستخط کرنے سے پہلے کہا، وہ آدمی تو دکھا دو جس کو میں نے یہ سرٹیفکیٹ دینا ہے کہ میں اسے جانتا بھی ہوں۔ میں ان کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا، میاں میرا نام بھی منظور احمد ہے۔ کم از کم میرے نام کی لاج رکھنا۔ میں نے وعدہ کیا کہ انشاللہ آپ کو میری نسبت کبھی کوئی شکایت نہیں ملے گی۔ میں سرٹیفکیٹ لے کر آنے والا پہلا امیدوار تھا۔ چنانچہ مجھے رکھ لیا گیا۔

میں ان دنوں بہن رشیدہ بیگم (ہمارے گاؤں میں ہماری ہمسائی ماسی حیات بیگم صاحبہ کی بڑی بیٹی) کے پاس رہتا تھا۔ ان کا مکان پوسٹ آفس کے بالکل سامنے تھا۔ اس دوران ایک دلچسپ واقعہ یہ ہوا کہ مجھے روزانہ سینکڑوں دستخط کرنے ہوتے تھے تو ایک بڑی رقم کا ووچر جو میں نے رجسٹر پر چڑھا دیا تھا، گم ہو گیا۔ بہت تلاش کیا لیکن نہ ملا۔ مجھے اتنی فکر تھی کہ میں نے مکرم بابو اللہ داد خان صاحب کو

اطلاع دے دی۔ وہ بھی بڑے پریشان ہوئے۔ دوسرے دن سب سے پہلے میں دفتر گیا۔ اس وقت بھنگن صفائی کر رہی تھی۔ وہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی، بابو جی یہ دیکھیں، کوئی ضروری کاغذ تو نہیں۔ اور وہ وہی ووچر تھا جو گم ہوا تھا۔ میں اللہ تعالیٰ کے اس فضل پر بہت شکر بجا لایا اور خیال کیا کہ مکرم بابو صاحب کو بھی بتادوں۔

## میری ایک غلطی اور جناب سردار عبد الرب نشتر

قارئین حیران ہوں گے کہ سردار عبدارلرب نشتر صاحب جو اُس وقت حکومت پاکستان کے وزراء میں سے تھے ان کا میری ملازمت یا میری غلطی کے ساتھ کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ایک لطیفہ ہے جس کا ذکر کرنا قارئین کے لیے دلچسپی کا موجب ہو گا۔ اوپر بتایا گیا ہے کہ میری ڈاکخانہ میں ملازمت کے دوران ایک بڑی رقم کا ووچر جو میں نے رجسٹر پر چڑھا چکا تھا، گم ہو گیا۔ اسے بہت تلاش کیا گیا مگر وہ نہ ملا۔ مجھے اتنی فکر تھی کہ میں نے مکرم بابو اللہ داد خاں صاحب کو جو وہاں ڈپٹی پوسٹ ماسٹر جنرل تھے اور جن کے توسط سے میَں وہاں ملازم ہوا تھا، بھی اطلاع دے دی۔ وہ بھی بڑے پریشان ہو گئے تھے۔ چنانچہ جب وہ ووچر مل گیا تو میَں نے مکرم بابو صاحب کو اطلاع دینے کی غرض سے انہیں فون کیا۔ اب مکرم بابو صاحب اور جناب عبد الرب صاحب نشتر کے فون نمبر میں ایک ہندسے کا فرق تھا۔ اب مجھ سے فون نمبر ملانے میں غلطی ہوئی یا وہ ویسے ہی میرا فون جناب نشتر صاحب کے فون سے جا لگا۔ نشتر صاحب نے فون اٹھایا اور میں نے اچھی خبر سنانے میں جلدی کی خاطر فوراً ہی کہہ دیا کہ ووچر مل گیا ہے۔ انہوں نے پوچھا، کہاں فون کیا ہے۔ میں نے بتایا کہ بابو اللہ داد خاں صاحب کو۔ اس پر فون تو فوراً بند ہو گیا مگر تھوڑی

دیر کے بعد مجھے بابو اللہ داد خاں صاحب کا فون آیا۔ وہ مجھ پر ناراض ہوئے اور بتایا کہ فون کس طرح کرتے ہیں۔ پہلے سلام کے بعد پوچھتے ہیں، کیا یہ فلاں کا گھر ہے یا میں فلاں سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ بہر حال وہ بہت خوش بھی ہوئے کہ وو چر مل گیاہے۔ جیسا کہ لکھا ہے، یہ بہر حال عارضی جگہ تھی جو کسی کے چھٹی پر جانے کی وجہ سے خالی ہوئی تھی۔ اس لیے تین ماہ بعد ختم ہو گئی۔ اور میں ایک بار پھر ملازمت کی تلاش میں سر گرداں رہنے لگ گیا۔

## میری نئی ملازمت اور اخلاق کی تلوار

ان دنوں کیماڑی میں ایک فرم بحری جہازوں کے برتھ بنا رہی تھی۔ اس میں برادرم راجہ احمد خان صاحب مرحوم (اہلیہ کے بڑے بھائی) بطور کرین آپریٹر کام کرتے تھے۔ میں اس میں بطور مدد گار (Helper) بھرتی ہو گیا۔ یہ زمانہ میری زندگی کا سخت ترین دور تھا۔ وہاں میری طرح کے باقی سارے ملازم اپنے آپریٹروں کے تعاون سے کام سیکھ رہے تھے۔ ایک میں تھا کہ سوائے مزدوری کے اور کچھ حاصل نہ ہو رہا تھا۔ میرے آپریٹر کا نام جلات خاں تھا۔ وہ پٹھان تھا اور ہم اسے جلاد خاں کہتے تھے۔ وہ اتنا سخت مزاج تھا کہ اس کی مثال دینی مشکل ہے۔ پھر کام بھی اتنا سخت ہوتا تھا کہ میرے ہاتھوں اور پاؤں میں چنڈیاں پڑ گئیں جو اب تک موجود ہیں۔ ایک بار جلات خاں پشاور جا رہا تھا۔ پٹھان لوگ جب چھٹی پر جاتے تھے تو دوسرے ہم وطن انہیں بڑے جوش و خروش سے الوداع کرتے تھے۔ پھولوں کے ہار پہناتے، خٹک ڈانس اور گانا بجانا وغیرہ بھی ہوتا۔ مجھے یہ معلوم تھا اور یہ بھی کہ جلات خان اسٹیشن پر جاتے ہوئے ہمارے گھر کے سامنے سے گزرے گا۔ چنانچہ میں ایک پھولوں کا ہار لے کر کھڑا ہو گیا۔ جب وہ ٹانگہ پر سوار

وہاں سے گزرنے لگا تو میں نے وہ ہار اسے پہنا دیا۔ وہ اس قدر خوش ہو گیا کہ کہنے لگا، منظور، میں واپس آکر تمہیں بھی کام سکھاؤں گا۔ مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ صرف اتنی سی بات سے اتنا بدل گیا ہے۔ چنانچہ جب وہ واپس آیا تو واقعی اس نے مجھے کہا، منظور یہ کرین ہے۔ اسے توڑو، مروڑو، جو مرضی ہے کرو، میں ذمہ دار ہوں۔ اسطرح پر میں چند ہفتوں میں کرین اوپریٹر بن گیا۔ اب جلات خان سارا دن کینٹین میں بیٹھا رہتا اور میں کرین چلاتا رہتا۔

## هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ

اوپر اخلاق کی فتح کی بات ہوئی ہے۔ اب احسان کے بدلے احسان کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ اسی فرم میں ایک سائیٹ انجینئر تھے۔ ایک بار حضرت والد صاحب بیمار ہو گئے اور گھر سے تار ملی کہ جلد پہنچو۔ میں چھٹی کے لیے گیا تو اس افسر نے نہ صرف چھٹی منظور کی بلکہ اس ماہ کی پیشگی تنخواہ بھی دے دی جس کا میں حق دار نہ تھا کیونکہ تنخواہ ہفتہ وار ملتی تھی۔ واپس آنے کے بعد میں جب اپنی اسی ملازمت میں تھا اور ایک عید کے روز گاندھی گارڈن میں عید کی نماز پڑھ کر گھر آیا ہی تھا (اس زمانہ میں ہماری جماعت کے لوگ گاندھی گارڈن میں عید کی نمازیں پڑھا کرتے تھے) اور دوستوں کے ساتھ کلفٹن جانے کا پروگرام بنا رہا تھا کہ میرا وہی افسر مجھے ڈھونڈتا ہوا پریشانی میں آیا اور کہنے لگا، ایمرجیدسی ہو گئی ہے، کام پر چلو۔ میں نے کہا، آج تو عید ہے۔ اس نے کہا، ہاں مجھے علم ہے لیکن ایمرجیدسی ہے اور بہت نقصان ہونے کا خطرہ ہے۔ سمندر کا پانی چڑھ رہا ہے اور خطرہ ہے کہ ہماری مشینری نہ ڈوب جائے۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں، وہ بہت اچھا افسر تھا۔ چنانچہ اس کی شرافت اور مذکورہ بالا احسان کی وجہ سے میں نے عید کی خوشیوں پر اس کی ضرورت کو ترجیح دی

اور ساتھ چلا گیا اور عید کے کپڑوں میں ہی کرین سٹارٹ کر کے بند باندھ دیا۔ مگر میرے نئے کپڑے تیل وغیرہ سے خراب ہو گئے۔ وہ افسر مجھے بجائے گھر چھوڑنے کے صدر بازار لے آیا اور ادھر ادھر گاڑی گھمانا شروع کر دی۔ میں نے پوچھا، آپ کس کی تلاش میں ہیں۔ کہنے لگا، مَیں نے تمہارے لیے نئے کپڑے لینے ہیں۔ میں نے کہا، آج تو عید ہے، آج کہاں سے کپڑے ملیں گے۔ آخر ایک جگہ ایک دوکان کا شٹر تھوڑا سا اوپر دیکھ کر اس نے گاڑی روکی اور شٹر پر ہاتھ مارا۔ اندر سے دوکاندار نکلا۔ وہ عیسائی تھا اور دوکان کے اندر بیٹھا کام کر رہا تھا۔ اس سے کپڑے مل گئے۔ کپڑوں کے علاوہ انہوں نے میری تنخواہ میں بھی اضافہ کر دیا۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو احسان فراموش نہیں ہونا چاہئے۔ قرآن کریم کا بھی یہی حکم ہے۔ اس وقت ایک طرف دوستوں کے ساتھ مل کر عید کی خوشیوں کو دوبالا کرنے کا موقع تھا۔ دوسری طرف ایک مہربان افسر کو میری ضرورت تھی۔ بہرحال میں نے اپنی خوشی پر اس افسر کی ضرورت کو ترجیح دی جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی مجھے دے دیا۔

## قوّت ارادی اور بعض بری عادتوں کا ترک کرنا

خاکسار پر اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فضل ہے کہ زندگی میں جب بھی کوئی ارادہ کیا، اسے عملی جامہ پہنایا۔ زندگی میں کئی بار ایسا ہوا کہ مَیں نے دوستوں سے کہا کہ سگریٹ نوشی چھوڑ دیں، یہ صحت کے لیے مضر ہے لیکن وہ نہ چھوڑ سکے۔ یہاں خاکسار اپنی چند ایسی عادتوں کا ذکر کر رہا ہے جو میں نے اپنی قوت ارادی کے بل بوتے پر چھوڑیں اور جب چھوڑیں تو مکمل طور پر چھوڑ دیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل کا ذکر کرتا ہوں:

1۔ مساج یعنی مالش شروع شروع میں جب میں کراچی آیا تو مکرم بھائی صاحب نے ٹائپنگ سیکھنے کے لیے بھجوادیا۔ میں اُس وقت احمدیہ ہال میں رہائش رکھتا تھا۔خاکسار کو سر درد کی تکلیف بچپن سے تھی۔ ایک روز شدید سر درد تھی اور میں جہانگیر پارک میں چلا گیا۔وہاں بیٹھا تھا کہ ایک مالش کرنے والا آ گیا۔ میں نے اس سے مالش کرائی جس سے درد کو افاقہ ہو گیا۔اب کیا تھا، روازانہ میں اسی بینچ پر جا کر بیٹھ جاتا اور مالش کرنے والا بھی وہاں پہنچ جاتا۔اب یہ ایک عادت سی بن گئی۔اس زمانہ میں دو آنے سر کی مالش کا لیتے تھے۔ایک دن میں نے سوچا کہ ابھی تو بھائی صاحب خرچ دے رہے ہیں اور میں دو آنے روزانہ خرچ کرلیتا ہوں۔ کل کو اگر خرچ کسی وجہ سے نہ ملا تو کیا کروں گا۔یہ عادت چھوڑ دینی چاہئے۔یہ خیال آنے پر میں نے مالش کرانا چھوڑ دی۔پہلے چند دن سخت پریشانی ہوئی۔ مگر میں نے درد کو برداشت کیا اور پھر مالش کبھی نہیں کرائی۔

## حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ایک تاریخی ملاقات

اوپر بتایا گیا ہے کہ میں نے 1957ء میں مالش نہ کرانے کا عہد کیا تھا۔اس درد کے لیے میں نے بہت علاج کرائے۔علاوہ دیگر ڈاکٹروں اور حکیموں کے حکیم مرسلین صاحب جو لیاقت آباد میں مطب کرتے تھے انہوں نے بڑی توجہ سے علاج کیا۔ ان سے بڑے اچھے تعلقات تھے۔دوا کی پرچی پر ’’اعزازی‘‘ لکھ دیتے تھے کہ یہ مفت ہے ،اس کی قیمت نہیں لینی۔ علاوہ ازیں ایک احمدی ڈاکٹر جو کہ آرمی میں کرنل تھے (نام اس وقت ذہن میں نہیں آرہا) انہوں نے بڑی توجہ سے چیک اپ کیا اور یہ نتیجہ نکالا کہ اس کا کوئی علاج نہیں۔ساری زندگی مگرل (Migral) کھانی

ہو گی۔ میں روزانہ مگرل کی ایک گولی ناشتے کے بعد کھالیتا تھا۔ اس سے چوبیس گھنٹے آرام سے گزر جاتے تھے۔ مگر اگلے روز پھر ایک گولی کھانی پڑتی۔ مگر چوبیس سال بعد حضرت خلیفہ المسیح الثالث ؒ کی دعا سے یہ درد مکمل طور پر جاتی رہی۔

اس کے پس منظر کے طور پر یہ بتانا ضرری ہے کہ 1981ء میں کراچی کے تینوں ڈپٹی کمشنروں نے مکرم امیر صاحب کو لکھا کہ معزز احمدیوں کی فہرست تیار کر کے دیں تاکہ اُن کے گھروں پر انتظامیہ کی طرف سے گارڈ پہرہ لگا دیا جائے اور ممکنہ نقصان سے بچا جاسکے۔ اب سوال یہ تھا کہ یہ فہرست دی جائے یا نہ دی جائے۔ ایسی فہرست کا دینا بظاہر نقصان دہ نظر آرہا تھا۔ کیونکہ اس طرح پر سارے احمدیوں کی فہرست دشمن کے ہاتھ لگ سکتی تھی۔ اعلیٰ سطحی ہنگامی کمیٹی میں آخر فیصلہ یہ ہوا کہ اس بارے میں حضور انور ؒ سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ اس کے لیے خاکسار کو نمائندہ مقرر کیا گیا۔ اور فیصلہ یہ ہوا کہ میں بذریعہ ہوائی جہاز ربوہ پہنچوں اور حضور ؒ سے استصواب کر کے اُسی روز کراچی واپس آجاؤں۔ چنانچہ میں کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز لاہور اور لاہور سے ربوہ پہنچا۔ جب میں قصر خلافت میں داخل ہوا تو معلوم ہوا کہ حضور ؒ پر نور ظہرانہ کے لیئے اوپر تشریف لے جا چکے ہیں۔ چونکہ میں نے جلدی واپس لوٹنا تھا اس لیے حضور انور ؒ کو اطلاع کرائی گئی۔ حضور انور ؒ نے اپنے اس غلام پر شفقت فرمائی اور اوپر کھانے کی میز پر ہی طلب فرما لیا۔ حضور انور ؒ پاجامہ، کرتہ پہنے بغیر ٹوپی یا پگڑی کے تشریف فرما تھے۔ اس اہم کام کے علاوہ محترم امیر صاحب نے کراچی سے روانہ ہوتے ہوئے کچھ بہت اہم ڈاک بھی حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لیئے دے دی تھی۔ حضور ؒ مکرم امیر صاحب کی ہر چٹھی کا جواب مجھے لکھواتے گئے اور ساتھ ساتھ دستخط فرماتے گئے۔ پھر خالی لفافے دیے۔ لفافے بند کرنے کے لیے گوند نہیں تھی۔ ایک

پلاسٹک ٹیپ پڑی تھی مگر وہ لگانے کے لیے چاقو درکار تھا۔ اب چاقو تو مل گیا مگر یہ وہ تھا جس سے کاغذ کاٹتے ہیں۔ جب اس سے میں ٹیپ کاٹنے کی کوشش کروں تو وہ سلپ ہو جائے۔ حضور انورؒ بہت ہنسے فرمایا آج تمہاری طاقت دیکھتے ہیں۔ اس دوران اے۔ سی چلتے چلتے بند ہو گیا۔ حضورؒ نے فرمایا، لگتا ہے کوئی چھپکلی پھنس گئی ہے مجھے نیچے فرش پر لیٹ کر دیکھنے کا ارشاد فرمایا اور خود اپنی چھڑی سے اے۔ سی کو ہلانے لگے۔ تو چھپکلی نیچے گر گئی اور اے۔ سی دوبارہ چل پڑا۔

اس کے بعد جب سیّدی پیارے آقاؒ اور یہ عاجز دوبارہ کھانے کی میز پر آکر بیٹھے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب بتائیں کہ کس کام سے آئے ہیں۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ کراچی کے تینوں ڈپٹی کمشنروں کی یہ تجویز ہے کہ پرومیننٹ (اہم عہدوں پر فائز) احمدیوں کے گھروں پر گارڈ لگا دیا جائے تاکہ ممکنہ حملوں اور نقصان سے بچا جاسکے۔ اس پر حضور پُر نورؒ نے جلالی رنگ میں فرمایا کہ

For me every Ahmadi is Prominent جاؤ جاکر بتادو اپنے ڈپٹی کمشنروں کو۔

کسی خلیفہ وقت کے ساتھ یہ میری سب سے لمبی ملاقات تھی جو پچپن منٹ تک جاری رہی۔ ملاقات کے بعد جب میں نے جانے کیلیے اجازت کے لیے درخواست کی تو یاد آیا کہ میں سر درد کا ہی پوچھ لیتا۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ حضور، بچپن سے سر درد کی شکایت ہے۔ فرمایا: کیا استعمال کرتے ہو میں نے عرض کیا مگرل۔ فرمایا: استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ میں نے دل میں کہا، لگتا ہے، میرے دن تھوڑے ہی رہ گئے ہیں۔ حضورؒ نے اناللہ پڑھ دیا ہے۔ فرمایا، آج سے وہ گولی نہیں کھانی۔ آپ نے دیکھا نہیں اس پر poison یعنی زہر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ یہی گولی ڈاکٹر نوری نے میاں لُقی (صاحبزادہ مرزا لقمان احمد

صاحب) کو دی تھی میں نے باہر پھینکوا دی تھی۔ میں نے عرض کیا، اس کا کوئی متبادل؟ فرمایا، کوئی متبادل نہیں اور پھر آپؒ نے اپنے دائیں ہاتھ کی چار انگلیوں کے ساتھ اپنے سر پر مساج کیا اور فرمایا صبح سویرے اس طرح چھ سات منٹ مساج کر لیا کرو۔ اس کے بعد میں نے اپنے شفیق آقا سے اجازت طلب کی اور کراچی کے لیے روانہ ہو گیا۔

اس تاریخی ملاقات کے بعد جب میں گھر آیا اور جو گولیاں اسٹاک میں رکھی تھیں، سب باہر پھنک دیں اور اہلیہ اور بچوں سے کہا کہ آج کے بعد اگر میں مرنے بھی لگوں اور ڈاکٹر کہیں یہ گولی اس کے منہ میں ڈالو تو بچ جائے گا، پھر بھی مجھے یہ گولی نہیں دینی مجھے مرنے دینا لیکن خلیفہ وقت کے ارشاد کی تعمیل ضروری ہے۔

دوسرے دن ناشتے کے بعد گولی نہیں لی جس کی وجہ سے سر درد شروع ہو گیا۔ میں نے دفتر سے ایک پوسٹ کارڈ حضورؒ کی خدمت میں لکھا اور عرض کیا کہ گولی تو چھوڑ دی ہے لیکن درد بہت شدید رہنے لگ گیا ہے۔ میں آج تک حیران ہوں کہ اس خط کا جواب تیسرے دن مل گیا جس میں ارشاد تھا کہ مساج والی مشق جاری رکھو۔ خدا کی قدرت ہے کہ درد آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا اور تقریباً نو دس دن بعد ختم ہو گیا اور پھر آج تک نہیں ہوا۔ الحمدللہ۔ کافی دنوں بعد حکیم مُرسلین صاحب جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ملے اور پوچھا سر درد کا کیا حال ہے میں نے کہا، کل بتاؤں گا۔ اس دوران حضور انورؒ کے انتقال پر انصاراللہ مرکزیہ نے ''سیّد ناناصر نمبر'' شائع کیا تھا۔ اس میں یہ سارا واقعہ ''یادگار لمحے'' کے نام سے شائع ہو چکا تھا۔ میں نے وہ رسالہ حکیم مرسلین صاحب کو دیا۔ وہ حیران ہوئے کہنے لگے، بظاہر تو اس مساج کا سر درد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

2۔ جب میں پولیس کے محکمہ میں ملازم ہو گیا جہاں رشوت کا عام رواج ہے تو 1965ء سے قبل میں رشوت نہیں لیتا تھا نہ ہی رشوت کے لیے کسی کو تنگ کرتا تھا لیکن اگر کوئی دے تو انکار بھی نہیں کرتا تھا۔ 1965ء میں میں نے داڑھی رکھ لی۔ داڑھی رکھنے کے بعد یہ عہد بھی کیا کہ حالات کچھ بھی ہوں، میں نے رشوت نہیں لینی۔ الحمد للہ کہ اس عہد کے بعد میں نے 24 سال ملازمت کی لیکن رشوت کے طور پر ایک کپ چائے بھی نہیں پیا۔ بڑے بڑے سخت امتحان بھی آئے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے عہد پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس کی تفصیل انشا اللہ آگے رشوت کے زیر عنوان آئے گی۔ یہاں صرف قوت ارادی کے تحت لکھا ہے کہ جب میں نے زندگی میں کوئی ارادہ کر لیا پھر حالات کچھ بھی ہوئے میرے عزم میں کسی قسم کی لچک پیدا نہیں ہوئی۔

## غلط بیانی نہیں کی ملازمت کی بڑی اچھی پیشکش ٹھکرا دی

ان دنوں میں جب کہ میں بے روزگار تھا، ایک دن اخبار میں اشتہار پڑھا کہ افغان بینک کو کلرکوں کی ضرورت ہے۔ شرط یہ ہے کہ فارسی پر پورا عبور حاصل ہو۔ درخواستیں بھی فارسی میں طلب کی گئی تھیں۔ میں نے میٹرک میں فارسی پڑھی تو تھی اور فارسی میرا پسندیدہ مضمون بھی تھا۔ لوگ حساب میں سو فیصد نمبر لیتے تھے، میں فارسی میں سو فیصد لیتا تھا۔ چنانچہ میں نے درخواست بھجوا دی۔ انٹرویو بھی ہو گیا ۔ ٹیسٹ ہوا تو میں ٹیسٹ میں اوّل آیا۔ جب انہوں نے سرٹیفکیٹ مانگے تو میٹرک کے سرٹیفکیٹ پر ربوہ کا نام دیکھ کر افسر کہنے لگا، مجھے افسوس ہے کہ اس سرٹیفکیٹ کے ساتھ میں تمہیں نہیں رکھ سکتا۔ میٹرک کا سرٹیفکیٹ کسی اور مدرسہ کا لے آؤ تو سب سے پہلے میں تمہیں رکھوں گا۔ میں نے کہا

، کیا تم ایک احمدی سے یہ توقع رکھتے ہو کہ جعلی سرٹیفکیٹ لے آئے۔ یہ کہہ کر مٙیں چلا آیا۔

## پولیس میں بھرتی اور حضرت والد صاحب سے کیا ہوا عہد

ان حالات میں ایک روز لاؤڈ اسپیکر پر اعلان سنا کہ پولیس ہیڈ کوارٹر میں بھرتی ہو رہی ہے۔ میں بھی پہنچ گیا اور بھرتی ہو گیا۔ جب تصدیق کے لیے کاغذات گاؤں پہنچے اور والد صاحب کو پتہ چلا کہ میں پولیس میں بھرتی ہو گیا ہوں تو آپ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ حضرت والد صاحب ہم سے بہت پیار کرتے تھے۔ کبھی جھڑ کا تک نہ تھا۔ اب جب کئی ماہ ان کی طرف سے اپنے خطوں کے جواب سے محروم رہا تو آخر ان سے پوچھا کہ میری کون سی خطا پر آپ ناراض ہیں۔ اس زمانہ میں پوسٹ کارڈ استعمال ہوتے تھے۔ اس پر صرف ایک فقرہ لکھا ہوا آیا کہ تمہیں پولیس کے علاوہ اور کوئی محکمہ نہ ملا تھا کہ پولیس میں بھرتی ہو گئے ہو؟

خاکسار نے اس کے جواب میں اپنی مجبوری لکھی کہ کوئی اور کام نہیں مل رہا تھا اور بے روزگاری تھی اور ایک عہد کیا کہ:

" میں ساری زندگی کوئی ایسی حرکت نہیں کرونگا جس سے آپ یا جماعت بدنام ہو۔"

الحمد للہ پولیس جیسے بدنام زمانہ محکمہ میں رہ کر ایک مثال قائم کرنے کہ توفیق ملی جس پر مجھے بجا طور پر فخر ہے۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے رشوت کے عنوان کے تحت آئے گی۔

## پولیس کی ٹریننگ

میں شروع سے ہی جسمانی اعتبار سے کمزور تھا۔ پولیس کی ٹریننگ بہت سخت ہوتی ہے۔پہلے پی۔ٹی پھر پانچ منٹ کا وقفہ۔ اس وقفہ کے اندر پی۔ٹی (پرسنل ٹریننگ) کا لباس اتار کر اور پریڈ کی یونیفارم پہن کر اور رائفل لے کر پریڈ گراؤنڈ میں پہنچنا ہوتا تھا۔ خاص طور پر پی۔ٹی کے دوران فرنٹ رول اور بیک رول میرے لیے امتحان سے کم نہ تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور اس امتحان سے چھٹکارا مل گیا۔ ہوا یہ کہ ہمارے جو چیف ڈرل انسٹرکٹر تھے ،ان کا لڑکا کلاس میں بہت نالائق تھا۔ انہوں نے اپنی اس پریشانی کا کسی سے ذکر کیا کہ اس کے لیے ٹیوٹر کی ضرورت ہے۔ کسی نے میرا نام لے دیا اور میں نے پڑھانے کے لیے وہی پیریڈ بتایا جو پی۔ٹی کا ہوتا تھا۔ اس سے پی۔ٹی سے چھٹی تو مل گئی لیکن نقصان یہ ہوا کہ سالانہ امتحان میں پی۔ٹی کی مد میں بہت کم نمبر ملے۔

## پولیس میں پہلی بے انصافی

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے پی۔ٹی۔ پریڈ میں نالائق تو تھا ہی لیکن قانون(Law) کے مضمون میں استاد بھی میرا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ اسی طرح ہر ہفتہ "بزم ادب" کے نام سے ایک ادبی محفل ہوا کرتی تھی۔ اس میں تقریر، مباحثہ ، لطائف۔ وغیرہ ہوتے جن میں میرا مقابلہ کوئی نہ کر سکتا تھا۔جب امتحان ہوا تو میں Best in law یعنی قانون میں اوّل قرار پایا۔ مجھے دوستوں نے مبارکباد دی اور چائے مٹھائی بھی کھالی مگر جب نتیجہ نکلا تو ہزارہ کے ایک لڑکے اورنگزیب کو Best in law قرار دیا گیا جس سے مجھے قدرتی طور پر بہت مایوسی ہوئی۔ ہر کوئی کہہ رہا تھا کہ یہ سراسر زیادتی ہوئی ہے۔ گو میری سروس بک میں لکھ دیا گیا کہ مجھے پروموشن دے

کر لا انسٹرکٹر لگا دیا جائے لیکن میں بہت بد دل ہو چکا تھا اور دل میں ٹھان لی تھی کہ اب پولیس میں ملازمت نہیں کرنی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس بے انصافی کی سازش میں ایک احمدی پولیس افسر بھی شامل تھے اس سے دل کو اَور تکلیف ہوئی۔ اس کا انکشاف اسطرح ہوا کہ ایک بار میں عید کی نماز پڑھنے گاندھی گارڈن گیا۔ (کراچی کا چڑیا گھر، جہاں ایک لمبے عرصہ تک جماعت احمدیہ کراچی عید کی نماز پڑھا کرتی تھی)۔ پہلے تو الگ الگ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب صفیں درست ہوئیں تو وہ احمدی افسر میرے ساتھ آ کر کھڑے ہو گئے۔ نماز کے بعد ہم ایک دوسرے کو عید ملے۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں پولیس کی طرف سے ڈیوٹی پر ہوں اور میں سمجھ رہا تھا وہ ڈیوٹی پر ہیں۔ گلے ملتے ہوئے کہنے لگے، منظور تم کدھر؟ میں نے کہا، میں تو عید پڑھنے آیا ہوں اور میرے پوچھنے پر کہ آپ کدھر، کہنے لگے، میں بھی عید پڑھنے آیا ہوں۔ اس وقت انہوں نے مجھے بتایا کہ مجھے افسوس ہے جو سازش تمہارے خلاف ہوئی تھی، اس کا مجھے بھی علم تھا۔ اصل میں اورنگزیب اس کمپنی میں تھا جس کے کمپنی کمانڈر وہ تھے اور چاہتے تھے کہ ان کی کمپنی کا سپاہی ہی Law میں اوّل آئے۔ گویا انہیں یہ علم نہ تھا کہ میں احمدی ہوں ورنہ شاید وہ اتنی جسارت نہ کرتے۔ بہر حال اس بات کا انہیں ہمیشہ افسوس رہا۔ ویسے وہ نہایت ہی شریف پولیس افسر تھے۔ جب 1974ء میں ہمارے خلاف ہنگامے ہو رہے تھے، وہ ایس۔ ایچ۔ او لگے ہوئے تھے۔ ایک بار میں نے فون کیا تو ڈیوٹی افسر نے بتایا کہ وہ اپنے احمدی بھائیوں کی حفاظت کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ ان کی شرافت کی وجہ سے انہیں ایس۔ ایچ۔ او نہیں لگاتے تھے۔ جب میں نے ریٹائیر منٹ لی، اس وقت وہ ڈی۔ ایس۔ پی بن چکے تھے۔

## ضمیر کے خلاف ڈیوٹی سے انکاراور گارڈروم میں بند کئے جانے کی سزا

ایک اور وجہ میری دل شکنی کی یہ بنی کہ مجھے ایک بار حکم ہو کہ کمپنی کمانڈر کے گھر ڈیوٹی پر جانا ہے۔ یہ ڈیوٹی ایک دن کے لیے ہوتی تھی اور سودا وغیرہ لانا اور گھریلو کاموں میں بیگم کی مدد کرنا ہوتا تھا۔ میں نے انکار کر دیا، میں نے کہا، سخت سے سخت ڈیوٹی کر سکتا ہوں لیکن کسی کی ذاتی ڈیوٹی نہیں کر سکتا خواہ وہ کوئی کتنا ہی بڑا افسر کیوں نہ ہو۔ یہ بات کمپنی منشی نے کمپنی کمانڈر کو بتا دی۔ اس نے آگے انسپکٹر انچارج کو بتایا۔ انسپکٹر انچارج نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی مگر میں نہیں مانا۔ اس نے ڈی۔ ایس۔ پی کو رپورٹ کر دی جس پر اس نے مجھے کوارٹر گارڈ میں بند کرنے کا حکم دے دیا۔ جب مجھے وہاں بند کیا گیا تو پرانے سپاہیوں نے جو ڈیوٹی پر تھے، پوچھا کیا ہوا۔ میں نے بتایا کہ اس طرح میں نے ڈیوٹی سے انکار کیا ہے۔ گارڈ کمانڈر کہنے لگا، تم فکر نہ کرو۔ یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ صرف ایک رات کی بات ہے۔ صبح جب ایس۔ پی صاحب گارڈ کے معائنہ کے لیے آئیں گے تو تم پیچھے کھڑے ہو جانا۔

اب صبح جب ایس۔ پی صاحب ہیڈ کوارٹر آئے، گارڈ فالن ہوئی اور صاحب کو سلامی دی گئی تو میں سول کپڑوں میں پیچھے کھڑا ہو گیا۔ صاحب نے پوچھا، یہ سول آدمی کون ہے۔ گارڈ کمانڈر نے بتایا، ڈی۔ ایس۔ پی صاحب نے بند کیا ہے۔ مجھے پوچھا، کیوں جوان کیا بات ہے؟ میں نے ساری بات بتا دی۔ صاحب نے کہا، ڈی۔ ایس۔ پی کو تو بند کرنے کا اختیار ہی نہیں۔ یہ اختیار تو صرف مجھے ہے اور روزنامچہ میں درج کر کے مجھے کہا، چلے جاؤ۔

## منسٹریل اسٹاف میں تبادلہ

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے، میں اس بے انصافی کی وجہ سے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے، بہت بد دل ہو چکا تھا۔ چنانچہ میں نے 1961ء کے آخر میں کلیریکل اسٹاف میں تبادلہ کے لیے درخواست دے دی۔ انٹرویو کے بعد میرا تبادلہ ہو گیا اور میری تعیناتی ڈسٹرکٹ ایسٹ کی کرائم برانچ میں ہو گئی۔ اس وقت کراچی تین اضلاع میں تقسیم تھا: ایسٹ۔ ویسٹ اور سینٹرل۔ اب زیادہ اضلاع ہیں۔

## منسٹریل اسٹاف میں تبادلہ میں حکمت

اب میں سمجھتا ہوں یہ جو بے انصافیاں ہو رہی تھیں ان کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی حکمت کام کر رہی تھی۔ اگر میں پولیس میں رہتا تو سلسلہ کی وہ خدمت نہ کر سکتا جس کی اللہ تعالیٰ کے فضل سے توفیق ملی جس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

## پنجابی کلرکوں سے امتیازی سلوک

کرائم برانچ کے انچارج اور باقی سب کلرک اردو سپیکنگ تھے۔ وہاں بڑا متعصبانہ ماحول ملا۔ جس کی تفصیل میں جانا مناسب نہیں۔ میں نے ارادہ کیا کہ کام سیکھنا ہے اور جو کام ایک بار کسی سے پوچھ کر کرنا ہے، دوبارہ نہیں پوچھنا۔ مثلاً ایک خط ڈپٹی کمشنر کو لکھنا ہے کہ فلاں کیس میں سرکاری وکیل مقرر کریں۔ ایک بار پوچھ لیا کہ کس طرح لکھوں۔ اس کی ایک نقل پاس رکھ لی۔ جب دوبارہ لکھا تو نام وغیرہ، کیس کرائم نمبر وغیرہ بدل کر خط بنا دیا۔ یہ نسخہ بہت کامیاب رہا۔

وہاں خاکسار نے اتنی محنت سے کام کیا کہ صرف چھ ماہ کی سروس کے بعد میں کرائم برانچ کے کام سے پوری طرح واقف ہو گیا اور ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ مجھے

کرائم برانچ کا انچارج لگا دیا گیا اور مجھ سے سینئر لوگ میرے ماتحت کام کرتے تھے۔ ایک بار ہمارے دفتر کے معائنہ پر ڈی۔ آئی۔ جی صاحب آئے۔ انہوں نے اپنی رپورٹ میں میرے کام کی بہت تعریف کی اور دو صد روپے انعام دیا لیکن ساتھ ہی اعتراض کر دیا کہ ایک جونیئر کو انچارج لگایا ہوا ہے۔ اس پر میرے ایس۔ پی جناب نثار احمد صاحب چیمہ نے جواب دیا کہ He is junior but is better than most of the seniors یعنی ہے تو وہ جونیئر لیکن بہت سے سینئرز سے بہتر ہے۔

## شادی خانہ آبادی

حضرت والد صاحب نے شادی کے لیے سب سے پہلے مجھ سے 1954ء میں دریافت فرمایا۔ مَیں نے جواب دیا کہ کم از کم میٹرک تو کر لوں۔ پھر میٹرک کے بعد پوچھا تو مَیں نے جواب دیا کہ اپنے پاؤں پر کھڑا تو ہو لوں۔ اس طرح میری شادی میں تاخیر ہوتی گئی۔

ایک بار جب میں کراچی سے چھٹی آیا ہوا تھا تو محترمہ ہمشیرہ صاحبہ (مراد بھابی عنایت بیگم صاحبہ) نے پہلی بار مجھ سے شادی کے بارہ میں مشورہ کیا اور کہا، حلیمہ (خاکسار کی اہلیہ مرحومہ جو ہمشیرہ صاحبہ کی چھوٹی ہمشیرہ تھیں) کی طبیعت میں ذرا سختی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس شادی سے میں اور تم دور ہو جائیں۔ میں نے کہا، آئندہ آپ اس مسئلہ پر مجھ سے بات نہیں کریں گی۔ مجھے صرف یہ بتائیں گی کہ آپ کا فیصلہ کیا ہے۔ بس میں تعمیل کروں گا۔ بعد میں حلیمہ نے مجھے بتایا ہمشیرہ صاحبہ نے اس سے بھی یہی بات کی کہ منظور کی طبیعت میں ذرا سختی ہے۔ ربوہ میں تعلیم کے دوران دو بار اور کراچی میں بھی دو رشتوں کی پیشکش ہوئی لیکن میں نے

متعلقہ خاندانوں کو ہمشیرہ صاحبہ کا پتہ دے دیا کہ ان سے رابطہ کریں، میرا اپنا کوئی اختیار نہیں ہے۔

ان میں سے ایک واقعہ دلچسپ سنائے دیتا ہوں۔ ہمارے گاؤں کے ایک مربی لطیف اکبر صاحب کراچی میں متعین تھے۔ ان کی کوشش سے برادرم راجہ احمد خاں صاحب مرحوم (اہلیہ کے بڑے بھائی) کا رشتہ طے ہو رہا تھا۔ لڑکی والوں نے رضامندی کا اظہار کیا۔ ہماری طرف سے ہمشیرہ سکینہ بیگم صاحبہ اور بہن رشیدہ بیگم (ماسی حیات بیگم صاحبہ کی بیٹی) لڑکی دیکھنے گئیں اور مجھے ساتھ لے گئیں۔ میں مردانہ حصہ میں بیٹھ گیا۔ اس دوران انہوں نے لڑکی کو کسی بہانے سے اس طرف بھیجا جہاں میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ میرے کمرے میں سے کوئی برتن اٹھا کر چلی گئی۔ رشتہ طے ہو گیا اور نکاح کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ نکاح کے لیے احمدیہ ہال میں مربی صاحب کے گھر پر انتظام تھا۔ میری ڈیوٹی مہمانوں کی خاطر مدارات کی تھی اور میں بوتلیں (مشروبات) ہوٹل سے لا رہا تھا۔ عین نکاح کے وقت لڑکی والوں نے کہا، ہمارے ساتھ دھوکہ ہوا ہے لڑکا دکھایا تھا کوئی اور لائے ہیں کسی اَور کو۔ مربی صاحب نے بہت سمجھایا کہ یہ دھوکہ دینے والے لوگ نہیں۔ وہ لڑکا عورتوں کے ساتھ گیا تھا اصل لڑکا نہیں تھا۔ جب یہ جھگڑا ہو رہا تھا میں بوتلیں لے کر آ گیا میرے کپڑے بھیگے ہوئے تھے اور پسینہ بہہ رہا تھا لڑکی والوں نے کہا کہ یہ لڑکا ہے جو ہمیں دکھایا گیا تھا۔ اسے ابھی لاؤ اور نکاح کر لو۔ سب نے بہت کوشش کی لیکن لڑکی والے ہمیں برا بھلا کہتے ہوئے چلے گئے۔ اس کے بعد لڑکی کے بھائی اور والد صاحب احمدیہ ہال میں ملتے رہے اور بعد میں بھی انہوں نے تحریک کی لیکن میں نے انہیں وہی جواب دیا کہ میری شادی کا معاملہ کسی اور کے اختیار میں ہے۔

گھر سے اب جلد واپس آنے کا مطالبہ زور پکڑنے لگا۔ کلیریکل اسٹاف میں تبادلہ کے بعد جنوری میں میں گھر گیا اور 2 فروری 1962 کو شادی ہو گئی۔ 13 فروری 1962 کو ہم میاں بیوی کراچی آ گئے۔

## بابا وی گرم تے بابے دیاں گولیاں وی گرم

اس زمانے میں ٹانگے چلتے تھے۔ لوگ اپنے پیاروں کو الوداع کہنے کے لیے ٹانگے کے اڈے تک آیا کرتے تھے۔ یا ٹانگہ دروازے تک آجاتا تھا۔ جب شادی کے بعد ہمارے گھر سے روانگی کا وقت آیا تو ٹانگہ گھر کے دروازے تک آگیا۔ الوادعی ملاقات میں برادرم مکرم بشارت احمد صاحب نے ان الفاظ میں نصیحت کی کہ بابا وی گرم تے بابے دیاں گولیاں وی گرم۔ تم دونوں کے مزاج میں تھوڑی سختی ہے۔ لڑتے ہی نہ رہنا۔ میں نے کہا بھائی صاحب! آپ کو ساری زندگی ہماری طرف سے کوئی شکایت نہیں ملے گی۔ الحمد للہ اب جب کہ اہلیہ تقریباً نصف صدی میرے ساتھ گزار کر اللہ کو پیاری ہو چکی ہے، ہم نے کسی کو کوئی شکایت کا موقع کوئی نہیں دیا۔ حلیمہ کو بعض لوگوں نے ورغلانے کی بھی کوشش کی لیکن وہ کسی کی باتوں میں نہیں آئی۔ ہمارے درمیان اختلاف رائے بھی ہوا۔ بعض اوقات تلخ کلامی بھی ہوئی لیکن ہم نے عہد کیا تھا کہ اپنے معاملات میں کسی تیسرے کو شامل نہیں کرنا اور ہم اس عہد پر آخر دم تک قائم رہے۔

## بچوں کے رشتے

شادی کے بعد والدین کے لیے سب سے اہم مسئلہ بچوں کے رشتے طے کرنا ہوتا ہے۔ میں نے بارہا دیکھا کہ اس موقعہ پر والدین بھی تقسیم ہو جاتے ہیں۔ والدہ کا

رجحان میکے کی طرف اور والد کا اپنے عزیزوں کی طرف ہوتا ہے۔ ہم نے اس سلسلے میں بجائے جذبات میں بہہ جانے کے بچوں کی بہتری کو مد نظر رکھا اور اپنی دانست میں ان کے لیے بہترین رشتے طے کئے۔ ان معاملات میں بھی مجھے اہلیہ کا مکمل تعاون حاصل رہا اور ہمارے درمیان کبھی اختلاف نہیں ہوا۔

## اہلیہ حلیمہ ناصرہ مرحومہ

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نہایت اختصار کے ساتھ اہلیہ کے بارہ میں کچھ لکھوں۔ اہلیہ شادی سے پہلے ہی فتح پور میں صدر لجنہ تھیں۔ نیز وہاں بچوں اور بچیوں کو قرآن پڑھایا کرتی تھیں۔ کراچی آ کر بھی قرآن کریم پڑھانا شروع کیا ۔کراچی میں میرے ساتھ آپ کو 30سال رہنے کا موقع ملا جن میں سے اکیس سال ائیرپورٹ تھانے کے سرکاری مکان میں رہے ۔اس سارے عرصہ کے دوران وہ قرآن کریم پڑھاتی رہیں اس طرح پر انہوں نے دو نسلوں کو قرآن کریم پڑھایا۔ کچھ عرصہ بعد تھانے والوں نے ایک چھوٹی سی مسجد بنائی اور اس میں ایک مولوی صاحب جو کہ ملتان کے فارغ التحصیل تھے، امام مقرر ہوئے۔ پھر کچھ بچے ادھر چلے گئے۔ جب بھی کوئی بچہ جاتا مولوی صاحب پوچھتے، خالہ جی نے کہاں تک پڑھایا ہے اور پھر وہیں سے شروع کرا دیتے۔ اہلیہ کے پاس قرآن کریم پڑھنے والے بچے آج کراچی پولیس میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ الحمد اللہ

## پانچ سال کی عمر میں قرآن کریم کا پہلا دور ختم

ہماری جماعت میں یہ کوئی حیران کن بات نہیں کہ کسی نے قرآن کریم کا ایک پورا دور پانچ سال کی عمر میں مکمل کر لیا ہو۔ ہمارے ہاں ایک شگفتہ نام کی بچی پڑھتی

تھی۔ اس نے پانچ سال کی عمر میں جب پہلا دور ختم کیا اور اس کے والد نے اپنے گھر پنجاب میں خط میں لکھتے ہوئے یہ خوشی کی خبر انہیں پہنچائی کہ آپ کی پوتی نے پہلا دور قرآن کریم کا مکمل کر لیا ہے تو بچی کے دادا اور دادی کہنے لگے، اس سے بڑا جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وہ فیصل آباد سے کراچی صرف یہ دیکھنے کے لیے آئے کہ وہ کون سا استاد ہے جس نے پانچ سال کی عمر میں بچی کو قرآن کریم پڑھا دیا ہے۔ بچے کے والدین نے اس موقعہ پر ہماری دعوت کی اور اپنے والدین سے ملایا اور بتایا کہ یہ وہ استاد یا استانی ہیں۔

## مولوی صاحب نے ختم نبوت کے موضوع پر بولنے سے انکار کر دیا

جن مولوی صاحب کا اوپر ذکر آیا ہے کہ انہوں نے بھی مسجد میں بچوں کو قرآن پڑھانا شروع کر دیا، وہ فطرۃً نیک واقع ہوئے تھے۔ میری اہلیہ کا اور خاکسار کا بہت احترام کرتے تھے۔ ایک بار تھانے کی گراؤنڈ میں جلسہ سیرۃ النبی ﷺ ہو رہا تھا۔ مولوی صاحب تقریر کر رہے تھے۔ کسی نے چٹ بھجوائی کہ ختم نبوت ﷺ کے موضوع پر بھی اظہار خیال کریں۔ مولوی صاحب نے تقریر کے دوران ہی کہا، میں جانتا ہوں یہاں ایک معزز احمدی خاندان رہتا ہے میں اس موضوع پر نہیں بو لوں گا۔

## اہلیہ کو ملنے والی الٰہی بشارات

خاکسار کو دینی خدمات کی توفیق ملنے کے سلسلہ میں اہلیہ کی ایک خواب کا ذکر شروع میں ہو چکا ہے۔ یہاں ان کی ایک اَور خواب کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ایک بار (اندازاً 1973ء یا 1974ء میں) اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ مکرم پروفیسر عبد

السلام صاحب کے بارہ میں بار بار اعلان ہو رہا ہے کہ پروفیسر صاحب ریڈیو اور ٹی۔وی پر قوم سے خطاب کریں گے۔ خواب میں ہی انہوں نے سوچا، ہمارے گھر تو ٹی۔وی نہیں ہے، اس لیے ہمسایوں کے گھر چلی جاتی ہوں۔ وہاں جا کر دیکھتی ہیں تو پروفیسر صاحب نے داڑھی رکھی ہوئی ہے اور شک میں پڑ جاتی ہیں کہ کیا یہی پروفیسر عبدالسلام صاحب ہیں۔ صبح جب انہوں نے مجھے خواب سنائی تو میں نے بتایا کہ اب پروفیسر صاحب نے داڑھی رکھی ہوئی ہے۔ یہ خواب خاکسار نے مکرم ملک بشیر احمد صاحب کو جو کہ پروفیسر صاحب کے بہنوئی ہیں کو سنایا۔ اسطرح پر یہ خواب مکرم پروفیسر صاحب تک پہنچ گئی۔ جب مکرم پروفیسر صاحب کو 1979 میں نوبل انعام ملا اور وہ اس سال جلسہ سالانہ پر ربوہ تشریف لائے تو ان کے برادر اصغر مکرم چودھری عبدالوہاب صاحب مرحوم مجھے ملے اور کہنے لگے، میں تمہیں ڈھونڈ رہا تھا۔ بھائی جان نے کہا ہے کہ اس بہن سے کہیں کہ خواب اصل الفاظ میں لکھ کر دے دیں۔ چنانچہ خواب لکھ کر انہیں بھجوا دی گئی۔ یہ بتانا ضروری ہے کہ جلسہ سالانہ ربوہ پر تشریف لانے سے قبل ان کے حق میں یہ خواب پوری ہو چکی تھی بلکہ اس سے چند روز ہی قبل یعنی 19 دسمبر 1979 کو نیشنل اسمبلی ہال اسلام آباد میں منعقد ہونے والی ایک تقریب میں جس میں اس وقت کے سربراہ مملکت جنرل ضیاء الحق نے بحیثیت چانسلر قائداعظم یونیورسٹی آپ کو ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری پیش کی تھی، اس موقع پر آپ نے جو تقریر فرمائی اسی روز ریڈیو پاکستان اور ٹی۔وی پر نشر ہوئی اور اس طرح تین چار سال پہلے خدا کی اس بندی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی وہ خبر پوری ہو کر اس کی ہستی کا نشان بن گئی۔

## میری دینی خدمات میں تعاون

مَیں کراچی میں قیام کے دوران مختلف قسم کی جماعتی خدمات میں تو مصروف رہتا ہی تھا۔ اگر اہلیہ ساتھ نہ دیتیں تو شائد میں اتنے بڑے پیمانہ پر یہ دینی خدمات ادا نہ کر سکتا۔ آپ کبھی کبھی شکوہ ضرور کرتی تھیں کہ گھر پر وقت کم دیتا ہوں۔ ایک بار کہنے لگیں، میں مکرم امیر صاحب سے شکایت کرنا چاہتی ہوں کہ آپ گھر پر وقت کم دیتے ہیں۔ اتفاق سے مکرم امیر صاحب (مکرم و محترم چودھری احمد مختار صاحب مرحوم) کے گھر چوری ہو گئی۔ مکرم امیر صاحب گھر پر نہ تھے۔ صرف ان کی بیگم صاحبہ مرحومہ ہی تھیں۔ میں اہلیہ کو ساتھ لے کر گیا اور پوچھا چور کیسے داخل ہوا۔ انہوں نے بتایا کہ اس دروازے کی زنجیر ٹوٹی ہوئی ہے۔ میں روزانہ اس کے آگے دوری (مصالحہ پیسنے والا پتھر کا برتن) رکھ کر سوتی ہوں۔ چور آیا دوری ہٹا کر داخل ہو گیا۔ آپ کے امیر صاحب کو تو وقت ہی نہیں ملتا کہ اسے ٹھیک کرائیں۔ اس کے چند دن بعد مکرم امیر صاحب قرآن کریم کے درس کے کیلیے ہمارے حلقہ میں تشریف لائے۔ میں نے درخواست کی کہ کھانا ہمارے ہاں کھائیں۔ جب وہ تشریف لائے تو میں نے اہلیہ سے کہا، اب شکایت کر لیں۔ وہ کہنے لگیں، ان کی اپنی بیگم دروازہ بند کرنے کے لیے دوری رکھ کر سوتی ہے، مَیں ان سے کیا شکایت کروں۔

## اہلیہ کی قبولیت دعا کے واقعات

ہر احمدی کے پاس سچی خوابوں اور رؤیاہائے صالحہ کے ذریعے آئندہ کی خبریں پانے اور قبولیت دعا کے اتنے واقعات ہیں کہ وہ اسلام اور احمدیت کی صداقت کی ایک چلتی پھرتی تصویر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے امت محمدیہ کا ایک

ایسا خاصا قرار دیا ہے جس میں کوئی دوسرا مذہب اس کا شریک نہیں۔ جیسا کے حضورؑ فرماتے ہیں:

" رؤیا صادقہ کا کثرت سے آنا اور کامل طور پر آنا اور مہمات عظیمہ میں آنا اور انکشاف تام سے آنا، یہ خاصہ امت محمدیہ کا ہے اور اس میں کسی دوسرے فرقہ کو مشارکت نہیں"

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اوّل۔ صفحہ 286۔ حاشیہ در حاشیہ)

بلکہ اس زمانہ میں عورتوں کو سچی خوابوں کا آنا اور الہامات اور کشوف کا ہونا خود حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی دلیل ہے کیونکہ حضورؑ نے فرمایا ہے کہ

" پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار روحانیت اس حد تک ہو گا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کرینگے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے۔ اور یہ سب کچھ مسیح موعود کی روحانیت کا پرتوہ ہو گا "

(ضرورۃ الامام، روحانی خزائن جلد 13۔ صفحہ 475)

اہلیہ کی دو خوابوں کا تو اوپر ذکر دیا گیا ہے۔ اب ذیل میں ان کی قبولیت دعا کے بعض واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلا واقعہ: میں آپریشن تھیٹر سے بغیر آپریشن کے گھر آ گیا

اہلیہ شروع سے دعا گو تھیں اگر میں یہ کہوں کہ مجھ سے زیادہ نمازوں کی پابند تھیں تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہو گا۔ ان کی قبولیت دعا کے دو واقعات لکھنا چاہوں گا۔ اوّل تو اگر میں کبھی بیمار ہو جاتا تو نوافل پڑھنے لگ جاتیں اور بعض خاص کاموں کے لیے اگر میں دعا کے لیے کہتا تو نماز کے بعد دو نوافل زائد پڑھ کر دعا کر تیں مجھے اپینڈکس کی تکلیف تھی۔ چنانچہ جب کبھی درد ہوتا، مصلیٰ پر کھڑی ہو جاتیں۔ ایک

بار زیادہ تکلیف ہو گئی تو مجھے عباسی شہید ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ڈاکٹروں نے فوری طور پر آپریشن تجویز کیا۔جب مجھے آپریشن کے لیئے لے گئے تو اہلیہ نے وہیں ہسپتال کے برآمدے میں چادر ڈال کر نوافل شروع کر دیے۔اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ میرا درد بالکل ہی جاتا رہااور ڈاکٹر نے کہا کہ آپریشن کی ضرورت نہیں رہی۔چنانچہ بغیر آپریشن کے ہم گھر آ گئے۔

دوسرا واقعہ۔جلسہ درہم برہم ہو گیا

ایک بار کراچی میں (ائیر پورٹ پولیس اسٹیشن) ہمارے گھر کے سامنے جلسہ سیرۃ النبی ﷺ ہو رہا تھا۔ابھی جلسہ شروع نہیں ہوا تھا کہ کسی نے ایک ایسی کیسٹ لگا دی جس میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں بہت گندی زبان استعمال کی گئی تھی۔وہاں ایئرپورٹ پولیس لائن میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اہلیہ کے بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کا یہ اثر تھا کہ پولیس لائین کا کوئی فرد یہ جرأت نہیں کر سکتا تھا۔لگتا ہے کوئی باہر سے آیا تھا جس نے یہ حرکت کی تھی۔اہلیہ اُس وقت گھر پر اکیلی تھیں۔انہوں نے وضو کیا اور نوافل پڑھنے شروع کر دیے۔خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جب کہ بظاہر کوئی آثار نہ تھے شدید آندھی اور بارش پر مشتمل طوفان آیا جس نے ٹینٹ قناتیں سب اکھیڑ کر رکھ دیں۔بجلی فیل ہو گئی اور یوں جلسہ درہم برہم ہو گیا اور لوگ بارش اور طوفان سے بچنے کے لیے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

## کئی مواقع پر بڑی بڑی رقوم گھر سے نکال کر دیں

جیسا کہ میں ذکر کر آیا ہوں، میری آمد تھوڑی تھی۔اسی میں سے بچا بچا کر وہ مشکل وقت کے لیے الگ رکھتیں۔جب ہمشیرہ سکینہ بیگم صاحبہ کا 1981ء میں انتقال ہوا اور مجھے اطلاع ملی تو میں سخت پریشان ہو گیا۔ایک تو اچانک جوانی میں ان کی رحلت

اور پھر یہ غم کہ جنازہ میں بھی شامل نہیں ہو سکوں گا۔۔اہلیہ نے یہ دیکھا تو کہنے لگیں، آپ ہوائی جہاز کی سیٹ کا انتظام کریں اور اگر مل جائے تو چلے جائیں۔ کرایہ کا انتظام ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے کرایہ کے لیے رقم نکال کر مجھے دے دی۔اس طرح پر ممیں َاسی روز بعد نماز عصر گاؤں چک سکندر گجرات پہنچ کر جنازہ میں شامل ہو گیا۔

اسی طرح جب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات ہوئی اور میں نے بھی جنازہ میں شمولیت کی خواہش کا اظہار کیا تو اس موقع پر بھی آپ نے کہیں سے جمع کی ہوئی رقم نکال کر پیش کر دی اور میں حضورؒ کے جنازہ میں ربوہ جا کر شامل ہو گیا۔ الحمد اللہ

اسی طرح جب ممیں َنے پرائیویٹ بی۔اے کر لیا تو کہنے لگیں کہ بی۔اے کر لیا ہے تو ایل۔ایل۔بی بھی کر لیں۔ میں نے حساب لگا کر بتایا کہ اس کے لیے ایک خطیر رقم کی ضرورت ہو گی۔ وہ کہاں سے لاؤنگا۔کہنے لگیں اس بات کی فکر نہ کریں۔ انتظام ہو جائے گا چنانچہ فی الواقعہ ایک بڑی رقم گھر سے نکال کے دے دی۔

## اہلیہ کی آخری بیماری۔بذریعہ خواب رحلت کی اطلاع

مورخہ پندرہ اور سولہ اکتوبر 2009ء جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات خاکسار نے خواب میں دیکھا کہ میں اور اہلیہ ایک جگہ بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔اہلیہ جوانی کی عمر میں ہیں۔نہایت خوبصورت رنگ ہے اور کپڑے ایسے پہنے ہوئے ہیں جن میں ممیں َنے ساری زندگی میں انہیں نہیں دیکھا تھا۔سفید زمین پر کالے رنگ کی دھاری ہے۔میں خواب میں ہی اپنے آپ سے کہتا ہوں، مجھے تو معلوم ہے، یہ حلیمہ ہے۔اور کوئی دیکھے گا تو مانے گا نہیں کہ یہ حلیمہ ہے۔

اس خواب کی تین تعبیریں میرے ذہن میں آئی ہیں:۔

1۔ اہلیہ کو اللہ تعالیٰ مغفرت کی چادر میں لپیٹ کر جنت کا وارث بنائے گا۔
2۔ اس کی روح عالم برزخ میں بھی جنت میں ہو گی۔
3۔ جنت میں کوئی بوڑھا نہیں جائے گا۔ سب جوان ہوں گے اسی لیے جوان دکھائی گئی۔

بیمار تو کافی عرصہ سے رہتی چلی آ رہی تھیں۔ اس خواب کے اگلے روز یعنی جمعہ کو ان کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ انہیں فالج کا حملہ ہوا۔ ہسپتال لے گئے تو میں اپنی خواب پر غور کرنے لگا۔ اس پر مجھے آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث یاد آ گئی جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ جنت میں کوئی بوڑھا نہیں جائے گا۔ میں نے بچوں کو بتا دیا کہ گو اس سے پہلے آپ کی امی بہت دفعہ ہسپتال گئی ہیں اور بڑے خطرناک آپریشن بھی ہوئے ہیں لیکن اس بار معلوم ہوتا ہے، یہ واپس نہیں آئیں گی۔ چنانچہ ہسپتال میں دوبارہ فالج کا حملہ ہوا اور بے ہوش ہو گئیں۔ اسی حالت میں چھ ہفتہ بعد بروز جمعۃ المبارک ویوم الحج یعنی 27 نومبر 2009ء کو ہسپتال ہی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

وَاجْعَلْ لِّي مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا
إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ
امام جماعت احمدیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

لندن

4-12-09

مکرم منظور احمد شاد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔ آپکی اہلیہ کی وفات کا سن کر بہت افسوس ہوا ہے۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون۔ آپ کو ان کی وفات کا غم تو بہت زیادہ ہو گا لیکن مومن ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے اور اُسے سب پر مقدم سمجھتے ہیں اور یہی نمونہ آپ کا بھی ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے قرب میں جگہ عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور باقی سب عزیزوں کو بھی صبر و حوصلہ سے یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔ میری طرف سے سب عزیزوں تک بھی ہمدردی اور تعزیت کے جذبات پہنچادیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

خلیفة المسیح الخامس

جرمنی

**ہماری اولاد**

اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو چار بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔

1. **عزیزم ادریس احمد صاحب۔** آپ بہت ہی چھوٹی عمر میں وفات پا گئے تھے۔
2. **عزیزم تصوّر احمد خالد۔** حال مقیم لندن یوکے
3. **عزیزم مبشر احمد صاحب۔** آپ ایک ٹریفک حادثے میں 11 جون 1970 کو 5 سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔
4. **عزیزہ طاہرہ نصرت صاحبہ۔** اہلیہ مکرم داؤد احمد قمر صاحب حال مقیم مائنز جرمنی
5. **عزیزم طاہر احمد محمود صاحب۔** حال مقیم مائنز جرمنی
6. **عزیزہ سائرہ نزہت صاحبہ۔** اہلیہ فاروق احمد ربانی صاحب حال مقیم لندن

دو بیٹے بچپن میں ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

**عزیزم ادریس احمد۔** تین ماہ کی عمر میں 1963ء میں فوت ہو گیا۔ جس رات وہ فوت ہوا میں عظیم شاد صاحب اور اہلیہ باری باری اسے لے کر بیٹھتے تھے۔ رات دو بجے جبکہ وہ میری آغوش میں تھا فوت ہو گیا۔ جب جنازہ لے کر قبرستان گئے تو بہت سے غیر احمدی اہل محلہ بھی ساتھ تھے۔ وہاں ایک بہت بڑا پتھر تھا میں اس پر کھڑا ہو گیا اور اعلان کیا کہ بچہ احمدی تھا اس لیے بعد میں کوئی اعتراض نہ کرے کہ ہمیں پتہ نہ تھا۔ اس لیے جس کا دل مانتا ہے وہ جنازہ پڑھے سب نے کہا بچہ معصوم تھا ہم پڑھیں گے۔

**عزیزم مبشر احمد۔** مورخہ 11 جون 1970 کو تقریباً پانچ سال کی عمر میں ایک کار کے حادثے میں فوت ہوا۔

ایک دن عصر کے قریب حادثہ ہوا اور دوسرے دن عصر کے قریب ہسپتال میں انتقال ہو گیا۔

## غلط گواہی دینے سے انکار اور ڈرائیور کو معاف کر دیا

جب کار ڈرائیور کے خلاف مقدمہ عدالت میں گیا تو مجھے بھی بلایا گیا۔ میں نے عدالت کو بتایا میں گھر پر تھا اس لیے مجھے نہیں معلوم بچے کی غلطی تھی یا ڈرائیور کی۔ میں بحیثیت والد ڈرائیور کو معاف کرتا ہوں۔ اس پر عدالت نے اسے بری کر دیا۔

## بیٹے کی خوشخبری

عزیزم مبشر احمد کی اس طرح اچانک وفات کا سب کو غم تھا لیکن جو حالت اہلیہ کی تھی وہ نا قابل بیان تھی۔ روزانہ مجھے کہتی قبرستان جانا ہے لیکن مجھے پتہ تھا کہ وہاں جا کر یہ اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکیں گی۔ ایک دن میں اس شرط پر انہیں لے گیا کہ وہاں جا کر رونا نہیں۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی۔ جوں ہی ہم قبرستان میں داخل ہوئے، ایک قبر پر نظر پڑی۔ اس کے کتبہ پر لکھا تھا: ’’عمر سولہ سال۔ تعلیم بی۔ اے‘‘۔ میں نے اہلیہ کو کہا، دیکھو یہ بھی ماں ہے جس کا جوان بیٹا اتنی تعلیم حاصل کرنے کے بعد فوت ہو گیا ہے۔ یہ بہتر ہے کہ مبشر اس عمر میں فوت ہو گیا ہے یا یہ بہتر ہوتا کہ سولہ سال کا ہو کر پڑھ لکھ کر فوت ہوتا۔ اس سے انہیں کافی تسلی ہو گئی۔

بچے کی یوں اچانک حادثاتی وفات اور اہلیہ کو اس کی وجہ سے پہنچنے والے صدمہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ خاکسار نے دعا کی کہ یا الٰہی! میں تو مرد تھا، برداشت کر گیا۔ یہ ماں

ہے، اس کی تسلی کے سامان پیدا فرمایا۔ کچھ عرصہ بعد خاکسار نے خواب میں دیکھا کہ اہلیہ بیمار ہے یعنی زچگی کی حالت ہے اور اندر ہے۔ میں باہر بیٹھا انتظار کر رہا ہوں۔ اس دوران نرس آتی ہے اور میرے اور اس کے درمیان مندرجہ ذیل مکالمہ ہوتا ہے۔

نرس: شاد صاحب ڈبل مبارک

خاکسار: ڈبل مبارک کس بات کی

نرس: ایک تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹا دیا ہے، دوسرے ختنہ کے خرچ سے بچالیا ہے۔

میں نے صبح اٹھ کر اہلیہ کو مبارک باد دی کہ مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں مبشر کا نعم البدل دے گا۔ لیکن ایک بات میں نہیں سمجھ سکا کہ ختنہ کے خرچ سے بچانے سے کیا مراد ہے۔

اس کے تقریباً سوا سال بعد اللہ تعالیٰ نے عزیزم طاہر احمد دیا۔ اس بار اہلیہ چونکہ بہت کمزور تھی، ہماری ایک خالہ تھیں مکرمہ زہرہ بانو صاحبہ مرحومہ جو مجھے بیٹوں کی طرح پیار کرتی تھیں۔ جب وضع حمل کے دن قریب آئے تو انہوں نے مشورہ دیا کہ اہلیہ کو ہسپتال میں داخل نہ کراؤ، میں بمعہ اپنی بچی کے آجاؤں گی۔ ان کی بچی پیشہ کے لحاظ سے نرس تھی۔ اس لیے ان کا خیال تھا کہ ہم دونوں ماں بیٹی زچہ و بچہ کو سنبھال لیں گی۔ ساتھ یہ بھی کہا کہ وہ اپنے داماد ڈاکٹر فاروقی کو بھی احتیاطاً گھر پر رکھیں گی تاکہ کوئی ایمر جنسی ہو تو مدد کر سکے۔ چنانچہ وہ وقت پر آگئیں۔ میں باہر بیٹھا تھا اور اپنی خواب بھول چکا تھا کہ خالہ جان باہر آئیں اور کہا، شاد صاحب ڈبل مبارک۔ میں نے کہا، ڈبل مبارک کس بات کی، تو انہوں نے بتایا کہ ایک تو اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا ہے اور دوسرے ختنہ کے خرچ سے بچالیا ہے۔ پہلے تو خواب تھی،

اب تو خالہ جان سامنے کھڑی تھیں۔ اس لیے میں نے پوچھا کہ یہ ختنے کے خرچ سے بچانے سے کیا مراد ہے۔ تو انہوں نے بتایا کہ بچہ قدرتی طور پر مختون پیدا ہوا ہے۔

میرے علم میں آج تک ایسا کوئی بچہ نہیں جو قدرتی طور پر مختون ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ نے بچے کی پیدائش کی بھی خبر دی اور پھر ایسے الفاظ میں دی کہ صاف ثابت ہو جائے کہ یہ بچہ اسی الٰہی خبر کے مطابق پیدا ہوا ہے جو سوا سال قبل دی گئی تھی۔ اس سے زیادہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کے عالم الغیب ہونے پر اور کیا دلیل ہو گی۔ پھر اس خواب کے حرف بحرف پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو غیر معمولی حالات پیدا فرمائے، وہ بھی ایسے ہیں کہ ان میں انسانی ہاتھ کا دخل متصوّر نہیں ہو سکتا۔ مثلاً:۔

باقی بچے ہسپتال میں پیدا ہوئے ہیں۔ صرف طاہر احمد گھر پر پیدا ہوا

اگر ہسپتال میں ہوتا تو نرس مجھے شاد صاجب کہہ کر نہ پکارتی بلکہ یہ پوچھتی کہ مثلاً وہ صاحب کون ہیں جن کی اہلیہ اندر ہیں۔

اگر بچہ ہسپتال میں پیدا ہوتا تو ضروری نہیں تھا، میں باہر بیٹھا ہوتا۔ دوسرے بچوں کی پیدائش کے وقت اکثر ایسا ہوا ہے کہ میں اہلیہ کو داخل کرا کر آ گیا اور جب بچہ پیدا ہو چکا تھا تو خوشخبری ملنے پر دوبارہ گیا۔

### غلط گواہی سے انکار۔ ایک اور احمدی بھائی کا عمدہ نمونہ

جن دنوں بچے مبشر احمد کی حادثے میں وفات ہوئی، ان ہی دنوں ایک اور حادثہ بھی ہوا جس میں ایک شخص ہلاک ہو گیا۔اس وقت مکرم یٰسین سخی صاحب(مرحوم) جن کا ذکر ایک دو اور موقعوں پر آگے ہو گا، بھی چشم دید

گواہوں میں تھے۔ مکرم یٰسین صاحب سڑک پر جارہے تھے کہ انہوں نے حادثہ کی آواز سنی۔ مڑ کر دیکھا تو حادثہ ہو چکا تھا۔ پولیس کا کہنا تھا کہ یہ گواہی دیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ کس طرح حادثہ ہوا۔ ان کا کہنا تھا کہ جب میں نے مڑ کر دیکھا تو حادثہ ہو چکا تھا۔ جب پولیس نے زیادہ پریشان کیا تو انہوں نے کہا، ہمارے صدر صاحب آپ کے تھانے میں رہتے ہیں اگر وہ کہہ دیں تو میں یہ بیان دے دوں گا۔ پولیس افسر نے پوچھا وہ کون ہیں۔ انہوں نے میرا نام لیا۔ پولیس افسر نے کہا اس کا نام گواہوں کی فہرست سے کاٹ دو۔ جس شخص کا یہ نام لے رہا ہے اس نے تو اپنے بیٹے کے کیس میں بھی جھوٹی گواہی نہیں دی تھی۔

اس سے قبل کہ میں مزید کچھ لکھوں اپنے دو نہایت ہی پیارے دوستوں بلکہ بھائیوں کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ آئندہ کے حالات میں ان کی شخصیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

**برادرم محمد عظیم شاد صاحب**

پہلے برادرم محمد عظیم شاد صاحب ہیں۔ ان کا تعلق سدّو کی ضلع گجرات سے ہے۔ مگر بعد میں ان کے والدین منڈی بہاؤلدین، ضلع گجرات کے قریب کے گاؤں میں منتقل ہو گئے تھے۔ ان کا میرا تعارف نویں کلاس میں ربوہ میں ہوا۔ ہم اکٹھے رہتے تھے۔ یہ دوستی آہستہ آہستہ بھائی چارے میں بدل گئی۔ زندگی میں کئی دوست آئے اور گئے یا بھول گئے۔ لیکن برادرم عظیم صاحب کے ساتھ دوستی بھائی چارے کی صورت میں اب تک نہ صرف قائم ہے بلکہ اس میں ذرا بھر بھی فرق نہیں آیا۔ ان کی محبت کے بارے میں ایک واقعہ کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

جیسے ربوہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد میں مختلف جگہوں سے ہوتا ہوا آخر کراچی آ گیا برادرم محمد عظیم شاد صاحب مجھ سے پہلے ہی کراچی پہنچ کر سول ایوی ایشن میں ملازم ہو چکے تھے پولیس میں ملازم ہونے کے بعد جب میں نے کلیریکل اسٹاف میں تبادلہ کرا لیا تو مجھے رہائش کی ضرورت پڑی۔ پہلے تو بیرکوں میں رہائش تھی اور میس سے کھانا کھا لیتے تھے۔ اب خود انتظام کرنا پڑا۔ جب انہیں میری اس مشکل کا پتہ چلا تو بہت ضد کر کے مجھے اپنے گھر لے آئے۔ گھر کیا تھا، ایک کمرے کا مکان تھا جس میں پہلے ہی عظیم صاحب بمعہ بیگم اور ایک بچی عزیزہ امۃ النصیر رہ رہے تھے۔ آج کوئی مان ہی نہیں سکتا کہ اتنی تھوڑی جگہ کے باوجود وہ مجھے گھر لے آئے تو کیسے رکھا۔ میں سمجھتا ہوں، یہ ان کی بہت بڑی قربانی تھی۔ نہ صرف ان کی بلکہ ان کی بیگم صاحبہ کی بھی جنہیں میں بہن کہہ کر مخاطب کرتا ہوں۔ ان کا نام رسول بیگم ہے۔ اس لیے اس کے بعد اگر بہن لکھوں تو اس سے مراد میری یہ نہایت ہی قابل احترام بہن رسول بیگم ہو گی۔

عظیم صاحب کا اپنا دفتر تو قریب تھا۔ صرف چند منٹ کی مسافت پر لیکن میرا دفتر پولیس ہیڈ آفس میں تھا جہاں روزانہ لوکل ٹرین سے جانا ہوتا تھا۔ اس لیے بہن صاحبہ صرف میری خاطر سویرے اُٹھتیں اور بہت جلد کھانا تیار کر دیتیں اور میرے جانے کے بعد پھر عظیم صاحب کا تیار کرتیں۔ پھر یہی نہیں۔ میرے ایک اَور غیر احمدی دوست تھے۔ عبد المجید جو پولیس میں سب انسپکٹر تھے۔ اب وہ وفات پا چکے ہیں۔ وہ بھی میرے ساتھ ہی دفتر میں کام کرتے تھے۔ ان کا کھانا بھی انہوں نے اپنے ذمے لیا ہوا تھا۔ مجید صاحب میرے اتنے گہرے دوست تھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد کی نعمت سے نوازہ تو انہوں نے اپنے بیٹے کا نام بھی میرے بیٹے کے نام پر تصوّر ہی رکھا۔

جب میری شادی ہو گئی اور اہلیہ میرے ساتھ کراچی آ گئیں تو میں نے عظیم صاحب سے کہا، اب عبدالمجید میرے ساتھ کھانا کھائیں گے عظیم صاحب کا کہنا تھا، میرے ساتھ کھائینگے۔ آخر قرعہ اندازی ہوئی اور قرعہ میرے نام نکلا۔ اس طرح پر انہوں نے میرے ساتھ کھانا کھانا شروع کر دیا۔ ہماری اس باہمی محبت کی وجہ سے اکثر لوگ یہی سمجھنے لگ گئے کہ ہم سگے بھائی ہیں۔ عظیم صاحب آجکل کینیڈا میں مقیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی صحت اور عمر میں برکت عطا فرمائے آمین۔

### برادرم بشیر احمد صاحب

دوسرے دوست جن کا ذکر کرنا چاہتا ہوں، ان کا نام بشیر احمد صاحب ہے۔ ان کا تعلق بھی سدّو کی ضلع گجرات سے ہے۔ وہ مجھ سے پہلے کراچی پہنچ چکے تھے اور وہ عظیم صاحب کے بھی دوستوں میں سے تھے۔ چنانچہ جب میں کراچی آنے لگا تو عظیم صاحب نے ان کا پتہ دے کر بھیجا تھا کہ میرے ایک دوست ہیں، ان سے ملنا۔ چنانچہ ان سے بھی تقریباً اتنے ہی پرانے تعلقات ہیں۔ جب ہم تینوں کسی ایک گھر میں اکٹھے ہو جاتے تھے تو قہقہوں کی آواز دور دور جاتی تھی۔ بشیر احمد صاحب ٹیلیفون کے محکمہ سے ڈویژنل انجینئر ہو کر ریٹائیر ہوئے اور آج کل دفتر امور عامہ ربوہ میں خدمات بجالا رہے ہیں۔ زندگی میں کئی مشکل اوقات میں انہوں نے میری مدد کی اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

### مالک مکان نے مکان دینے سے انکار کر دیا

جب میں شادی کے لیے پنجاب گیا تو عظیم صاحب سے کہہ گیا کہ میرے آنے تک مکان لے رکھنا۔ ان کی چٹھی آئی کہ مکان مل گیا ہے۔ جب ہم اسٹیشن پر آئے تو

برادرم بشیر احمد صاحب اور عظیم شاد صاحب دونوں پھولوں کے ہار لیے پلیٹ فارم پر کھڑے تھے۔ عظیم صاحب نے یہ خبر بھی سنائی کہ مالک مکان نے مکان دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اسے کسی نے بتادیا تھا کہ میں پولیس میں ہوں۔ اس لیے کچھ دن اسی ایک کمرے کے مکان میں ہم پانچ افراد رہتے رہے۔ اس مکان کے نہ ملنے میں بھی بہتری تھی۔ وہ عظیم صاحب کے مکان سے کافی دور تھا جبکہ جو دوسرا مکان ملا وہ بالکل عظیم صاحب کے مکان کے سامنے تھا۔ چنانچہ میں تو دفتر چلا جاتا اور اہلیہ سارا دن بہن رسول بیگم کے پاس رہتی۔ تاہم مجھے یہ رنج تھا کہ پہلے مکان والے نے مکان دینے سے انکار کیوں کیا ہے۔ چنانچہ میں نے تھانے میں فون کیا کہ چیک کریں اس شخص نے مکان دینے سے کیوں انکار کیا ہے، کوئی گڑ بڑ ضرور ہے۔ معلوم ہوا اس کے ہاں باڑے سے اسمگل شدہ سامان آتا تھا اس لیے مکان کا ایک حصہ وہ بطور اسٹور استعمال کر رہا تھا۔ بہر حال جس کاروائی سے وہ ڈرتا تھا، وہ تو پھر بھی ہو گئی۔

## اللہ تعالیٰ نے ایک بڑے ابتلا سے بچالیا

یہاں ایک ایسے واقعہ کا ذکر کرتا ہوں جس میں اگر میں احتیاط نہ کرتا تو ایک بہت بڑا ابتلا، آسکتا تھا۔ ہمارے گاؤں کے تین بھائی مربی تھے: مرزا لطیف اکبر صاحب (جن کا ذکر برادرم راجہ احمد خاں صاحب کے رشتہ کے سلسلہ میں ہو چکا ہے) مرزا محمد سلیم صاحب اور مرزا محمد شفیق صاحب۔ موٴخر الذکر کے بارے میں جنہیں اخراج از جماعت کی سزا ہوئی تھی، مرزا سلیم صاحب جن کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے، کی طرف سے ایک تار ملی جس میں لکھا تھا کہ ان کے چھوٹے بھائی شفیق صاحب فلاں گاڑی سے کراچی آرہے ہیں۔ اس سے میں یہ سمجھا کہ ان کی تعیناتی کراچی

میں ہو گئی ہے۔ اس روز ہمارا سالانہ اجتماع تھا۔ اس لیے میں خود نہ جا سکا بلکہ ایک اَور دوست کی ڈیوٹی لگائی کہ انہیں اسٹیشن سے لے آئے۔ میں جب شام کو گھر آیا تو شفیق صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ان کی داڑھی صاف تھی۔ ہم مکرم زندہ محمود باجوہ صاحب (حال مقیم امریکہ) کے گھر میں نماز پڑھتے تھے۔ ہم نماز کے لیے گئے تو عام طور پر اگر مربی سلسلہ موجود ہوں تو انہیں امامت کے لیے کہا جاتا ہے۔ لیکن میں نے شفیق صاحب کو نماز پڑھانے کے لیے نہ کہا اور خود ہی نماز پڑھائی بلکہ ان کا بحیثیت مربی سلسلہ احباب سے تعارف بھی نہ کرایا۔

دوسرے دن برادرم مکرم بشارت احمد صاحب کا خط ملا کہ شفیق تمہارا پتہ لے کر گیا ہے۔ ہمیں اب معلوم ہوا ہے کہ اسے اخراج کی سزا ہو چکی ہے۔ جب میں نے شفیق صاحب سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا، آپ کے بھائی صاحب کون سے عہدیدار ہیں۔ اخراج کی سزا نہیں ہوئی بلکہ وقف سے فارغ کیا گیا ہے۔ اس سے اگلے روز برادرم مکرم محمد خاں صاحب درویش (اہلیہ کے سب سے بڑے بھائی) جو کہ اُس وقت صدر جماعت فتح پور گجرات تھے، کی چٹھی بھی مل گئی کہ میں نے سنا ہے، شفیق تمہارے پاس ٹھہرا ہوا ہے۔ میں نے تمہاری رپورٹ مرکز کو بھجوا دی ہے۔ ان دنوں بے جی صاحبہ (یعنی والدہ محترمہ اہلیہ صاحبہ) بھی ہمارے پاس کراچی میں تھیں۔ میں نے سوچا عورتوں کا دل نرم ہوتا ہے۔ اس لیے میں نے سب سے پہلے بے جی صاحبہ اور اہلیہ کو سمجھایا کہ میں شفیق کو گھر سے نکال رہا ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ لوگوں کو ترس آ جائے کہ بے چارہ کہاں جائے گا۔ چنانچہ شفیق صاحب کو نکال دیا گیا۔ پھر میں نے یہ ساری صورت حال مکرم عبد الشکور صاحب اسلم جو کہ میرے بہت پرانے ساتھیوں میں سے ہیں اور آپ سے میں نے جماعتی خدمات کے سلسلہ میں بہت کچھ سیکھا ہے کو بتا دی۔

ان دنوں مکرم مولانا سلطان محمود صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔اس کے بعد جب ان کی تعیناتی کراچی بحیثیت مربی انچارج ہو گئی تو وہ کراچی تشریف لے آئے۔ان ہی دنوں ہماری مجلس کا پکنک کا پروگرام بنا۔خاکسار ناظم اعلیٰ تھا۔چنانچہ ہم نے نئے آنے والے مربی صاحب سے بھی درخواست کی کہ وہ بھی ہمارے ساتھ پکنک میں شامل ہوں۔ بس ڈرگ روڈ سے روانہ ہوئی اور میرا گھر جو کہ ائیر پورٹ پولیس اسٹیشن میں واقع تھا، پروگرام کے مطابق مجھے انہوں نے گھر سے لینا تھا۔جب بس تھانے میں داخل ہوئی تو مکرم مربی صاحب پوچھنے لگے،، یہ بس کہاں جارہی ہے۔ خدام نے بتایا، ہمارے ناظم اعلیٰ مکرم منظور احمد شاد صاحب تھانے میں رہتے ہیں،انہیں ساتھ لینا ہے۔جب مکرم مربی صاحب سے تعارف ہوا تو انہوں نے خاکسار کو مبارکباد دی کہ آپ کے خلاف جو انکوائیری تھی، اس کی رپورٹ مل گئی تھی۔ مکرم امیر صاحب کی رپورٹ کے مطابق آپ کی کوئی غلطی نہ تھی۔ حضور انورؒ نے وہ رپورٹ فائل کرا دی تھی۔میں حیران تھا کہ وہ کون سی انکوائیری تھی جو ہو بھی گئی اور رپورٹ بھی چلی گئی اور مجھے پتہ ہی نہیں۔بعد میں معلوم ہوا کہ جب انکوائیری آئی تو مکرم عبد الشکور صاحب اسلم مکرم امیر صاحب کے پاس بیٹھے تھے۔چونکہ میں اس سے قبل شفیق صاحب کی ساری صورت حال برادرم عبد الشکور صاحب اسلم کو بتا چکا تھا،اس لیے مکرم امیر صاحب نے ذکر کیا تو مکرم اسلم صاحب نے کہا، انکوائیری کی ضرورت نہیں، مجھے سارے حالات کا پتہ ہے اور وہ یہ کہ جونہی منظور شاد صاحب کو علم ہوا کہ شفیق صاحب کو اخراج کی سزا ہے، انہیں گھر سے نکال دیا گیا تھا۔اس پر رپورٹ بھجوا دی گئی۔

**برادرم مکرم محمد خاں صاحب درویش مرحوم**

برادرم مکرم محمد خان صاحب بہت ہی تقویٰ شعار بزرگ تھے اور چونکہ صرف خدا سے ڈرتے تھے اس لیے اور کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ خواہ کوئی قریبی عزیز ہو یا کتنا ہی بڑا لیڈر ہو۔ اوپر والے واقعہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ انہیں رشتوں سے زیادہ خدا تعالیٰ کا ڈر تھا اس لیے گو میں ان کا بہنوئی تھا، انہوں نے میری رپورٹ کرنے میں بھی ذرا دیر نہیں کی اور مجھے بھی اطلاع دے دی کہ میں نے تمہاری رپورٹ کر دی ہے۔

اسی طرح ایک بار ایک بہت بڑا سیاسی لیڈر ووٹوں کے لیے آ گیا۔ اس نے دیکھا ایک کمزور سا آدمی چھوٹی سی دکان میں بیٹھا ہے۔ اسے خریدنا کون سا مشکل ہو گا۔ دکان میں کرسی بھی کوئی نہیں تھی ایک چھوٹا سا بینچ تھا۔ اسی پر اسے بٹھایا اور پوچھا: فرمایئے، کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ اُس نے کہا سنا ہے آپ جماعت کے صدر ہیں اور سب آپ کے کہنے پر ووٹ دیتے ہیں۔ بتائیں کیا لیں گے۔ درویش صاحب نے فرمایا، مجھے یہ بتاؤ جماعت کی بہتری کے لیے تم کیا کر سکو گے۔ یہ ایک مشکل سوال تھا اور پھر وہ ایک ایسے شخص کے منہ سے نکلا جس کے بارے میں اس نے خیال کیا تھا کہ ایک کمزور سا آدمی ہے یعنی ظاہری طور پر اس کا کوئی رُعب داب نہیں تھا۔ چنانچہ وہ آپ کی بات سن کر بہت متاثر بھی ہوا اور حیران بھی۔ اور پھر جواب دیے بغیر چلا گیا کہ یہاں کام نہیں چلے گا۔

ایک بار جب خاکسار کے بھتیجے عزیزم مکرم منور احمد صاحب خورشید کے رشتہ کے سلسلہ میں بات چل رہی تھی اور میں ان دنوں گاؤں گیا ہوا تھا تو برادرم بشارت احمد صاحب نے مجھے کہا کہ مکرم درویش صاحب (مراد مکرم محمد خان صاحب) سے بات کر کے معاملہ طے کرو۔ چنانچہ نماز عشاء کے بعد میں ان کے ساتھ ہو لیا کہ گھر

جا کر اطمینان کے ساتھ بات کروں گا۔میرے ساتھ چلنے سے سمجھ گئے کہ میں کوئی بات کرنا چاہتا ہوں۔اس پر مسجد کے باہر ہی کھڑے ہو گئے اور کہا، منظور احمد کچھ کہنا چاہتے ہو۔ میں نے ابھی فقرہ پورا نہیں کیا تھا کہ کہا منظور احمد! مجھے نصرت کی تاریخ پیدائش یاد ہے۔ جس روز سولہ سال کی ہو گئی میں خود کہوں گا کہ آ کر نکاح کر لو۔ الغرض وہ ہر معاملہ میں قول سدید سے کام لینے والے بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے۔ آمین

## عزیزم مکرم منوّر احمد خورشید صاحب

مذکورہ بالا واقعہ میں عزیزم منوّر احمد صاحب خورشید کا نام آیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بھی تعارف کرا دیا جائے۔ عزیزم منوّر احمد خورشید صاحب برادرم مکرم بشارت احمد صاحب کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ پاکستان میں مختلف مقامات پر بطور مربیؔ کام کرنے کے بعد ایک لمبا عرصہ گیمبیا سینیگال میں امیر اور مشنری انچارج کے طور پر بھی خدمات سر انجام دے چکے ہیں ۔ سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے انہیں ”فاتح سینیگال“ کے خطاب سے نوازا ہوا ہے۔وہ اس وقت انگلستان میں جامعہ احمدیہ میں پروفیسر ہیں۔ برادرم بشارت احمد صاحب مرحوم کی ساری اولاد سے خاکسار کو محبت ہے۔اس محبت کی وجہ سے وہ زمانہ طالبعلمی میں اور پھر بحیثیت مربی سلسلہ جہاں بھی رہے، میں ہمیشہ یہ جاننے کی خواہش رکھتا کہ کیسا کام کر رہے ہیں۔

ایک بار جلسہ سالانہ ربوہ کا موقعہ تھا۔ ان کے امیر ضلع باہر کرسی پر بیٹھے تھے کہ ہماری ملاقات ہو گئی، منوّر خورشید صاحب کہنے لگے، چچا جان! پھر بعد میں تو آپ نے پوچھنا ہی ہے کہ میں کیسا کام کر رہا ہوں۔ وہ میرے امیر ضلع بیٹھے ہیں، ان سے

پوچھ لیں۔ میں نے کہا، میں کون سا ادھار کروں گا، ابھی پوچھ لیتا ہوں۔ مکرم امیر صاحب سے میں نے اپنا تعارف کرایا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ کہنے لگے، آپ سے میرا غائبانہ تعارف ہے۔ میں نے پوچھا، خورشید صاحب کیسا کام کر رہے ہیں تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں پریشان ہو گیا کہ کوئی لمبی شکایت کرنے والے ہیں۔ مکرم امیر صاحب نے بتایا کہ پہلے میں بے اولاد تھا۔ مکرم مربی صاحب کے آنے کی وجہ سے میں بھی صاحب اولاد ہو گیا ہوں۔ ظاہر ہے یہ بات میں نہ سمجھ سکا کہ ان کا مطلب کیا ہے۔ فرمانے لگے کہ میرا ایک ہی بیٹا تھا وہ بھی نالائق اور جماعت سے بے تعلق تھا۔ لوگ طعنے دیتے تھے کہ امیر کے اپنا لڑکے کا تو یہ حال ہے۔ مکرم مربی صاحب نے اس سے دوستی پیدا کی اور نہایت حکمت عملی سے اسے ساتھ ملایا اور آہستہ آہستہ تربیت کر کے اسے جماعت کا فعال حصہ بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں مزید مقبول خدمت کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔

## احسان فراموشی اور پولیس کا رعب

جب میں شادی کر کے کراچی آیا تو ایک روز اہلیہ کہنے لگی، ہمارے محلہ میں ایک خاندان ہے، بہت ہی غریب ہیں اور مرد جو ہے وہ بے روزگار ہے۔ پیشے کے لحاظ سے وہ بس کنڈکٹر ہے۔ لیکن ملازمت کیلیے نقد ضمانت دینا ہوتی ہے اور ان کے پاس دینے کے لیے کچھ ہے نہیں۔ آخر ہم نے فیصلہ کیا کہ اپنا زیور انہیں دے دیتے ہیں کہ وہ کہیں گروی رکھ کر ضمانت جمع کرا دیں تا کہ اسے ملازمت مل جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ تین ماہ کے بعد زیور واپس کر دینگے۔ تین ماہ بعد جب اہلیہ نے اس عورت سے پوچھا تو اس نے کہا، دے دیں گے، جلدی کیا ہے۔ اس سے اہلیہ بڑی پریشان ہوئی۔ اپنے زیور سے عورتوں کو ویسے بھی ایک

جذباتی لگاؤ ہوتا ہے۔ میں خود تو نہ عورت کو جانتا تھا نہ اس کے شوہر کو۔ ایک روز میں فون کرنے کے لیے ایئرپورٹ تھانے جانے لگا تو جوں ہی میں باہر نکلنے لگا، اس عورت کا شوہر سامنے سے گزرا۔ اہلیہ نے بتایا، یہ اس عورت کا شوہر ہے۔ میں نے چلتے چلتے السلام علیکم کہا اور زیور کا پوچھا تو وہ کہنے لگا اچھا تو آپ ہیں منظور صاحب! بھئی ہم کوئی بھاگ رہے ہیں، دے دیں گے۔ میں نے کوئی رد عمل نہیں دکھایا۔ پھر باتیں کرتے کرتے ہم ایئرپورٹ تھانے کے گیٹ پر پہنچ گئے۔ جب میں اندر داخل ہوا تو وہ شخص بھی بات کرتے کرتے اندر آگیا۔ سامنے سنتری کھڑا تھا۔ جوں ہی اس نے مجھے دیکھا، اس نے مجھے سلوٹ کیا۔ اور سلوٹ بھی وہ کیا جس کا میں مستحق ہی نہ تھا۔ ایسا سلوٹ کلاس ون افسران کو کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد جب ہم اند دفتر کے اندر گئے تو ڈیوٹی افسر اور دفتر کا سارا عملہ کھڑا ہو گیا۔ ہیڈ محرر نے کرسی خالی کر کے مجھے وہاں بٹھایا۔ ایک کرسی اسے بھی دی گئی۔ چونکہ وہ میرے ساتھ آیا تھا، اس لیے اسے میرا مہمان سمجھ کر انہوں نے چائے وغیرہ منگوائی۔ میں فون کر کے باہر آگیا اور وہ بھی چلا گیا۔ دوسرے دن زیور لا کر دے گیا۔ یہ پولیس کا رعب تھا ورنہ شاید ہم زیور سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔ احسان فراموشی بھی کتنی بری چیز ہوتی ہے۔ اور پھر یہ زیور تو اس کے پاس ایک امانت تھا جسے واپس کرنا اس کا نہ صرف اخلاقی بلکہ دینی فرض تھا۔ کاش آج کل کے مسلمان اپنے دینی فرائض سمجھیں۔

## مکرم و محترم چودھری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی

اب مزید حالات عرض کرنے سے پہلے خاکسار چاہتا ہے کہ اپنے اس مُحسن، مربی اور بے تکلف دوست کا تعارف کرا دے جن کے زیر سایہ میں ایک لمبا عرصہ

جماعتی خدمات سر انجام دیتا رہا۔ میری مراد کراچی کے سابق امیر جناب چودھری احمد مختار صاحب سے ہے۔ تحریر میں اس کے بعد اگر میں کہیں صرف ''مکرم امیر صاحب'' لکھوں تو اس سے مراد مکرم چودھری احمد مختارؒ صاحب ہی ہوں گے۔ کراچی میں آیا تو اس وقت حضرت چودھری محمد عبد اللہؓ صاحب (برادر اصغر حضرت چودھری محمد ظفر اللہ صاحبؓ) امیر کراچی تھے۔ ان کے بعد جب میں نے جماعتی خدمات کا آغاز کیا تو اس وقت مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب امیر تھے۔ آپ کا تعلق دولت نگر ضلع گجرات سے تھا۔ مکرم شیخ صاحب کے بعد یعنی 1965ء میں مکرم چودھری صاحب امیر منتخب ہوئے۔

## حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کی مکرم چودھری احمد مختار صاحب کی امارت کے بارہ میں ایک پیشگوئی

جن دنوں حضرت چودھری عبد اللہ خاں صاحبؓ امیر کراچی تھے تو اس وقت مکرم چودھری احمد مختار صاحبؒ سیکرٹری امور عامہ تھے۔ ایک بار انہوں نے حضرت مولوی صاحبؓ کو لکھا کہ آپ کی کتاب حیات قدسی کسی دوست نے پڑھنے کے لیے لی تھی اور واپس نہیں کی، ایک اور بھجوا دیں۔ حضرت مولوی صاحب نے اپنی اس کتاب کا ایک اَور نسخہ مکرم چودھری صاحب کو بھجوا دیا۔ اس پر لکھا تھا: ''برائے مکرم چودھری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی''۔ مکرم چودھری صاحب وہ کتاب کسی کو دکھاتے نہیں تھے کہ کوئی کہے گا کہ اسے امارت کا بڑا شوق ہے۔ جب امیر ہو گئے تو آپ نے اُس وقت مجھے وہ کتاب دکھائی۔ اس میں دو پہلو قابل غور ہیں اور دونوں ہی ایمان افروز ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت مولوی صاحب کو بتایا گیا تھا کہ چودھری صاحب ایک وقت میں امیر کراچی بنیں گے۔ یا

پھر دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت مولوی صاحبؓ نے ایسا غلطی سے لکھ دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس پیارے بندے کی بات کی لاج رکھ لی۔ اوّلیاء اور صوفیا کے ساتھ ایسا کئی بار ہوا ہے کہ انہوں نے کسی کے بارے میں غلطی یا بے خیالی سے کوئی بات لکھ دی اور وہ اس شخص کی تقدیر بن گئی۔

## مکرم عثمان چینی صاحب کی والدہ محترمہ کا محترم امیر صاحب کے عقد ثانی کے متعلق خواب

اب چودھری صاحب کے بارے میں ایک اور نیک بی بی کے ملنے والی ایک آسمانی خبر کا ذکر کرتا ہوں۔ میری مراد اس سے مکرم و محترم حضرت مولانا محمد عثمان چینی صاحبؒ (مبلغ سلسلہ) کی والدہ محترمہ سے ہے۔ آپ ایک نہایت بزرگ اور تقویٰ شعار خاتون تھیں۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ مکرم چودھری صاحب نے عقد ثانی کیا ہے اور ان کی دوسری بیگم کی کمر پر تل کا نشان ہے۔ اُس وقت چودھری صاحب کی پہلی اہلیہ حیات تھیں۔ اور کوئی نہ کہہ سکتا تھا کہ اہلیہ کی موجودگی میں چودھری صاحب دوسرا نکاح کریں گے جب ان کی پہلی بیگم کا انتقال ہوا تو اس موقع پر حضرت خلیفہ المسیح الرابعؒ کی تحریک پر چودھری صاحب نے عقد ثانی کیا۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ واقعی ان کی دوسری بیگم کی کمر پر تل کا نشان تھا۔ حضرت مولانا محمد عثمان چینی صاحب کی والدہ ستر کی دہائی کی ابتدا میں آپ سے ملنے کے لیئے کراچی تشریف لائیں تھیں، اس موقع پر محترم عثمان چینی صاحب میرے والدین کی درخواست پر والدہ کو لے کر ہمارے گھر بھی تشریف لائے تھے میری عمر اُس وقت سات یا آٹھ سال تھی۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ امی جان کے

ارشاد پر خاکسار تصوّر خالد کو اُن بزرگ خاتون کے پاؤں دبانے کی سعادت بھی نصیب ہوئی تھی۔(الحمد اللہ)

### کراچی جماعت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنا

کراچی جماعت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کا آغاز تو حضرت چودھری عبد اللہ خاں صاحب کے دور میں ہوا لیکن مکرم امیر صاحب کے دور میں نہ صرف وہ بنیادیں قائم رہیں بلکہ ان میں مزید ترقی ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ آپ کا بہت احترام فرمایا کرتے تھے۔اسی طرح حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ بھی آپ کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔جب آخری ایام میں بعض بد خواہوں کی درخواست بازی پر آپ زیر ابتلا تھے اور آپ کی وفات ہو گئی تو حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ نے اپنے خطبہ جمعہ میں ان کی بریت فرمائی اور قطعہ خاص میں تدفین کا ارشاد فرمایا۔ ان کے بعض واقعات آگے آرہے ہیں۔جب آپ آخری بار جرمنی جلسہ سالانہ پر تشریف لائے تھے تو خاکسار کے ہاں بھی ہفتہ عشرہ قیام فرمایا تھا۔جب کوئی شخص خدا تعالیٰ کی خاطر دنیا کے کام چھوڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کے لیے فرشتے مقرر کر دیتا ہے۔

### دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے چند دلچسپ واقعات

اب میں بعض ایسے واقعات لکھوں گا جو اس بات کی حتمی دلیل ہیں کہ جب کبھی بھی میں نے دین کو دنیا پر مقدم کیا، اللہ تعالیٰ نے نہایت غیر مساعد حالات میں میرے دنیوی کام سنوار دیے اور مجھے ہر قسم کی پریشانی سے بچا لیا۔

### جماعتی سفر اور اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی

خاکسار جن دنوں ڈی۔ایس۔پی ایئرپورٹ کے دفتر میں تعینات تھا تو ایک افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ایئرپورٹ پر پولینڈ کے نائب وزیر خارجہ آرہے تھے۔ ان کے استقبال کے لیے بہت سے وی۔آئی۔پی رن وے پر انتظار میں کھڑے تھے۔جوں ہی نائب وزیر خارجہ نیچے اترے اور مصافحہ شروع ہوا ایک جنونی شخص نے گاڑی اوپر چڑھادی جس کے نتیجہ میں بہت سے وی۔آئی پی بشمول نائب وزیر خارجہ موقعہ پر ہی فوت ہوگئے۔ملزم کا نام فیروز عبداللہ تھا جسے بعد میں پھانسی کی سزا ہوگئی۔ہمارے ڈی۔ایس۔پی صاحب معطل ہوگئے مجھے ایک حکم ملا کہ جب تک نیا ڈی۔ایس۔پی نہیں آتا تم ہی سارے معاملات کے ذمہ دار ہو گے۔ان حالات کی وجہ سے میرا جلسہ سالانہ پر جانے کا پروگرام ملتوی ہوگیا۔

اس سال ہم نے مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ کی طرف سے کیلنڈر شائع کئے تھے تاکچھ منافع مل جائے تو مجلس کے کاموں میں کام آئے مکرم عبدالشکور صاحب اسلم ہمارے قائد تھے انہوں نے میری ڈیوٹی لگائی کہ کیلنڈر پریس سے لے کر اسٹیشن تک پہنچانے ہیں۔ہماری بوگیاں بک تھیں عام حالات میں اتنے کیلنڈر لے جانا کوئی کام نہ تھا لیکن پریس والے نے کیلنڈر اس دن دیے جب اگلے دن جلسہ تھا اور سب عازمین جلسہ جاچکے تھے۔اب صورت حال یہ تھی کہ خود کیلنڈر لے کر چلا جاؤں لیکن دفتر کے حالات لکھے جاچکے ہیں کہ مجھے چھٹی دینے والا بھی کوئی نہیں۔میں نے سوچا کیلنڈر پہنچانے ضروری ہیں اگر یہ جلسہ پر فروخت نہ ہوئے تو مجلس خدام الاحمدیہ کا نقصان ہو جائے گا۔رہا ملازمت کا مسئلہ تو زیادہ سے زیادہ معطل ہو جاؤں گا یا ملازمت سے فارغ کر دیا جاؤں گا۔جب میں یہ فیصلہ کر رہا تھا عین اس وقت اللہ تعالیٰ نے سامان پیدا فرمانے شروع کر دیے۔ایک سپاہی آیا اور بتایا کہ راولپنڈی میں اس کی والدہ بیمار ہے ایک ماہ کی چھٹی درکار ہے میں نے اسے

بتایا ایک ماہ کی چھٹی تو ایس۔پی صاحب ہی دے سکتے ہیں۔میں سفارش کر دیتا ہوں۔ہاں اگر دو ہفتے کی مانگو تو میں دے دیتا ہوں اس نے کہا دے دیں میں نے چھٹی منظور کر دی اور وہ چلا گیا۔میں نے ایک درخواست آنے والے ڈی۔ایس۔پی کے نام لکھی کہ ایک ایمرجنسی میں پنجاب جارہا ہوں تین روز میں واپس آجاؤں گا۔درخوست اردلی کے سپرد کی اور کیلنڈر لے کر اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ایک قلی سے بات کی اس نے کہا اتنا وزن آپ کہاں رکھیں گے آپ کے پاس تو ٹکٹ بھی تھرڈ کلاس کا ہے۔پھر وہ قلی خود ہی کہنے لگا کراچی پولیس کے ایک سپاہی نے بائیس سیٹوں والی بوگی پر ریلوے پولیس کے تعاون سے قبضہ کیا ہوا ہے وہ سیٹ پانچ اور برتھ دس روپے میں دے رہا ہے میں نے کہا لے چلو جب وہاں گئے تو یہ وہی سپاہی تھا جسے میں نے چھٹی دی تھی۔اس نے دیکھتے ہی سلوٹ کیا اور پوچھا سر آپ یہاں کیسے میں نے بتایا میں نے لاہور جانا ہے اس نے ایک برتھ پر کیلنڈر رکھے ایک پر چادر بچھا کر کہا سر یہ آپ کا بیڈ ہے اور سارے رستہ میں ہر اسٹیشن پر پوچھتا سر کچھ کھانے وغیرہ کے لیے لاؤں۔اس طرح لاہور تک سفر نہایت آرام سے گزر گیا۔لاہور سے ربوہ جا کر کیلنڈر مکرم قائد صاحب کے سپرد کر کے میں چناب ایکسپریس سے واپس روانہ ہو گیا۔

واپسی جب ریل گاڑی ایئر پورٹ تھانے کے سامنے آئی تو سگنل بند ہونے کی وجہ سے رک گئی۔ ائیر پورٹ پولیس اسٹیشن اور ریلوے لائن کے درمیان صرف 2 منٹ کا پیدل رستہ ہے،اور میں وہیں ٹرین سے اتر گیا جب تھانے کے گیٹ پر پہنچا تو اردلی سامنے کھڑا تھا اس نے دونوں ہاتھوں سے کہا صاحب جلدی آؤ میں گیا تو اس نے بتایا نئے ڈی ایس پی صاحب ایک گھنٹہ ہوا آئے ہیں اور آپ کا دو بار پوچھ چکے ہیں اور میں نے انہیں آپ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا اور سوچ رہا تھا کہ اگر اب

دوبارہ سوچ پوچھیں گے تو درخواست سامنے رکھ دوں گا آپ صاحب سے مل لیں
اب سوال یہ تھا کہ تھرڈ کلاس کے ڈبے میں سفر کر کے جب آدمی آئے تو حُلیہ کیا
ہو تا ہے کپڑے اور بال خاک آلود اور چہرہ بھی ایسا کہ پہچاننا مشکل۔ میں اندر چلا
گیا۔ صاحب نے سمجھا میں کوئی پبلک کا آدمی ہوں اور بغیر اجازت اندر آگیا ہوں
پوچھا ہاں کیا بات ہے میں نے اپنا نام بتایا تو وہ کہنے لگے تو آپ ہیں منظور صاحب اچھا
بھئی میں ہیڈ آفس جا رہا ہوں ایک وائیر لیس پیچ دے دیں کہ میں نے چارج لے لیا
ہے۔ باقی باتیں شام کو ہو نگی اور صاحب چلے گئے میں آج تک حیران ہوں انہوں
نے یہ نہیں پوچھا میاں کبڈی کھیل کر آ رہے ہو یا کشتی لڑ کر سیدھے یہاں ہی آ گئے
ہو۔ ایک اور فکر مجھے کھائے جا رہی تھی کہ میرے جانے سے پہلے آئی۔جی صاحب
کا پیغام ملا تھا کہ وہ آ رہے ہیں۔ ان کا پروگرام بھی موئخر ہو گیا اور میرے واپس
آنے کے ایک دن بعد وہ تشریف لائے۔ اب دیکھیں:

1۔ جس سپاہی کو چھٹی دی تھی اس کا اسی ٹرین سے جانا اور مل جانا اتنے وزن کا مسئلہ حل ہو جانا اور سفر آرام سے گزرنا۔

2۔ صاحب کا تین دن لیٹ ہو جانا۔

3۔ گاڑی کا میرے دفتر کے سامنے رک جانا ورنہ اسے ڈرگ روڈ جا کر رکنا چاہئے تھا۔

4۔ اردلی کا باہر کھڑے ہونا اور مجھے دیکھ لینا ورنہ میں گھر سے ہو کر آتا۔

5۔ صاحب کا اس حُلیہ میں یہ بھی نہ پوچھنا کہ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔ کہاں سے آ رہے ہو۔

6۔ میری غیر حاضری میں ہیڈ آفس کو میری ضرورت نہ پڑنا۔

7۔ آئی۔جی صاحب کے پروگرام کا موئخر ہو جانا اور ان کا میری واپسی کے بعد آنا۔

الغرض اتنی ساری باتیں محض اتفاق سے نہیں ہو سکتیں، لازماً ماننا پڑے گا کہ ایک زندہ خدا موجود ہے جس کی خاطر میں نے دنیا کی پرواہ نہ کی اور پھر اس نے ہر قدم پر میرے کاموں کو کرنے کے لیے فرشتے مقرر کر دیئے۔

## مکرم عبدالشکور صاحب اسلم صاحب کی سلسلہ کے کاموں کو مقدم رکھنے کی ایک اعلیٰ مثال

اوپر والے واقعہ میں مکرم عبدالشکور اسلم صاحب کا ذکر آیا ہے۔ آپ ہمارے قائد تھے اور خاکسار حلقہ ایئرپورٹ (ڈرگ کالونی) کا صدر جماعت، زعیم حلقہ اور نائب قائد تھا۔ مکرم اسلم صاحب سے خاکسار نے بہت کچھ سیکھا۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے دوست ہیں۔ ایک بار ہمارا سالانہ اجتماع ہو رہا تھا خاکسار ناظم اعلیٰ تھا۔ مجھے باہر لے گئے اور کہا درد دل سے دعا کرو میری بچی سخت بیمار ہے اگر اسے خدانخواستہ کچھ ہو گیا تو لوگ کہیں گے اس کی عدم توجہی کی وجہ سے ایسا ہوا ہے میں نے کہا میں ناظم اعلیٰ ہوں آپ فکر نہ کریں سب کام ان شاء اللہ ٹھیک رہیں گے آپ گھر سے ہو آئیں لیکن وہ نہیں گئے۔ پھر خدا تعالیٰ نے بھی انہیں اس کا اس رنگ میں اجر دیا کہ بچی کو اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی۔ عزیزہ کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مریم صدیقہ رکھا تھا۔ عزیزہ آجکل جرمنی میں ہیں اور مکرم شیخ کلیم اللہ صاحب نیشنل سیکرٹری وقف جدید کی اہلیہ ہیں۔

## چندہ نہ دیا مگر رشوت کے لیے رقم نکل آئی

بعض دفعہ خدا کا حق نہ دیا جائے تو کوئی اَور چٹی پڑ جاتی ہے۔ مکرم عبدالشکور صاحب اسلم کے ذکر سے اسی قسم کا ایک اَور دلچسپ واقعہ یاد آگیا ہے۔ میری زعامت میں

صرف 9 خدام تھے ان میں سے بھی تین بھائی عدم تعاون کرتے تھے اور چندہ بھی نہیں دیتے تھے۔ میں نے بڑی کوشش کی لیکن ان کا عدم تعاون کا سلسلہ جاری رہا۔ میں نے مکرم قائد صاحب سے ذکر کیا وہ میرے حلقہ کے دورہ پر آ گئے اور کہا چلو ان سے ملتے ہیں ان کے گھر گئے انہوں نے خوب خاطر کی اور بڑے اخلاق سے پیش آئے مکرم قائد صاحب نے کہا تم خواہ مخواہ شکایت کر رہے تھے یہ تو بڑے اچھے لوگ ہیں۔ میں نے کہا اسی طرح ہمیشہ مجھ سے بھی پیش آتے ہیں لیکن چندہ جماعت کا اور مجلس کا نہیں دیتے اور مکرم قائد صاحب کے ہو کر جانے کے بعد بھی انہوں نے چندہ نہیں دیا۔ ایک روز رات گیارہ بجے دروازے پر دستک ہوئی میں باہر نکلا تو وہ کھڑے تھے چوٹیں لگی ہوئی تھیں اور بتایا کہ ہمسایوں سے جھگڑا ہو گیا ہے رپورٹ درج کرانی ہے میں ساتھ گیا اور رپورٹ درج کرا دی اور سختی سے کہا رشوت نہیں دینی۔ انہوں نے سوچا سفارش سے کام پتہ نہیں ہو یا نہ ہو، ڈیوٹی افسر کو دو سو روپے نکال کر دے دیے۔ میں جب صبح دفتر گیا تو ایک کانسٹیبل نے مجھے بتایا کہ رات جس پارٹی کے ساتھ آپ آئے تھے، ڈیوٹی افسر نے اس سے دو سو روپیہ لے لیا تھا۔ میرا تو خون کھولنے لگ گیا کہ میرے آدمیوں کو بھی نہیں بخشا۔ میں نے ڈیوٹی افسر کو بلایا اور پوچھا۔ وہ کہنے لگا، میں تو نہیں لیتا تھا، وہ زبردستی دے گئے ہیں۔ میں نے کہا نکالو دو سو روپیہ۔ اس نے فوراً نکال کر میرے سامنے رکھ دیے۔ میں نے گھر آ کر پہلے جتنا ان کا چندوں کا بقایا تھا، اس کی رسیدیں کاٹیں پھر ان کو بلایا اور پوچھا، چندہ کب دو گے؟ کہنے لگے ان شاء اللہ دے دیں گے۔ اور پہلے کی طرح پھر ٹال دیا۔ میں نے کہا چندے کے لیے تو آپ کے پاس پیسے نہیں لیکن رشوت دینے کے لیے ہیں اور رسیدیں نکال کر انہیں دے دیں۔ وہ بڑے نادم ہوئے مگر اس سے اتنا فائدہ ضرور ہو گیا کہ انہوں نے چندہ دینا شروع کر دیا۔

## عیدو کی عیدی

اوپر والے ایک واقعہ میں بتایا گیا ہے کہ آفس اردلی نے میرا کیسا ساتھ دیا یعنی میری رخصت کی درخواست آخر وقت تک افسر مجاز کو نہیں دکھائی کہ اس سے اس پر کوئی برا اثر پیدا نہ ہو۔ اصل میں میرا جب بھی ٹرانسفر ہوا، میں نے اپنے چپڑاسی یا آفس اردلی کو روتے ہوئے دیکھا۔ اس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ پولیس جیسے محکمہ میں جہاں ماتحتوں سے عموماً رعب سے کام چلایا جاتا ہے، میں نے ہمیشہ انہیں اپنے جیسا انسان سمجھتے ہوئے ان سے محبت اور پیار کا سلوک کیا، ان کے دکھ درد میں شامل ہوا۔ پھر اگر کوئی بے تکلف افسر آجاتا اور اس کے لیے چائے وغیرہ آتی تو وہ بھی چپڑاسی کو کچھ نہ کچھ دے جاتا۔ میرا سب سے پہلا چپڑاسی عید محمد عرف عیدو تھا۔ وہ میرے ساتھ اس قدر مانوس ہو گیا تھا کہ میں جہاں بھی تبادلہ پر گیا، وہ مجھے وہاں سلام کرنے آتا تھا۔ اسی طرح عید پر اپنی عیدی لینے گھر پر آجایا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ملازمت چھوڑنے کے بعد بھی اس نے اس میں کبھی ناغہ نہیں کیا۔ اہلیہ بھی عید کے بجٹ میں عیدو کی عیدی کا خیال رکھتی تھیں۔

## کیا ہوا اگر ایک بھنگن مر گئی

اس کے مقابلے میں دوسروں کی بھی ایک مثال دیتا ہوں۔ میرا ایک ماتحت عیسائی تھا۔ اس کا نام ایس۔ ایم گل تھا۔ ایک روز اس کی درخواست آئی کہ اس کی بیٹی فوت ہو گئی ہے، اس لیے وہ دفتر میں نہیں آسکے گا۔ میں نے باقی ساتھیوں کو بتایا اور تحریک کی کہ ان کے گھر جانا چاہیے۔ ایک ساتھی کہنے لگا، کیا ہوا ایک بھنگن ہی کم ہو گئی ہے نا۔ اس کی یہ بات سن کر مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ چنانچہ میں اکیلا ہی گل صاحب کے گھر چلا گیا۔ اس وقت وہ جنازہ لے کر گورا قبرستان (انگریزوں کے دور

سے عیسائیوں کے قبرستان کو گورا قبرستان کہا جاتا ہے (جا رہے تھے۔ میں نے ان سے تعزیت کی اور کہا کہ جنازہ تو میں نے پڑھنا نہیں۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیں۔ میں گھر پر رہتا ہوں۔ انہوں نے میرا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور بعد میں اپنی بیگم کو ساتھ لے کر ہمارے گھر بھی آئے اور کہا کہ میں ایک بار پھر شکریہ ادا کرنے آیا ہوں۔ پورے دفتر سے اور کوئی اس کے ہاں تعزیت کے لیے نہیں گیا تھا۔ یہ انسانی تقاضے ہوتے ہیں جن کا خیال رکھنے کا اسلام بھی حکم دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ایک دفعہ ایک یہودی کا جنازہ جا رہا تھا۔ آپ بیٹھے تھے، کھڑے ہو گئے اور جب تک وہ جنازہ گزر نہیں گیا، آپ کھڑے رہے۔

## اللہ تعالیٰ نے مدد کے لیے اسے مقرر کر دیا جس سے تنازعہ چل رہا تھا

یہ اس وقت کی بات ہے جب ابھی ڈرگ کالونی میں ہماری مسجد نہ تھی اور ہم باری باری مختلف گھروں میں اجلاس کیا کرتے تھے۔ ایک روز مجلس عاملہ کا اجلاس تھا۔ میں گھر میں صرف یہ کہہ کر چلا گیا کہ اجلاس ہے۔ کہاں ہے، کس کے گھر ہے، یہ نہیں بتایا۔ ہمارے ایک ہمسائے تھے جن سے ہمارا کچھ تنازعہ تھا۔ تنازعہ کی وجہ بھی دلچسپ تھی۔ انہوں نے مرغیاں پال رکھی تھیں۔ ان مرغیوں کو ہمسائی اس دیوار پر بٹھا دیتی جو مشترکہ تھی۔ اس طرح مرغیوں کی بیٹھیں ہمارے صحن میں بھی گرتی رہتی تھیں اور ہمیں ہر روز صفائی کرنی پڑتی۔ اہلیہ نے ہمسائی سے شکوہ بھی کیا لیکن اس نے سنی اَن سنی کر دی۔ وہ لوگ پٹھان تھے، پنجابی نہیں سمجھتے تھے۔ ایک روز اہلیہ کہنے لگی، آج میں بھی اپنی مرغیاں اسی دیوار پر بٹھاؤں گی۔ میں نے سختی سے کہا، اگر وہ لوگ اپنے آپ کو اچھا ہمسایہ ثابت نہیں کر رہے تو ہم کیوں برے

بنیں۔ یہ بات ہمارے ہمسائے نے بھی سن لی یعنی اس کا مفہوم سمجھ گیا۔ اس پر اس کا بہت اثر ہوا۔ چنانچہ وہ اپنی بیوی پر بہت ناراض ہوا کہ کتنے اچھے ہمسائے ہیں، اگر آج کے بعد تو نے مرغیاں اس دیوار پر بٹھائیں تو سب ذبح کر کے کھا جاؤں گا۔ اتنے اچھے ہمسایوں کو ناراض نہیں کرنا چاہئے۔ اس سے وہ مسئلہ تو حل ہو گیا مگر ہمسائی ناراض ہو گئی۔ اب جس دن میں میٹنگ میں تھا تو عزیزہ طاہرہ نصرت جو اُس وقت غالباً سال ڈیڑھ سال کی ہو گی، اس نے پاؤں کے بل چل کر چولہے پر پڑی دیگچی جس میں پانی اُبل رہا تھا، اپنے اوپر گرا لی جس سے اس کا جسم مختلف جگہوں سے جل گیا۔ بچی کے رونے سے اور اہلیہ کی آوازوں سے ہمسائی نے اندازہ لگا لیا کہ ان کے گھر کچھ ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہ آئی اور پوچھا کیا ہوا۔ اہلیہ نے بتایا کہ اس طرح بچی جل گئی ہے۔ پٹھان لوگ پردہ کے بڑے پابند ہوتے ہیں مگر اس عورت نے کسی بات کی پرواہ نہ کی۔ باہر جا کر رکشہ روکا اور اہلیہ کو ساتھ لے کر ڈاکٹر کے پاس لے گئی۔ جب اہلیہ جا رہی تھی تو مکرم مبشر احمد صاحب باجوہ مرحوم آ گئے۔ حادثے کا علم ہونے پر انہوں نے اہلیہ سے پوچھا، شاد صاحب کہاں ہیں۔ اہلیہ نے بتایا کہیں اجلاس میں گئے ہیں، مجھے پتہ نہیں کہاں۔ مکرم باجوہ صاحب کے پاس سائیکل تھی۔ انہوں نے مجھے ڈھونڈ نکالا اور میں بھی پہنچ گیا۔ الحمد للہ کہ ابتدائی طبی امداد فوراً مل گئی۔ اور بچی جلد صحت یاب ہو گئی۔ مکرم مبشر باجوہ صاحب ایک انتہائی فدائی خادم سلسلہ تھے، پہلے کراچی اور پھر جرمنی میں آپ کو گراں قدر خدمات کی توفیق عطا ہوئی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ آپ کا خاص تعلق تھا، جس کی عکاسی کلام طاہر میں شامل اکلوتی پنجابی نظم

شاوا سوہنے یار مبشر" سے بھی ہوتا ہے

### میرا پہلا خطبہ جمعہ

67-1966 کی بات ہے کہ مکرم متقی محمد حسین صاحب حلقہ ڈرگ روڈ کے صدر ہوا کرتے تھے اور خاکسار اس حلقہ کا جنرل سیکرٹری تھا۔ مکرم متقی صاحب واقعی متقی انسان تھے مگر پڑھے لکھے نہیں تھے۔ مجلس عاملہ کے اجلاس میں یہ مسئلہ پیش ہوا کہ مکرم صدر صاحب خطبہ نہیں دے سکتے تو کون دے۔ کسی نے کہا پھر جنرل سیکرٹری دے اور اتفاق رائے سے یہی فیصلہ ہو گیا۔ خطبہ الفضل اخبار سے سنایا جاتا تھا۔ چنانچہ میں الفضل کا پرچہ دفتر لے گیا۔ راستے میں لوکل ٹرین میں بھی کئی بار اسے پڑھا۔ پھر باہر جنگل میں جا کر زور زور سے پریکٹس کی۔ جب نماز کا وقت آیا اور مَیں نے خطبہ پڑھنا شروع کیا تو میری ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ پھر خطبہ ثانیہ میں بجائے مسنون کلمات کے میں نے کھانا کھانے کے بعد کی دعا پڑھ دی۔ ظاہر ہے کہ اس دعا میں بھی الحمد اللہ کے الفاظ آتے ہیں۔ میرے یہ دعا پڑھنے پر نمازی ہنسنے لگ گئے ۔ لیکن مجھے پتہ نہیں چلا کہ وہ کیوں ہنس رہے ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو تبصرے ہونے لگے۔ کسی نے یہ بھی کہہ دیا کہ معلوم ہوتا ہے شاد صاحب کو بھوک لگی ہوئی تھی۔ تو یہ تھا میرا پہلا خطبہ جمعہ۔ اس کے بعد ایک لمبے عرصہ تک مَیں ہی نماز جمعہ پڑھاتا اور خطبہ دیتا رہا۔

### میرا پہلا خطبہ نکاح

1975ء کی بات ہے کہ ہمارے ایک دوست مکرم حاجی غلام رسول صاحب مرحوم کہنے لگے، میری بیٹی کا نکاح ہے اور نکاح کا اعلان آپ سے کرانا ہے۔ میں نے کہا، یہاں اتنے مربیان ہیں، کسی سے کہہ دیں۔ وہ نکاح پڑھ دیں گے۔ لیکن وہ نہ مانے۔ انہوں نے کہا، میرے کافی غیر احمدی دوست بھی اس میں شامل ہونگے۔

اس لیے خطبہ تبلیغی نوعیت کا ہونا چاہئے۔ جب قرعہ مجھ پر ہی پڑ گیا تو میں نے خطبہ دیا اور قُولُوا قَوْلاً سَدِیدًا کے حوالہ سے بتایا کہ میاں بیوی اور ان دونوں کے خاندانوں میں بعد میں ہونے والے تنازعات کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اس الٰہی حکم کی روشنی میں معاملات طے نہیں کئے جاتے۔ آج فرد فرد سے، قوم قوم سے اور ملک ملک سے جو برسرپیکار ہیں، اس کی بڑی وجہ قول سدید کے الٰہی حکم کو نظر انداز کرنا ہے۔ لوگوں نے میرا یہ خطبہ نکاح بہت پسند کیا۔ جب میں باہر نکلا تو مکرم حاجی صاحب نے چالیس روپے نکال کر مجھے دیئے۔ میں نے بہت انکار کیا اور بتایا کہ جماعت میں نہ اس کا رواج ہے اور نہ اس کی اجازت لیکن وہ نہ مانے۔ جس پر میں نے وہ رقم ان سے لے لی اور گھر آکر سیکرٹری صاحب مال کو یہ کہہ کر بھجوادی کہ اگر کسی مد میں مکرم حاجی صاحب کا بقایا ہو تو رسید کاٹ کر بھجوادیں، اگر بقایا نہ ہو تو صدقہ کی مد میں رسید کاٹ کر انہیں دے دیں۔

### چھ چھ ماہ پہلے نکاح کا اعلان کرنے کی فرمائش

بعد میں جب مکرم امیر صاحب نے احمدیہ ہال میں بھی میری خطبہ جمعہ پڑھانے کی ڈیوٹی لگادی۔ وہاں نکاحوں کا بھی اعلان ہوتا تھا۔ چنانچہ اُس دور میں چند ایسے بھی نکاح خاکسار نے پڑھائے کہ کافی عرصہ پہلے لوگوں نے کہا تھا کہ نکاح آپ سے پڑھوانا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک بار مجھے کراچی سے پنجاب جانا پڑا۔ اسی طرح ایک بار اندرون سندھ گیا۔ ان ہر دو نکاحوں کے موقعہ پر مربیان کرام بھی موجود تھے۔ بلکہ ایک موقعہ پر تو بہت سینئر مربی صاحب موجود تھے جنہیں دولہا والے بارات کے ساتھ لائے تھے۔ ان سے مجھے معذرت کرنا پڑی۔

## میرے بعض مہربان پولیس افسران

### نثار احمد صاحب چیمہ

میری ملازمت کے دوران پولیس کے جن افسران نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا، ان میں جناب نثار احمد صاحب چیمہ سر فہرست ہیں۔ یہ وہی چیمہ صاحب ہیں جو پنجاب کے انسپکٹر جنرل پولیس رہ چکے ہیں اور جنہوں نے بحیثیت آئی۔جی۔پنجاب اسلم قریشی کو بر آمد کیا تھا۔ اسلم قریشی، جیسا کے سب احباب جانتے ہیں، گھر سے غائب ہو گیا تھا۔ اس کی گمشدگی کو غیر احمدی مخالفین نے ایسا مسئلہ بنا لیا کہ اس کا الزام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابعؒ پر عائد کر کے آپ کے خلاف مقدمہ درج کرا دیا گیا۔ جناب چیمہ صاحب نے اس اسلم قریشی کو کیسے اور کہاں سے بر آمد کر کے پاکستان ٹی۔وی پر اس کا انٹرویو نشر کروایا، ایک لمبا قصہ ہے۔ یہ کام چیمہ صاحب جیسا ایک فرض شناس اور دلیر افسر ہی کر سکتا تھا۔

### بغیر چٹ کوئی اندر نہ آئے

جناب چیمہ صاحب سے تعلق رکھنے والے ایک اَور واقعہ کا بیان بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب جناب چیمہ صاحب نے کراچی میں ایس۔پی ایسٹ تھے۔ ایک موقع پر آپ نے اپنے اردلی سے کہا کہ بغیر چٹ کے کوئی اندر نہ آئے۔ یعنی پہلے چٹ لکھ کر دے کہ کون ہے اور کیا کام ہے۔ تھوڑی دیر بعد چیمہ صاحب کے بڑے بھائی اور ایک مشہور سیاسی لیڈر جناب منظور وٹو نوالہ آ گئے۔ اردلی نے روکا کہ چٹ لکھ کر دیں۔ اس پر وہ دونوں صاحبان ناراض ہو کر چلے گئے۔ چیمہ صاحب کے بھائی نے واپس جا کر بذریعہ فون شکوہ کیا کہ آپ کے اردلی نے ہماری بے عزتی کی ہے اور ہمیں اندر نہیں جانے دیا گیا۔ چیمہ صاحب نے کہا،

اگر ایس۔پی ایسٹ سے ملنا ہو تو چٹ ضروری ہے۔ اگر نثار احمد چیمہ سے ملنا ہو تو گھر پر مل سکتے ہیں۔ چیمہ صاحب ڈسپلن کے اتنے سخت تھے کہ ڈی۔ایس۔پی بھی اردلی سے صاحب کے موڈ کے بارہ میں پوچھ کر اندر جاتے تھے۔ میں نے ان کی ماتحتی میں بہت کچھ سیکھا۔ میرے بارہ میں جن ریمارکس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، وہ چیمہ صاحب ہی نے دیے تھے۔

## چودھری محمد علی صاحب

دوسرے پولیس افسر جن سے میں متاثر ہوا، وہ چودھری محمد علی صاحب تھے۔ ان کا تعلق مشرق پاکستان سے تھا۔ بہت دلیر افسر تھے۔ ان کے کچھ دلچسپ واقعات کا بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

پہلا واقعہ: ایک بار جب وہ ایس۔پی ایسٹ تھے تو کلفٹن میں ایک قتل ہو گیا۔ ڈی۔آئی۔جی میاں بشیر احمد صاحب جو بعد میں آئی۔جی ہو گئے اور پھر انگلستان میں ڈپٹی ہائی کمشنر مقرر ہوئے، کا فون آیا کہ اس قتل کی کیس فائل میرے سامنے پیش کی جائے۔ میاں بشیر احمد صاحب کو گالیاں دینے کی عادت تھی۔ ایس۔پی صاحب نے مجھے کہا، یہ فائل لے جاؤ۔ میں خاموشی سے کھڑا رہا۔ وہ سمجھ گئے یہ نہیں جانا چاہتا۔ کہنے لگے کیوں کیا بات ہے؟ میں نے کہا ڈی۔آئی۔جی صاحب گالیاں دیتے ہیں اگر مجھے گالی دی تو میں تو برداشت نہیں کر سکوں گا۔ کہنے لگے تم محمد علی کے دفتر میں کام کرتے ہو، جاؤ۔ اگر گالی دے تو مجھے بتانا۔ حکم حاکم میں چلا گیا۔ وہاں اردلی سے کہا، صاحب کو میرا بتاؤ کہ میں کرائم برانچ ایسٹ سے کلفٹن قتل کی فائل لایا ہوں۔ میں نے اپنا بطور خاص اس لیے بتانے کو کہا کہ ڈی۔آئی۔جی صاحب کہیں گے، میں نے تو ایس۔پی کو بلایا ہے اور اس طرح میری جان چھوٹ

جائے گی۔ لیکن ڈی۔ آئی۔جی صاحب نے اندر بلالیا۔ میں فائل سامنے رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے ایک دو سوال کئے۔ میں نے جواب دیے۔ کہنے لگے ٹھیک ہے۔ واپس آکر میں نے ایس۔پی صاحب کو بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ مگر انہوں نے مجھے خود بلالیا اور پوچھا کیا ہوا میں نے جس قدر بات ہوئی تھی، انہیں بتا دی۔ کہنے لگے، وہ بھی آدمی دیکھ کر گالی دیتا ہے۔ اسے پتہ تھا، تم میرے دفتر میں کام کرتے ہو۔

ڈی۔ آئی۔جی صاحب کا ذکر چلا ہے تو گالی دینے کا ایک اور دلچسپ واقعہ بھی سن لیں ایک بار تمام ایس۔پی صاحبان کی میٹنگ تھی۔ڈی۔ آئی۔جی صاحب نے ایک اردو بولنے والے ایس۔پی سے اپنی عادت کے مطابق کہہ دیا،" کھوتے دا پتر"(گدھے کا بچہ)۔اور وہ بے چارہ سمجھا ہی نہیں کہ انہوں نے کیا کہا۔۔جب میٹنگ ختم ہوئی تو برآمدے میں آکر ایک شرارتی ایس۔پی نے اسے کہا، تمہیں پتہ ہے، ڈی۔ آئی۔جی نے تم سے کیا کہا۔ وہ کہنے لگا، نہیں۔اس پر پہلے ایس۔پی نے "کھوتے دا پتر" کا انگلش میں ترجمہ کر کے اسے بتایا۔ یہ سن کر وہ ایس۔پی جسے گالی دی گئی تھی، اسی وقت اندر گیا اور ڈی۔ آئی۔جی۔ سے یوں مخاطب ہوا۔"یو کھوتے دا پتر۔یور فادر کھوتے دا پتر" ڈی۔ آئی۔جی۔ صاحب ہنس ہنس کر دوہرے ہو گئے اور پوچھا، تمہیں یہ کس نے بتایا ہے۔ اس نے اس ایس۔پی کا نام لیا۔ ڈی۔ آئی۔جی کہنے لگے، جاؤ اسے بتادو کہ وہ بھی کھوتے دا پتر۔ الغرض اس قسم کی گالیاں دینا ان کا تکیہ کلام بن چکا تھا۔

دوسرا واقعہ: چودھری محمد علی صاحب کی پوسٹنگ ڈسٹرکٹ ویسٹ میں تھی۔وہ ایک کلرک پر وہ بہت اعتماد کرتے تھے۔اور وہ بڑے فخر سے لوگوں کو بتاتا تھا کہ صاحب میری ڈاک آنکھیں بند کر کے دستخط کرتے ہیں۔ایک بار اسے ایک

شرارت سُوجھی۔ اس نے صاحب کی طرف سے استعفیٰ لکھ کر ڈاک میں بھجوادیا اور وہ دستخط ہو کر آ گیا۔ پھر کیا تھا، وہ کلرک پھولے نہیں سمارہا تھا اور سب کو بڑے فخر سے بتارہا تھا کہ میں نے ایسا کیا اور صاحب کو کچھ پتہ نہیں لگا۔ کچھ دنوں کے بعد اس نے ان کی طرف سے دوبارہ استعفیٰ لکھ کر ڈاک میں رکھ دیا۔ اس پر چودھری صاحب نے لکھا کہ اتنے دن پہلے جو استعفیٰ پر دستخط کیئے تھے، اس کا کیا بنا۔ یہ پڑھ کر اس کلرک کا رنگ اڑ گیا۔ اب تو وہ ڈاک لے کر اندر جاتے ہوئے بھی ڈرتا اور شرم محسوس کرتا تھا۔ لیکن صاحب بھی ایسے زندہ دل واقعہ ہوئے تھے کہ انہوں نے اسے کچھ نہیں کہا۔

تیسرا واقعہ: ایک اور بہت ہی دلچسپ واقعہ ان کی زندہ دلی کا بیان کرتا ہوں۔ ایک بار چودھری صاحب کا صبح فون آ گیا کہ وہ چھٹی پر ہیں اور دفتر نہیں آئینگے۔ ایک سپاہی کسی ہنگامی ضرورت کے تحت چھٹی لینے کے لیے آیا۔ اردلی نے بتایا کہ صاحب تو چھٹی پر ہیں۔ اس نے بہت منت سماجت کی کہ کچھ کرو۔ اردلی کہنے لگا، اچھا، میں یہ کرتا ہوں کہ صاحب کی کرسی پر بیٹھ جاتا ہوں، تم پیش ہو جاؤ۔ میں چھٹی منظور کر دوں گا۔ اردلی ایس پی صاحب کی کرسی پر بیٹھ گیا اور سپاہی سامنے درخواست لے کر کھڑا ہو گیا۔ اردلی نے درخواست پر لکھا، چھٹی منظور کی جاتی ہے۔ اتنے میں چودھری صاحب کسی ضرورت کے تحت اچانک دفتر میں آ گئے اور اردلی کو اپنی کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر حیران ہو گئے۔ اب ہر کوئی اندازہ کر سکتا ہے کہ اردلی اور سپاہی کا کیا حال ہوا ہو گا۔ اردلی تھر تھر کانپ رہا تھا۔ صاحب نے پوچھا، یہ سب کیا ہے۔ اردلی نے سچ سچ سب کچھ بتادیا۔ صاحب نے سروس شیٹ کلرک کو بلایا اور کہا، یہ چھٹی منظور ہے کیونکہ اردلی نے میری کرسی استعمال کی ہے۔ چنانچہ دفتر والوں نے اسی پر چھٹی کا حکم جاری کر دیا۔

چوتھا واقعہ: خاکسار کا پہلا بیٹا عزیزم ادریس احمد جس کی عمر چند ماہ تھی، 1963 میں فوت ہو گیا۔ ظاہر ہے میں اس پریشانی میں درخواست نہیں بھجوا سکا تھا۔ تین روز بعد میں گیا تو درخواست دی۔ اس پر آفس سپرنٹنڈنٹ نے لکھا، یہ بغیر اطلاع کے غیر حاضر ہوا ہے، تین دن کی چھٹی بغیر تنخواہ کے منظور کی جائے۔ اس پر صاحب (چودھری محمد علی) نے لکھا:

Seen. Sorry to hear this sad news. Leave granted.

یعنی میں نے دیکھ لیا ہے۔ مجھے اس افسوسناک خبر سے دکھ ہوا ہے۔ چھٹی منظور کی جاتی ہے

الغرض وہ نہائیت ہی دلیر۔ مہربان اور ما تحت پرور افسر تھے۔ یہاں سے ڈی۔ آئی۔ جی بن کر ڈھاکہ گئے تھے کہ پھر مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔ اس کے بعد ان کا کچھ پتہ نہیں۔

## حاجی فضل محمود صاحب

فضل محمود صاحب بڑے تقویٰ شعاراور باریش افسر تھے۔ ان میں پہلے سب برائیاں پائی جاتی تھیں لیکن توبہ کی توفیق پائی۔ ان کے دو واقعات بیان کرنا چاہونگا۔ ایک بار میں اندر ڈاک دستخط کرانے کے لیے لے گیا تو دیکھا کہ صاحب قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر قرآن کریم بند کر کے رکھ دیا اور ڈاک دیکھنی شروع کر دی۔ میں نے پوچھا، اس وقت قرآن پڑھنا زیادہ بہتر تھا یا ڈاک پر دستخط کرنا۔ تو اس کے جواب میں ایک سنہری بات کی۔ فرمایا: تلاوت سنت ہے جب کہ ڈاک پر دستخط کرنا فرض ہے۔

ایک بار صاحب بنگلے پر ایک عام سی چارپائی پر لیٹے تھے کہ ایک تھانے سے سپاہی ڈاک لے کر آ گیا۔ اس نے یہ خیال کیا کہ یہ صاحب کا اردلی ہے۔ کہنے لگا، اوئے اٹھ، تمہارا ایس پی کہاں ہے، ڈاک دینی ہے۔ صاحب کہنے لگے، بیٹا! میں ہی ایس پی ہوں۔ ڈاک یہاں رکھ دو۔ ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ سپاہی کا کیا حال ہوا ہو گا۔

## ہیڈ کانسٹیبل فضل محمد۔ پکوڑے فروخت کر کے رزق حلال کمانا

خاکسار کا تبادلہ جب ایئر پورٹ ڈی۔ ایس۔ پی کے دفتر میں ہوا تو وہاں ایک ہیڈ کانسٹیبل بطور محرر کام کرتے تھے۔ ان کا کام تھا ڈاک بھجوانا۔ رمضان المبارک سے قبل ایک دن وہ میرے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے۔ کہنے لگے، رمضان کے مہینہ میں مجھے روزانہ 12 بجے چھٹی دے دیا کریں۔ میں نے کہا، ایک دن، دو دن، تین دن تو ہو سکتا ہے۔ پورا رمضان نہیں۔ وہ یہ سن کر خاموشی کے ساتھ اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گئے۔ مجھے ایک ساتھی نے کہا، اس سے پوچھ تو لیتے، کیوں پورا رمضان چھٹی مانگ رہے ہو۔ میں نے انہیں بلا کر پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میں بھی آپ کی طرح رشوت نہیں لیتا۔ اسی لیے کسی تھانے پر ڈیوٹی نہیں لگواتا۔ رمضان کے دنوں میں لارنس روڈ پر ایک جگہ میں پکوڑے بنا کر فرخت کرتا ہوں۔ میری بیوی میرے جانے سے قبل سامان تیار کر دیتی ہے۔ مَیں وہاں چلا جاتا ہوں۔ میرے پکوڑے بہت پسند کئے جاتے ہیں۔ بہت دور دور سے لوگ لینے آتے ہیں۔ اس طرح چھ ماہ کا خرچ میں کما لیتا ہوں۔ عید بھی اچھی گزر جاتی ہے۔ میں نے ان سے معذرت کی اور پورا مہینہ 12 بجے کے بعد چھٹی کرنے کی اجازت دے دی۔

## اے۔ ایس۔ ایم۔ عثمان صاحب، ایس۔ پی

اے۔ ایس۔ ایم عثمان صاحب کا تعلق بھی سابقہ بنگلہ دیش سے تھا۔ اردو بالکل پٹھانوں کی طرح بولتے تھے۔ بہت ہی سادہ مزاج افسر تھے۔ ان کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار ڈی۔ آئی۔ جی نے ایک سکواڈ بنایا جو چیکنگ کرتا تھا اور جس کی وردی گندی ہو، بال بڑھے ہوئے ہوں یا اس قسم کی کوئی اَور غلطی ہو، ان کی فہرست متعلقہ ایس۔ پی کو بھجوادی جاتی تھی تاکہ ان کے خلاف کاروائی کی جائے۔ ایک بار بیس پچیس سپاہیوں اور ہیڈ کانسٹیبلوں کی فہرست آئی۔ میں نے سب کو بلایا۔ وہ لوگ برآمدے میں کھڑے تھے کہ صاحب آگئے اور پوچھا یہ سب لوگ کیسے آیا۔ اردلی نے بتایا کہ منظور صاحب نے بلایا ہے۔ کہا بلاؤ اسے۔ میں گیا اور صاحب کو بتایا کہ یہ لوگ کیوں بلائے گئے ہیں۔ کہنے لگے، پھر ان کا کیا کرنا ہے؟ میں نے کہا کہ موقع محل کے مطابق کسی کو معاف کردیں، کسی کو سزا دے دیں۔ کہنے لگے اچھا، باہر دو لائینوں میں کھڑا کر دو۔ میں باہر آؤں گا۔ میں نے کھڑا کر دیا۔ صاحب باہر آئے اور کہا ادھر والا سزا، ادھر والا معاف۔ اور یہ کہہ کر اندر چلے گئے۔ اب جس لائین کو معاف کہا گیا تھا، وہ تو ایک منٹ ضائع کئے بغیر ساتھ والی سیڑھیوں سے نیچے اتر گئے۔ سزا والوں نے میرا گھیراؤ کر لیا کہ ہمیں بھی معاف کراؤ۔ میں اندر گیا اور صاحب سے کہا، یہ آپ نے کیا کیا؟ کہنے لگے، تم نے ہی کہا تھا کچھ کو سزا دو، کچھ کو معاف کر دو۔ میں نے کہا، میرا تو یہ مطلب تھا کہ ان کی بات سن کر ہر ایک کے بارے میں الگ الگ فیصلہ کریں۔ کہنے لگے، اچھا اب کیا کرنا ہے۔ میں نے کہا ان کو بھی معاف کر دیں کہنے لگے، ہاں ٹھیک ہے اور سب کو معاف کر دیا۔

## ڈی۔ایس۔پی سید ظفر اقبال صاحب

ڈی۔ایس۔پی سید ظفر اقبال بھی اپنی مثال آپ تھے۔ ان کی ماتحتی میں میں نے لیاقت آباد میں کام کیا۔بڑے دلیر افسر تھے۔ جماعت کراچی کے ایک بزرگ کیپٹن سید افتخار حسین صاحب (بعدہٗ ریٹائرڈ سیشن جج) قاضی جماعت احمدیہ کے عزیزوں میں سے تھے لیکن خود احمدی نہ تھے رشوت کے زیر عنوان جو منگھو پیر تھانے کا واقعہ لکھا ہے، وہ ان ہی سے تعلق رکھتا ہے۔علاوہ ازیں چند دیگر واقعات جو ان سے تعلق رکھتے ہیں، یہاں لکھے جا رہے ہیں۔

## فلم دیکھنا اسلامی فعل۔ جشن ختم نبوّت

1974ء کا فیصلہ جس میں جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا، ہونے پر ملک کے کئی شہروں میں جشن منایا گیا اور مٹھائیاں تقسیم کی گئیں۔ اورنگی ٹاؤن میں لوگوں نے چندہ جمع کیا کہ جشن منایا جائے جب رقم جمع ہو گئی تو اس بات پر جھگڑا ہو گیا کہ جشن کیسے منایا جائے۔ ایک گروپ کہتا تھا کہ کنجریاں نچائی جائیں۔دوسرا کہتا تھا، یہ غیر اسلامی فعل ہے، فلم دکھائی جائے۔اس پر دونوں پارٹیوں میں فساد ہو گیا اور فساد کی رپورٹ ہمارے دفتر میں آئی۔عام حالات میں میں خود لکھ دیتا تھا کہ یہ کاروائی کی جائے۔ لیکن چونکہ معاملہ کا تعلق مخالفین جماعت سے تھا، اس لیے میں نے خود کچھ نہ لکھا اور کاغذات صاحب کے پاس بھجوا دیے۔مجھے بلایا اور ایک بڑی گالی دے کر کہا، ان دونوں گروپوں کو بند کر دیں۔آئے بڑے جشن منانے والے۔

## ہمارا پاکستان اوران پڑھ وزیر

ایک صوبائی وزیر کے خلاف ایک بد اخلاقی کی درخواست آگئی۔ میں نے کہا، یہ تو اوپر کے لیول پر ہی تحقیق ہونی چاہئے تھی۔ ہم کیا کریں۔ کہنے لگے، تحقیق کریں ۔ ہمیں اوپر سے حکم ملا ہے۔ بلائیں اس وزیر کو۔ میں نے وزیر کے سیکرٹری سے کہا کہ فلاں تاریخ اور فلاں وقت کو وہ ہمارے دفتر تشریف لے آئیں ایک ضروری معاملہ میں بات کرنی ہے۔ وزیر صاحب تشریف لے آئے ۔ تعارف ہوا۔ میں ٹائپ رائٹر لے کر بیٹھ گیا کہ وزیر صاحب جو بیان لکھائیں گے، ساتھ ساتھ ٹائپ کر تا جاؤ نگا۔ میں نے درخواست پڑھ کر سنائی اور ان سے کہا کہ سر لکھائیں۔ کہنے لگے، سائیں خود ہی لکھو۔ بابا ہم بتا دیتے ہیں۔ میں نے ٹائپ رائیٹر ایک طرف کر دیا اور ہاتھ سے اردو میں لکھنا شروع کر دیا۔ جب بیان لکھا جا چکا تو میں نے آگے رکھا اور کہا، سر اس پر دستخط کر دیں۔ ان کا نام محمد سے شروع ہو تا تھا۔ انہوں نے پہلے م بنایا۔ پھر ایک لکیر نیچے اور پھر بائیں طرف کھینچی پھر ایک م بنایا اور پھر آخر پر د لکھ دیا۔ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے مجھ سے ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو رہی تھی۔

## اُمتی کسی سید کے خلاف تحقیق نہیں کر سکتا۔ نہلے پہ دہلا

ہمارے ملک میں مثل ہے بلکہ ایک اندھا اعتقاد ہے کہ امتی سید کے برابر نہیں ہو سکتا۔ پاکستان سے باہر جانے اور بیرونی ممالک میں ملازمت کے مواقع تلاش کرنے کا ایک ایسا جنون ہمارے ملک میں پیدا ہو چکا ہے کہ ایجنٹوں کے وارے نیارے ہو گئے ہیں ۔ اس طرح پر کئی لوگ جھوٹے ایجنٹوں کے چکر میں آکر لاکھوں کا نقصان بھی اٹھا چکے ہیں۔ ایک بار ایک ایسا ہی ایجنٹ گجرات لکھنوال کے علاقہ سے پچاس آدمیوں سے پانچ پانچ ہزار روپے لے کر اور انہیں بیرون پاکستان بھجوانے کا جھانسہ دے کر کراچی لے آیا۔ یہاں آکر اس نے نارتھ ناظم آباد میں

گھر لے لیا اور اس پر پیپلز پارٹی کا جھنڈا لگا دیا۔ اب کوئی قریب نہ آپائے، کیونکہ پیپلز پارٹی کی حکومت تھی۔ اس ایجنٹ کے خلاف درخواست آگئی۔ غالباً اس کا نام سید طالب حسین تھا۔ صاحب نے یہ انکوائیری میرے نام لکھ دی اور کہا کہ لوٹنے والا گجرات کا آدمی ہے اور گجرات ہی کے لٹنے والے ہیں۔ اس لیے گجرات کا آدمی ہی اس کی تحقیق کرے۔ میں نے یہ درخواست یہ لکھ کر واپس کر دی کہ لوٹنے والا سید ہے، اس کے خلاف امتی کاروائی نہیں کر سکتا، اس لیے آپ خود کاروائی کریں۔ صاحب کہنے لگے، اسے کہتے ہیں نہلے پہ دہلا۔

## ڈی۔ ایس۔ پی کنور یونس علی خاں صاحب

کنور یونس علی خاں صاحب ڈی۔ ایس۔ پی بھی مجھ سے پیار کرنے والے افسر تھے۔ سات زبانوں پر انہیں عبور حاصل تھا۔ بہت نفیس طبیعت کے مالک تھے۔ علی گڑھ یونیورسٹی سے گریجوایشن کی ہوئی تھی۔ کہا کرتے تھے، حضرت مرزا صاحب کے ایک پوتے ان کے کلاس فیلو رہے ہیں۔ وہ ان سے بہت متاثر تھے۔ ایئرپورٹ پر ان کے ساتھ کام کا موقع ملا۔ ان کے ساتھ کام کے دوران چند ایسے دلچسپ واقعات ہوئے جن کا بیان کرنا ضروری ہے۔

پہلا واقعہ: پیاسا بھی ہے، پانی بھی، لیکن پینے کی اجازت نہیں

ایک بار سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ افریقہ کے دورہ سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ میرا پروگرام ایئرپورٹ پر جا کر دیدار کرنے کا تھا۔ میں نے صاحب سے کہا، میں ایئرپورٹ دو گھنٹے کے لیے جا رہا ہوں اور وجہ بھی بتائی۔ وہ خاموش رہے۔ مجھے بڑا افسوس ہوا کہ اتنا مہربان افسر اور آج مجھے چھٹی نہیں دی بلکہ بات تک نہیں کی۔ تھوڑی دیر میں صاحب نے ڈرائیور سے کہا، گاڑی نکالو اور منظور صاحب کو بھی

بلالو۔صاحب خود گاڑی چلایا کرتے تھے اور ڈرائیور پچھلی سیٹ پر بیٹھا کرتا تھا۔میں ساتھ فرنٹ سیٹ پر ہوتا تھا۔اب مجھے مزید غصہ آگیا کہ پتہ نہیں کہاں کا پروگرام بنالیا ہے۔ مگر حیرت ہوئی کہ صاحب خود ایئرپورٹ گئے۔وہ چونکہ خود علاقہ کے ڈی۔ایس۔پی تھے،انہیں کس نے پوچھنا تھا۔چنانچہ سیدھے رن وے پر گئے جہاں جہاز نے آکر رکنا تھا۔جہاز آیا حضور انورؒ باہر تشریف لائے۔مکرم امیر صاحب نے چند ساتھیوں کے ساتھ استقبال کیا۔صاحب نے مجھے کہا جاؤ مل لو۔میں نے کہا مکرم امیر صاحب نے اعلان کیا ہوا ہے کہ ایئرپورٹ پر مصافحہ نہیں ہو گا۔کہنے لگے ،اسے کہتے ہیں اطاعت۔پیاسا بھی ہے،پانی بھی ہے اور پینے کی اجازت نہیں۔

دوسرا واقعہ۔امتحانی پیپر واپس۔دوبارہ کمرہ امتحان میں

پولیس میں ملازمت کے وقت میری تعلیم میٹرک پاس تھی ملازمت کے دوران ہی میں نے پرائیویٹ طور پر پہلے ایف۔اے کیا۔پھر بی۔اے کیا۔اہلیہ کے علاوہ جس شخص نے مجھے مزید تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی اور حوصلہ افزائی کی،وہ یہی افسر تھے۔وہ اس بات پر بہت خوش تھے کہ میں پرائیویٹ بی۔اے کر رہا ہوں۔اور جب امتحان کا وقت آیا تو وہ برابر اس میں دلچسپی لے رہے تھے۔آپ ہی کا ڈرائیور مجھے یونیورسٹی چھوڑ آتا تھا۔پھر تین گھنٹے بعد لے آتا تھا۔ایک روز پیپر اتنا مشکل تھا اور تیاری نہ ہونے کے برابر تھی کہ میں ایک گھنٹہ کے بعد باہر آگیا اور ڈرائیور کو فون کیا کہ آکر لے جاؤ۔ڈرائیور نے صاحب کو بتایا کہ وہ مجھے لینے جا رہا ہے۔صاحب نے کہا،ابھی تو ایک گھنٹہ ہوا ہے،معلوم ہوتا ہے،منظور نے پیپر حل نہیں کیا۔انہوں نے یونیورسٹی فون کیا اور مجھ سے بات کرنے کے بعد کہا کہ واپس آنے کی اجازت نہیں۔واپس جاؤ،پیپر لو اور پورے تین گھنٹے بیٹھو۔گاڑی تین گھنٹے کے بعد آئیگی۔میں نے کہا،پیپر تو اب نہیں ملے گا کیونکہ جمع کرا دیا

گیا ہے۔ صاحب نے کہا، جو بھی یہاں دفتر میں ہے اسے فون دو۔ پتہ نہیں صاحب نے کیا کہا، وہ صاحب میرے ساتھ آئے اور پیپر واپس دلوایا۔ میں پھر جا کر بیٹھ گیا۔ تین گھنٹے بعد باہر آیا تو گاڑی کھڑی تھی۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ میں نے سوچ سوچ کر دو سوال اور کر لیے اور پاس ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین!

## سید محمود الحسن جعفری

سید محمود الحسن جعفری تھانہ ڈرگ روڈ میں ایس۔ ایچ۔ او تھے۔ بعد میں ترقی کر کے ایس۔ پی ہو گئے۔ ان کے پاس ایک قتل کا مقدمہ تھا۔ جب فائل میرے پاس آئی تو میں نے اس پر کچھ اعتراضات لگا کر فائل واپس بھجوا دی کہ تفتیش میں کچھ خامیاں ہیں۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ آلۂ قتل اور ملزم کا تعلق واضح نہیں ہے۔ میں ایک دن ڈرگ روڈ تھانے کے پاس سے گزر رہا تھا کہ یاد آیا، ایک فون کرنا ہے ۔میں اندر چلا گیا اور اس خیال سے کہ SHO کے پاس گیا تو وہ بٹھا لیں گے، میں ڈیوٹی افسر کے کمرے میں فون کرنے چلا گیا۔ پتہ نہیں انہیں کس نے بتا دیا۔ مجھے بلا لیا، کہنے لگے، آج آپ کو بتانا ہے کہ تفتیش کیسے کی جاتی ہے۔ دفتر بیٹھ کر اعتراضات کرنا آسان ہوتا ہے اور فیلڈ میں کام مشکل ہے۔ اس سے پہلے اطلاع مل چکی تھی کہ ڈالمیا سیمنٹ فیکٹری کے قریب پہاڑیوں میں ایک پٹھان قتل ہو گیا ہے۔ عشاء کا وقت ہو گا۔ انہوں نے مجھے ساتھ لیا اور موقع واردات پر پہنچے۔ مقتول کی نعش پڑی تھی۔ کوئی خون وغیرہ نہ تھا۔ عینی شاہدوں نے بتایا کہ یہ جو پیچ کس پڑا ہے، یہ قاتل نے اس کے سینے پر مارا ہے اور آدمی مر گیا ہے۔ اب پیچ کس پر بھی کوئی نشان نہ تھا۔ جعفری صاحب کہنے لگے۔ آپ کا کیس پر پہلا اعتراض یہ ہے کہ آلہ قتل

اور ملزم کا تعلق واضح نہیں۔ اب دیکھو، آلہ قتل بھی ہے اور آدمی بھی مرا ہوا پڑا ہے۔ مگر ان دونوں کا تعلق واضح نہیں کیونکہ آلے پر خون نہیں۔ اب میں کیا کروں گا، انہوں نے وہی پیچ کس دوبارہ زخم میں ڈال کر نکال لیا۔ اس سے اس پر خون لگ گیا۔ کہنے لگے، یہ مشکلات ہوتی ہیں ہمارے سامنے۔

## جرائم پیشہ شخص کی امتحان کے سلسلہ میں انوکھی پیش کش

اوپر میرے امتحان کا ذکر چلا ہے تو ایک اور نا قابل یقین بات سن لیں۔ گزشتہ دنوں جسٹس ڈوگر صاحب کی صاحبزادی کے نمبروں کی بحث جاری تھی۔ میں نے کہا جس ملک میں یہ بحث کر رہے ہیں، وہاں تو ایسے ایسے واقعات ہو جاتے ہیں کہ کوئی تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔ جب میری پوسٹنگ لیاقت آباد میں تھی میں نے ایل۔ ایل۔ بی فائینل کا امتحان دینا تھا۔ جس دن پیپر ہوتا، میں چھٹی کر لیتا تھا۔ ایک دن علاقہ کے ایک بدمعاش اور جرائم پیشہ شخص کا فون آیا کہ کل مجھے وقت دیں۔ میں نے اپنے کیس کے بارہ میں بات کرنی ہے۔ میں نے کہا، میں تو کل چھٹی پر ہوں، ایک دن بعد آجاؤ۔ کہنے لگا، خیریت ہے؟ میں نے بتایا، خیریت ہے۔ کل میرا لاء کا امتحان ہے۔ پوچھا، کہاں؟ میں نے بتایا ایس۔ ایم۔ لا کالج میں۔ اس نے اپنے آپ کو ایک گالی دی اور کہا، ہم تو پھر مر گئے۔ ہمارے ہوتے ہوئے آپ امتحان دینے جائیں گے۔ میں نے پوچھا تو کیا تم جاؤ گے؟ کہنے لگا، نہیں جناب۔ یونیورسٹی کا آدمی پیپر آپ کے گھر لے کر آئیگا، آپ آرام سے پیپر حل کریں۔ پھر وہ آدمی پیپر لے کر یونیورسٹی میں جمع کرا آئے گا۔ ظاہر ہے جس شخص کا یہ ایمان ہو کہ امتحان کے دوران نقل کرنی بھی چوری ہے، وہ اس قسم کی پیشکش کیسے قبول کر سکتا تھا۔ میں اگلے روز جب کمرہ امتحان میں گیا تو ایک نگران میرے پاس آئے۔ میں انہیں شکل

سے پہچانتا تھا لیکن نام سے واقف نہ تھا۔ کہنے لگے بھائی جان کا فون آیا تھا۔ میں نے پوچھا، کون بھائی جان۔ انہوں نے اسی جرائم پیشہ کا نام لیا۔ کہنے لگے، امتحان کے دوران کسی کتاب وغیرہ کی ضرورت ہو تو بلا تکلف بتائیں۔ ظاہر ہے، یہ بھی پیشکش میرے لیے ناقابل قبول تھی۔ اس لیے میَں نے سختی سے منع کر دیا۔

میرے آگے ایک SDM صاحب تھے جو اندرون سندھ سے امتحان دینے آئے ہوئے تھے انہوں نے نہ خود پیپر حل کیا نہ ہمیں کرنے دیا۔ کیونکہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد زور سے کہتے، ارے او سائیں ذرا فلاں کتاب لانا۔ اس طرح انہوں نے اپنا پیپر حل کیا۔

### اگر احمدی نہ ہوتا تو ڈاکو ہوتا

ایک بار مکرم امیر صاحب نے پوچھا، شاد! اگر تو احمدی نہ ہوتا تو کیا ہوتا۔ میں نے کہا، ڈاکو کہنے لگے، وہ کیسے ؟ میں نے کہا، پولیس کا محکمہ تو مل ہی گیا تھا۔ ہر وقت دوسرے کی جیب پر ہی دھیان رہنا تھا۔

### رشوت

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے خاکسار اس عہد کے بعد کہ رشوت نہیں لینی، بڑے صبر آزما حالات سے گزرا مگر رشوت کے قریب نہیں گیا۔ تھانے کے اندر سرکاری کوارٹر تھا جس میں میَں اپنے بچوں سمیت رہتا تھا۔ دوسرے پولیس والوں کے بچے نت نئی سائیکلیں چلاتے اور نئے نئے کھلونوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ یقیناً میرے بچوں کا بھی دل چاہتا ہو گا۔ ایسے مواقع پر دل کو تکلیف بھی ہوتی تھی۔ بہر حال میں نے کوشش کی کہ بچے احساس کمتری کا شکار نہ ہوں۔ تاہم حتی الامکان کوشش کی کہ ان کی ہر جائز ضرورت پوری ہو۔

## زائد آمد کی تلاش

اب اپنی ذات سے متعلق بعض مزید دلچسپ واقعات بیان کروں گا۔ان میں سے پہلا واقعہ تو یہ ظاہر کرے گا کہ میری مالی حالت کیسی تھی جس کے باوجود میں نے حرام قبول نہ کیا۔میں نے اپنی پوری کوشش کی کہ کہیں کوئی ایسا پارٹ ٹائم کام مل جائے جس سے جماعتی کام بھی متاثر نہ ہوں اور کچھ زائد آمد شروع ہو جائے لیکن ایسا کوئی کام نہ ملا۔کام تو مل سکتا تھا اس کے اوقات ایسے ہوتے تھے کہ جماعتی ذمہ داریاں ادا نہیں ہو سکتی تھیں۔آخر میں نے سوچا رومال بنیانیں تولیے وغیرہ لے کر صدر کے بازار میں کسی جگہ کھڑا ہو جایا کروں کچھ نہ کچھ تو مل ہی جایا کرے گا۔ایک دن میں مکرم امیر صاحب کے ساتھ ان کے دفتر ویسٹ وہارف سے احمدیہ ہال آرہا تھا مکرم امیر صاحب کار چلا رہے تھے میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تھا کہ میں نے اپنے ارادہ کا اظہار کر دیا۔عین اس وقت کار فریئر روڈ چوک پر سگنل نہ ہونے کی وجہ سے رک گئی۔ابھی مکرم امیر صاحب میری بات کا جواب دینا ہی چاہتے تھے کہ چوک پر کھڑے ٹریفک ہیڈ کانسٹیبل نے مجھے دیکھتے ہی سلوٹ کیا۔مکرم امیر صاحب فرمانے لگے لو بیچ لو تولیے یہ تمہیں بیچنے دیں گے۔بات درست تھی صدر میں ظاہر ہے پولیس والے بھی تو ڈیوٹی پر ہوتے ہیں۔اب چند دلچسپ واقعات بیان کروں گا۔

## پہلا واقعہ: ایس۔ایچ۔او نے ماہوار دینے کی پیشکش کی

ایک بار ایک ایس۔ایچ۔او کا تبادلہ ہوا اور وہ ہیڈ آفس آ گئے۔وہ اندرون سندھ سے آئے تھے۔اور حسب دستور تمام برانچ انچارجوں سے ملے۔کرائم برانچ جس میں میں تھا، ایس۔ایچ۔او کے اعتبار سے اہم برانچ تھی۔تمام مقدمات کی فائلیں میرے پاس آتی تھیں۔کرائم سے متعلق تمام رپورٹیں بھی میرے پاس آتی تھیں

اور ہر تھانے کا سال میں ایک بار معائنہ بھی کرنا ہوتا تھا۔ میرے پاس بیٹھے، تعارف ہوا اور جانے سے قبل مجھے اشارہ کیا کہ باہر آئیں۔ میں باہر آگیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ کیوں باہر بلا رہا ہے۔ کہنے لگا، میں نیا نیا آیا ہوں، ابھی زیادہ نہیں دے سکوں گا، دو صد روپیہ ماہوار دے دیا کروں گا۔ میری مجبوری ہے۔ مگر جب سیٹ ہو جاؤں گا، پھر بڑھا دوں گا۔ بس آپ ذرا خیال رکھیں۔ میں نے انکار کیا تو وہ سمجھا، دو سو کم ہیں۔ کہنے لگا، بس ایک دو ماہ کی بات ہے، پھر بڑھا دونگا۔ جب میں نے بتایا کہ میں رشوت لیتا ہی نہیں البتہ آپ کا خیال ضرور رکھوں گا تو کچھ پریشان سا ہو گیا۔ یعنی میرے کہنے کے باوجود کہ میں تمہارا خیال رکھوں گا، اس کی تسلی نہیں ہوئی۔ اور چلا گیا۔

**دوسرا واقعہ: کہاں رانگ نمبر ڈائل کر دیا ہے؟**

1972ء میں میرا تبادلہ ڈسٹرکٹ ایسٹ سے سینٹرل میں ہو گیا اور پہلی بار مجھے کرائم برانچ کی بجائے اسٹیبلشمنٹ برانچ کا انچارج مقرر کیا گیا۔ محکمہ پولیس ٹائپ رائیٹر کرایہ پر بھی لیتا تھا اور مرمت کیلیے بھی ایک ٹھیکیدار سے ٹھیکہ تھا۔ چارج لیتے ہی دیکھا تو ایک کرایہ کا بل جس کی مالیت اڑتالیس ہزار روپے تھی ٹیبل پر پڑا تھا۔ میں نے چیک کیا، بل ٹھیک تھا۔ میں نے پاس کر دیا اور اکاؤنٹ برانچ کو ادائیگی کے لیے بھجوا دیا۔ ٹھیکیدار آیا، بل کا پوچھا۔ میں نے بتایا کہ وہ میں نے اکاؤنٹ برانچ بھجوا دیا ہے۔ وہ گیا اور رقم لے کر میرے پاس آگیا اور اڑتالیس سو روپے میرے سامنے رکھ دیے۔ کہنے لگا، آپ سے پہلے جو صاحب تھے، ان سے یہی طے تھا کہ ہر بل کا دسواں حصہ دیا کروں گا۔ میں نے انکار کیا تو وہ سمجھا یہ کم ہیں۔ اس نے پھر کہا، صاحب آپ یقین کریں یہی ریٹ پہلے صاحب کے ساتھ مقرر تھا۔ ہماری بحث پیچھے کیبن میں بیٹھے آفس سپرنٹنڈنٹ صاحب سن رہے تھے۔ انہوں

نے ٹھیکیدار کا نام لے کر کہا اکرام صاحب! آپ نے کہاں رانگ نمبر ڈائل کر دیا ہے۔ منظور صاحب واقعی نہیں لیتے۔ ادھر میرے پاس آؤ اور وہ رقم انہوں نے لے کر جیب میں ڈال لی۔ آج سے 37 سال قبل آپ اندازہ کر سکتے ہیں یہ کتنی بڑی رقم تھی۔

بعض پولیس والے تنخواہ کی رقم علیحدہ رکھ لیتے تھے اس خیال سے کہ کوئی نیک کام کرنا ہو تو اس سے کرلیں۔ چنانچہ کئی بار ایسا ہوا کہ میں کسی تھانے میں گیا تو ہیڈ منشی کہتا تھا، آپ کے لیے میں نے تنخواہ میں سے پیسے رکھے ہوئے ہیں تاکہ کھانے کا انتظام ہو سکے۔ میرے دو دوست تھے جن کے ساتھ میرا مشترکہ بھینسوں کا کاروبار تھا۔ ہم نے اٹھارہ بھینسیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک بار بچے پنجاب گئے ہوئے تھے۔ یہ دونوں دوست پریڈی تھانے میں رہتے تھے جب کہ میرا گھر ایئرپورٹ تھانے میں تھا۔ میں شام کو ان کے گھر گیا تو وہ کہنے لگے، آپ کے بچے پنجاب گئے ہوئے ہیں۔ گھر جا کر کیا کرنا ہے۔ یہاں ہی سو جائیں اور صبح یہیں سے دفتر چلے جائیں۔ ایک کہے میرے گھر سوئیں اور کھانا ہمارے ہاں کھائیں اور دوسرا کہے میرے ہاں کھانا کھائیں۔ اس پر ایک کہنے لگا، میرے پاس تو حلال کے کچھ پیسے ہیں۔ میں تو ان سے کھانا پکاؤں گا۔ دوسرا کہنے لگا، جناب میں نے بھی حلال کے رکھے ہوئے ہیں۔

**تیسرا واقعہ: بھینسوں کا کاروبار**

میں نے سروس کے دوران کئی کام کئے تاکہ کوئی اضافی آمد پیدا ہو جائے لیکن خود وقت نہ دے سکنے کی وجہ سے اس میں کامیابی نہیں ہوئی بلکہ الٹا نقصان ہوا۔ ان ہی کاروباروں میں ایک بھینسوں کا کاروبار بھی تھا۔ بہت بڑا باڑہ تھا جس میں اٹھارہ بھینسیں رکھی ہوئی تھیں۔ میرے ساتھ دو حصہ دار اَور بھی تھے جن کا اوپر ذکر ہوا

ہے۔ دونوں کو سختی سے میں نے کہا تھا کہ دودھ خالص بیچنا ہے خواہ نفع ہو یا نہ ہو۔ لیکن وہ آخر پولیس والے تھے۔ میرے سامنے ڈرتے ہوئے ایسی حرکت نہیں کر تے تھے لیکن بعد میں من مانی کرتے تھے۔ ایک ملازم میں اپنے گاؤں سے لایا تھا۔ اس نے ایک دن مجھے کہا، میاں جی! میں آپ سے اور آپ کے خاندان سے واقف ہوں۔ میرا خیال ہے آپ کے علم میں نہیں کہ دودھ میں پاؤڈر ملایا جاتا ہے۔ یہ میرے لیے بہت تکلیف دہ اطلاع تھی۔ نوکر نے بتایا کہ رات جب دو بجے دودھ دوہا جاتا ہے تو کوٹھڑی کے اندر یہ لوگ پاؤڈر ملا دیتے ہیں۔ میں نے اس کا توشکریہ ادا کیا اور رات دو بجے اچانک باڑے میں پہنچ گیا۔ میرے اس طرح اچانک آنے سے وہ لوگ گھبرا گئے اور کہنے لگے، بھائی جان آپ نے کیوں تکلیف کی؟ میں سیدھا کوٹھڑی میں گیا اور اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیا۔ میں جتنا ناراض ہو سکتا تھا ،ہوا اور کہا، اس کاروبار میں برکت نہیں ہو سکتی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ بیماری کا حملہ ہوا اور بھینسیں مرنی شروع ہو گئیں اس طرح نو بھینسیں مر گئیں اور کاروبار ختم ہو گیا۔

بھینسوں کے کاروبار کے سلسلہ میں ایک اور دلچسپ بات بھی سن لیں۔ ہمارے باڑے کے ساتھ ایک میمن نے باڑہ بنایا اور نوکر ایک پنجابی کو رکھا۔ ایک دن ایک شخص دودھ لینے آیا اور کہنے لگا، آپ کا دودھ پتلا ہے۔ میمن نے کہا، دیکھو، ہم دودھ میں پانی نہیں ملاتے۔ مگر دودھ دیکھ کر میمن کو بھی اندازہ ہو گیا کہ پتلا ہے۔ اس نے نوکر سے کہا، تم نے پانی ملایا ہے؟ نوکر کہنے لگا، میں نے تم (مالک) سے کہا تھا دودھ دھونے سے پہلے بھینسوں کو پانی پلاؤ اور نہلاؤ میمن بے چارہ پریشان ہو گیا اور کہنے لگا، مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس طرح دودھ پتلا ہو جاتا ہے۔

**چوتھا واقعہ۔ رشوت لینے کا طریق**

جب میرا ٹرانسفر سینٹرل ڈسٹرکٹ میں ہوا تو میری جگہ جو صاحب آئے، انہیں کرائم برانچ کا چارج دیا گیا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا، ماہوار کیا آمد ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا، کچھ اندازہ نہیں۔ کہنے لگے، آپ پیسے کیسے لیتے تھے۔ میں نے کہا، میں تو میز کی دائیں دراز کھول کر کام شروع کر دیتا تھا۔ تمام تھانوں کے ہیڈ منشی اپنی رپورٹیں چیک کرا کر خود ہی دراز میں ڈالتے جاتے تھے۔ وہ بہت خوش ہوا۔ پہلی بار جب ہیڈ منشی آئے تو وہ دراز کھول کر بیٹھ گیا۔ سارے ہیڈ محرر آئے اور چلے گئے، کسی نے ایک پیسہ نہیں ڈالا۔ وہ بہت ناراض ہوا کہ تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے اور میرا نقصان ہو گیا ہے اور یہ ناراضگی اس نے کافی عرصہ قائم رکھی۔ بلکہ ایک موقعہ پر اس نے مجھے نقصان پہنچانے کی بھی کوشش کی۔

**پانچواں واقعہ۔ آپ کو مرزا صاحب کی قسم ہے، یہ جو دے لے لینا**

مَیں جب کرائم برانچ میں تھا۔ تو میرے فرائض میں تھانوں کی چیکنگ کا کام بھی تھا۔ میرا یہ طریق تھا کہ مَیں چار پانچ دن لگا کر سارا ریکارڈ، اسلحہ وغیرہ چیک کر لیا کرتا تھا۔ آخری دن ایس۔پی صاحب یا ڈی۔ایس۔پی صاحب آتے اور گارڈ وغیرہ چیک کیا کرتے تھے۔ میں ایک بار منگھو پیر تھانے معائنہ کے لیے گیا۔ وہاں ایک ملک صاحب ایس۔ایچ۔او لگے ہوئے تھے۔ جب میں نے معائنہ شروع کیا تو ملک صاحب نے کہا، خیال رکھنا، میں تمہیں خوش کر دوں گا۔ وہ روزانہ یہی کہتے۔ آخری دن ڈی۔ایس۔پی صاحب (جناب سید ظفر اقبال صاحب جن کا اوپر ذکر ہوا ہے) آئے۔ جب ہم معائنے کے بعد جانے لگے اور مَیں ڈی۔ایس۔پی کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا تو ملک صاحب نے میرے کان میں پھر وہی جملہ کہا جو وہ پہلے بھی کہہ چکے تھے۔ ڈی۔ایس۔پی صاحب جانتے تھے کہ میں رشوت نہیں لیتا۔ انہوں نے پوچھا، ملک صاحب نے کیا کہا ہے؟ میں نے بتایا کہ چار پانچ روز سے یہی

کہہ رہے ہیں کہ میں تمہیں خوش کر دوں گا۔ فرمانے لگے، منظور صاحب! آپ کو قسم ہے اپنے مرزا صاحب کی، ملک جو دے، لے لینا، بعد میں خواہ کسی کو خیرات دے دینا۔ میں نے پوچھا، کیوں؟ کہنے لگے، اس نے مجھے کبھی کچھ نہیں دیا، آپ کو کیا دے گا۔

**چھٹا واقعہ۔ مجھے جیل بھجوا دیں۔ ایک شخص کی التجا**

تھانے کے معائنوں کا ذکر چلا ہے تو ایک اور دلچسپ واقعہ بھی سنا دوں۔ ایک بار میں پاک کالونی تھانے کے معائنہ پر گیا۔ جوں ہی میں تھانے میں داخل ہوا، سنتری نے سیلوٹ کیا اور جب میں دفتر میں داخل ہوا، دفتر کا سارا عملہ کھڑا ہو گیا۔ ایک آدمی بر آمدے میں نیچے فرش پر بیٹھا تھا۔ وہ اٹھ کر میرے پاؤں پڑ گیا اور رونا شروع کر دیا۔ میرا خیال تھا، اسے بے گناہ پکڑ کر بٹھایا ہوا ہے۔ اب وہ اپنی رام کہانی سنائے گا۔ میں نے اسے اٹھایا اور کہا، پاؤں چھوڑ دو اور کھڑے ہو کر بتاؤ کیا بات ہے۔ وہ روئے ہی جا رہا تھا۔ میں نے ہیڈ محرر سے پوچھا، اس کا کیا قصہ ہے؟ وہ کہنے لگا، آپ خود ہی اس سے پوچھیں۔ اس نے بتایا، میں اتنا عرصہ جیل رہ کر آیا ہوں، وہاں سب کچھ (نشہ آور اشیاء وغیرہ) ملتا تھا۔ جب سے باہر آیا ہوں، مر رہا ہوں۔ تھانے والوں سے کہیں مجھے کسی کیس میں بند کر کے پھر جیل بھجوا دیں۔

**ساتواں واقعہ۔ منظور نام کا ایک اور پولیس افسر میرے لیے آنے والا دودھ پی گیا**

ہم عید، خاص طور پر عید الفطر کے موقعہ پر گھر میں کھیر پسند کرتے تھے۔ ایک بار عید الفطر کے موقعہ پر میں نے اپنے بھینسوں والے دوست سے کہا کہ پانچ کلو دودھ بھیج دینا۔ اس نے کہا، آ جائے گا۔ عید کے روز صبح سویرے جب ہم ابھی جاگے بھی نہ تھے کہ کسی نے گھنٹی بجائی۔ میں باہر نکلا تو بھینس کالونی پولیس چوکی کے دو سپاہی کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا، یہ دودھ آپ کے لیے انچارج چوکی نے

بھیجا ہے۔ میں نے لینے سے انکار کر دیا۔ وہ کہنے لگے، صاحب جی، ہمارا کیا قصور ہے۔ ہم ٹیکسی پر اتنا خرچ کر کے آئے ہیں، لے لیں۔ لیکن میں نے نہیں لیا۔ وہ مایوس ہو کر چلے گئے۔ صبح ہوئی تو میں اپنے بھینسوں والے دوست کی طرف سے دودھ کا انتظار کرنے لگا۔ مگر دودھ نہیں آیا۔ کافی انتظار کے بعد میں بازار گیا اور بڑی مشکل سے دو کلو دودھ ملا۔ چند دن بعد وہ اپنا بھینسوں والا دوست ملا تو میں نے شکوہ کیا کہ دودھ نہیں بھیجا۔ وہ کہنے لگا، بھیجا ہے۔ وہ اپنے نوکر کو ساتھ لے آیا۔ نوکر نے مجھے دیکھ کر بتایا، ان کو میں نے دودھ نہیں دیا۔ وہ منظور صاحب تو تھانے میں ڈیوٹی افسر تھے۔ میں سمجھ گیا۔ تھانے میں ایک اے۔ ایس۔ آئی منظور نام کے تھے۔ میں تھانے گیا۔ وہ اتفاق سے بیٹھے تھے۔ نوکر نے کہا، میں نے دودھ ان کو دیا تھا۔ میں اس اے۔ ایس۔ آئی پر ناراض ہو گیا اور کافی ڈانٹا۔ میں نے اسے کہا تم نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ کس نے بھیجا ہے؟ کہنے لگا، صاحب عید کا دن تھا، میں نے سوچا، بعد میں معذرت کر لوں گا۔ مجھے پتہ ہوتا آپ کا ہے تو نہ لیتا۔

## آٹھواں واقعہ۔ رشوت لینے کا الزام

ایک بار ہمیں شکایت ملی کہ تھانہ فیروزآباد کی حدود میں ایک بدنام زمانہ عصمت فروش منتقل ہو کر آیا ہے۔ ڈی۔ ایس۔ پی صاحب نے کہا اسے بلاؤ۔ چنانچہ ایس۔ ایچ۔ او سے کہا گیا کہ اسے پیش کرے۔ جب وہ پیش ہوا تو اتفاق سے میں بھی اندر بیٹھا تھا۔ صاحب نے کہا، تجھے جرأت کیسے ہوئی کہ میری حدود میں یہ دھندا کرے۔ اس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا، جناب آپ کا حصہ آپ کا ہیڈ کلرک لے رہا ہے۔ صاحب نے کہا، پھر تو تُو میرے ہیڈ کلرک کو اچھی طرح پہچانتا ہو گا۔ کہنے لگا، جی پہچانتا ہوں۔ صاحب نے گالیاں دینی شروع کر دیں اور

کہا، میرا ہیڈ کلرک تو یہ بیٹھا ہے۔ کیا اس کو دیتا رہا ہے؟ کہنے لگا، نہیں۔ تحقیق پر پتہ چلا کہ ایک سپاہی اپنے آپ کو ہیڈ کلرک ظاہر کرکے صاحب کے لیے اور اپنے لیے اس سے ہفتہ وار رشوت وصول کر رہا تھا۔

### نواں واقعہ۔جماعت کی طرف سے مدد

ایک احمدی جو جماعت کے لیے مالی قربانی کرتا ہے، غیر اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔ میرے ایک بے تکلف دوست تھے اور دفتر کے ساتھی بھی۔ ان کا نام محمد اقبال بٹ تھا۔ ایک بار کہنے لگے، منظور صاحب! ہم نے کون سا آپ سے حصہ لینا ہے، سچ سچ بتاؤ جماعت آپ کو ماہوار کیا دیتی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ جو رشوت نہیں لیتا، ضرور جماعت اس کی مدد کرتی ہو گی۔ میں نے کہا، یہ تو حساب کرکے بتانا پڑے گا۔ وہ بہت خوش ہوئے کہ آج پتہ چل جائے گا کہ یہ جو پاجیرو جیپ انہیں لینے آتی ہے، ساتھ خدام ڈیوٹی پر ہوتے ہیں تو انہیں ملتا کیا ہے۔ میری اور ان کی تنخواہ برابر تھی۔ میں نے کہا، میری آمد کا تو آپ کو پتہ ہی ہے۔ اس میں سے اتنی رقم میں ہر ماہ بطور چندہ دیتا ہوں۔ وہ اتنے حیران ہوئے کہ ان کے لیے اس بات کو تسلیم کرنا ہی مشکل ہو گیا یعنی انہیں یہ سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ جماعت ان سے الٹا لیتی ہے، جماعت انہیں دیتی کچھ نہیں۔

### دسواں واقعہ۔ محترمہ ہمشیرہ صاحبہ کی سفارش

ایک بار ہمارے گاؤں کے ایک دوست آئے اور محترمہ ہمشیرہ صاحبہ کا رقعہ لا کر دیا۔ رقعہ میں لکھا تھا، ان کا کام کر دینا۔ ہمشیرہ صاحبہ کا رقعہ میرے لیے حکم کی حیثیت رکھتا تھا۔ میں نے پوچھا، کیا کام ہے؟ کہنے لگے، صرف ایک دن رشوت لے کر مجھے دے دو۔ بعد میں توبہ کر لینا۔ اب یہ دوست گجرات سے اتنا لمبا سفر کرکے صرف اس غرض کے لیے کراچی آئے کہ مجھے رشوت پر اکسا کر اپنے لیے کچھ مالی

مدد حاصل کریں، کیونکہ ان کا خیال ہو گا کہ پولیس میں بڑی رشوت چلتی ہے مگر میں رشوت نہیں لیتا۔ اگر میں ان کے لیے تھوڑی سی رشوت لے لوں اور اس کے بعد توبہ کرلوں تو کیا حرج ہے۔ میں نے کہا، اگر میں اس دوران مر گیا اور توبہ کا موقعہ ہی نہ ملا تو پھر کیا ہو گا۔ آپ یہ گارنٹی دیدیں کہ مجھے توبہ کا موقعہ مل جائے گا۔ کہنے لگے، یہ تو نہیں کر سکتا۔ اسطرح وہ مایوس ہو کر چلے گئے۔ بعد میں میں نے ہمشیرہ صاحبہ سے پوچھا تو وہ کہنے لگیں، مجھے اس نے دھوکا دیا ہے۔ مجھے اگر یہ بتاتا تو میں کبھی بھی اسے رقعہ نہ دیتی۔

**گیارھواں واقعہ۔ دوا کے ساتھ پھل کا تحفہ**

میری اہلیہ بیمار تھیں۔ ان کے لیے دوا لیاقت آباد سے آیا کرتی تھی۔ جب تک وہاں پوسٹنگ تھی، کوئی مسئلہ نہ تھا۔ جب وہاں سے تبادلہ ہوا تو مشکل بن گئی۔ چنانچہ میرا ایک شاگرد اے۔ ایس۔ آئی بدر عالم وہاں ہیڈ منشی تھا، اس نے یہ مسئلہ حل کر دیا۔ وہ انتظام کر دیا کرتا تھا کہ دوائی لے کر کسی کے ہاتھ بھجوا دے۔ جب میں نے ریٹائرمنٹ لے لی تو اہلیہ کہنے لگی اب کون دوا بھجوائے گا۔ میں نے اسے فون کیا تو اس نے دوا بھجوادی اور ساتھ کافی سارا پھل بھی بھجوایا اور پیغام دیا کہ اب آپ ریٹائیر ہو چکے ہیں، اس لیے اسے رشوت نہ سمجھنا۔ اور اب جب بھی آپ دوائی منگوائیں گے، ساتھ پھل وغیر بھی آیا کریگا۔ بہت ہی پیارا بچہ تھا۔ افسوس کہ وہ ایک حادثہ میں جوانی میں ہی فوت ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

**بارھواں واقعہ۔ دوبار تحائف کا قبول کرنا۔ بکری کا تحفہ**

اب دو اَور دلچسپ واقعات لکھے دیتا ہوں کہ کسطرح دو مواقع پر مجبوراً مجھے تحائف قبول کرنے پڑے۔ 1970ء کا واقعہ ہے کہ ایک سندھی بزرگ سفید داڑھی با رعب چہرہ آئے۔ میں اس وقت ڈی۔ ایس۔ پی ایئرپورٹ کے دفتر میں ہیڈ کلرک

تھا۔ انہوں نے پستول کا لائیسنس بنوانا تھا۔ میں نے کاغذات چیک کئے، وہ بالکل ٹھیک تھے۔ میں نے سفارش کر دی۔ وہ حیران ہوئے کہ تھانے والوں نے تو خوب لوٹا تھا اور یہاں بغیر کسی سودے بازی کے کام ہو گیا۔ انہوں نے ایک بڑی رقم دینا چاہی لیکن میں نے انکار کر دیا۔ وہ اصرار کرنے لگے ۔اس دوران بھینسوں کے بیوپاری میرے دوست آ گئے۔ انہوں نے انہیں بتایا کہ صاحب رشوت نہیں لیتے۔ اس پر وہ چلے گئے۔ میں گھر میں دودھ کے لیے ہمیشہ بھینس، گائے یا بکری ضرور رکھتا تھا۔ عجیب اتفاق ہے کہ ان دنوں میرے پاس کوئی بھی جانور نہیں تھا۔ ایک دن میں دوپہر کے کھانے کے لیے گھر گیا تو صحن میں بکری کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے اہلیہ سے پوچھا، یہ بکری کہاں سے آئی ہے؟ وہ حیران ہو کر کہنے لگی، آپ نے نہیں بھجوائی؟ میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگی، ایک بزرگ آئے تھے۔ اکثر مرد سامنے والے گیٹ سے آتے ہیں لیکن انہوں نے پچھلے گیٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دروازہ کھولا تو وہ بکری لیے کھڑے تھے اور کہا صاحب نے بھجوائی ہے سو میں نے باندھ لی۔ میں نے ان صاحب کو ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ نہیں ملے۔

### احمدیہ فوج کا کمانڈر

دوسری بار یوں ہوا کہ جب 1972ء میں خاکسار قائد ضلع کراچی مقرر ہوا تو یہ بات پولیس میں بھی پھیل گئی اور پھیلی یوں کہ منظور صاحب احمدیوں کی فوج کے کمانڈر مقرر ہو گئے ہیں۔ میرے ایک دوست جو کہ اس وقت اے۔ ایس۔ آئی تھے، انہوں نے مجھے مبارکباد دی کہ سنا ہے آپ احمدیوں کی فوج کے کمانڈر مقرر ہو گئے ہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ قائد ضلع سے کیا مراد ہے۔ کہنے لگے، اب تو

آپ کو بڑی بڑی میٹنگوں میں جانا ہو گا، ایک دو سوٹ سلوا کر رکھ لیں اور پھر پوچھا کہ کپڑے کس درزی سے سلواتے ہیں۔ میں نے بتایا، کوئی خاص مقرر نہیں۔ کہنے لگے، ایک درزی اچھا سا چن کر سارے ماپ اس کو دے دیں اور پھر جو کپڑا سلوانا ہو اسے کہہ دیا کریں اس طرح پر آپ کا وقت بھی بچ جائے گا۔ میں نے پوچھا کوئی تمہارے علم میں ایسا درزی ہے جو قابل اعتماد ہو۔ کہنے لگے، ڈرگ کالونی نمبر 2 میں فلاں گلی میں ایک درزی ہے، اس کے پاس جائیں میں اس سے کہہ دونگا۔ وہ آپ کے سارے ماپ لے لے گا خواہ ابھی کوئی کپڑا نہ سلوائیں۔ میں نے کوئی کپڑا سلوانا تھا۔ چنانچہ میں اس کے پاس گیا۔ اس نے سارے ماپ لے لیے۔ اس کے بعد میرا وہ دوست اے۔ ایس۔ آئی اس درزی کے پاس گیا اور پوچھا، منظور صاحب آئے تھے۔ اس نے بتایا، ہاں آئے تھے۔ پھر اس نے درزی سے پوچھا، سفاری سوٹ پر کتنا کپڑا لگے گا۔ درزی نے لمبائی چوڑائی بتائی۔ وہ اس کے مطابق ایک سوٹ کا کپڑا خرید کر اسے دے آیا۔ اس طرح بغیر میرے علم اور مرضی کے میرا سوٹ سل گیا اور وہ دوست درزی سے لے کر ہمارے گھر دے گیا۔ اسوقت بھی میں گھر پر نہیں تھا۔ میں اسے واپس کرنے گیا تو وہ کہنے لگا، بات یہ ہے کہ میرا قد تم سے چھوٹا ہے۔ بچے ابھی چھوٹے ہیں اور بیوی سوٹ پہنتی نہیں۔ اور پھر میرا کون سا کوئی کام تمہارے پاس پھنسا ہوا ہے کہ آپ اسے رشوت سمجھیں۔ دوست دوستوں کو تحفے دیا ہی کرتے ہیں۔ اس طرح پر وہ سوٹ بحالت مجبوری تحفہ کے طور پر مجھے رکھنا ہی پڑا۔

**رائے ونڈ نہیں، ربوہ**

ایک بار جب میری پوسٹنگ لیاقت آباد میں تھی، میں نے سالانہ اجتماع میں شرکت کیلیے ربوہ جانا تھا۔ میں نے چھٹی کی درخواست دے دی اور لکھا، میں نے اجتماع پر جا نا ہے۔ ربوہ لکھنے کی ضرورت اس لیے نہ سمجھی کہ سب جانتے ہی ہیں کہ میں احمدی ہوں۔ اتفاق سے ہمارے ایس۔ پی صاحب کا فوری تبادلہ ہو گیا اور وہ ڈاک دیکھے بغیر چلے گئے اوران کی جگہ ایک نئے صاحب آ گئے۔ میں ان دنوں بھی کرائم برانچ کا انچارج تھا اور یہ بہت اہم برانچ تھی۔ صاحب نے آتے ہی جب ڈاک دیکھی تو وہ حیران ہو گئے کہ ادھر میں آیا ہوں، ادھر ایک اہم برانچ کے انچارج نے درخواست دے دی ہے۔ انہوں نے مجھے بلایا اور پوچھا، میاں کیا وجہ ہے، میرے آتے ہی آپ نے چھٹی کی درخواست دے دی ہے۔ میں نے بتایا کہ درخواست تو کل دی تھی۔ اس وقت آپ کے یہاں تبادلہ کا کسی کو پتہ نہیں تھا۔ میں نے چونکہ سالانہ اجتماع کا لکھا تھا، کہنے لگے، اچھارائے ونڈ جانا ہے؟ میں نے بتایا، نہیں ربوہ۔ کہنے لگے، اچھا، اچھا معاف کرنا، میرا خیال تھا آپ رائے ونڈ جا رہے ہیں اور چھٹی منظور کر دی۔

## مردہ ماں کی آنکھوں کا آپریشن

پولیس کے محکمہ میں جھوٹ بول کر چھٹی لینا معمولی بات تھی لیکن میں نے ساری سروس کے دوران غلط بیانی سے کام نہیں لیا۔ اب دو دلچسپ واقعات سن لیں۔ میرے پاس ایک کلرک تھے، انہوں نے والدہ کی آنکھوں کے آپریشن کا لکھ کر ایک ماہ کی چھٹی کی درخواست دی۔ میں نے سفارش کر دی۔ جب درخواست ایس۔ پی صاحب کے پاس پہنچی تو انہوں نے مجھے بلایا، کہنے لگے، مجھے یاد ہے گزشتہ سال جب یہ تمہارے ماتحت کام نہیں کرتا تھا، اس نے اسی بہانے چھٹی لی تھی۔

اس لیے اسے چھٹی تو دے دو لیکن اس کے ضلع کے ایس۔پی کو ایک وائیر لیس پیغام دے دو کہ وہ کنفرم کریں کہ کیا واقعی اس کی والدہ کی آنکھوں کا اپریشن ہے۔ وہاں سے رپورٹ آئی کہ اس کی والدہ کا عرصہ تین سال ہوا انتقال ہو چکا ہے۔ جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے، میں نے کبھی چھٹی کے لیے جھوٹ نہیں بولا۔ اس سلسلے میں اب میں ایک اپنا واقعہ لکھتا ہوں۔ ایک بار میری بکری بیمار ہو گئی۔ میں نے ایس۔پی صاحب کے نام جو درخواست ارسال کی اس میں لکھا کہ میری بکری بیمار ہے۔ اس پر صاحب نے لکھا Speak یعنی خود آکر بات کرو۔ دوسرے دن میں گیا تو صاحب نے کہا، ہماری تو بیگم بیمار ہو تو ہم چھٹی نہیں کرتے، تمہاری بکری بیمار ہو گئی تو درخواست بھجوا دی۔ میں نے کہا، آپ کی بیگم اگر بیمار ہو گی تو سرکاری جیپ موجود ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو پرائیویٹ کار ہے۔ وہ بھی نہ ہو تو اردلی کے ساتھ رکشہ ٹیکسی منگوا کر جا سکتی ہیں۔ میری بکری کے کہنے پر تو کوئی ٹیکسی نہیں رکے گی۔ وہ بات کی معقولیت سمجھ گئے اور کہنے لگے ہاں ٹھیک ہے اور چھٹی منظور کر دی۔

## جھوٹ سے اجتناب کا ایک دوسرا واقعہ۔ پلاٹ چلا گیا

ایک بار ڈپٹی کمشنر کی طرف سے ایک اسکیم کا اعلان ہوا کہ سرکاری ملازمین کو سستے پلاٹ دیے جائیں گے۔ میرے اور ایس۔پی صاحب کے ایک بے تکلف دوست تھے، سید سبط حسن۔ وہ میرے پاس بیٹھے تھے۔ کہنے لگے، صاحب سے کہہ کر ایک پلاٹ الاٹ کروالو۔ میں نے کہا، میں نے کبھی اپنے ذاتی کام کے لیے کسی افسر سے نہیں کہا۔ کہنے لگے، یہ کیا بات ہوئی۔ جب تم سرکاری ملازم ہو اور اسکیم سرکاری ملازمین کے لیے ہے تو کہنے میں کیا حرج ہے۔ وہ خود صاحب کے پاس گئے اور کہا تم

بڑے احسان فراموش ہو۔ صاحب نے پوچھا وہ کیسے؟ انہوں نے کہا، منظور صاحب کتنی محنت اور خلوص سے کام کرتے ہیں۔ صاحب کہنے لگے، تو میں نے کب انکار کیا ہے۔ سبط حسن نے کہا، آپ اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ انہیں ایک پلاٹ ڈی۔ سی سے کہہ کر الاٹ کروادیں۔ صاحب نے مجھے بلایا اور کہا ایک درخواست ڈی۔ سی کے نام لکھ لاؤ۔ میں درخواست لے گیا۔ صاحب نے سفارش کر دی اور پلاٹ الاٹ ہو گیا۔ مجھے ایک خط ملا کہ ڈی۔ سی کے دفتر آئیں، الاٹمنٹ کی کاروائی مکمل کرنی ہے۔ میں وہاں گیا تو انہوں نے ایک فارم دیا جس میں حلفیہ بیان دینا تھا کہ کراچی میں میرا اور کوئی پلاٹ نہیں ہے۔ چونکہ میرا ایک پلاٹ تھا، اس لیے میں بغیر فارم پر کئے چلا آیا۔ صاحب نے پوچھا، پلاٹ ہو گیا۔ میں نے کہا نہیں ختم ہو گیا۔ پوچھا وہ کیسے؟ میں نے کہا، اس کے لیے جھوٹا بیان دینا پڑتا تھا کہ میرا اور کوئی پلاٹ نہیں ہے۔ صاحب نے کہا، تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، لکھ دیتے۔ میں نے کہا، یہ تو چھوٹا سا پلاٹ ہے۔ اگر ایک کروڑ روپیہ کی مالیت کا بھی پلاٹ ہوتا تو مَیں جھوٹ نہ بولتا۔ صاحب نے ڈی۔ سی صاحب سے فون پر بات کی لیکن وہ نہیں مانے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر بھی وہ پلاٹ مجھے دلا دیا۔ اس کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ میرے ایک دوست احمدی افسر صفدر بھٹی صاحب تھے۔ پلاٹ کے لیے ایڈوانس ان سے ہی قرض لے کر دو ہزار روپیہ جمع کرایا تھا۔ وہ ایک بار ملے اور پوچھا، پلاٹ کا کیا ہوا؟ میں نے ساری صورت حال بتا دی اور بتایا کہ وہ دو ہزار روپیہ بھی ضائع ہو گیا۔ وہ ڈی۔ سی صاحب کے بے تکلف دوست تھے۔ ان کے پاس گئے اور کہا، کیا کوئی نیا قانون آیا ہے کہ سرکاری ملازم کو جھوٹ بولنے پر مجبور کیا جائے۔ ڈی۔ سی صاحب نے کہا، کہو کہنا کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے بتایا ایک دیانتدار سرکاری ملازم

کے پاس اگر پلاٹ ہے تو کیوں اسے مجبور کیا جا رہا ہے کہ ضرور جھوٹ بولے۔ڈی۔سی صاحب نے مجھے مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے بغیر حلف نامے کے لکھ دیا کہ پلاٹ دے دیا جائے اور پلاٹ الاٹ ہو گیا۔

## منور علی خاں صاحب ایس۔پی

اوپر پلاٹ کے سلسلہ میں میرے جس افسر کا ذکر ہوا ہے ان کا نام منور علی خان تھا۔میرے وہ افسر بھی تھے اور بے تکلف دوست بھی۔یہ میرے اس زمانہ سے واقف تھے جب یہ انسپکٹر انچارج فیروز آباد ہوا کرتے تھے۔ان کا ٹرانسفر اینٹی کرپشن ڈیپارٹمنٹ میں ہو گیا۔جب الوداعی ملاقات کرنے آئے تو میں نے کہا، خان صاحب !آپ تو خود رشوت لیتے ہیں، آپ کیسے رشوت خوروں کو پکڑیں گے۔کہنے لگے، میں انہیں اس لیے تو نہیں پکڑوں گا کہ رشوت کیوں لی ہے۔میں تو اس لیے پکڑوں گا کہ تمہیں رشوت لینا آتا ہی نہیں۔دیکھو ہم بھی کبھی پکڑے گئے ہیں۔اس طرح پر انہوں نے مجھے خاموش کرا دیا۔

## گلبدن۔ایک لطیفہ

ایک سب انسپکٹر تھا جس کا نام گلبدن تھا۔ہزارہ کا رہنے والا تھا۔چھوٹا قد۔کوتاہ گردن۔سریوں جیسے کندھوں پر رکھا ہوا ہو۔لیکن بڑی بڑی موچھیں۔اس سے کوئی غلطی ہو گئی۔میں نے اسے بلایا اور صاحب کے سامنے پیش کیا۔صاحب نے مجھ سے پوچھا، کبھی زندگی میں گلبدن دیکھا ہے؟ میں نے کہا، نہیں کہنے لگے، آج دیکھ لو۔

## ضیاء الحق اور نفاذ اسلام کا حکم نامہ

میں منور علی خاں صاحب کے ماتحت میں کام کرتا تھا جب ضیاء الحق کا حکم نامہ ملا کہ ہر سرکاری دفتر میں نماز کا انتظام کیا جائے۔ مصلے ہوں، لوٹے ہوں اور دفتر انچارج خود نماز کی امامت کرائے۔ دفتر والے سب جانتے تھے، میں احمدی ہوں۔ سب اکٹھے ہوئے اور مجھے کہا آپ سب سے بہتر امام ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ایس۔ پی صاحب سے کہہ کر باقی انتظامات بھی آپ ہی کرائیں۔ میں نے کہا نماز تو پڑھانی ہے ایس۔ پی صاحب نے۔ انتظامات کے لیے میں صاحب سے بات کرتا ہوں۔ جب میں نے ذکر کیا تو کہنے لگے کیا کبھی آرڈیننس سے بھی نفاذ اسلام ہوا کرتا ہے۔ ہمارے پاس اس مقصد کے لیے کوئی الگ فنڈ نہیں ہے۔ جس نے پڑھنی ہے سامنے مسجد ہے، سڑک کراس کر کے پڑھ آیا کرے۔

## جھوٹ سے اجتناب پر ایک بار پھر آسمانی مدد۔ پانی کا ٹینکر پہنچ گیا

اوپر مَیں نے جس پلاٹ کا ذکر کیا ہے کہ وہ میرے پاس پہلے سے موجود تھا، اس پر مکان کی تعمیر کا جب پروگرام بنایا تو ہاؤس بلڈنگ کارپوریشن سے قرض منظور ہو گیا۔ چنانچہ میں نے ایک احمدی بزرگ کو نگرانی کئے لیے مقرر کر دیا اور کام شروع ہو گیا۔ ایک دن میں جب کام دیکھنے گیا تو مزدور فارغ بیٹھے تھے۔ معلوم ہوا کہ کل سے پانی نہیں آیا۔ میں نیو کراچی تھانے جس کی حدود میں یہ پلاٹ تھا، گیا اور ڈیوٹی افسر سے پوچھا، کہیں سے پانی مل سکتا ہے۔ اس نے ایک ہیڈ کانسٹیبل ساتھ کیا کہ کے۔ ڈی۔ اے کے دفتر سے پانی کا ٹینکر دلوا دیں۔ جب وہاں گئے تو ہیڈ کانسٹیبل نے متعلقہ افسر سے کہا، یہ ہمارے افسر ہیں۔ ان کے بچے فلاں سیکٹر میں رہتے ہیں۔ کل سے پانی نہیں آیا۔ میں نے کہا، سر یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے۔ میرے

بچے وہاں نہیں رہتے بلکہ مکان زیر تعمیر ہے۔وہ کہنے لگا، معاف کرنا، ہم زیر تعمیر مکانوں کے لیے پانی نہیں دیتے۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیااور باہر آگیا۔ باہر آکر میں نے ہیڈ کانسٹیبل سے کہا، تم نے کیوں میرے لیے جھوٹ بولا؟ میں ابھی اس سے بات کر ہی رہا تھا کہ متعلقہ افسر کا چپراسی دوڑتا ہوا آیا اور کہا آپ کو صاحب بلا رہے ہیں۔ میں واپس گیا تو اس نے کہا، میں نے سوچا، اگر ایک آدمی سچ بول رہا ہے تو کیا وہ پانی کا مستحق نہیں۔ آپ اپنے پلاٹ پر پہنچیں، پانی آرہا ہے۔

## 1974ء کا پاکستان اسمبلی کا فیصلہ اور بعض ایمان افروز اور دلچسپ واقعات

### بہتر ایک طرف تہتر واں ایک طرف

جس دن ستمبر 1974 کا فیصلہ ہوا ایک خاتون کراچی میں احمدی ہو گئیں۔ان کے شوہر پہلے احمدی تھے اور وہ احمدی نہیں ہوتی تھیں۔ جب یہ فیصلہ ہوا تو انہوں نے اپنے شوہر سے کہا، بیعت فارم لاؤ۔انہوں نے پوچھا، اب کیا بات ہوئی کہ اچانک بیعت فارم مانگ رہی ہو۔ انہوں نے بتایا آج آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی پوری ہو گئی ہے کہ میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گی، ان میں سے ایک ناجی ہو گا۔ اب بہتر نے مل کر ایک کو خود ہی الگ کر کے ثابت کر دیا ہے کہ ناجی کون ہے۔

### رہائش گاہ پر پولیس گارڈ کی تعیناتی کی پیش کش

1974 کے فسادات کے دوران ایک احمدی دوست ڈی۔ایس۔پی ایئرپورٹ کو ملنے آئے اور باتوں باتوں میں انہیں بتا گئے کہ ہمارے قائد ضلع آپ کے تھانے میں رہائش پذیر ہیں۔ڈی۔ایس۔پی صاحب مجھے بہت عرصہ سے جانتے تھے اور بڑی عزت کرتے تھے انہوں نے مجھے بلایا اور پیش کش کی کہ حالات بڑے خراب

ہیں آپ کے گھر پر پولیس گارڈ لگوا دیتا ہوں۔ میں نے کہا اگر سارے احمدیوں کے گھر پر گارڈ لگوا سکتے ہیں تو میرے گھر پر بھی لگوا دیں۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے۔

## ایک بزرگ احمدی کی آخری خواہش

ڈرگ کالونی نمبر پانچ میں ایک بزرگ احمدی بیمار تھے۔ ایک بار انہوں نے پیغام دیا کہ میں ان سے ملوں۔ میں گیا۔ وہ بیمار تھے اور چل پھر نہیں سکتے تھے۔ ان کے بیٹے مرتد ہو چکے تھے۔ اس لیے وہ یہ خطرہ محسوس کرتے تھے کہ ان کا جنازہ کہیں غیر احمدی نہ پڑھ دیں۔ انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ جب میں مر جاؤں تو میرا جنازہ غائب احمدیہ ہال میں پڑھوا دیا جائے۔ میں نے کہا، اوّل تو ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے اور اگر خدانخواستہ ایسا وقت آ ہی گیا تو آپ فکر نہ کریں نماز جنازہ غائب ادا کروا دی جائے گی۔ میں نے حلقہ والوں سے کہہ دیا کہ وہ ان کا خیال رکھیں اور اگر فوت ہو جائیں تو مجھے اطلاع کریں۔ وہ بزرگ کچھ عرصہ بعد فوت ہو گئے۔ ان کے غیر احمدی بچوں نے جنازہ تیار کیا اور ایک قریبی مسجد میں لے گئے اور مولوی صاحب سے نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی۔ وہ مولوی صاحب انہیں کہنے لگے، مجھے علم ہے یہ احمدی تھے۔ میں نہیں پڑھاؤں گا۔ وہ جنازہ اٹھا کر ایک اور مسجد میں لے گئے۔ وہاں یہ خبر پہلے پہنچ چکی تھی کہ یہ بزرگ احمدی تھے۔ اس لیے وہاں بھی نہ پڑھا گیا۔ اب ان کے بچوں نے سوچا کہ کب تک میت لے کر گھومتے رہیں گے۔ چنانچہ احمدیوں کو اطلاع کرائی کہ نماز جنازہ پڑھ کر دفنا دیں۔ احمدی اکٹھے ہو گئے۔ نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کے لیے قبرستان لے گئے۔ تدفین کے موقع پر میں بھی اطلاع ملنے پر پہنچ گیا۔ ان کے بچوں سے تعزیت

کی۔ وہ بہت متاثر ہوئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کی آخری خواہش کو پورا کر دیا۔

## خاکسار کو قتل کرنے کا منصوبہ

**کون کہتا ہے یہ لاوارث ہے اسے خون دینے کے لیے ایک کروڑ انسان موجود ہیں۔**

ان ہی دنوں میں مجھے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ مجھے گھر سے یہ کہہ کر بلوایا گیا کہ مکرم مولوی محمد علی صاحب مرحوم (ہمارے حلقہ ڈرگ کالونی کی مسجد بیت الانوار میں بطور معلم متعین تھے) بلا رہے ہیں۔ میں گھر پر نہ تھا۔ جب گھر آیا تو مجھے وہ پیغام ملا۔ میں مسجد کی طرف جانے کے لیے نکلا ہی تھا کہ ایک ہمسائے جن کا نام میر زادے تھا، نے بتایا کہ آپ کی مسجد پر حملہ ہوا ہے اور ایک آدمی قتل ہو گیا ہے اور نعش نالے میں پڑی ہے۔ یہ میر زادے ایک شیعہ نوجوان تھا۔ میرے ساتھ اس نے بڑا تعاون کیا تھا۔ مجھے موٹر سائیکل چلانی بھی سکھائی۔ کبھی کبھی دور جانا ہوتا تو انہیں ساتھ ڈیوٹی پر بھی لے جاتا تھا۔ نہایت قابل اعتماد جوان تھا۔ آج کل امریکہ میں ہے۔ وہ میرے ساتھ ہو لیا۔ جب ہم مسجد کے قریب نالے پر پہنچے تو نالا خون سے بھرا ہوا تھا۔ ایک سپاہی ڈیوٹی پر کھڑا تھا۔ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ سامنے والی مسجد سے مولوی آئے تھے، انہوں نے ایک شخص کو کلہاڑیوں سے مارا ہے۔ اسے چادر میں باندھ کر ہسپتال لے گئے ہیں۔ پتہ نہیں وہ زندہ ہے یا کہ مر چکا ہے۔

خاکسار فوری طور پر جناح ہسپتال پہنچا۔ معلوم ہوا ہمارے ایک نوجوان جن کا نام خالد ہے اور وہ اس وقت خادم مسجد تھے، شدید زخمی ہیں اور انہیں خون کی فوری ضرورت ہے۔ نرس ڈاکٹر سے کہہ رہی تھی، یہ لاوارث ہے، اس کے لیے کون خون دے گا۔ یہ الفاظ میرے کانوں میں پڑ گئے۔ پتہ نہیں مجھے اتنا جوش کہاں سے

آ گیا، میں نے کہا، کون کہتا ہے یہ لاوارث ہے۔ اسے خون دینے کے لیے ایک کروڑ انسان موجود ہیں۔ وہ حیران ہوئے، یہ کون آیا ہے۔ میں نے کہا، جتنا خون آپ کو چاہیئے مل جائے گا۔ آپ انہیں جس گروپ کا جتنا خون درکار ہے دیں۔ خالد کے جسم پر انگنت زخم تھے۔ میں نے تمام مجالس میں اطلاع کرائی کہ خون کے عطیات دینے کے لیے جناح ہسپتال پہنچیں۔ وہاں اتنے لوگ پہنچ گئے کہ خون لینے کا انتظام مشکل ہو گیا۔ الحمدللہ خالد صاحب بچ گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب بھی حیات ہیں۔

بعد میں پتہ چلا مکرم مولوی محمد علی صاحب نے مجھے کوئی پیغام نہیں بھجوایا تھا۔ پیغام دینے والا ایک نومبائع تھا۔ اس واقعہ کے بعد وہ غائب ہو گیا اور پھر نظر نہیں آیا۔ میں اگر گھر پر ہوتا تو اصل ٹارگٹ میں ہی تھا۔

## مجلس ختم نبوّت کی Hit list پر۔ تمہیں شہید ہونے کا بہت شوق ہے؟

میرا ایک دوست انسپکٹر محمد منظور پولیس میں تھا۔ ہم دونوں کا تعلق ایک ہی علاقے سے تھا اور بھرتی بھی اکٹھے ہی ہوئے تھے۔ 1974ء کے فسادات کے دوران ایک دن اس کا فون آیا کہ مجھے فوری طور پر ملو۔ چونکہ اس کے ساتھ بہت بے تکلفی تھی۔ میں نے اسے مذاق سمجھا کہ گپ شپ کے لیے بلا رہا ہے جب اس نے تاکید کی کہ ضرور آؤ تو میں سولجر بازار تھانے جہاں وہ ڈیوٹی پر تھا چلا گیا۔ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگا، تمہیں شہید ہونے کا بڑا شوق ہے۔ اس نے بتایا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر سے تلاشی کے دوران یہ لسٹ ملی ہے۔ یہ ان احمدیوں کی لسٹ ہے جو ان کی ہٹ لسٹ پر ہیں۔ اس لسٹ میں میرا نام، مکرم امیر صاحب کے بعد دوسرے نمبر تھا اور اس کے سامنے بجائے قائد ضلع کے سیکرٹری لکھا تھا۔ میں ان کے بد ارادوں سے تو بچ گیا لیکن بعد میں مجھے اللہ تعالیٰ نے واقعی سیکرٹری ہونے کا اعزاز بخشا اور

وہ اس طرح کہ میں نے ایک بار سیکرٹری مجلس عاملہ ہونے اور دوسری بار جماعت کا جنرل سیکرٹری ہونے کی توفیق پائی۔ الحمد للہ

## قتل کا تیسرا منصوبہ

پولیس سے ریٹائرمنٹ کے بعد جب میں نے وکالت شروع کی تو ایک دن ایک مشہور وکیل کا نام لے کر میرے گھر پیغام دیا گیا کہ اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور وہ آغا خان ہسپتال میں داخل ہے اور مجھے بلا رہا ہے۔ میں تو اس وکیل کو جانتا تھا لیکن میرے جیسے جونیئر وکیل کو وہ کیسے جان سکتا تھا۔ میں نے ایک آدمی کو بھجوایا کہ وہ پتہ کرے۔ اس نے چیک کر کے بتایا کہ نہ اس وارڈ میں اور نہ ہی پورے ہسپتال میں اس نام کا کوئی مریض ہے۔

جب ان واقعات کی رپورٹ سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو ملی تو حضور انورؒ نے ارشاد فرمایا کہ جب بار بار آپ کو وارننگ مل رہی ہے تو اتنی بے احتیاطی سے سفر نہ کیا کریں۔ ساتھ خدام ڈیوٹی پر ہونے چاہئیں۔

## مزید واقعات

### مکرم امیر صاحب نے ڈیوٹی والوں کو واپس بھجوا دیا

1974ء کے حالات کے دوران خاکسار نے بطور قائد ضلع ضروری سمجھا کہ ان حالات میں ہمارے امیر کی حفاظت ضروری ہے۔ چنانچہ میں نے خدام بھجوا دیے اور شفٹ وار ڈیوٹی لگا دی۔ جب امیر صاحب نے خدام کو دیکھا تو پوچھا خیریت ہے کیسے آئے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ قائد صاحب نے بھجوایا ہے۔ کہنے لگے، چلے جاؤ۔ مجھے ضرورت نہیں۔ ہم تین مرد گھر پر ہیں۔ خدام نے کہا، ہم قائد صاحب کے حکم سے آئے ہیں، انہی کے حکم سے واپس جائیں گے۔ مکرم امیر صاحب نے

خاکسار کو طلب فرمایا اور کہا، ایسے گھروں کی طرف توجہ کی ضرورت ہے جہاں ضرورت ہے۔ ہم تین جاٹ اس گھر میں ہیں اور ڈنڈے سوٹے بھی ہیں۔ ہماری فکر نہ کریں اور ڈیوٹی ختم کرادی۔

## حکومت ہماری حفاظت میں مخلص تھی لیکن طریقہ حفاظت غلط چنا

مرکزی حکومت یا دیگر صوبائی حکومتوں کا تو پتہ نہیں البتہ حکومت سندھ نے ہماری حفاظت کے لیے فیصلہ کیا کہ ساری جماعت کراچی کو آغاخان اسکول کریم آباد میں رکھا جائے۔ وہیں کھانے پینے وغیرہ اور حفاظت کا انتظام ہو۔ یہ طریقہ حفاظت غلط تھا۔ اس میں بڑی قباحتیں تھیں جن کا یہاں ذکر کرنا مناسب نہیں۔ اس لیے جماعت نے حضور انورؒ کی ہدایت کے تحت اس پر عمل سے انکار کر دیا اور کہا ہم اپنے گھروں میں رہ کر ہی حالات کا مقابلہ کریں گے۔

## یہ پھر اطاعت تو نہ ہوئی نا

ایک نہایت ہی اہم رپورٹ مرکز میں ارسال کرنا تھی۔ میں نے ایک قابل اعتماد خادم مکرم کوثر باجوہ صاحب مرحوم (برادر اصغر مکرم مولانا عطا اللہ کلیم صاحب مرحوم سابق مشنری انچارج جرمنی) کو پیغام بھجوایا کہ جس قدر جلد ممکن ہو آئیں۔ وہ گھر سے سبزی لینے نکلے تھے۔ بازار میں انہیں پیغام ملا۔ وہیں سے وہ احمدیہ ہال پہنچ گئے۔ میں نے وہ رپورٹ دی اور کہا کہ ابھی اسٹیشن پر جائیں۔ چناب ایکسپریس کا وقت ہے، اس سے چلے جائیں۔ وہ چلے گئے۔ گھر والے سبزی کی انتظار میں بیٹھے رہے۔ مجھے اطلاع ملی کہ ان کے گھر والے پریشان ہیں۔ وہ گھر سے سبزی لینے گئے تھے مگر واپس نہیں آئے۔ انہیں اطلاع کرا دی گئی کہ وہ ربوہ گئے ہیں۔ جب کوثر صاحب واپس آئے تو میں نے کہا آپ گھر کیوں نہ گئے کہ اطلاع ہو

جائے۔ کہنے لگے ، یہ پھر اطاعت تو نہ ہوئی نا۔ آپ کا حکم تھا فوری پہنچو۔ سو میں حاضر ہو گیا۔

## مولانا سلطان محمود صاحب انور کی حاضر دماغی

جن مربیان کرام سے خاکسار کو واسطہ پڑا، ان میں سب سے زیادہ جن سے میں متاثر ہوا، وہ مکرم مولانا سلطان محمود صاحب انور تھے۔ 1974ء میں پورا ملک فسادات کی آگ کی لپیٹ میں آ چکا تھا۔ ان ہی دنوں میرے ایک دوست مکرم اختر نصیر صاحب جو کہ MES – Military engineering service میں ایکسین تھے (بعد میں وہ کراچی سے جرمنی آئے اور آج کل کینیڈا میں ہیں) کے برادر نسبتی انتقال کر گئے۔ انہوں نے مجھے فون پر کہا کہ جنازہ تم نے پڑھانا ہے۔ میں نے کہا، مکرم مربی صاحب کو بلالیں۔ میں ویسے آجاؤں گا۔ انہوں نے بتایا وہ بیمار ہیں اور سیکنڈ چوائس تمہاری ہے۔ میں پہنچ گیا لیکن وہاں صورت حال بڑی خطرناک ہو گئی۔ ایک مولوی صاحب بیٹھے تھے۔ بقول ان کے مرحوم ان کے دوست تھے اس لیے ان کا اصرار تھا کہ جنازہ وہ پڑھائیں گے۔ ان کے ساتھ چند آدمی بھی تھے۔ میں نے مکرم مولانا صاحب کو فون کیا اور عرض کی کہ آپ کو بخار ہے لیکن یہاں جو بخار ہمیں ہو رہا ہے اس کا آپ کو اندازہ نہیں۔ اس لیے ٹیکسی، رکشہ کر کے آجائیں۔ وہ تشریف لے آئے۔ اب ہم جنازہ لے کر قبرستان کی طرف چل پڑے۔ مکرم مولانا صاحب نے مولوی صاحب سے پوچھا، کیا شغل ہے ۔انہوں نے بتایا کہ میرا ایک مدرسہ ہے۔ اس میں دو اڑھائی سو طلباء زیر تعلیم ہیں۔ مکرم مولانا صاحب نے پوچھا، کیا حکومت کوئی مدد کرتی ہے؟ انہوں نے کہا، نہیں۔ مکرم مولانا صاحب ان کے سامنے ہی کہنے لگے، قائد صاحب ان کی مدد ہو

نی چاہئے، انہیں کل احمدیہ ہال بلائیں۔ میں نے مولوی صاحب کو پتہ دے دیا۔ جب صفیں سیدھی ہوئیں تو مولوی صاحب نے مکرم مولانا سلطان محمود صاحب انور سے درخواست کی آپ نماز جنازہ کی امامت کرائیں۔ چنانچہ یہ مسئلہ بڑی خوبصورتی سے حل ہو گیا۔ دوسرے دن مولوی صاحب نماز عصر پر احمدیہ ہال پہنچ گئے۔ میں نے مکرم مولانا صاحب سے کہا، اب کیا کرنا ہے۔ کہنے لگے، کرایہ وغیرہ کے لیے پچاس روپے دے دیں۔ اس طرح وہ چار دن عصر کی نماز ہمارے ساتھ پڑھتے رہے۔

## ذوالفقار علی بھٹو اور جوتوں کی بوچھاڑ

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان نے سپر مارکیٹ لیاقت آباد کا افتتاح کرنا تھا۔ انہیں بتایا گیا کہ یہ علاقہ پیپلز پارٹی کے مخالفین کا ہے۔ اس لیے نہ آئیں لیکن انہوں نے آنے کا اعلان کر دیا۔ خاکسار کی ڈیوٹی لگی کہ سویلین اسٹاف کو ساتھ لے کر اسٹیج کے سامنے والا ایریا کور کرنا ہے۔ وہ جگہ خالی چھوڑی گئی تھی۔ میں سب کو ساتھ لے کر جا رہا تھا کہ ایک ٹینٹ سے آواز آئی، قائد صاحب ادھر آؤ۔ میں گیا، تو وہاں چند مولوی لاؤڈ اسپیکر پر نعرے لگا رہے تھے، ساڈا بھٹو آوے ای آوے۔ ان میں سے دو مولوی مکرم مولانا سلطان محمود صاحب انور کے دوست تھے۔ مولوی صاحب نے کہا، چپ کر کے یہاں بیٹھ جاؤ۔ میں نے کہا، میری ڈیوٹی ہے۔ کہنے لگے، جہاں اتنی مخلوق ڈیوٹی پر چلی گئی ہے اور انہوں نے وہ ایریا بھی کور کر لیا ہے تو ایک آدمی کے نہ جانے سے کیا فرق پڑے گا۔ تھوڑی دیر میں بھٹو صاحب بھی آ گئے اور تقریر شروع کر دی۔ ابھی یہ فقرہ کہا ہی تھا کہ کیا یہ وہی علاقہ ہے جو ہمارے مخالفوں کا گڑھ کہلاتا ہے تو ہر طرف سے جوتوں کی بارش شروع ہو

گئی اور بھٹو صاحب بغیر تقریر کے تشریف لے گئے۔ مولوی صاحب کہنے لگے، لیں آج ہم نے آپ کو جوتوں سے بچا کر نمک حلال کر دیا ہے۔ میں نے پوچھا، تو کیا یہ سب کچھ آپ لوگوں نے کیا ہے۔ کہنے لگے اور کون یہ نیک کام کر سکتا ہے؟

## ہمیشہ محتاط رہیں ہو سکتا ہے کوئی تنقیدی جائزہ لے رہا ہو

1974ء میں برادرم راجہ احمد خاں صاحب نے کچھ عزیزوں کے بحرین کے ویزے بھجوائے۔ ان کے پاسپورٹ بنوانے کے لیے ایک دوست گلاب خاں صاحب سے تعارف ہوا۔ وہ بہت ہی نفیس طبیعت کے مالک تھے، اس لیے ان سے جلد تعلقات گہرے سے گہرتے ہوتے گئے۔ ایک بار مجھے ملنے کے لیے آئے۔ میں بازار جا رہا تھا۔ میں نے کہا، چلیں گھوم پھر آئیں۔ وہ میرے ساتھ ہو لیے۔ میں نے ان سے پوچھا، جماعت کا بھی مطالعہ کبھی کیا ہے؟ کہنے لگے ایک سال ہو گیا ہے کر رہا ہوں۔ میں نے کہا، پھر تو کافی کتابیں پڑھ لی ہوں گی۔ کہنے لگے، ایک بھی نہیں۔ صرف ایک کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھی ہے۔ میں نے پوچھا، ایک سال میں صرف ایک کتاب پڑھی ہے۔ میں سمجھا نہیں۔ کہنے لگے اسلامی اصول کی فلاسفی بھی بہت پہلے پڑھی تھی۔ اس سال کے دوران نہیں پڑھی۔ میرے اس سوال پر کہ پھر ایک سال مطالعہ سے کیا مراد ہے، فرمانے لگے، ایک سال سے میں آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، گفتگو کرنا وغیرہ دیکھ رہا ہوں۔ میں حقیقت میں کانپ گیا کہ نہ جانے میری کتنی کمزوریاں اس دوست کے علم میں آئی ہوں گی۔ اس لیے میں نے کہا پھر تو میری بہت کمزوریاں آپ نے نوٹ کی ہونگی۔ کہنے لگے، ایک بھی نہیں۔ بلکہ میں بہت متاثر ہوا ہوں کہ پولیس جیسے بدنام زمانہ محکمہ میں رہ کر آپ نے کس طرح اپنے آپ کو بچایا ہوا ہے۔

## رگوں میں احمدی باپ کا خون

میرے ایک ہم وطن ٹھیکیدار محمد اسلم صاحب سونگھا مرحوم تھے۔ ان کے والد صاحب مرحوم مخلص احمدی تھے لیکن یہ آہستہ آہستہ جماعت سے ہٹ گئے تھے۔ 1974ء کے فیصلہ کے بعد ایک روز بازار ان سے آمنا سامنا ہو گیا مجھے دیکھ کر کہنے لگے کافر ہو گئے ؟۔ میں نے کہا مجھ میں تم میں فرق ہے کہ میں تمہاری نگاہ میں کافر ہوں اور تمہاری رگوں میں ایک کافر کا خون گردش کر رہا ہے۔ بڑے نادم ہوئے۔ کچھ دنوں بعد ان کے محلہ کی مسجد میں بعد نماز عشاء جلسہ تھا اور موضوع ختم نبوت تھا۔ میں نے متعلقہ قائد صاحب سے کہا دو خدام کسی باہر کی مجلس سے بھجوا دیں تا کہ جلسہ کی رپورٹ مل سکے۔ جلسہ میں ہمارے خلاف حسب معمول دھواں دھار تقریریں ہوئیں اور طے پایا کہ ہمارے گھروں کو جلایا جائے۔ محمد اسلم صاحب اٹھے اور کہا میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں محلے کے معزز لوگوں میں ان کا شمار ہو تا تھا۔ انہوں نے کہا گھروں کو جلانا اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ یہ تو سنا ہے کفار مسلمانوں کو اس قسم کی تکلیفیں دیا کرتے تھے لیکن یہ کہیں نہیں لکھا کہ مسلمانوں نے کبھی مخالفین کو اس قسم کی سزا دی ہو اس سے فضا تبدیل ہو گئی اور لوگ اٹھ کر گھروں کو چلے گئے۔ مجھے رپورٹ مل گئی ایک دن پھر ملاقات ہو گئی تو میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا یہ وہ احمدی خون تھا جو تمہاری رگوں میں دوڑ رہا تھا۔

## غلام رسول صاحب سونگھا مرحوم

اوپر محمد اسلم صاحب سونگھا کا ذکر ہوا ہے غلام رسول صاحب سونگھا مرحوم ان کے والد تھے جو بہت مخلص احمدی تھے اس میں سونگھا نام کا دلچسپ اور حیران کن

واقعہ ہے۔ جب یہ ابھی بچے تھے ایک بار جب جاگے تو چارپائی سے نیچے اترنے سے انکار کر دیا اور والدہ سے کہا چارپائی کے نیچے پانی ہے۔ انہوں کہا کوئی پانی نہیں تمہارا وہم ہے انہوں نے ڈرتے ڈرتے نیچے پاؤں رکھا تو پانی نہیں تھا لیکن انہیں پانی نظر آرہا تھا، اس پر انہوں نے بتایا مجھے زیر زمین پانی نظر آتا ہے۔ چنانچہ انہیں کنواں کھودنے سے پہلے زمیندار لے کر جاتے تھے۔ وہ بہت دور دور دیہات میں جاتے تھے۔ مجھے یاد ہے ایک بار حضرت والد صاحب بھی انہیں اپنی زمین پر لے کر آئے تھے اس وقت انہوں نے بتایا تھا کہ حافظ شاہ محمد صاحب (جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) کا کنواں۔ نمبرداروں کا کنواں وہ جگہ جہاں وہ ہماری زمین میں کھڑے تھے اور جاٹوں کا کنواں ایک نہر پر واقع ہیں اس لائین پر جتنے مرضی ہے کنوئیں کھو دو پانی کبھی کم نہیں ہو گا۔ وہ اُس وقت آج سے تقریباً 65 سال پہلے دس روپۓ لیتے تھے لیکن والد صاحب سے صرف پانچ روپۓ لیے تھے۔ اس لیے ان کے نام کے ساتھ سونگھا آتا تھا۔ اسی جگہ پر بعد میں ہم نے ٹیوب ویل لگایا وہ چوبیس چوبیس گھنٹے بھی چلتا تھا لیکن پانی کم نہیں ہوتا تھا۔

## مستحقین کی امداد

محکمہ پولیس میں ملازمت کے دوران بہت سے مواقع پر مستحقین کی امداد کی توفیق ملی۔ یہاں طوالت کے خوف سے صرف تین واقعات کا ذکر کروں گا۔

## ایک شیعہ خاندان کو موت کے منہ سے نکلوانا

کراچی میں شیعہ سنی فسادات ہو رہے تھے۔ شیعہ حضرات کا زیادہ جانی نقصان ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ شیعہ حضرات کی طرف سے ایک مطالبہ شائع کرایا گیا جس میں ایک یہ بات بھی تھی کہ انہیں تحفظ فراہم کیا جائے خواہ انہیں غیر مسلم ہی قرار دے کر کیا جائے۔ ایک روز ایک اے۔ ایس۔ پی سلمان سید صاحب اور خاکسار لیاقت آباد ایس۔ پی آفس میں ڈیوٹی پر تھے۔

ایک شیعہ خاندان کی طرف سے اطلاع ملی کہ ان کے گھر کا مخالفین جو کہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں، نے گھیراؤ کیا ہوا ہے اور دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں بلکہ ایک طرف سے مکان کو آگ بھی لگا دی ہے۔ ہماری مدد کی جائے ورنہ اور تھوڑی دیر میں ہم سب جل جائیں گے یا قتل کر دیے جائینگے۔ میں نے لیاقت آباد تھانے فون کیا، وہاں ایک بہادر افسر اے۔ ایس۔ آئی سلیم ڈیوٹی پر تھا۔ وہ مجھے اکثر کہا کرتا تھا کبھی اس کے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم دیں۔

معلوم ہوا کہ ساری نفری باہر گئی ہوئی ہے۔ میں َنے اس ڈیوٹی آفیسر سے کہا، کچھ انتظام کرو۔ اس نے جواب دیا، میں تو آپ کے کہنے پر جانے کے لیے تیار ہوں لیکن میرے پاس چند سپاہی ہیں جو اتنے بڑے مجمع پر قابو نہیں پاسکتے۔ بعد میں پتہ چلا کہ نفری تو کم تھی ہی مگر در اصل وہ جانا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے اسے کہا، یوں سمجھو، یہ میرا ذاتی کام ہے۔ اس پر وہ تیار ہو گیا اور دس منٹ کے اندر اس متاثرہ خاندان جس میں جوان بچیاں بھی تھیں کو لے کر تھانے پہنچ گیا اور مجھے دفتر آ کر اطلاع دی کہ آپ کا کام ہو گیا اور کہا کہ آپ نے زندگی میں ایک کام کرنے کا کہا، وہ بھی شیعوں کی مدد کا۔

## اغواشدہ لڑکی کی برآمدگی

میں دفتر میں موجود تھا۔ ایس۔پی صاحب کسی میٹنگ میں جا رہے تھے کہ ایک بڑھیا درخواست لے کر آ گئی۔ صاحب جیپ میں بیٹھ چکے تھے۔ اردلی سے کہا، اسے منظور صاحب کے پاس لے جاؤ اور کہو اس کی جو بھی مدد ممکن ہو کریں۔ میں نے درخواست پڑھی تو معلوم ہوا اس کی بیٹی نیو کراچی سے اغوا ہو گئی ہے جو کہ جیکب لائین کی جھونپڑیوں میں ہے لیکن پولیس کوئی کاروائی نہیں کر رہی۔ میں نے نیو کراچی فون کیا اور متعلقہ افسر سے بات کی تو اس نے نہایت ڈھٹائی سے کہا، اس مائی کے پاس تو ٹیکسی کا کرایہ بھی نہیں ہے، میں کیا کروں۔ اسے میرے رد عمل کا اندازہ نہ تھا۔ میں نے کبھی زبان گندی نہیں کی تھی۔ تاہم اس محکمہ میں لمبا عرصہ رہ کر چند مواقع پر غصہ میں ایسا کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ میں جو کچھ بک سکتا تھا بکا اور کہا، اگر لڑکی تین گھنٹے کے اندر برآمد نہ ہوئی تو تم اپنے آپ کو معطل سمجھو۔ وہ گیا اور لڑکی لے کر آ گیا اور معذرت بھی کی۔

### جھوٹا مقدمہ ختم کروادیا

دو بھائیوں میں تنازعہ تھا۔ بڑا بھائی بہت نیک انسان تھا جب کہ چھوٹا اس کی جائیداد پر بری نظر رکھتا تھا۔ چھوٹے بھائی نے ایک پولیس افسر سے مل کر بڑے بھائی کے خلاف مقدمہ درج کرا دیا اور اس افسر نے بھی چونکہ لمبا مال کھایا تھا، خوب محنت کی اور کیس فائل چالان کی منظوری کے لیے ہمارے دفتر بھجوادی۔ کسی نے بڑے بھائی سے کہا کہ تم منظور صاحب سے جا کر مل لو اور ساری حقیقت بتا دو۔ بڑا بھائی میرے پاس آیا اور بتایا کہ فائل آپ کے پاس آ رہی ہے۔ میں نے اسے کہا، اگر یہ کیس بنایا گیا ہے تو آپ فکر نہ کریں، کچھ نہیں ہو گا۔ اس نے ایک بہت بڑی رقم دینا چاہی لیکن میں نے اسے سمجھایا، ایسی کوئی بات نہیں۔ اگر آپ سچے ہیں تو بغیر خرچ

کیسے کام ہو گا اور اگر جھوٹے ہیں تو میری طرف سے معذرت۔ فائل پڑھنے سے معلوم ہوا کہ یہ سراسر جھوٹا کیس بنایا گیا تھا۔ اس لیے ہم نے چالان کی نہ صرف اجازت نہ دی بلکہ تفتیشی افسر کو شوکاز نوٹس دے دیا۔ بڑا بھائی جو کہ ایک بہت بڑا بزنس مین تھا، ساری زندگی شکر گذار رہا اور بعد میں بھی خدمت کی پیش کش کی لیکن میں نے قبول نہیں کی۔

## ایک ریٹائرڈ فوجی پر جھوٹا مقدمہ

ایک ریٹائرڈ فوجی جس کی ٹانگیں 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں ضائع ہو گئی تھیں، اس کا ہمسائیوں کے ساتھ جھگڑا ہو گیا۔ ہمسائی نے ایک نہایت گندہ الزام اس فوجی پر لگوا کر کیس کر دیا۔ اس فوجی کو میرے ایک عزیز ساتھ لائے اور حلفیہ کہا کہ یہ شخص ایسا نہیں لیکن ہمسائی نے انتقامی کاروائی کی ہے۔ یہ ملیر تھانے کی حدود کا واقعہ تھا۔ اس تھانے میں ایک پٹھان اے۔ایس۔آئی تھا جس کی ایمانداری مشہور تھی کہ وہ تفتیش صحیح خطوط پر کرتا ہے اور کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں نے ایس۔ایچ۔او سے کہہ کر تفتیش اس کے نام کرا دی اور اسے کہا کہ تفتیش صاف ہونی چاہئے اور کسی سے رعایت نہیں ہونی چاہئے خواہ جس کی میں سفارش کر رہا ہوں، وہی کیوں نہ ہو۔ تفتیش سے معلوم ہوا کہ سراسر جھوٹا مقدمہ بنایا گیا تھا۔

## 1984ء کے بدنام زمانہ آرڈیننس کے بعض ایمان افروز اور دلچسپ واقعات

بذریعہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی بعض خبریں۔

ان ایام میں میرے بعض دوستوں اور عزیزوں کو بعض ایسی خوابیں آئیں جن سے پتہ چلتا تھا کہ اس بار:

1۔ جلسہ سالانہ لندن میں ہو گا

2۔ خاکسار اس موقعہ پر ڈیوٹی دے گا۔

3۔ خاکسار کے ساتھ مکرم محمد یوسف صاحب بھی ڈیوٹی دیں گے۔

اب ان خوابوں کی تفصیل بیان کی جاتی ہے

پہلی خواب: خاکسار کے بھتیجے عزیزم آفتاب احمد ابن مکرم برادرم بشارت احمد صاحب نے مجھے گجرات سے خواب لکھ کر بھجوائی کہ میں نے دیکھا ہے کہ جلسہ سالانہ لندن میں ہو رہا ہے اور آپ اس میں ڈیوٹی دے رہے ہیں۔ اس وقت تک جلسہ سالانہ کا اعلان نہیں ہوا تھا۔ میں نے اسے جواب دیا کہ صرف خوابیں دیکھنے سے کام نہیں بنے گا۔ کرایہ کا انتظام بھی کرو۔

دوسری خواب: مکرم محمد یوسف صاحب جو کہ اس وقت پی۔ آئی۔ اے میں ملازم تھے، نے دیکھا کہ جلسہ سالانہ لندن میں ہو رہا ہے اور میں (منظور شاد) اس میں ڈیوٹی دے رہا ہوں۔

تیسری خواب: مکرم محمد یوسف صاحب جن کا اوپر ذکر ہوا ہے، جب لندن میں ضروری ڈاک لے کر گئے تھے تو انہوں نے پھر وہی خواب دیکھی لیکن اس میں یہ اضافہ تھا کہ مکرم محمد یوسف صاحب بھی میرے ساتھ لندن میں ڈیوٹی دے رہے ہیں۔

بظاہر ان خوابوں کا پورا ہونا ناممکن نظر آتا تھا۔ لیکن قربان جائیں اس علیم اور خبیر خدا پر جس نے اپنے دو بندوں کو اس کی پیشگی اطلاع دی اور پھر حالات ایسے پیدا فرما دیئے کہ یہ خوابیں من و عن پوری ہو گئیں۔

جب جلسہ سالانہ کا اعلان ہو گیا تو لوگ جانے شروع ہو گئے۔ اس سال ویزے کی ضرورت نہیں تھی۔ صرف واپسی ٹکٹ لینا ہی کافی تھا۔ اس سے کافی عرصہ پہلے جب ابھی جلسہ کا اعلان نہیں ہوا تھا تو مکرم امیر صاحب نے مجھ سے پوچھا، تمہارا پاسپورٹ بنا ہوا ہے؟ میں نے بتایا کہ بنا تو تھا لیکن اس کی میعاد ختم ہو چکی ہے۔ فرمایا، بنوالو۔ کبھی ضرورت ہی پڑ جاتی ہے۔ کوئی ڈاک وغیرہ بھجوانی ہو تو بعض اوقات قابل بھروسہ آدمی کی تلاش ہوتی ہے میں نے اطاعت امیر میں اپنا پاسپورٹ دوبارہ بنوالیا۔

ایک دن عصر کے قریب میں مکرم امیر صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کا لندن سے فون آیا۔ انہوں نے کہا کہ، حضور انورؒ کا ارشاد ہے کہ:

منظور شاد کو first available flight سے لندن بھجوایا جائے۔

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ اس وقت سب سے پہلی کون سی فلائیٹ لندن جا رہی ہے۔ معلوم ہوا، ایک فلائٹ رات اڑھائی بجے جا رہی ہے۔ چنانچہ اسی وقت مکرم لطیف الرحمٰن صاحب جو کہ ایک احمدی ٹریولنگ ایجنٹ تھے، ان سے رابطہ کیا گیا۔ وہ گھر جا چکے تھے۔ انہوں نے کہا جب حضور انور کا ارشاد ہے تو تیاری کریں، سیٹ کا بندوبست ہو جائے گا۔

## بغیر چھٹی لیے درخواست بچوں کے سپرد کر کے تعمیل ارشاد میں چلا گیا

چنانچہ میں فوری طور پر گھر گیا مختصر سے وقت میں جو تیاری ممکن تھی وہ کی، میرے پاس تو گرم کپڑے ہی نہ تھے چند ایک شلوار قمیض وغیرہ ہی ساتھ رکھ لی۔ اور ائیر پورٹ جانے کے لیئے تیار ہو گیا، اس دوران عزیزم تصوّر احمد خالد موٹر سائیکل

پر نیو کراچی جا کر لطیف الرحمٰن صاحب کے گھر سے ٹکٹ لے آیا اور میں ائیر پورٹ کے لیئے روانہ ہو گیا۔ ایک پولیس افسر میری مدد کے لیے ساتھ آئے تھے۔ لندن پہنچ کر حکم ہوا کہ مکرم میجر محمود احمد صاحب افسر حفاظت خاص سے ملوں۔ انہوں نے بتایا کہ آپ کو اسلام آباد (انگلستان (میں جماعت کا وہ مرکز جہاں جلسہ سالانہ منعقد ہونا قرار پایا تھا( پہنچا رہے ہیں، وہاں جلسہ گاہ میں اسٹیج تیار ہونا ہے جو تمہاری نگرانی میں تیار ہو گا۔ بعد میں اس کی حفاظت بھی تمہارے ذمہ ہے۔ معلوم ہوا کہ سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفہ المسیح الرابعؒ کی صدارت میں ایک اعلیٰ سطح کا اجلاس ہوا تھا جس میں اسٹیج کی سیکیورٹی بھی زیر بحث آئی تھی۔ وہاں خاکسار کا نام مکرم و محترم چودھری حمید اللہ صاحب نے یہ کہتے ہوئے پیش کیا کہ منظور شاد کو اسٹیج کی حفاظت کا سالہا سال کا تجربہ ہے، اسے بلا لیا جائے۔ چنانچہ حضور انورؒ کے ارشاد پر خاکسار کو طلب کیا گیا تھا۔ الحمد للہ، یہ ڈیوٹی خاکسار نے پورے سات سال نبھائی اور کبھی کسی شکایت کا موقع نہیں پیدا ہونے دیا۔ اس وقت جو ناظم حفاظت اسٹیج مکرم رفیع الدین صاحب ہیں، انہیں خاکسار کے ساتھ بطور نائب لگا دیا گیا تھا۔ میرے بعد انہوں نے ہی یہ کام سنبھالا۔ یہ واضح رہے کہ اس سلسلہ میں میں نے خود ہی اپنے ساتھ کام کرنے والے خدام کا انتظام کرنا ہوتا تھا۔ چنانچہ میں کراچی اور سندھ سے آنے والے خدام اور صحت مند انصار کو جنہیں میں پہلے سے جانتا تھا، اپنے ساتھ لگاتا تھا۔ کچھ خدام انگلستان سے بھی مل جاتے تھے۔ اس دوران مکرم محمد یوسف صاحب کو بھی ڈیوٹی دینے کا موقع ملا اور اس طرح خواب کے تینوں پہلو من و عن پورے ہو گئے۔ الحمد للہ۔ یہ خاص طور پر بتانا چاہتا ہوں کہ مکرم امیر صاحب کے ارشاد پر خاکسار نے جو پاسپورٹ پہلے ہی بنوا لیا ہوا تھا تو حضور انور کے اس ارشاد کی تعمیل میں کہ خاکسار کو سب سے پہلی

فلائیٹ پر بھجوا دیا جائے، کوئی دقت پیش نہ آئی۔ ورنہ شاید میں اس سعادت سے محروم رہ جاتا۔ یہاں یہ عرض کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خاکسار بغیر چھٹی لیے اپنی رخصت کی درخواست بچوں کے سپرد کر کے چلا آیا اور اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ کیا ہو گا۔ جب خاکسار جہاز پر سوار ہونے کے لیے جا رہا تھا تو سی۔ آئی۔ ڈی کا ایک سب انسپکٹر وہاں ڈیوٹی پر موجود تھا۔ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگا، اچھا بھائی منظور لندن جا رہے ہیں اور بغیر میرے جواب دیئے خود ہی کہنا شروع کر دیا ملازمت چھوڑ دی، اچھا ہوا، یہاں کیا پڑا ہے۔ وہاں آپ جیسا قابل آدمی بہت جلد سیٹ ہو جائے گا اور اس طرح کی باتیں کرتے کرتے وہ مجھے جہاز تک چھوڑنے آ گیا۔ میں نے اسے کچھ نہیں کہا۔

## ایک خواب جو چند گھنٹوں بعد من و عن پوری ہو گئی

(اس واقعہ کا تعلق جرمنی سے ہے) اوپر ایسی تین خوابوں کا ذکر آیا ہے جو دوسروں نے میرے بارے میں دیکھیں اور پوری ہو گئیں۔ اب یہاں ایسی ہی ایک چوتھی خواب کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو کہ کسی نے میرے اور اپنے بارے میں دیکھی اور پھر وہ اسی روز مِن و عن پوری ہو گئی۔ مکرم امیر صاحب جرمنی نے ایک انکوائیری کے سلسلہ میں مکرم عبد الشکور صاحب اسلم جو اس وقت نائب امیر تھے اور خاکسار پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دیا، مکرم اسلم صاحب تو پہلے ہی ہیمبرگ میں تھے اور خاکسار نے ابھی وہاں جانا تھا۔ ایک اَور دوست مکرم لیاقت علی شمسی صاحب نے مجھ اپنے ساتھ لے جانا تھا کہ عین آخری وقت پر ان کا فون آ گیا کہ وہ نہیں جا سکیں گے البتہ انہوں نے متبادل انتظام کر دیا ہے۔ اور بتایا کہ ایک دوست مکرم وحید صاحب جو ہیمبرگ سے یہاں منتقل ہوئے ہیں، ان کی جگہ پہنچ جائیں گے۔

خاکسار مکرم وحید صاحب سے واقف نہ تھا اور نہ وہ پہلے مجھے جانتے تھے۔ مکرم وحید صاحب وقت مقررہ پر پہنچ گئے۔ وہ گاڑی چلا رہے تھے کہ دوران سفر نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے انہیں کہا کہ کسی پارکنگ میں گاڑی کھڑی کر کے نمازیں پڑھ لیں۔ چنانچہ ایک پارکنگ میں گاڑی کھڑی کر کے مکرم وحید صاحب کیونکہ بائیں طرف تھے، مجھے کہنے لگے، آپ میری سیٹ پر آجائیں اور نماز پڑھائیں۔ میں نے کہا، آپ ہی نماز پڑھا دیں، بارش ہو رہی ہے، اس تکلف میں پڑنے کہ کیا ضرورت ہے کہ میں پہلے ادھر جاؤں اور آپ ادھر آئیں۔ پھر میں ادھر آؤں اور آپ ادھر جائیں۔ لیکن ان کا اصرار تھا کہ چونکہ میں امیر ہوں (خاکسار ان دنوں ریجنل امیر فرینکفرٹ تھا) میں ہی نماز پڑھاؤں۔ میں نے کہا کہ جب امیر خود ہی کہہ رہا ہے تو پھر کیا حرج ہے۔

الغرض انہوں نے میرے زور دینے پر نماز پڑھائی۔ نماز کے دوران انہوں نے سجدہ غیر معمولی لمبا کیا اور رو رو کر دعائیں کیں۔ نماز ختم کرنے کے بعد، میں نے پوچھا، آج اللہ تعالیٰ سے کیا کیا مانگ لیا۔ انہوں نے بتایا کہ مانگا تو کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا تھا کہ جو خواب آج رات دیکھی تھی، وہ پوری ہو گئی۔ پھر انہوں نے بتایا کہ آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ نماز کا وقت ہے، صفیں درست ہیں اور امیر صاحب نے نماز پڑھانی ہے لیکن امیر صاحب مجھے بازو سے پکڑ کر آگے کر دیتے ہیں کہ نماز پڑھاؤ۔ میں کہتا ہوں، آپ امیر ہیں آپ کی موجودگی میں میں کیسے نماز پڑھاؤں تو امیر صاحب کہتے ہیں، جب میں خود کہہ رہا ہوں تو کیا حرج ہے۔ انہوں نے مزید یہ بھی بتایا کہ خواب میں نماز کے اندر آپ بجائے کسی صف میں کھڑے ہونے کے میرے ساتھ دائیں طرف کھڑے ہیں۔

## ایک اور خواب جو چند گھنٹوں میں پوری ہو گئی

مکرم برادرم محمد عاصم صاحب کراچی میں Dentist ہیں۔ یہ خاندان بہت مخلص ہے۔ ایک دن میں ان سے دوا لے کر آیا۔ رات کو تکلیف بڑھ گئی اور میں درد کی شدت کی وجہ سے اٹھ کر صحن میں ٹہلتا رہا۔ ادھر مکرم عاصم صاحب نے خواب میں اسی وقت دیکھا کہ مجھے شدید درد ہے اور میں درد کی وجہ سے ٹہل رہا ہوں۔ مکرم عاصم صاحب اسی وقت اٹھے وضو کیا اور نوافل میں میرے لیے دعا کی۔ صبح جب میں دوا لینے گیا تو مکرم عاصم صاحب نے پوچھا بھائی جان رات کو درد زیادہ ہو گئی تھی میں نے کہ ہاں لیکن آپ کو کس نے بتایا تو انہوں نے اپنی خواب اور پھر نوافل کی ادائیگی کا بتایا۔ اور یہ وقت بھی وہی تھا جب میں درد سے ٹہل رہا تھا۔

## صحیح آمد پر چندہ کی ادائیگی

یہ خاندان بہت مخلص ہے ان سے پہلے ان کے بڑے بھائی مکرم محمد یونس صاحب یہاں بطور ڈینٹسٹ پریکٹس کرتے تھے۔ (آج کل سڈنی آسٹریلیا میں ہیں) ایک بار میں گیا تو میز پر ریز گاری کی ڈھیریاں اور نوٹ الگ الگ کر کے گن رہے تھے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ میرا یہ معمول ہے کہ روزانہ کی آمد میں سے دسواں حصہ چندہ وصیت نکال کر اس تھیلی میں ڈال دیتا ہوں ایک تو مہینہ کے آخر پر چندہ ادا کرنا آسان ہوتا ہے اور دل بھی مطمئن ہوتا ہے کی صحیح آمد پر چندہ ادا کیا ہے اس سے یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ ریز گاری کے لیے کہیں جانا نہیں پڑتا۔

## لندن کا پہلا سفر اور ایک دلچسپ ہمسفر

جب میں اپنے پہلے سفر پر لندن جا رہا تھا تو جہاز میں جا کر معلوم ہوا کہ میرے ساتھ جس مسافر کی سیٹ ہے، اس کی بہت بڑی داڑھی ہے۔ میں نے سوچا سفر بڑا بور

گزرے گا۔ پھر یہ سوچ کر اطمینان ہو گیا کہ یہ اتنی بڑی داڑھی والا شخص لازماً دوبئی جارہا ہو گا۔ لیکن دوبئی جا کر جب وہ نہ اترا تو کچھ مایوسی سی ہوئی۔ پھر سوچا چلو اس سے ہی واقفیت پیدا کریں، کچھ تو بات چیت ہو گی۔ تعارف ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ لندن میں انکم ٹیکس ایڈوائیزر ہیں اور ایک عرصہ سے وہاں پر مقیم ہیں۔ جب میں نے انہیں بتایا کہ میرا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے اور میں وہاں جلسہ پر جارہا ہوں تو وہ بہت خوش ہوئے اور بتایا کہ میرے احمدیوں کے ساتھ بڑے اچھے تعلقات ہیں اور میں بھی ٹکٹ لطیف الرحمٰن صاحب (وہی احمدی ایجنٹ جنہوں نے مجھے ٹکٹ بنا کر دیا تھا) سے لے کر آیا ہوں۔ انہوں نے اپنی زندگی کا ایک دلچسپ واقعہ سنایا جس میں پڑھنے والوں کے لیے کئی سبق ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ کہ ان کا صرف ایک بیٹا ہے۔ وہ بارہ سال قبل اہلیہ اوراس بچے کو لے کر لندن آ گئے۔ بچے کی عمر اس وقت آٹھ سال تھی۔ چنانچہ اسے اسکول میں داخل کرا دیا گیا۔ ابھی چند دن ہی ہوئے تھے کہ بیٹا سکول سے واپس آیا۔ اس کے ساتھ اس کی ایک ہم عمر لڑکی بھی تھی۔ وہ گھر آ کر مجھے کہنے لگا:

O dad! She is my girl friend and I hope you will not interfere in my private affairs.

وہ بزرگ بتانے لگے کہ میں نے سوچا، بچہ چند روز میں اتنی اچھی انگلش نہیں بول سکتا۔ لگتا ہے اسے یہ فقرہ رٹایا گیا ہے۔ کہنے لگے میں نے کوئی منفی رد عمل نہیں دکھایا اور اہلیہ سے کہا تیاری کرو، آج ہی واپس پاکستان جانا ہے۔ اہلیہ نے بہت کہا لیکن میں نہیں مانا اور انہیں واپس لا کر اپنے شہر کے اسکول داخل کرایا اور خود واپس لندن آ گیا۔ جب بچہ پڑھ لکھ کر جوان ہو گیا تو میں نے اس سے پوچھا، خاندان میں بہت سی بچیاں ہیں، ہم جس سے بھی رشتہ مانگیں گے وہ انکار نہیں

کرے گا۔ بولو کہاں شادی کرنا چاہتے ہو۔ جس طرف اس نے اشارہ کیا ہم نے رشتہ مانگا اور پھر شادی کر کے لندن آ گئے۔ میں نے اپنی بہو سے کہا، بیٹی آج تک اس کی حفاظت میں نے کی ہے۔ آج کے بعد اگر بگڑا تو تم جوابدہ ہو گی۔ اگر تم اسے پیار دو گی تو یہ دفتر سے سیدھا گھر آئے گا اور اگر لڑو جھگڑو گی تو یہاں دل لگانے کے لیے گھر سے باہر بہت لڑکیاں مل جاتی ہیں۔

## کیپٹن باچا خاں۔ ایک انگریز ریٹائرڈ افسر اور اس کی ہندوستانی بیگم

یہ دلچسپ واقعہ جو انگلستان میں جلسہ سالانہ کے دنوں کا ہے، اس کے تحت تین اور نام آئیں گے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے ان کا پہلے ہی مختصر تعارف کرا دیا جائے۔

اوّل۔ باچا خاں: جو عوامی نیشنل پارٹی کے موجودہ صدر کے دادا، خان عبد الغفار خاں تھے اور ''سرحدی گاندھی'' کے نام سے مشہور تھے۔

دوم۔ مکرم کیپٹن شمیم احمد صاحب: جنہیں ایک لمبا عرصہ جماعت کراچی میں خدمات کے بعد پہلے بیلجیم کے امیر اور مشنری انچارج کے طور پر خدمت کا موقعہ ملا اور آجکل مرکز میں خدمات بجا لا رہے ہیں۔

سوم۔ مکرم نصیر احمد طاہر صاحب: جو کراچی میں خاکسار کے دفتر میں کام کرتے تھے اور آجکل ہالینڈ میں مقیم ہیں۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ ہم تینوں (یعنی کیپٹن شمیم احمد صاحب، نصیر احمد طاہر صاحب اور خاکسار) سیر کے لیے نکلے۔ اسلام آباد کے قریب ہی ایک سڑک پر جا رہے تھے کہ ایک کار ہمارے سامنے آ کر رکی اور اس میں سے ایک انگریز بمعہ اپنی اہلیہ کے نکلا۔ دونوں نے بڑی گرم جوشی سے ہمیں السلام علیکم کہا۔ پہلے تو ہم سمجھے، کوئی نو مبائع دوست ہیں۔ تعارف ہوا تو پتہ چلا کہ یہ مسٹر رچرڈسن تھے جو

غیر منقسم ہندوستان میں برٹش آرمی میں کیپٹن رہ چکے تھے۔ باتوں باتوں میں انہوں نے بتایا کہ ان کی پوسٹنگ جب پشاور میں تھی تو انہوں نے وہاں ایک ہندوستانی مسلمان عورت سے شادی کی تھی۔ شادی کے بعد وہ اپنے میاں کو پیار سے باچا گل یا باچا خان کہہ کر پکارتی تھی۔ ہم نے انہیں جلسہ سالانہ میں شرکت کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کرلی۔ جلسہ میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان حالات پر روشنی ڈالی جن کے تحت حضور انور کو پاکستان چھوڑنا پڑا۔ اس سارے خطاب کے دوران دونوں میاں بیوی روتے رہے۔ پھر انہوں نے ہمیں اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ ہم گئے اور کھانا کھایا۔ کھانے سے قبل انہوں نے بتایا کہ بلا جھجک کھائیں، ان کے ہاں نہ سؤر پکتا ہے اور نہ ہی کوئی شراب پیتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ حلال گوشت وہ بہت دور سے جا کر لاتے ہیں۔ جب فوٹو ہوئے تو ہم نے ایک عجیب بات دیکھی کہ بیگم مسٹر رچرڈسن "ready" کی بجائے کہتی تھیں "بسم اللہ" اور جب بٹن دباتیں تو کہتیں "اللہ اکبر"۔

## منظور شاد بنیادی طور پر سیکورٹی کا آدمی ہے، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

یہ واقعہ بھی ان ایام کا ہے جب خلافت کا مرکز انگلستان بن چکا تھا۔ میں ہر سال آکر ایک ماہ کے لیے وقف کر دیا کرتا تھا۔ ایک سال دو درخواستیں حضور انور کی خدمت اقدس میں پہنچیں۔ ایک مکرم میجر محمود احمد صاحب انچارج حفاظت خاص کی طرف سے۔ دوسری مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی طرف۔ دونوں میں درخواست کی گئی تھی کہ منظور شاد کی خدمات ہمیں دی جائیں۔ اس پر حضور انور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا: "منظور شاد صاحب بنیادی طور پر سیکیورٹی کے آدمی ہیں۔ فالتو وقت میں پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر کا کام بھی کر دیا کریں" چنانچہ اس

سال سیکیورٹی کی ڈیوٹی ختم کرنے کے بعد خاکسار مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔
اس دوران کئی واقعات ہوئے جن میں چند ایک کا ذکر کر رہا ہوں۔

## حضور انورؒ کی غیر معمولی شفقت، ؒچاکلیٹ لے کر نیچے آگئے

ایک بار حضور عصر کی نماز کے بعد اوپر تشریف لے گئے۔ میری ڈیوٹی حضور کی رہائش گاہ کے گیٹ پر تھی جو اسی وقت ختم ہوئی اور میری جگہ ایک اور دوست آ گئے۔ اب خیال تھا کہ حضور انورؒ نماز مغرب سے پہلے تشریف نہیں لائیں گے۔ چنانچہ میں بازار جانے کے لیے سڑک پر مین گیٹ کے پاس پہنچ گیا۔ اتنے میں حضور انورؒ خلاف توقع نیچے تشریف لے آئے اور ادھر ادھر دیکھنے لگ گئے جیسے کسی کو ڈھونڈ رہے ہوں۔ میں نے جب حضور انور کو دیکھا تو واپس مڑا کہ یہاں ڈیوٹی پر آدمی کوئی نہیں۔ حضور انورؒ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ حضور انورؒ سیدھے میری طرف تشریف لائے اور وہ چیز میرے ہاتھ میں دے کر واپس اوپر تشریف لے گئے۔ ساتھ ہی فرمایا، یہ میں نے آپ کے لیے رکھا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا تو وہ بڑے سائز کا چاکلیٹ تھا۔ وہ میں سنبھال کر کراچی لے گیا اور سب بچوں کو بلا کر تبرک کے طور پر دیا۔

## گرم جرسی کا تحفہ

ایک بار جب الوداعی ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو حضورؒ نے ایک گرم جرسی تحفۃً عطا فرمائی۔ الحمدللہ

## آپ لوگ مہمان سے اس قدر زیادہ ڈیوٹی لیتے ہیں

ایک بار عشاء کی نماز کے بعد جب حضور انورؒ اوپر تشریف لے جارہے تھے تو میری ڈیوٹی سیڑھیوں پر تھی اور مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب ایک فائل دے گئے تھے۔ وہ میں نے پیش کر دی۔ جب صبح حضور انور نماز فجر کے لیے تشریف لائے تو پھر میں ہی وہاں کھڑا تھا۔ حضور انورؒ سمجھے کہ میں رات سے یہاں ہی کھڑا ہوں۔ چنانچہ مکرم ناصر سعید صاحب ممبر حفاظت خاص کو فرمایا، آپ لوگ مہمان سے اتنی لمبی ڈیوٹی لیتے ہیں ؟میں نے اسی وقت عرض کرنے کی کوشش کی کہ حضور، رات میں نے چار گھنٹے آرام کر لیا ہے لیکن حضور انور نے فرمایا، ان سے کم ڈیوٹی لیا کریں۔

## فکر نہ کریں میں دعا کر رہا ہوں۔ گم شدہ ٹکٹ مل گیا

ایک بار مسجد فضل لندن میں میرے کیبن میں مکرم میجر محمود احمد صاحب نے ایک مہمان فیملی کو چند گھنٹوں کے لیے ٹھہرایا۔ میرا پاکستان واپسی کا فلپائن ایئر لائین کا ٹکٹ تھا جو میز پر پڑا تھا۔ اس فیملی کے ٹکٹ بھی فلپائین ایئر لائین کے تھے۔ ان کے بچوں نے سمجھا کہ یہ ٹکٹ بھی ان کا ہے۔ چنانچہ وہ میرا ٹکٹ بھی اپنے ٹکٹوں میں رکھ کر ہالینڈ چلے گئے۔ میں نے اپنا ٹکٹ بہت ڈھونڈا لیکن نہ ملا۔ ایک روز سیر کے دوران مکرم میجر محمود احمد صاحب نے حضور انور کو بتایا کہ شاد صاحب کا ٹکٹ گم ہو گیا ہے۔ حضور انورؒ نے فرمایا، فکر نہ کریں۔ میں دعا کر رہا ہوں۔ ادھر میری واپسی کی تاریخ قریب آرہی تھی۔ ایک روز حضور انورؒ نے مکرم پرائیویٹ سیکرٹری کو فرمایا، ان کے ٹکٹ کا انتظام کریں، یہ کہاں سے کریں گے۔ ادھر وہ فیملی جو ٹکٹ ساتھ لے گئی تھی جب اپنی بکنگ کے لیے فلپائن ایئر

لائین کے دفتر گئی تو ایک ٹکٹ زائد پاکر انہوں نے فوری لندن اطلاع دی۔ انہیں بتایا گیا کہ اس ٹکٹ کے لیے تو مسافر کے علاوہ حضور انورؒ بھی پریشان ہیں۔ انہوں نے فوری طور پر ایک فرم کی وساطت سے وہ ٹکٹ واپس بھجوادیا اور اس طرح روانگی سے صرف ایک دن قبل حضور انورؒ کی دعا سے مجھے اپنا وہ ٹکٹ مل گیا۔

## خلفائے کرام غلاموں کی ہر چٹھی خود ملاحظہ فرماتے ہیں

بعض لوگ سمجھتے ہیں خلیفہ وقت کے پاس اتنا وقت کہاں سے آئے گا کہ وہ ہر ایک چٹھی خود پڑھیں میری زندگی کے کئی واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے کرام ہر غلام کی چٹھی خود ملاحظہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک بار 1986ء میں خاکسار اسلام آباد (یوکے) میں کھڑا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ میری پشت کی طرف سے حضور انورؒ بمعہ قافلہ معائنہ کے سلسلہ میں تشریف لا رہے ہیں۔ جب حضور انورؒ چند قدم کے فاصلہ پر پہنچ گئے تو زور سے کہا، شاد صاحب! السلام علیکم۔ آپ کے سب بچے ماشاء اللہ پاس ہو گئے ہیں۔ سب کی چٹھیاں مل گئی ہیں۔ یہ حضورؒ کی شفقت تھی جو یہ بھی بتا رہی تھی کہ حضور اپنے غلاموں کی چٹھیاں خود پڑھتے ہیں۔ بچوں کی طرف سے اطلاع بعد میں ملی۔

اسی سلسلہ میں خلافت ثالثہ کے بابرکت دور کا بھی ایک واقعہ یاد آگیا ہے۔ جب عزیزہ طاہرہ نصرت پیدا ہوئی تو میں نے دعا اور نام تجویز کرنے کے لیے حضرت خلیفہ المسیح الثالثؒ سے درخواست کی۔ ان دنوں حضور انورؒ کراچی میں قیام فرما تھے۔ مجھے مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے دستخطوں سے خط ملا جس میں لکھا تھا کہ حضور انورؒ نے نام طاہرہ نصرت تجویز فرمایا ہے اور دعا کی ہے۔ میں نے ایک دوست مکرم یٰسین سخی صاحب جن کا ذکر ان کے بیٹے کی شادی کے حوالہ سے اور

حادثہ میں غلط گواہی نہ دینے کے حوالہ سے کہیں اوپر ہو چکا ہے، سے اس بات کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے، یہ تو میں مانتا ہوں حضور ہر ایک کے لیے دعا کرتے ہیں لیکن یہ کیسے مان لوں کہ حضور ہر چٹھی پڑھ کر نام بھی خود تجویز فرماتے ہیں، حضور کے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہوتا۔ میں نے مکرم چودھری ظہور احمد صاحب باجوہ جو کہ بطور پرائیویٹ سیکرٹری ساتھ تھے، سے عرض کیا کہ کیا مجھے وہ چٹھی مل سکتی ہے جس پر حضور انور نے بچی کا نام ارشاد فرمایا ہے انہوں نے نکال کر مجھے دے دی، چنانچہ وہ چٹھی مجھے واپس کر دی گئی جو کراچی میں اب بھی کاغذات میں موجود ہے۔ اس پر حضور انورؒ کا اپنے ہاتھوں سے لکھا ہوا یہ ارشاد تھا: 'مبارک ہو۔ دعا۔ طاہرہ نصرت۔ دستخط، تاریخ''

میں نے وہ چٹھی مکرم یٰسین صاحب کو دکھائی تو وہ حیرت زدہ ہو کر رہ گئے اور کہنے لگے، یہ تو معجزہ ہے۔ اوپر سر درد والے واقعہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے کرام خود چٹھیاں ملاحظہ فرماتے اور ارشادات لکھتے ہیں۔

## آپ کا بھتیجا ہے اچھا ہی ہو گا لیکن۔

1987 کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ملاقات کے دوران حضور انورؒ نے بچوں کے بارہ میں پوچھا تو میں نے بتایا کہ عزیزہ طاہرہ کا رشتہ داؤد احمد قمر کے ساتھ طے کیا ہے جو کہ میرے بڑے بھائی کا بیٹا ہے اور جرمنی میں ہوتا ہے۔ حضور انور نے فرمایا:

آپ کا بھتیجا ہے اچھا ہی ہو گا لیکن آپ ایک بار خود جرمنی جا کر پتہ کر لیں۔ مزید شفقت یہ فرمائی کہ حضور انور نے مکرم ساقی صاحب (مکرم مبارک احمد ساقی مرحوم مبلغ سلسلہ) کو فرمایا، شاد صاحب کے ویزے کا انتظام کریں۔ مکرم ساقی

صاحب نے مکرم امیر صاحب جرمنی کو فیکس کی۔ وہاں سے جواب آیا کہ کوائف بھیج دیں۔ ادھر جب میں جرمن ایمبیسی میں ویزا لینے گیا تو انہوں نے کہا، ویزا لگ تو جائے گا لیکن اس کے لیے ایک ماہ انتظار کرنا پڑے گا۔ میری چونکہ چھٹی ختم ہو رہی تھی اس لیے اس سال پروگرام نہ بن سکا۔ اگلے سال جلسہ پر آتے ہوئے خاکسار جرمنی کا ویزا پاکستان ہی سے لگوا کر آیا۔

## دیگر واقعات

### حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی شفقت اور قبولیت دعا کا ایک اور واقعہ

خاکسار کا بیٹا عزیزم تصوّر احمد خالد 1996 کے جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر فیملی ملاقات کے لیے فرینکفرٹ کی نور مسجد میں حاضر ہوا۔ اس وقت عزیزم تصوّر احمد خالد کی دو بیٹیاں عزیزہ امتہ المتین خالد اور عزیزہ عائشہ خالد تھیں۔ عزیزان ملاقات کے موقع پر شہد کی ایک شیشی اپنے ساتھ لے کر گئے تھے۔ حضورؒ نے بڑی شفقت سے شہد کی شیشی کو کھول کر اپنے داہنے ہاتھ کی شہادت والی انگلی سے شہد کو چاٹ کر تبرک بخشا۔ جب چھوٹی بچی عزیزہ عائشہ خالد نے لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو فرمایا، یہ آپ کے لیے نہیں، آپ کے بھائی کے لیے ہے۔ گویا دُعا بھی کر دی اور ساتھ بیٹے کی پیش خبری بھی دے دی۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں دو بیٹوں سے نوازا جن کے نام عزیزم ولید احمد خالد مرحوم، اور عزیزم سدید احمد خالد ہیں۔

## خلافت ثالثہ کا قیام۔ وقتی ابتلا اور اللہ تعالیٰ کی کمال شفقت سے رہنمائی

1965ء میں جب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا انتقال ہوا تو یہ خبر اخبار میں بھی چھپی۔ چنانچہ فیلڈ مارشل صدر ایوب خاں نے بھی تعزیت کی تھی۔ ایوب خاں صاحب میں اتنی جرأت تھی جو اب سربراہان میں نہیں۔ کوئی فلمی اداکار مر جائے، کوئی گانا گانے والا مر جائے تو تعزیتی پیغامات شروع ہو جاتے ہیں لیکن اتنی اخلاقی جرأت نہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی وفات پر چند الفاظ ہی کہہ سکیں۔ میں سرکاری ڈیوٹی پر اپنے دفتر میں بیٹھا تھا کہ ایک ساتھی جو تبادلہ پر آئے تھے اور انہیں میرے احمدی ہونے کا علم نہ تھا، نے کہا، مرزا قادیان والا مر گیا ہے۔ وہ میرا ماتحت تھا۔ اگر اسے علم ہوتا کہ میں احمدی ہوں تو اسطرح کی جرأت نہ کرتا۔ میں نے کہا گل صاحب ! میرا تعلق بھی جماعت احمدیہ سے ہے۔ وہ پریشان ہو گیا اور معذرت کرنے لگا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ الفضل بجائے گھر کے پتہ پر منگوانے کے دفتر کے پتہ پر منگوائی جائے تاکہ سب کو پتہ چل جائے۔ چنانچہ یہ نسخہ بڑا کامیاب رہا۔ پولیس ہیڈ آفس میں میرے دفتر کے علاوہ باقی سب کو بھی میرے احمدی ہونے کا پتہ چل گیا۔ اکثر اخبار لوگ لے جاتے تھے اور پڑھ کر واپس کرتے تھے۔ بعض اوقات اخبار ملتی ہی نہ تھی۔

## حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور ایمان افروز واقعات

خاکسار نے خلافت ثالثہ کی بیعت کر لی۔ لیکن دل کو تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب ہی خلیفہ ہیں، تو میری تسلی کے سامان پیدا فرما۔ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ کافی لوگ کہیں جا رہے ہیں۔ میں بھی ساتھ چل پڑتا ہوں۔ مجھے معلوم

نہیں ہم کہاں جارہے ہیں۔ آگے ایک بہت بڑا گیٹ آتا ہے۔ ہم سب اس میں داخل ہو جاتے ہیں ۔اندر ایک بہت بڑا تالاب ہے۔ تالاب کے درمیان ایک چبوترہ ہے۔ اس پر صرف ایک کرسی پڑی ہے۔ مجھے اس تالاب کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اس میں یہ خوبی ہے کہ بغیر صابن وغیرہ کے کپڑے صاف ہو جاتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری قمیص میلی ہے۔ وہ میں اس میں دھوتا ہوں جو واقعی صاف ہو جاتی ہے میں پوچھتا ہوں، یہ کس کا تالاب ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ مرزا ناصر احمد صاحب کا ہے ۔ اس دوران عصر کی نماز کے لیے صفیں درست ہوتی ہیں اور میں ساری نماز عصر حضو انورؒ کی امامت میں پڑھتا ہوں۔ صبح بیدار ہونے پر تمام شکوک وشبہات رفع ہو چکے تھے۔ میں نے یہ خواب حضرت مولانا ابولعطا صاحب جالندھریؒ کی خدمت میں بھجوائی۔ ان کی طرف سے تعبیر موصول ہوئی کہ قمیض کے گندا ہونے سے مراد دل کی کدورت ہے جو اَب اللہ تعالیٰ کے فضل سے دور ہو چکی ہے۔

### حضور انورؒ سے عشق کی حد تک پیار

اس کے بعد مجھے حضور انورؒ کے ساتھ بھی ویسا ہی عشق ہو گیا جو کسی بھی خلیفہ وقت کے ساتھ ایک احمدی کو ہونا چاہئے۔ چنانچہ ایک بار حضور انورؒ کراچی تشریف فرما تھے۔ خاکسار حفاظتی امور کا نگران تھا۔ ان مصروفیت میں حضور انورؒ کو جی بھر کر دیکھ بھی نہ سکا۔ نماز مغرب ہونے والی تھی ۔میں نے ایک خادم کو جس کی ڈیوٹی سامنے ہی تھی کہا، تم نماز پڑھ لو اور خود اس کی جگہ کھڑا ہو گیا تا کہ حضور انورؒ گزریں گے تو آپ کو جی بھر کر دیکھ سکوں۔ اسی طرح ایک اور بار بھی خاکسار اُس وقت جب کہ حضورؒ ایک یورپی دورے سے واپس تشریف لا رہے تھے، تو صرف

اس لیے ائیر پورٹ پر گیا کہ حضورؒ کو دیکھ لوں ورنہ مصافحہ کے لیے تو امیر صاحب فرما چکے تھے کہ ائیر پورٹ کسی کا مصافحہ نہیں ہو گا (اس واقعہ کا ذکر پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے)

## حضرت خلیفہ المسیح الثالثؒ اور قانون کی پابندی

حضور کے اسی عرصۂ قیام کے دوران کہ جس کا ذکر اوپر کے واقعہ میں ہوا ہے، کی بات ہے کہ مغرب سے لے کر رات نو بجے تک مجلس عرفان تھی۔ لاؤڈ اسپیکر کی اجازت رات نو بجے تک تھی۔ حضور انورؒ گفتگو فرما رہے تھے کہ نو بج کر چند منٹ اوپر ہو گئے۔ میں نے مکرم امیر صاحب کے کان میں کہا وقت ختم ہو چکا ہے۔ حضور انورؒ سمجھ گئے کہ کوئی بات ہے۔ فرمایا، کیا بات ہے؟ مکرم امیر صاحب نے عرض کیا، یہ بتا رہے ہیں کہ وقت ختم ہو گیا ہے اور پانچ منٹ اوپر ہو گئے ہیں۔ حضور انورؒ نے مائیک ایک طرف رکھتے ہوئے فرمایا، مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا مجھ سے قانون کی خلاف ورزی کروا رہے ہیں۔ اس کے بعد گفتگو وہیں ختم کر دی۔

## حضور انورؒ کی قبولیت دعا کا ایک ایمان افروز واقعہ

اللہ تعالیٰ ہر خلیفہ کو قبولیت دُعا کا بطور خاص معجزہ عطا فرماتا ہے۔ اس ضمن میں ذیل میں حضرت خلیفہ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس میں حضورؓ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے“

(”منصب خلافت“۔ صفحہ 32)

اب ذیل میں حضرت خلیفہ المسیح الثالثؒ کی قبولیت دعا کا ایک ایمان افروز واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ ناتھا خان گوٹھ میں ہم مکرم حکیم نور محمد صاحب مرحوم کے گھر نماز پڑھا کرتے تھے۔ خاکسار امامت کے فرائض ادا کرتا تھا۔ حکیم صاحب کی اہلیہ نے احمدیت قبول نہیں کی تھی۔ ایک بار حکیم صاحب مجھے کہنے لگے کہ میری اہلیہ کو بھی تبلیغ کریں تاکہ وہ بھی احمدی ہو جائے۔ جب ان کی اہلیہ سے گفتگو ہوئی تو وہ کہنے لگیں کہ میری بھابی امید سے ہے۔ اس کے ہاں اس سے پہلے بیٹیاں ہیں۔ اگر آپ کے حضور کی دعا سے اس کے ہاں بیٹا ہو جائے تو میں احمدی ہو جاؤں گی۔ میں نے حضرت مولانا عبد المالک خاں صاحب مرحوم (جو اس وقت کراچی میں بطور مبلغ سلسلہ متعین تھے) سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضور انورؒ کو لکھ دو۔ چنانچہ حضور انورؒ کی خدمت میں لکھ دیا گیا۔ جواب آیا، ان شاء اللہ بیٹا ہو گا۔ یہ خبر سب کو سنا دی گئی۔ جب بیٹا ہوا تو میں بیعت فارم اور مٹھائی لے کر مبارک باد کے لیے گیا تو وہ کہنے لگیں، میری بھابی پانچ ماہ کے حمل سے تھیں جو ہونا تھا وہ تو پہلے ہی ہو چکا تھا۔ اس میں حضور کی دعا کا تو کوئی دخل نہیں اور بیعت کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا غضب اس شکل میں نازل ہوا کہ وہ بیٹا فوت ہو گیا۔ ادھر مکرم حکیم صاحب کی اہلیہ نے دوسرا ظلم یہ کیا کہ مکرم حکیم صاحب کی زندگی میں ہی بغیر علیحدگی لیے ایک اور شخص سے شادی کر لی۔ مگر اس نے بھی چھوڑ دیا تو وہ پھر کسی اور کے ساتھ چلی گئیں اور پھر دربدر کی ٹھوکریں کھا کر فوت ہوئیں۔

### حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی شفقت اور دعا۔ اہلیہ کی صحت یابی

1970ء میں جب عزیزہ طاہرہ پیدا ہونے والی تھی تو اہلیہ بہت کمزور تھیں اور Low blood Pressure انتہا تک چلا جاتا تھا۔ پولیس ہسپتال سے دوائی لاتے

تھے۔ پرائیویٹ بھی علاج کرایا لیکن کمزوری بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ میں نے حضور انورؒ کو دعا کے لیے لکھا تو حضور انورؒ کا جواب آیا کہ بیماری کی تفصیل لکھیں اور ساتھ ہی مبلغ چوبیس روپے منی آرڈر کے ذریعہ بھجوا دیے۔ اس دوران حضور انورؒ کا کراچی کے دورہ کا پروگرام بن گیا۔ ہم نے سوچا، اب اگر حضورؒ یہاں تشریف لا رہے ہیں تو ہم خود ہی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم حضورؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ مکرم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب مرحوم بھی ساتھ آئے ہوئے تھے اور اسی دن ان کی واپسی تھی۔ حضور انورؒ نے مکرم ڈاکٹر صاحب کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ان کا علاج کریں، دوائیں آپ ربوہ سے بھجوائیں گے۔ مکرم ڈاکٹر صاحب نے حالات دریافت فرمائے اور ربوہ واپس جا کر دوائیں ارسال فرمائیں۔ اتفاق سے یہ وہی دوائیں تھیں جو پولیس ہسپتال کہ لیڈی ڈاکٹر دیتی تھی۔ ان دنوں مکرمہ آپا سکینہ بیگم صاحبہ (اہلیہ کی بڑی ہمشیرہ) بھی کراچی آئی ہوئی تھیں۔ اہلیہ نے کہا، یہ تو وہی دوائیں ہیں جو میں پہلے کھاتی رہی ہوں۔ آپا نے کہا، یہ وہ ہونے کے باوجود وہ نہیں ہیں، یہ خلیفہ وقت نے بھجوائی ہیں۔ چنانچہ ان دواؤں کے استعمال سے اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی اور بلڈ پریشر نارمل ہو گیا۔

## حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ ایک اور یادگار ملاقات

کراچی میں میرے ایک بے تکلف غیر احمدی دوست مکرم اے۔ ایم قریشی صاحب مرحوم تھے جو کہ سول ایوی ایشن میں ڈپٹی ڈائیریکٹر تھے۔ ان کے والد صاحب جو کہ سدّو کی ضلع گجرات میں ہیڈ ماسٹر تھے، انکے ہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک بار قیام فرمایا تھا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کراچی تشریف

لائے تو مکرم قریشی صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ حضور کے والد نے میرے والد کے ہاں قیام کیا تھا، میری خواہش ہے کہ حضور میرے گھر اگر قیام نہیں فرماسکتے تو ایک وقت کا کھانا ضرور تناوّل فرمائیں۔ میں نے یہ درخواست لکھ کر حضور انور کی خدمت میں بھجوادی۔ حضور انورؒ کا جواب آیا کہ کھانا تو مشکل ہے۔ پہلے سے سارا پروگرام طے ہو چکا ہے۔ البتہ بیس منٹ ملاقات کے لیے دے سکتا ہوں، تشریف لے آئیں۔ چنانچہ خاکسار مکرم قریشی صاحب کو لے کر حاضر ہو گیا۔ میں نے تعارف کرایا۔ حضور انورؒ کا خیال تھا، قریشی صاحب کوئی بات کریں گے لیکن جب خاموشی دیکھی تو حضور انورؒ نے مجھ سے پوچھا، کیا بات ہے، آپ اتنے کمزور کیوں ہیں۔ میں َنے عرض کیا، تفکرات وغیرہ کی وجہ سے۔ حضور انورؒ نے فرمایا، تفکرات نہیں، آپ کا معدہ خراب ہے۔ پھر گفتگو کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مکرم قریشی صاحب کا شعبہ کمیونیکیشن تھا اور اس شعبہ میں وہ پاکستان میں ایک اتھارٹی سمجھے جاتے تھے۔ حضور انورؒ نے اسی موضوع پر گفتگو کا آغاز فرمایا اور ریڈار سسٹم پر ایسی گفتگو کی کہ قریشی صاحب 'جی حضور'، 'جی حضور' کہتے رہے۔ آخر پر قریشی صاحب نے صرف ایک سوال کیا کہ حضورؒ آپ کو ایئرلائین کون سی پسند ہے۔ حضورؒ نے فرمایا، شاید آپ سوچ رہے ہوں گے کہ میں PIA کہوں گا۔ میری پسندیدہ ایئرلائین KLM ہے۔ بعد میں قریشی صاحب کہنے لگے ،مجھے تو ایسے لگ رہا تھا کہ حضور کمیونیکیشن کے استاد ہیں اور میں آپ سے کچھ سیکھنے آیا ہوں۔ قریشی صاحب جب ریٹائیر ہوئے تو حکومت مصر نے ان کی خدمات بطور مشیر حاصل کر لیں۔

## حضور۔ کیمرہ کی ٹیکنالوجی کے ماہر

ان ہی دنوں جب حضور انورؒ سوسائٹی کے ایک بنگلہ میں ٹھہرے ہوئے تھے، خاکسار سیکیورٹی کا انچارج تھا۔ ایک دوست آگئے وہ جاپان میں کیمرہ کے ذریعہ تصویر کشی کا اعلیٰ کورس کر کے آئے تھے۔ ان کے پاس ایک کیمرہ تھا جو وہ حضورؒ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے تھے۔ اتنے میں حضورؒ باہر تشریف لے آئے۔ حضورؒ نے پاجامہ کرتہ پہنا ہوا تھا اور آکر لان میں ٹہلنے لگ گئے۔ میں بھی ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ اس دوست نے مجھے اشارہ سے کہا کہ اس وقت کیمرہ پیش کر سکتا ہوں؟ میں نے حضورؒ سے عرض کیا کہ ایک دوست جاپان سے کیمرہ لائے ہیں اور پیش کرنا چاہتے ہیں۔ حضورؒ نے فرمایا، بلالو۔ میں نے اشارہ کیا۔ وہ بھی آگئے پھر حضور انورؒ نے کیمرہ پر گفتگو شروع کر دی اور وہ دوست بھی 'جی حضور'، 'جی حضور' کہتے رہے۔ پھر حضور انورؒ نے اس کیمرہ سے میری اور اس دوست کی تصویر بھی بنائی۔ اس گفتگو سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ کیمرہ کی ٹیکنالوجی سے جتنے حضورؒ واقف ہیں، وہ دوست نہیں ہیں۔

## حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے چند ایمان افروز واقعات

### حضور انورؒ بحیثیت قائد ربوہ

1955ء میں جب میں تعلیم الاسلام ہائی اسکول ربوہ میں زیر تعلیم تھا، ایک بہت بڑا اسیلاب آیا۔ بہت سے جانور پانی میں بہہ گئے۔ جو زندہ رہے، ان میں بیماری پھیل گئی اور ارد گرد کے دیہات کا بہت نقصان ہوا۔ ہمیں جانوروں کو ٹیکہ لگانا سکھایا گیا اور اس وقت جو بیماریاں تھیں ان کی دوائیں دی گئیں۔ ہم ارد گرد کے دیہات میں جا کر خدمت کرتے تھے۔ ایک بار بہشتی مقبرہ کی پہاڑی کے مشرق کی طرف ایک

گاؤں جس کا نام اس وقت مجھے یاد نہیں آ رہا، ہم کام کر رہے تھے کہ حضور انورؒ جو کہ اس وقت قائد مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ تھے تشریف لائے۔ ہمارے کام کو دیکھا۔ بعض مزید ہدایات دیں اور اظہار خوشنودی فرمایا۔

## باقی آم کہاں گئے؟

یہ واقعہ اس زمانہ سے تعلق رکھتا ہے جب خاکسار زعیم اعلیٰ انصار اللہ ڈرگ روڈ کراچی تھا اور حضور انورؒ صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ تھے۔ ہم نے ایک احمدی کے آموں کے باغ میں پکنک منائی۔ اس موقع پر ہم نے آم خریدے اور ہر ناصر کو تین پاؤ آم تحفۃً دیے گئے۔ جب میں نے اس پکنک کی رپورٹ حضورؒ کی خدمت میں بھجوائی تو اس پر لکھا ہوا آیا، آپ نے لکھا ہے، اتنے آم ہم نے خریدے اور تین پاؤ فی ناصر دیے۔ انصار اتنے تھے۔ باقی آم کہاں گئے؟۔ پھر ادب سے درخواست کی گئی کہ انصار کے علاوہ بعض بزرگوں کے ساتھ ان کے بچے بھی آئے تھے۔ انہیں بھی دیے گئے۔ پھر جواب آیا، ہاں اب ٹھیک ہے۔ تو حضور ہماری رپورٹیں بڑی گہری نظر سے پڑھتے تھے۔

## مربی سلسلہ نے کیوں درس نہ دیا؟

ایک بار مرکز کے ارشاد کے تحت تمام مجالس میں کلاسز جاری تھیں اور مختلف موضوعات پر علمائے کرام درس دیتے تھے۔ میری مجلس میں ایک حلقہ ماڈل کالونی بھی تھا۔ کلاس کے بعد میں نے چارٹ کی شکل میں رپورٹ بھجوائی جس میں ایک طرف حلقہ جات کے نام تھے اور دوسری طرف مدرس کا نام، موضوعِ درس اور حاضری۔ ایک خانہ خالی تھا۔ اس میں مَیں نے لکھا کہ حاضری کم ہونے کی وجہ سے مربی صاحب نے درس نہیں دیا۔ حضور کا بڑا سخت جواب آیا۔ اصل الفاظ تو یاد

نہیں مگر مفہوم یہ تھا کہ مربی صاحب نے کم حاضری کی بناء پر درس کیوں نہیں دیا؟ اگر مربی صاحب درس دیتے تو ہوائیں نیک روحوں تک وہ پیغام پہنچا دیتیں۔ یہ تنبیہ مربی صاحب کے لیے تھی مگر ہمارے لیے بھی اس میں ایک بہت بڑا سبق تھا۔

## یہ فوٹو تو شاد صاحب کے لیے ہے

خاکسار نائب امیر کراچی تھا تو خاکسار کو اندرون سندھ اور بلوچستان شاندار خدمات کا موقع ملا۔ اس سے حضور انورؒ بہت خوش تھے۔ جب اس حیثیت سے خاکسار نے مکرم امیر صاحب کراچی کے ساتھ حضور سے لندن میں آخری ملاقات کی تو فوٹو کھچواتے وقت ایک طرف مکرم امیر صاحب کھڑے ہو گئے اور دوسری طرف خاکسار۔ حضور انورؒ نے مکرم امیر صاحب کو ہٹا دیا اور فرمایا، یہ فوٹو تو شاد صاحب کے لیے ہے۔ اس فوٹو میں حضور انورؒ نے ایک ہاتھ سے میرا دایاں ہاتھ اور دوسرے سے میرا بایاں ہاتھ پکڑا ہوا ہے۔ ایسا فوٹو میں نے حضور کے ساتھ اور کسی کا نہیں دیکھا۔ بعد میں ایک فوٹو گروپ کی شکل میں بھی ہوا۔ باہر آکر مکرم امیر صاحب کہنے لگے، اج تے اسیں وی تیرے نال تر گئے آں (یعنی آج تو ہم بھی تمہاری وجہ سے بامراد ہو گئے ہیں۔)

## بغیر قیمت ادا کئے نہیں لوں گا

خاکسار کے جرمنی میں آنے کے بعد کی بات ہے اس وقت جرمنی میں مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کا سالانہ اجتماع باد کروئیس ناخ Bad Kreuznach میں ہوا تھا جس کو رونق بخشنے کے لیے حضورؒ جرمنی تشریف لائے ہوئے تھے۔ اجتماع کے موقع پر مقام اجتماع میں خاکسار حضور انورؒ کی رہائش کا بحیثیت ریجنل امیر انچارج تھا۔ خاکسار اپنے گھر سے مصنوعی پھولوں کا ایک گلدستہ میز پر رکھنے کے لیے لے

گیا۔ وہ حضور انورؒ کو بہت پسند آیا۔ مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے جب خاکسار کو یہ بتایا تو میری تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ حضور سے عرض کریں کہ حضور اسے خاکسار کی طرف سے ایک حقیر سا نذرانہ کے طور پر قبول فرمالیں۔ حضور کا پیغام ملا کہ بغیر قیمت ادا کئے نہیں لوں گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ قیمت کیا بتاؤں کیونکہ وہ تو ایک سال پہلے خریدا گیا تھا۔ چنانچہ اہلیہ کو بازار بھجوایا کہ اس قسم کا ایک اَور گلدستہ لے کر آئیں تاکہ قیمت کا پتہ چل جائے۔ وہ گلدستہ چھ مارک میں آیا۔ میں نے پہلے گلدستہ کی قیمت عرض کرتے ہوئے یہ دوسرا گلدستہ بھی ساتھ بھجوادیا اس گزارش کیساتھ کہ یہ دوسرا گلدستہ خاکسار کی طرف سے بطور تحفہ قبول فرمالیں۔ حضور انورؒ نے وہ گلدستہ بھی رکھ تو لیا لیکن بجائے چھ مارک کے دو گلدستوں کی قیمت یعنی بارہ مارکس بھجوادیے۔

## حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی پاکستان سے ہجرت

1984ء کی بات ہے، جب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ لندن تشریف لے جانے کے لیے کراچی تشریف لا رہے تھے تو حضور انورؒ نے مشورہ کے لیے جن بزرگوں کو ربوہ طلب فرمایا تھا، ان میں مکرم امیر صاحب کراچی بھی تھے۔ مکرم امیر صاحب عصر کے قریب واپس لوٹے۔ مجھے باہر لان میں طلب فرمایا اور حضورؒ کے پروگرام کے متعلق بتایا۔ یہ بھی فرمایا کہ کراچی کی جماعت نے سکھر سے حضور انورؒ کے قافلہ کو لینا ہے۔ چنانچہ خاکسار کے مشورہ سے مکرم امیر صاحب نے سات افراد پر مشتمل ایک قافلہ تیار کیا۔ مجھے ہدایت دی کہ ان سب کو بلالو لیکن کل صبح تک کسی کو پتہ نہیں لگنا چاہئے کہ کیوں بلایا گیا ہے۔ یہ ممبران رات گیسٹ ہاؤس (کراچی میں جماعت کا نیا مرکزی دفتر واقع ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی) رہیں

گے اور صبح تہجد کی نماز کے بعد یہ قافلہ سکھر کے لیے روانہ ہو گا۔ ہمیں بتایا جا چکا تھا کہ حضور انورؒ ایک بجے بعد دوپہر سکھر پہنچیں گے۔ ہم چار کاریں لے کر مقررہ مقام پر پہنچ گئے اور ایک ہوٹل میں کھانا وغیرہ کھایا اور قافلہ کے لیے چائے اور کچھ کھانے پینے کا سامان ساتھ لے لیا۔ اتنے میں ملتان کے ایک دوست مکرم فاروق صاحب ہمیں ڈھونڈتے ہوئے اس طرف آئے اور ہمیں دیکھ کر بتایا کہ حضورؒ کافی دیر سے نہر کے کنارے آپ لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ جب ہم نہر کے پاس پہنچے تو حضور انورؒ ہمیں دیکھ کر آگے آئے اور سب کو شرف معانقہ عطا فرمایا۔ ہم نے چائے وغیرہ حضور انور کی خدمت میں پیش کی۔ حضور انورؒ وہ سامان لے کر اپنی مستورات کی طرف چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد قافلہ کراچی کے لیے روانہ ہو گیا۔ جو لوگ ربوہ سے حضور کے ساتھ آئے تھے وہ واپس چلے گئے۔ ان میں سے جن حضرات نے کراچی تک آنا تھا، انہیں ہم نے اپنی کاروں میں بٹھا لیا۔ حضور انورؒ کی کار مکرم چودھری حمید نصر اللہ صاحب امیر لاہور چلا رہے تھے۔ حضور فرنٹ سیٹ پر شلوار قمیض اور واسکٹ پہنے بیٹھے تھے اور سر پر ٹوپی تھی۔ جب قافلہ سپر ہائی وے کے ٹول پلازہ پہنچا تو حضور انورؒ نے اچانک گاڑی ایک طرف روک لی۔ ہم بھی رک گئے اور حضور انورؒ کے ارد گرد کھڑے ہو گئے۔ حضور انورؒ سڑک سے ہٹ کر کھڑے تھے۔ حضور انورؒ نے پوچھا، کراچی سے آنے والے قافلہ کا انچارج کون ہے ہم نے بتایا مکرم میجر بشیر احمد طارق صاحب ہیں۔ حضور انورؒ نے ان سے دریافت فرمایا، کراچی میرے قیام کا کیا انتظام ہے۔ عرض کیا گیا کہ مکرم کلیم اللہ خاں صاحب کے گھر۔ حضور انورؒ نے فرمایا، وہاں تو مناسب نہیں ہے۔ ان کے گھر تو ہر وقت آنا جانا لگا رہتا ہے۔ مکرم میجر صاحب نے مجھے ہدایت فرمائی کہ گاڑی تیز چلا کر پہلے پہنچ کر مکرم امیر صاحب کو صورت حال سے آگاہ کروں۔ چنانچہ میں گاڑی

تیز چلا کر پہلے چل پڑا تا کہ جا کر مکرم امیر صاحب کو حضور انورؒ کی تشویش سے آگاہ کروں۔ میں کوئی بیس منٹ پہلے پہنچ گیا تھا۔ جب مکرم امیر صاحب کو صورت حال سے آگاہ کیا تو امیر صاحب نے فرمایا، اب تو کچھ نہیں ہو سکتا میں خود حضور انورؒ سے اس بارے میں بات کر لوں گا۔

یہ تو معلوم نہیں کہ مکرم امیر صاحب نے حضور انور سے کیا بات کی تاہم حسب پروگرام مکرم کے۔یو خاں صاحب کے گھر اڑھائی تین گھنٹے آرام کرنے کے بعد حضور کا قافلہ ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہو گیا۔ خاکسار کو مکرم امیر صاحب نے پہلے ہی ایڈوانس ایئرپورٹ پر بھجوا دیا تھا تاکہ میں وہاں پہنچ کر حالات کا جائزہ لوں۔ حضورؒ کے تشریف لے جانے اور ایئرپورٹ کے اندر چلے جانے کے بعد خاکسار اس سارے عرصہ میں باہر رہ کر حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ جہاز اپنے مقررہ وقت سے 35 منٹ تاخیر سے روانہ ہوا۔ جب جہاز کی روانگی میں تاخیر کا اعلان ہوا تو یہ 35 منٹ ہمارے لیے 35 سال کے برابر ہو گئے۔ مختلف خدشات دماغ میں آرہے تھے۔ جہاز کی روانگی کے بعد مکرم امیر صاحب نے خاکسار سے فرمایا کہ چار خدام کے ساتھ اوپر سکائی روم میں ٹھہروں۔ خدشہ یہ تھا کہ اگر فرعون زمانہ ضیاء الحق کو پتہ چل گیا تو ایسا نہ ہو کہ جہاز واپس منگوانے کی کوشش کرے۔ چنانچہ ہم چار گھنٹے وہاں ٹھہرے رہے۔

**دنیا کا مدّبر ترین انسان مرزا طاہر احمد**

اس سارے عرصہ میں میں اپنے دفتر سے غیر حاضر رہا تھا۔ نہ دفتر والوں کو علم تھا اور نہ گھر والوں کو کہ میں کہاں ہوں۔ گھر والوں کو اتنا معلوم تھا کہ سکھر گیا ہوں۔ سکھر ہم پہلے بھی حالات کی وجہ سے جاتے رہتے تھے۔ جب دو دنوں کے

بعد میں دفتر پہنچا تو میرے ایک انسپکٹر دوست مخدوم حیات صاحب آ گئے اور دفتر کے دروازے پر کھڑے ہو کر زور سے کہا، مرزا طاہر احمد زندہ باد۔ مخدوم حیات ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ افسر تھے۔ ایک لمبا عرصہ سرکاری وکیل رہ چکے تھے۔ کہنے لگے، مَیں نے دنیا کی عظیم شخصیتوں کا مطالعہ کیا ہے لیکن مرزا صاحب جیسا مدبّر انسان نہیں دیکھا۔ انہوں نے ملک چھوڑ کر اپنے آپ کو نہیں بلکہ ملک کو بچا لیا ہے۔ پھر خود ہی بتانے لگے کہ ضیاء الحق کی سکیم یہ تھی کہ مرزا صاحب کو گرفتار کیا جائے اور ہتھکڑی لگا کر عدالت میں پیش کیا جائے۔ راستہ میں خدانخواستہ لوگ ان کی توہین کریں۔ کیا ایسے موقع پر احمدی یہ سب کچھ برداشت کرتے؟۔ یقیناً ملک میں فسادات ہو جاتے۔ میں نے یہ سارا واقعہ حضور انورؒ کی خدمت اقدس میں لکھ دیا۔ حضور انورؒ کا جواب آیا، آپ کا انسپکٹر دوست ٹھیک کہتا ہے۔ یہی پلاننگ تھی۔

## حضور انور کا پیغام۔ کمزور احمدی کے ایمان کے معیار

لندن پہنچنے پر حضور انورؒ نے ایک پیغام ریکارڈ کرا کر ارسال فرمایا۔ ہدایت یہ تھی کہ یہ پیغام ہر احمدی تک پہنچنا چاہیئے۔ خاکسار کی ڈیوٹی ضلع سانگھڑ میں سنانے کے لیے لگی۔ میں ہر گاؤں بلکہ کسی ڈیرے پر بھی اگر کوئی ایک احمدی تھا تو اس تک بھی پہنچا۔ ایک جماعت میں جب گیا تو لوگ اکٹھے ہو گئے۔ میں نے پوچھا، سب آ گئے ہیں۔ ایک دوست کہنے لگے، فلاں دوست نہیں آئے۔ اس پر ایک اَور بولا، وہ پہلے کب وقت پر آتے ہیں۔ میں نے کہا، میں تو آیا ہی اس دوست کے لیے ہوں۔ اسلیے انتظار کروں گا۔ یہ بات اس دوست کو بھی پتہ لگ گئی۔ چنانچہ وہ اندر آئے اور مجھے مخاطب کر کے کہا، مولوی صاحب یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ میں کمزور احمدی ہوں۔ میرا آج پانی کا نمبر تھا۔ دوبارہ پانی اگلے ہفتہ ملنا تھا۔ اس لیے ذرا لیٹ ہو

گیا۔ معذرت خواہ ہوں۔ یہ کہتے ہیں، میں کمزور احمدی ہوں۔ خدا کی قسم، اگر میرے جسم کے ٹکڑے بھی کر دیے جائیں اور پھر ان کا قیمہ کر دیا جائے تو ہر ذرے سے آواز آئے گی، احمدیت سچی ہے۔ سبحان اللہ۔ یہ اس دوست کے ایمان کا حال ہے جو دوسروں کی نگاہ میں کمزور احمدی سمجھا جاتا تھا۔

## اہم اور ایمان افروز

### 1۔ نواب شاہ سے بچوں کا اغوا

خاکسار جن دنوں کراچی میں نائب امیر اور نگران صوبہ جات سندھ و بلوچستان تھا تو نوابشاہ سندھ سے دو احمدی بچے اغوا کر لیے گئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ ربوہ کا ارشاد موصول ہوا کہ منظور شاد نوابشاہ جائے اور اس وقت تک وہیں رہے جب تک بچے نہیں مل جاتے۔ میں ارشاد کی تعمیل میں نواب شاہ پہنچ گیا اور مکرم پروفیسر عبد القادر ڈاہری صاحب کے گھر ٹھہرا۔ میرے ساتھ ایک ڈرائیور اور چار خدام بھی تھے۔ انہوں نے جس طرح مہمان نوازی کا حق ادا کیا، دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ مجھے بتایا گیا کہ اگر پروفیسر صاحب کے چھوٹے بھائی مکرم عبد الستار ڈاہری صاحب دخل دیں تو کام ہو سکتا ہے۔ میں ان کے ہاں پہنچا تو انہوں نے کھانا لگوایا۔ میں نے کہا پہلے کام ہو گا تو کھانا کھاؤں گا۔ کہنے لگے، کھانا تو کھاؤ۔ کام بھی ہو جائے گا۔ میں نے کہا، پہلے وعدہ کریں۔ انہوں نے وعدہ کر لیا۔ اور پھر ان کی کوشش سے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور بچے مل گئے اور میری جان میں جان آئی۔

جب واپس آنے کے لیے تیار ہوئے تو پروفیسر صاحب کی بیگم صاحبہ نے ایک بوری جیپ کے پیچھے رکھوا دی۔ خدام کا خیال تھا، میرے علم میں ہے کہ ساتھ ایک

بوری بھی جا رہی ہے۔ جبکہ مجھے اس کا پتہ ہی نہ تھا۔ جوں ہی ہم نوابشاہ سے باہر نکلے، آگے چیک پوسٹ تھی۔ وہاں پولیس نے روک لیا کہ بوری چیک کراؤ۔ ڈرائیور نے جب بتایا کہ پولیس بوری چیک کرنا چاہتی ہے تو میں نے کہا، اس میں کیا ہے؟ وہ کہنے لگا، آپ ہی کو پتہ ہو گا۔ یہ بیگم صاحبہ نے آپ کی بیگم کے لیے دی ہے۔ میں نے سوچا، ایک زمیندار جو کچھ تحفہ دے سکتا ہے، وہی ہو گا۔ میں گاڑی سے اترا، اپنا وکالت کا کارڈ دکھایا اور بتایا کہ کھانے پینے کی چیزیں ہیں۔ پولیس والوں نے کہا، ہاں ٹھیک ہے۔ گھر آ کر دیکھا تو واقعی کھانے پینے کی چیزیں ہی تھیں۔ خشک پیاز، سونف، مکئی کا آٹا، مکھن، باجرے کا آٹا وغیرہ۔ میں نے فون پر شکریہ ادا کیا۔ بیگم صاحبہ نے بتایا کہ میں نے اس لیے ذکر نہیں کیا تھا کہ آپ انکار نہ کر دیں۔

## 2۔ سندھ کی مثالی مہمان نوازی

اوپر مکرم عبد القادر ڈاہری صاحب اور دیگر میزبانوں کی مہمان نوازی کا ذکر ہوا ہے۔ اب دو اور واقعات جن کا تعلق بھی سندھ کی روایتی مہمان نوازی سے ہے، پیش خدمت ہیں۔ ایک بار میں انور آباد ضلع لاڑکانہ گیا۔ انہوں نے بہت اچھے اچھے کھانے بنائے لیکن مجھے سب سے زیادہ مچھلی لذیذ لگی۔ کھانے کے بعد میں نے اس کا اظہار کر دیا۔ کوئی چھ ماہ بعد میں پھر انور آباد گیا تو مکرم قائد صاحب نہیں ملے۔ میں نے پوچھا وہ کہاں گئے ہیں تو لوگوں نے بتایا، وہ آپ کے لیے مچھلی لینے گئے ہیں۔ وہ مچھلی صرف ایسے پانیوں میں ملتی ہے جہاں نہریں خشک ہو کر کچھ پانی کھڑا رہ جاتا ہے۔ میں نے کہا، یہ تو زیادتی ہے۔ کہنے لگے، اصل میں اب تقریباً تمام نہریں خشک ہو چکی ہیں۔ لگتا ہے سائیکل پر کہیں دور نکل گئے ہیں۔ آخر وہ مچھلی لے

کر ہی آئے۔ حالانکہ ان کے قریب بھی ایک مچھلیوں کا تالاب تھا جہاں سے جتنی چاہتے مچھلی لے سکتے تھے۔

### 3۔ مکرم عبداللہ ڈاہری صاحب مرحوم

مہمان نوازی کا ذکر ہو اور مکرم ڈاہری صاحب کو نظر انداز کر دیا جائے، یہ نہیں ہو سکتا۔ جب وہ امیر تھے تو میں ان کے ہاں ٹھہرا کرتا تھا۔ ان کا معمول تھا کہ رات کو سونے سے قبل گرم دودھ کا ایک گلاس لے کر آجاتے اور کہتے، میں سونے سے پہلے گرم دودھ پیتا ہوں۔ سوچا مہمان کو بھی پلا دوں۔ اسی طرح صبح نماز کے بعد چائے لے کر آجاتے اور فرماتے، صبح چائے میں خود بنا کر پیتا ہوں۔ اس لیے آپ کے لیے بھی لے آیا۔

### 4۔ باہر کھلی ہوا میں سونے کی خواہش۔ پہرہ دار ساری رات پہرہ دیتے رہے

ایک بار سانگھڑ دورہ پر تھا۔ رات مکرم چودھری مقصود احمد صاحب امیر ضلع کے گوٹھ میں بسر کی۔ شدید گرمی تھی ۔وہاں حفاظت کے خیال سے لوگ شدید گرمیوں میں بھی اندر سوتے ہیں اور پنکھے چلا لیتے ہیں۔ لیکن پنکھے کی ہوا بھی گرم تھی۔ باہر ہوا ٹھنڈی تھی۔ میں نے ویسے ہی کہہ دیا کہ حالات اجازت نہیں دیتے ورنہ سونے کا مزہ تو باہر ہی ہے۔ جب کھانا وغیرہ کھا چکے تو مجھے بتایا گیا کہ بستر باہر لگائے گئے ہیں۔ میں نے کہا، آپ لوگ ہی بتا رہے تھے کہ یہاں بڑا خطرہ ہو تا ہے۔ کہنے لگے، ہم نے آپ کی خواہش کے پیش نظر سارا انتظام کر دیا ہے۔ میں نے کہا، میں نے تو ویسے ہی کہا تھا، یہ تو غیر ضروری تکلف ہے۔ انہوں نے کہا، اب ایسا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ میرے اور باقی خدام کے لیے بستر باہر لگا دیے گئے اور دو

مسلح گارڈ ساری رات پہرہ دیتے رہے۔ مکرم محمد صدیق صاحب میمن (مورو) اور مکرم چودھری عبدلغفور صاحب (جامشورو) کے گھر چونکہ راستہ میں بر لب سڑک تھے انہیں بھی کئی بار بے وقت تکلیف دی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اسی طرح امرائے اضلاع جن کے ہاں اکثر قیام ہوتا تھا سب نے بہت خاطر و مدارات کی اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا کرے۔ ان امرائے اضلاع میں جن کے ہاں اکثر قیام کرنے کا موقعہ ملا میں مکرم چودھری عبد الطیف صاحب سابق امیر ضلع سکھر کا ذکر کرنا چاہوں گا مکرم چودھری صاحب سکھر کے خصوصی حالات کے پیش نظر مرکز کی ہدایت پر سکھر منتقل ہوئے تھے اور نہایت خطرناک حالات میں اس ذمہ داری کو کماحقہ نبھایا۔

## 5۔ کراچی کے خدام کا جذبہ خدمت

جیسا کہ اوپر لکھا ہے سکھر کے حالات نہایت مخدوش تھے جب کراچی سے ڈیوٹی پر گئے ہوئے ایک خادم مکرم خالد سلیمان صاحب بھی وہاں شہید کر دیے گئے تو خیال تھا کہ ایسا نہ ہو کہ اس بار خدام مقررہ تعداد میں نہ مل سکیں یہ ڈیوٹی بھی خاکسار کے سپرد تھی کہ خدام کا تیار کرنا ان کا امیر قافلہ مقرر کرنا ضروری ہدایات دینا آخر پر اگر مکرم امیر صاحب موجود ہوں تو دعا کے لیے ان سے درخواست کرنا۔ اس بار میں حیران رہ گیا اور دل خدا تعالیٰ کی حمد کے ترانے گانے لگ گیا اور دعا کے وقت میری آنکھوں سے آنسوں رواں ہو گئے کیونکہ خدام ضرورت سے زیادہ آگئے اور ہر کوئی کہتا تھا میں نے ضرور جانا ہے آخر خاکسار نے قرعہ اندازی کے ذریعہ خدام کا چناؤ کیا۔ اس بار ایک بزرگ بھی آگئے۔ میں نے ان سے عمر پوچھی تو فرمانے لگے حضور انور (سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ) کو میں نے گود

کھلایا ہوا ہے۔امیر قافلہ اکثر کسی ناصر بزرگ کو نامزد کیا جاتا تھا اس لیے جس جماعت کی ڈیوٹی ہوتی تھی اس سے کہا جاتا تھا کہ ایک ناصر بھی بھجوایا جائے۔وہ بزرگ اس لیے تشریف لائے تھے بڑی مشکل سے انہیں واپس جانے پر رضامند کیا گیا۔

## 6۔ حضرت میاں جان محمد صاحبؓ

ایک بار میں محمود آباد دورہ پر گیا۔میں نے سن رکھا تھا کہ وہاں ایک صحابی ہیں اس لیے پروگرام اس طرح بنایا کہ نماز جمعہ کے بعد پہلے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کروں گا اور پھر باقی امور کی طرف توجہ دوں گا۔خاکسار نے خطبہ دیا وہاں بھی کچھ تنازعات تھے اس لیے انہیں ذہن میں رکھ کر کچھ گزارشات کیں۔نماز کے بعد میں نے مقامی عہدیداروں سے کہا اب میں پہلے حضرت میاں صاحب کے ہاں حاضر ہونا چاہتا ہوں وہ کہنے لگے وہ تو پہلی صف میں بیٹھے تھے اور ابھی یہیں ہوں گے۔چنانچہ حضرت میاں صاحب مل گئے میں نے دعا کی درخواست کی وہ فرمانے لگے میں نے تو آپ کا سن کر گھر پر چائے وغیرہ کا انتظام کر رکھا ہے اور میں خود آپ کو تلاش کر رہا تھا اس لیے گھر چلیں چنانچہ ان کے گھر گئے انہوں نے بہت تکلف کیا ہوا تھا۔لگتا ہے انہوں نے پہلے کسی جگہ میری کوئی تقریر یا خطبہ سنا ہوا تھا فرمانے لگے جب میں نے سنا کہ نماز جمعہ آپ نے پڑھانی ہے تو میں کوشش کر کے خود چلا گیا اور گھر پر چائے وغیرہ کے لیے کہہ دیا۔

## 7۔ باڈہ سے بچے کا اغوا۔ہمارا سن کر ڈاکوؤں نے مطالبہ بڑھا دیا

باڈہ ضلع لاڑکانہ سے اطلاع ملی کہ وہاں سے ایک بچہ اغوا ہو گیا ہے۔وہاں جانے کے لیے خاکسار اور مکرم سید علی احمد صاحب طارق وکیل سپریم کورٹ کی ڈیوٹی لگی۔ہم

وہاں پہنچے۔ ''پاجیرو'' جیپ ہمارے پاس تھی۔ڈاکوئں کا پیغام ملا کہ پہلے ہم ایک لاکھ مانگ رہے تھے اب آپ کے لوگ ''پاجیرو'' جیپ پر کراچی سے آئے ہیں۔اس لیے اب ڈبل لیں گے۔یہ تھا وہاں کے ڈاکوؤں کا حال کہ انہیں پل پل کی اطلاع مل رہی تھی اور بڑی ڈھٹائی سے وہ اپنے مطالبات بھی بڑھا رہے تھے۔یہ تھے حالات جن سے ہمیشہ اکثر واسطہ پڑتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حفاظت بھی فرمائی اور حالات کا مقابلہ کرنے کی توفیق بھی بخشی۔بعد ازاں بچہ الحمدللہ مل گیا۔

## 8۔ کلرّزدہ زمین سے میٹھے پانی کا نکلنا

1974ء سے اس علاقے میں مخالفت بھی بدستور چلی آرہی تھی۔چنانچہ ایک بار اندرون سندھ میں ہماری دو خواتین فوت ہو گئیں تو انہیں اس لیے مساجد کے صحنوں میں دفنانا پڑا کہ عام قبرستان میں تدفین نہیں ہونے دی گئی۔اس پر سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃالمسیح الرابعؒ نے ارشاد فرمایا کہ ہر جماعت کا اپنا قبرستان ہونا چاہیئے۔چنانچہ امیر صاحب کے حکم پر خاکسار سندھ کی ہر جماعت میں گیا اور انہیں حضور کا پیغام پہنچا کر قبرستان بنانے کی تحریک کی۔ اس طرح پر کئی جماعتوں میں اپنے قبرستان بن گئے۔اس سلسلہ میں جب میں گور گیج گیا اور وہاں احباب کو قبرستان کے لیے جگہ دینے کی تحریک کی تو میری تقریر کے بعد مکرم یار محمد صاحب چانڈیو صدر جماعت اٹھے اور کہنے لگے، میں اپنی زمین جو غالباً چار کنال تھی، اس مقصد کے لیے پیش کرتا ہوں۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں وہ جگہ دیکھنا چاہتا ہوں۔احباب وہاں جانے کے حق میں نہ تھے کیونکہ گرمی شدید تھی۔دوسرے وہاں جیپ نہیں جاسکتی تھی اور پیدل جانا تھا۔وہ جگہ گاؤں سے تین کلو میٹر باہر تھی۔میں نے کہا، میں ضرور جاؤں گا۔وہ

لوگ تو بہر حال میری ہمدردی میں کہہ رہے تھے کہ کراچی سے آیا ہے اتنی گرمی برداشت نہیں کر سکے گا۔ تاہم وہاں ہم گئے۔ میں نے پوچھا، یہاں پانی کا کیا حال ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں میل ہا میل تک کھارا پانی ہے۔ میں جہاں کھڑا تھا، میں نے کہا، یہاں بورنگ کرائیں، ان شاء اللہ پانی میٹھا نکلے گا۔

یہ جملہ بغیر سوچے سمجھے ہی میرے منہ سے نکل گیا حالانکہ مجھے وہاں کے حالات کا کوئی علم نہ تھا۔ میں تو خیر یہ کہہ کر واپس چلا آیا۔ اب جب بعد میں ہمارے احباب نے ایک جگہ بورنگ کرائی تو پانی کھارا نکلا۔ اس موقع پر مکرم غلام الدین چانڈیو صاحب جو کہ مکرم یار محمد صاحب صدر جماعت کے بیٹے اور نائب قائد ضلع تھے، کو میرا وہ جملہ یاد آ گیا۔ وہ کہنے لگے، منظور شاد صاحب کہہ گئے تھے کہ یہاں بورنگ کرانا تو پانی میٹھا نکلے گا۔ اب وہ جگہ جہاں میں نے کھڑے ہو کر وہ بات کی تھی، بلڈوزر سے زمین ہموار کرانے کی وجہ سے سب بھول چکے تھے۔ آخر ایک جگہ پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ میں یہاں کھڑا تھا۔ وہاں بورنگ کرائی گئی تو اللہ تعالیٰ کی شان کہ فی الواقعہ پانی میٹھا نکل آیا۔ تاہم میں یہ نہیں کہوں گا کہ یہ میری وجہ سے ہوا بلکہ اصل میں تو خلیفہ وقت کی دعائیں اور توجہاتِ روحانیہ کام کر رہی تھیں جو ایسے سفروں میں ہمیشہ ہمارے ساتھ ہوتی تھیں۔ میں ہر دورہ کی رپورٹ حضور انورؒ کی خدمت میں ارسال کرتا تھا۔ حضور دعائیں بھی دیتے اور اظہار خوشنودی بھی فرماتے۔

## 9۔ ڈاکوؤں کے گھر الٰہی حفاظت

ایک بار رمضان المبارک کے ایام میں ایک مقدمہ کے سلسلہ میں مجھے نواب شاہ جانا تھا۔ اس بار بھی خاکسار کے ساتھ مکرم سید علی احمد صاحب طارق ایڈووکیٹ

تھے۔ہم نے کھانا ساتھ لے لیا کہ رمضان المبارک میں کھانا کہیں سے نہیں مل سکے گا۔حیدر آباد اور نوابشاہ کے درمیان ایک جگہ ہم نے دیکھا کہ گھنے درخت ہیں۔ ہم نے سوچا یہاں بیٹھ کر کھانا کھا لیتے ہیں۔ہمارے ساتھ حسب معمول ڈرائیور کے علاوہ چار خدام تھے۔جب ہم نے کھانا شروع کیا تو ایک پولیس وین آکر رکی اور پولیس والوں نے اپنی رائفلیں اور گنیں ہماری طرف تان لیں اور ہماری طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ میں اور طارق صاحب اٹھے اور پولیس والوں کی طرف بڑھے۔ انہوں نے وکیل کی یونیفارم میں دیکھا تو رک گئے اور پوچھا، آپ لوگ کون ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں۔ہم نے بتایا کہ ہم نوابشاہ عدالت میں جا رہے تھے۔ سوچا یہاں کھانا کھا لیں۔ پولیس والوں نے بتایا آپ لوگ ڈاکوؤں کے گھر بیٹھ کر کھانا کھا رہے ہیں۔ان درختوں کے پیچھے ڈاکو رہتے ہیں۔اور ہم جب تک جیپ میں بیٹھ کر سڑک پر نہیں آگئے،وہ اسلحہ تانے کھڑے رہے۔

## 10۔ ڈاکو گاڑیاں روک کر لوٹ رہے تھے

ایسا ہی ایک بار لاڑکانہ میں جلسہ سالانہ تھا جس میں خاکسار کو مرکز کی نمائندگی کرنی تھی۔ میرے ساتھ دو مربیان کرام بھی تھے۔وہاں سے ہم نے خیر پور آنا تھا۔ وہاں بھی جلسہ سالانہ تھا۔اس سفر میں ہمارے پاس پاجیرو نہیں بلکہ ایک ہائی۔ایس گاڑی تھی۔ جس کی رفتار اور کارکردگی ظاہر ہے، "پاجیرو" جیسی نہیں ہو سکتی تھی۔چنانچہ جب ہم نصیر آباد پہنچے تو دیکھا کہ ڈاکوئں نے دو گاڑیاں کھڑی کر کے سڑک بلاک کی ہوئی ہے اور کلاشن کوف لیے لوگوں کو لوٹ رہے ہیں۔جو گاڑیاں روڈ بلاک کرنے کے لیے کھڑی کی گئی تھیں،وہ ٹیڑھی کھڑی کی گئی تھیں اور دونوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ہمارے ڈرائیور نے دیکھا تو کہا، امیر صاحب

(مراد امیر قافلہ) اگر آپ اجازت دیں تو گاڑی نکال لوں۔ میں نے کہا، دیکھ لو اگر نہ نکل سکے اور ڈاکوؤں کو پتہ چل گیا کہ ہم بھاگ رہے ہیں تو وہ فائیر کر کے ہماری گاڑی کے ٹائیر برسٹ کر سکتے ہیں۔ وہ کہنے لگا، بس آپ اجازت دے دیں۔ میں نے اجازت دے دی۔ڈرائیور نے آہستہ آہستہ دونوں گاڑیوں کے درمیان سے اس طرح اپنی گاڑی گزارنی شروع کی کہ دور سے کوئی اندازہ بھی نہ کر سکتا تھا کہ گاڑی چل رہی ہے۔ جب گاڑی کا ایک تہائی حصہ نکل آیا تو اس نے ایکسی لیٹر دبا دیا اور گاڑی دوڑا دی اور ہم خیریت سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر بھی ہماری غیر معمولی رنگ میں حفاظت فرمائی۔ الحمد للہ

### 11۔ چار منتخب خدام اور مکرم امیر صاحب کی غیر معمولی بصیرت

ایک بار میں پانچ دن کے دورہ پر اندرون سندھ گیا۔ آخری مرحلہ میں بدین پہنچا اور اسی روز مجھے واپس کراچی آنا تھا۔بدین جانے سے پہلے جب میں نوابشاہ میں تھا تو وہاں کے امیر صاحب اور مربی صاحب کے درمیان اختلافات تھے۔ چنانچہ میں ان کا راضی نامہ کرا کر آیا تھا۔میرے جانے کے بعد ان کے درمیان پھر جھگڑا پیدا ہو گیا۔ کسی نے مرکز ٹیلیفون پر اطلاع کر دی کہ منظور شاد صاحب آئے تھے، اس وقت تو یہ لوگ راضی ہو گئے مگر ان کے جانے کے بعد پھر وہی صورت پیدا ہو گئی۔ ابھی میں بدین میں ہی تھا کہ مکرم امیر صاحب کراچی نے مجھے فون پر کہا کہ ابھی واپس کراچی نہ آؤ۔ پھر نواب شاہ جاؤ۔ اور بتایا کہ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ کا ارشاد ہے کہ منظور شاد کل جمعہ نواب شاہ میں پڑھائے۔ میں نے عرض کیا، میں پانچ جوڑے کپڑے لایا تھا۔ وہ سب کے سب گندے ہو گئے ہیں اس لیے مجھے صرف ایک رات کے لیے کراچی آنے کی اجازت دے دی

جائے۔ کل ان شاء اللہ تعمیل ارشاد میں جمعہ نواب شاہ ہی پڑھوں گا۔ اس شرط پر مجھے کراچی جانے کی اجازت مل گئی۔

جمعرات کی رات جب میں نے مکرم امیر صاحب سے دعا کی درخواست کی کہ صبح نواب شاہ جانا ہے تو مکرم امیر صاحب نے خلاف معمول فرمایا، چار selected خدام لے کر جانا۔ میں حیران تھا کیونکہ قبل ازیں مکرم امیر صاحب کو میں صرف اتنا بتایا کرتا تھا کہ کل کہاں جانا ہے باقی یہ کہ خدام کون کون ساتھ ہوں گے، گاڑی کون سی ہو گی وغیرہ، یہ میں خود ہی کر لیا کرتا تھا۔ میں نے تعمیل ارشاد میں مکرم قائد صاحب ضلع سے درخواست کی کہ صبح ڈیوٹی پر جانے کے لیے چار منتخب خدام چاہئیں۔ انہوں نے پوچھا، خیریت ہے؟ میں نے کہا، مکرم امیر صاحب کا ارشاد ہے۔ دوسرے دن جب ہم حیدر آباد اور نواب شاہ کے درمیان پہنچے تو شدید گرمی سے گاڑی کا انجن بند ہو گیا اور نزدیک نزدیک کوئی بستی بھی نہ تھی۔ چنانچہ ڈرائیور اور ایک خادم کو گاڑی کے پاس چھوڑ کر اور ایک خادم کو میں ساتھ لے کر نوابشاہ پہنچا۔ دو خدام کو حیدر آباد بھجوا دیا کہ کوئی کرین وغیرہ لے کر آئیں تا کہ گاڑی کسی ورکشاپ میں پہنچائی جا سکے۔ اس وقت یاد آیا کہ آج چار منتخب خدام کو ساتھ لے کر جانے کی ہدایت میں کیا حکمت پوشیدہ تھی۔

## 12۔ نواب شاہ میں خطبہ جمعہ

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے میں صرف دو دن قبل یہاں سے ہو کر گیا تھا اور دونوں بزرگوں کے درمیان صلح ہو گئی تھی۔ مگر وہ پھر لڑ پڑے۔ میں نے ان دونوں سے کوئی بات نہیں کی اور نہ اتنا وقت میرے پاس تھا کہ ان سے لمبی چوڑی باتیں کرتا۔ خطبہ جمعہ میں میں نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کہ

'سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلّل اختیار کرو' کی روشنی میں حاضرین کو تلقین کی کہ اگر کوئی کسی سے ناراض ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ سچا ہے تو وہ اس ارشاد کی روشنی میں تذلّل اختیار کرتے ہوئے خود دوسرے بھائی سے معذرت کرے کیونکہ اس ارشاد میں مخاطب جھوٹا نہیں بلکہ سچا ہے۔ خطبہ کے دوران بہت سی آنکھیں پرنم تھیں۔ نماز کے بعد ایک بھائی اٹھا اس نے کہا میں اور میرا بھائی ناراض ہیں۔ میں پہل کرتا ہوں اور اسی وقت وہ اپنے بھائی سے گلے ملا۔ پھر کیا تھا، سب ایک دوسرے کو ملنے لگ گئے۔ اس طرح مکرم امیر صاحب اور مکرم مربی صاحب بھی گلے ملے۔ اس کی ریکارڈنگ اب بھی نواب شاہ میں لوگوں کے پاس موجود ہے۔ بعد ازاں پھر ہر دو جانب سے ایسی کوئی شکایت نہیں ملی۔

## مکرم و محترم مولانا محمد عثمان صاحب چینی

1974ء کے بعد کا زمانہ تھا کہ ایک بار خاکسار ساٹھ بچیوں کو لے کر ربوہ برائے تعلیم القرآن کلاس گیا۔ واپسی پر جب ہم فیصل آباد سے ٹرین پر سوار ہوئے تو ہم نے پوری بوگی بک کرائی ہوئی تھی جس میں کچھ سیٹیں خالی بھی تھیں۔ اس لیے لوگ کہتے تھے، ہمیں بھی جگہ دیں۔ چونکہ ہمارے ساتھ بچیاں تھیں اس لیے یہ مہربانی کسی کے ساتھ نہیں کر سکتے تھے۔ جب مغرب کی نماز ہم نے باجماعت ادا کی تو لوگوں کو پتہ چل گیا کہ ہم احمدی ہیں۔ پھر کیا تھا، مخالفت شروع ہو گئی۔ ایک مولوی نے ساتھ والی بوگی میں تقریر شروع کر دی اور کہا کہ ملتان جا کر میں ان سے بدلہ لوں گا۔ میرے ساتھ صرف چار خدام تھے، میَں نے چاروں کو ایک ایک گیٹ پر بٹھا دیا۔ ہمارے کراچی کے معمر اور بزرگ مربی مکرم و محترم مولانا محمد عثمان صاحب چینی بھی ہمارے ساتھ تھے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ میری بھی ڈیوٹی

لگا دیں۔ میں نے کہا، ہاں آپ کی بھی ڈیوٹی لگے گی۔ چنانچہ اوپر برتھ پر میں نے بستر لگادیا اور مکرم چینی صاحب کو اوپر چڑھا کر کہا، آپ کی یہ ڈیوٹی ہے کہ دعا میں لگ جائیں۔ ادھر ساتھ والی بوگی سے مولوی کی تقریر کی آواز مسلسل آرہی تھی۔ مگر کچھ دیر بعد دیکھا کہ آواز بند ہو گئی ہے۔ میں نے ایک خادم سے کہا، اگلے اسٹیشن پر دیکھنا، مولوی کہاں چلا گیا ہے۔ خادم دیکھنے گیا اور آکر بتایا کہ مولوی سو گیا ہے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس نے ملتان اترنا تھا مگر ملتان بھی گزر گیا اور وہ سوتا ہی رہ گیا اور آگے آکر کسی اسٹیشن پر اترا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کسی ممکنہ شر سے ہمیں بچالیا۔

**بد گفتار کی زبان کٹ گئی**

مکرم و محترم مولانا عثمان چینی صاحب کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ ان کے حوالے سے ان کی قبولیت دعا کے دو اور واقعات کا ذکر کرتا ہوں۔ آپ کراچی میں ہمارے مربی سلسلہ تھے اور ڈرگ روڈ میں واقع مسجد مبارک میں رہتے تھے۔ ایک بار آپ صدر کراچی سے ایک ٹیکسی پر ڈرگ روڈ جانے کے لیے بیٹھے۔ ٹیکسی میں اَور سواریاں بھی بیٹھی تھیں۔ فرنٹ سیٹ پر ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے سے ایک لڑکی گزری تو اس نوجوان نے اس پر ایک گندہ فقرہ کسا۔ مکرم مولانا صاحب موصوف نے اسے منع کیا تو وہ کہنے لگا، تمہیں کیا تکلیف ہوئی ہے، تم خاموش بیٹھے رہو۔ اس پر مکرم مولانا صاحب کی زبان سے نکلا، یا اللہ! اس کی زبان تو ہی بند کر۔ اچانک اسی وقت کوئی پتھر ٹیکسی کے نیچے آگیا یا سڑک ٹوٹی ہوئی تھی کہ اچانک ٹیکسی کو جھٹکا لگا اور اس نوجوان کی زبان اپنے ہی دانتوں کے درمیان آکر کٹ گئی۔ رات کا وقت تھا۔ اس کا مکرم مولانا صاحب کو اس قدر صدمہ ہوا کہ بجائے گھر

جانے کے وہ میرے پاس ہمارے گھر آگئے۔ اس وقت انہیں دیکھ کر میں بھی پریشان ہو گیا کہ خدا خیر کرے، کہ اس وقت مربی صاحب بغیر کسی پروگرام کے تشریف لائے ہیں۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ یہ واقعہ ہوا ہے۔ انہیں یہ غم تھا کہ میری وجہ سے اس نوجوان کی زبان کٹ گئی ہے۔ میں نے کہا، میرا تو ایمان تازہ ہو گیا ہے اور آپ کو اس پر ترس آرہا ہے۔

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والے کا راتوں رات تبادلہ

میری تعیناتی ایئرپورٹ پولیس اسٹیشن میں ڈی۔ ایس۔ پی کے دفتر میں تھی۔ ایک ہیڈ کانسٹیبل کامیاب خاں نامی تبادلہ پر آیا۔ اسے پتہ تھا کہ میں احمدی ہوں۔ چنانچہ کسی سے بات کرتے ہوئے اس نے کہا، تجھے بھی مرزے قادیاں والے کی طرح الہام ہوا ہے۔ ظاہر ہے۔ یہ جملہ اس نے مجھے سنانے کے لیے کہا تھا۔ میں نے مکرم مولانا عثمان چینی صاحب سے کہا، میں بڑا پریشان ہوں۔ اس شخص کے ساتھ تو روزانہ ہی واسطہ پڑے گا۔ کسی وقت جھگڑے کی صورت بن سکتی ہے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ اس ابتلا سے محفوظ رکھے۔ مکرم مولانا نے کہا، فکر نہ کریں میں دعا کرونگا۔ اس ہیڈ کانسٹیبل کی دو بیویاں تھیں۔ ایک شہر کے ایک تھانے میں تھی اور دوسری کا کوارٹر ایئرپورٹ تھانے میں تھا۔ اسی ائیرپورٹ والی بیوی کی وجہ سے اس نے یہاں پوسٹنگ کرائی تھی۔ کسی نے ایس۔ پی کو بتادیا کہ ایک وقت میں اس نے دو سرکاری کوارٹروں پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ اس پر اسے نوٹس ملا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر ایک کوارٹر خالی کردو ورنہ اپنے آپ کو معطل سمجھو۔ اس نے ایئرپورٹ والا مکان خالی کر دیا اور چوبیس گھنٹے کے اندر شہر منتقل ہو گیا اور اپنا ٹرانسفر بھی شہر میں کرالیا۔ اس طرح اس کے شر سے نجات مل گئی۔

## جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت اور ایک سکھ ڈی ایس پی کا غیر معمولی تعاون

1991ء میں اس عاجز کو قادیان جلسہ سالانہ میں شرکت کی توفیق ملی۔اس سال سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بھی قادیان تشریف لائے تھے۔کراچی سے جو قافلہ بذریعہ ٹرین لاہور گیا، اس کا میں امیر قافلہ تھا۔اتفاق سے جو قافلہ لاہور سے ہمارے ساتھ شامل ہوا، اسے ملا کر سارے قافلہ کا خاکسار کو امیر مقرر کر دیا گیا۔ جب ہم واہگہ اسٹیشن پر پہنچے تو باقی مسافر تو باہر چلے گئے مگر ایک خاتون کو دیکھا کہ وہ پریشانی میں ادھر ادھر جا رہی ہے۔میں چونکہ امیر قافلہ تھا، اس لیے اس انتظار میں تھا کے یہ خاتون بھی باہر آ جائے تو اسٹیشن چھوڑوں۔آخر میں نے اس سے پوچھا، آپ کا کیا مسئلہ ہے؟ اس نے بتایا کہ میرے سارے کاغذات لاہور رہ گئے ہیں اور میرے پاس پاسپورٹ وغیرہ کچھ بھی نہیں۔میں نے ایک افسر سے بات کی۔اس نے بتایا کہ ابھی تھوڑی دیر میں یہاں ایک سکھ ڈی ایس پی آنے والے ہیں وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور کوئی نہیں کرے گا۔ تھوڑی دیر میں وہ سکھ افسر آ گئے۔میں نے اپنا تعارف کرایا اور اس خاتون کا مسئلہ بتایا۔وہ کہنے لگے، تسیں احمدی لوگ جھوٹ نہیں بولدے۔میں اک چٹ دے دینا واں۔ تہانوں گیٹ تے جاندیاں تے آوندیاں کوئی نہیں پچھے دا (یعنی آپ احمدی لوگ جھوٹ نہیں بولتے۔میں ایک چٹ دے دیتا ہوں۔آپ کو جاتے ہوئے اور واپسی پر کوئی نہیں پوچھے گا)۔الحمدللہ اس خاتون کا مسئلہ حل ہو گیا۔

## ایک ٹکٹ چیکر کا تعاون

کم و بیش اسی قسم کے ریمارکس جیسا کہ اوپر سکھ ڈی ایس پی کے بیان کیے گئے ہیں، ایک بار پاکستان میں سفر کرتے ہوئے ایک ٹکٹ چیکر نے دیئے۔

جلسہ سالانہ پر ہم ربوہ جا رہے تھے۔ گاڑی ریزرو تھی۔ اس وقت بھی خاکسار ہی امیر قافلہ تھا۔ ہمارے ساتھ بچے بھی تھے اور کوئی سات سو کے قریب کل احمدی مسافر تھے۔ راستے میں جب خاکسار نے بوگی انچارجوں کے ذریعہ گنتی کرائی تو ایک مسافر زائد پایا۔ اس دوران ہم شور کوٹ پہنچ چکے تھے۔ میں نے ایک ٹکٹ چیکر جس کی بلا مبالغہ سر سید احمد خان کی طرح داڑھی تھی، سے بات کی کہ ہمارا ایک مسافر زائد ہے، اس کا ٹکٹ بنا دیں۔ اس نے کہا، آپ احمدی لوگ سچ ہی بولتے ہیں۔ لیکن اگر اب ٹکٹ بناؤں تو اصولاً آپ کو ڈبل دینا ہو گا۔ اس لیے میں نے سوچا ہے کہ ایک بچے کا ٹکٹ بنا دوں۔ بات تو ایک ہی ہے۔ آپ کو ایک ٹکٹ اَور چاہیئے۔ مگر اس طرح ڈبل ادائیگی کے باوجود آپ کو ایک ٹکٹ کے برابر ہی رقم ادا کرنا ہو گی۔ اس طرح آپ کا ضمیر بھی مطمئن ہو جائے گا اوراور میرا بھی کہ حکومت کا نقصان نہیں ہوا۔

## عیسائی حافظ قرآن

اب جب سفروں کے دلچسپ واقعات کا تذکرہ شروع ہے تو ایک اَور دلچسپ سفر کی کہانی بھی سن لیں۔ ایک بار میں ربوہ جا رہا تھا۔ فیصل آباد تک ٹرین سے جانا تھا۔ ہمارے ہاں عام رواج ہے کہ سفر کے شروع میں ہمراہی ایک دوسرے سے پوچھ لیتے ہیں کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ ایک مسافر نے مجھ سے پوچھا تو میں نے بتایا، ربوہ جا رہا ہوں۔ وہ بہت خوش ہوا کہ چلو اچھا وقت گزر جائے گا۔ اس نے بتایا

کہ وہ عیسائی ہے اور حافظ قرآن ہے اور قرآن کریم کی تفسیر لکھ رہا ہے۔ اس نے بتایا کہ قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ اس سے حافظہ تیز ہو جاتا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ اس کا ایک بیٹا یونائیٹڈ بینک میں افسر ہے اور وہ بھی حافظ قرآن ہے۔ میرے لیے یہ حیران کن بات تھی۔

اس نے بتایا کہ عام مسلمانوں سے بات کرنے کا مزہ نہیں آتا۔ احمدیوں سے گفتگو کرنے میں لطف آتا ہے۔ اس نے تھیلے میں سے قرآن کریم نکال کر دکھایا۔ قرآن کریم کے حاشیہ پر نوٹنگ کی ہوئی تھی۔ میرے اس سوال پر کہ حافظ قرآن ہونے کے باوجود آپ عیسائی ہیں تو اس نے بتایا، میں جتنا قرآن پڑھتا ہوں، عیسائیت میں اور پختہ ہو رہا ہوں۔ قرآن کریم ہے ہی عیسائیت کی تائید میں۔ ہمارے ساتھ ایک جوان بچی اور اس کی والدہ بھی تھیں۔ بچی کو بخار تھا۔ میرے پاس برتھ تھا۔ میں نے اس بچی سے کہا تم اوپر جا کر آرام کرو، ہم تو آج رات گفتگو کریں گے۔ اس پر بوگی کے سارے مسافر ہمارے ارد گرد اکٹھے ہو گئے اور گفتگو شروع ہو گئی۔ اس نے حضرت مریمؑ کے بارہ میں بتایا کہ ان کی یہ شان ہے کہ قرآن کریم کی ایک سورہ کا نام ہی مریم ہے اور اسی طرح بعض اَور باتیں بتائیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام کو ظاہر کرتی تھیں۔ اس ساری بحث کو تو یہاں نہیں لکھا جا سکتا جو تقریباً پوری رات جاری رہی۔ دوسرے لوگ بھی نہیں سوئے اور بڑی دلچسپی سے سنتے رہے۔ تاہم میں ہر بات کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے تسلی بخش جواب دیتا رہا۔

آخر پر میں نے اس سے سوال کیا کہ دنیائے عیسائیت میں کیا کوئی ایک آدمی بھی ایسا ہے جس کے بارہ میں آپ کہہ سکتے ہوں کہ اس میں رتی بھر بھی ایمان ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ میں اسے کس طرف لے کر جا رہا ہوں۔ وہ پریشان سا ہو گیا۔ میں نے کہا، چلیں اسے بھی چھوڑیں۔ آپ یہ بتائیں کہ اگر آپ میں رتی بھر بھی ایمان ہے

تو میرے اس قلم سے کہیں کہ اس جگہ سے اُس جگہ چلا جائے۔ اس کا جواب بھی اس نے نہ دیا۔ میں نے سب ہمراہیوں سے کہا، جناب میں ربوہ نہیں جارہا، لاہور جا رہا ہوں۔ ابھی کوئی ٹکٹ چیکر آتا ہے تو ٹکٹ بڑھا لیتا ہوں۔ میں اس ایک عیسائی سے ملنا چاہتا ہوں جو پورے پاکستان میں اس بات کا دعویدار ہے کہ اس کے اندر رتی بھر ایمان موجود ہے۔ اس سے تو وہ بالکل ہی پریشان ہو گیا۔ اوپر جو بچی لیٹی ہوئی تھی، وہ بھی ہماری باتیں غور سے سن رہی تھی۔ کہنے لگی، بھائی صاحب آپ کہاں پھنس گئے ہیں۔ آج تک کبھی کوئی کسی احمدی کو شکست نہیں دے سکا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ بھی احمدی ہیں۔ اس سے مجھے اور خوشی ہوئی کہ ایک احمدی بچی کی کچھ خدمت ہو گئی۔

### حاجی اور رشوت

ایک بار اسی طرح کراچی سے گجرات جارہا تھا۔ اس بوگی میں کافی حجاج کرام سفر کر رہے تھے۔ یہ ذکر چھڑ گیا کہ گاڑیاں لیٹ ہو جاتی ہیں۔ ایک حاجی صاحب جو پشاور جارہے تھے، انہوں نے بتایا کہ گزشتہ بار جب میں حج کر کے واپس جارہا تھا تو گاڑی بہت لیٹ تھی۔ میں نے سوچا، وہاں تو میرا استقبال کرنے کے لیے دیگیں پک رہی ہوں گی اور دعوت میں سینکڑوں کی تعداد میں لوگ جمع ہوں گے۔ اگر گاڑی اسی طرح لیٹ ہوتی رہی تو کھانا خراب ہو جائے گا۔ اور مہمانوں کو بھی تکلیف ہو گی۔ میں ڈرائیور کے پاس گیا اور اپنی مجبوری بتائی اور کہا کہ ہم خدمت کر دیں گے۔ گاڑی جو لیٹ ہو چکی ہے وہ پوری کرے اور وقت مقررہ پر پشاور پہنچ جائے۔ ڈرائیوَر نے بتایا وہ تو گاڑی خود لیٹ کرتا ہے کہ اس کا اوور ٹائم بن جائے۔ اور اوور ٹائم کے لیے جب آپ دے رہے ہیں تو فکر نہ کریں، گاڑی وقت

پر پہنچ جائے گی۔ چنانچہ ڈرائیور نے جیسا کہ اس نے وعدہ کیا تھا، نہ صرف گاڑی کی پہلی لیٹ کو پورا کیا بلکہ وقت سے پہلے پہنچا دی۔

### دینی خدمات کے دوران رونما ہونے والے بعض خاص واقعات

اللہ تعالیٰ کے فضل سے، جیسا کہ شروع میں عرض کر چکا ہوں، دینی خدمات کے بیشمار مواقع پاکستان میں قیام کے دنوں میں بھی ملتے رہے اور جرمنی میں پہنچ کر بھی میسر آتے رہے۔ ان کے دوران بعض ایمان افروز واقعات بھی رونما ہوئے جن میں سے کچھ کا ذکر تو پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے۔ بعض اور خاص واقعات کا ذکر میں کسی قدر اختصار کے ساتھ ذیل میں کرنا چاہتا ہوں۔

### بیت الانوار کی تعمیر اور شیخ رفیق احمد صاحب ایس۔ ایچ۔ او کا تعاون

خاکسار 1968 میں صدر حلقہ ڈرگ کالونی مقرر ہوا۔ اس وقت نماز جماعت کے مختلف دوستوں کے گھروں میں ادا کی جاتی تھی۔ اپنی صدارت کے دوران خاکسار کو بیت الانوار مسجد کی تعمیر کی توفیق ملی۔ اس کے لیے ہم نے مرکز سے بہت کم مدد لی اور اپنے ذرائع سے رقم اکٹھی کر کے مسجد کی تعمیر کی۔ جب کبھی کوئی صدر حلقہ مکرم امیر صاحب سے مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں مدد مانگتا تو مکرم امیر صاحب فرمایا کرتے، منظور شاد سے پوچھو، مساجد کس طرح بنائی جاتی ہیں۔ افسوس کہ یہ مسجد اس وقت مخالفین کی مخالفت کی وجہ سے بطور مسجد استعمال نہیں ہو رہی اور بند پڑی ہے۔

جب ہم بیت الانوار کی تعمیر کر رہے تھے تو سیمنٹ نہیں ملتا تھا۔ چھت ڈالنی تھی اور سیمنٹ دستیاب نہیں ہو رہا تھا۔ ان ایام میں شیخ رفیق صاحب ایس۔ ایچ۔ او

لیاقت آباد تھے۔ میں نے شیخ صاحب سے کہا۔ کہنے لگے، منظور صاحب! اگر کوئی ہمارا مولوی کہتا تو میں آرام سے کہہ دیتا کہ میاں کچھ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں لیکن آپ لوگ جھوٹ نہیں بولتے۔ مجھے یقین ہے کہ سیمنٹ مسجد کی تعمیر پر ہی خرچ ہو گا۔ انہوں نے ایک ڈیلر کے نام خط دیا کہ پچاس بوری سیمنٹ دے دیں اور قیمت پچیس بوری کی لیں پچیس بوری کی قیمت میں خود دوں گا۔ یہ تھی ان کی شرافت اور یہ تھی ان کی خدا ترسی کہ مسجد کی تعمیر میں خود بھی حصہ ڈالنے کیلیے تیار ہو گئے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزا۔

## تقرری بحیثیت قائد ضلع کراچی

1972 میں خاکسار کو قائد ضلع کراچی مقرر کیا گیا۔ یہاں سے تین نام مرکز میں گئے تھے۔ میرا نام دوسرے نمبر پر تھا لیکن مکرم چودھری حمید اللہ صاحب نے جو اس وقت صدر خدام الاحمدیہ تھے، میری منظوری عطا فرمائی۔ سالانہ اجتماع کے موقع پر میں نے ان سے دخواست کی کہ آپ نے میری منظوری تو دی ہے، اب دعاؤں سے میری مدد بھی کریں۔ وہ چلتے چلتے رک گئے۔ فرمایا، آپ کا کیا خیال ہے؟ میں نے منظوری بغیر دعا کے دی ہے۔ آپ کی منظوری دینے سے پہلے میں نے تین دن دعا کی تھی اور پھر شرح صدر ہونے پر منظوری دی۔

## مکرم امیر صاحب کی خدمت میں حاضری اور اپنی کم مائیگی اور نااہلی کا اظہار

بطور قائد ضلع مرکز سے میرے نام کی منظوری آنے کے بعد خاکسار مکرم امیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میری آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ پوچھا کیا بات ہے۔ میں نے بتایا مرکز نے میری منظوری بطور قائد ضلع دی ہے۔ فرمایا، تو

اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا، میرے پاس تو سائیکل بھی نہیں۔ نہ فون ہے اور نہ دیگر وسائل۔ میں اتنی بڑی ذمہ داری کیسے ادا کر سکوں گا۔ فرمایا جب حکومت کسی کو ڈی۔ سی مقرر کرتی ہے تو اس کے لیے ساری سہولیات کا انتظام بھی کرتی ہے۔ کیا خدا تعالیٰ اس حکومت سے بھی گیا گزرا ہے۔ اللہ پر بھروسہ کرو۔ وہ خود سارے انتظامات کرے گا۔ کیا ہی سنہری نصیحت تھی جو ہمارے امیر صاحب نے مجھے کی اور کن پیارے الفاظ میں کی!

## جماعت کی سب سے پہلی موٹر سائیکل

مجھ سے پہلے مکرم چودھری اعجاز احمد صاحب (برادر اصغر مکرم چودھری شبیر احمد صاحب وکیل المال تحریک جدید) قائد ضلع تھے۔ جب خاکسار نے ان سے چارج لے لیا تو مجلس کی طرف سے ان کے اعزاز میں ایک الوداعی پارٹی کی گئی۔ الوداعی پارٹی کے دوران تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ نئے قائد بھی میری طرح وسائل سے محروم ہیں۔ ان کے پاس تو موٹر سائیکل بھی نہیں ہے۔ (مکرم چودھری صاحب کے پاس موٹر سائیکل تھی) اگر جماعت چاہتی ہے کہ یہ صحیح کام کریں تو کم از کم ان کے پاس موٹر سائیکل تو ہونی چاہیئے۔ مکرم چودھری عبد الوہاب صاحب مرحوم برادر اصغر مکرم پروفیسر عبد السلام صاحب (نوبل انعام یافتہ) جو ان ایام میں قائد مجلس سوسائٹی تھے، اس اجلاس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے فوراً ایک چٹ مکرم امیر صاحب کو دی جس میں لکھا تھا کہ وہ اپنے والد صاحب مرحوم (حضرت چودھری محمد حُسین صاحبؓ) کی طرف سے ایک نئی موٹر سائیکل لے کر اس غرض کے لیے دیں گے۔ چنانچہ یہ جماعت کراچی کی پہلی اپنی موٹر

سائیکل تھی۔ اس سے پہلے سائیکلیں تھیں جو مصلیوں کو چندہ اکٹھا کرنے کے لیے دی جاتی تھیں۔ اور چند معلمین کے پاس بھی تھیں۔

**یہ انعامی شیلڈ سنبھال کر رکھیں، آئندہ سال اسے ہم کراچی لے جائیں گے"۔**

**پاکستان بھر میں لگاتار تین سال اوّل**

خاکسار نے جس سال قائد ضلع کراچی کا چارج لیا، اس وقت ہمارا ضلع اوپر کی سولہ 16 مجالس میں بھی نہ تھا۔ اس سال لاہور پہلے نمبر پر آیا تھا۔ چنانچہ اجتماع کے دوران جب انہیں انعامی شیلڈ ملی تو خاکسار نے مکرم قائد صاحب ضلع لاہور کو کہا کہ یہ انعامی شیلڈ سنبھال کر رکھیں، آئندہ سال ہم یہ کراچی لے جائیں گے۔ وہ مجھے نہیں جانتے تھے۔ میری طرف دیکھنے لگ گئے کہ یہ کون ہے۔ میرے ایک عزیز مکرم بہادر خان صاحب کھوکھر (جو اس وقت مکرم قائد صاحب لاہور کی مجلس عاملہ میں تھے آج کل ہیمبرگ جرمنی میں ہیں) ساتھ کھڑے تھے۔ انہوں نے میرا تعارف کرایا کہ یہ ہمارے عزیز ہیں اور اس سال قائد ضلع کراچی مقرر ہوئے ہیں۔ چنانچہ ربوہ سے واپسی پر خاکسار نے ساری مجلس عاملہ اور قائدین کو بلایا اور بتایا کہ میں لاہور کی مجلس کو یہ چیلنج دے آیا ہوں، اب اس دوڑ میں جو میرا ساتھ دینا چاہتا ہے وہ ساتھ رہے اور جو نہیں دینا چاہتا، وہ بے شک الگ ہو جائے۔ سب نے کہا، ہم آپ کے ساتھ ہیں اور اگلے سال واقعی ہم پہلے نمبر پر تھے اور ضلع کے فرسٹ آنے پر شیلڈ اور مجلس کے فرسٹ آنے پر علم انعامی ہمارے حصے میں آیا۔ یہ اعزاز ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلسل تین سال رہا۔ الحمد للہ۔ اس

سلسلہ میں ملاحظہ ہو وہ سپاس نامہ جو مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے خاکسار کو اُس وقت پیش کیا جب خاکسار بیرون پاکستان جارہا تھا۔

سیّدنا حضرت امیر لمومنین خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے سائیکل سفر کی تحریک فرمائی تھی۔اس سائیکل سفر کے ذریعہ دیہات کا سروے کیا جاتا تھا کہ وہاں کس قسم کی ضروریات ہیں۔اس مقابلہ میں بھی ہمارا ضلع فرسٹ تھا۔

**اطاعت**

اس سے قبل کہ اطاعت خلافت و اطاعت امیر کے زیر عنوان دو واقعات لکھوں آنحضرت ﷺ کا ایک ارشاد لکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کی بیعت کی کہ ہم ہر حالت میں اطاعت کریں گے تنگی میں آسائش میں ہمیں وہ حکم اچھا لگے یا برا۔خواہ ہم پر ترجیح دی جارہی ہو یعنی ہمارے حقوق دبائے جارہے ہوں تب بھی اطاعت کریں گے اور جن کے سپرد ہم نے اپنا امر کیا ہے ان سے تنازعہ نہ کریں گے۔

**اطاعت خلافت**

اوپر ذکر کر چکا ہوں کہ سائیکل سفر مقابلہ میں بھی ہمارا ضلع پھر پہلی پوزیشن پر تھا۔چنانچہ ضلعی قیادت کے ایام میں ایک بار جب ہم سالانہ اجتماع مرکزیہ کے موقع ربوہ گئے تو خاکسار کو بتایا گیا کہ میں اسٹیج کے سامنے بیٹھوں، میرے دو انعامات ہیں۔جب ضلع وار کارکردگی کے نتیجہ کا اعلان ہوا تو میرا نام لیا گیا۔وہ انعام میں نے حاصل کرلیا اور پھر اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ اب میرا نام سائیکل سفر کے مقابلہ کے سلسلہ میں بھی لیا جائے گا۔لیکن حضور انورؒ نے ضلع سرگودھا کا نام

لیا اور وہ انعام قائد صاحب ضلع سرگودھا نے حاصل کر لیا۔ اجتماع کے بعد میں مکرم صدر صاحب خدام الاحمدیہ مرکزیہ مکرم مولانا عطا المجیب صاحب راشد اور معتمد صاحب مرکزیہ مکرم اللہ بخش صادق صاحب سے ملا کہ پوچھوں کہ آپ حضرات نے بتایا تھا کہ ہمارا ضلع سائیکل سفر کے مقابلہ میں بھی فرسٹ ہے۔ مکرم اللہ بخش صاحب صادق نے مجھے دیکھتے ہی ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا ارشاد فرمایا۔ اور بتایا کہ ہمیں علم ہے، تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اب جب کہ حضور انورؒ نے اعلان فرما دیا ہے ہم دعا کے لیے حضور انورؒ سے درخواست کر دیں گے۔ خاکسار خاموش ہو گیا اور پھر کبھی ذکر نہیں کیا۔ بعض اوقات فیصلہ جات میں بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ غالباً یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ بہر حال اطاعت کا یہی تقاضا ہے کہ ہم ہر فیصلہ کو شرح صدر سے تسلیم کریں اور اطاعت کریں۔ حضور انورؒ فرسٹ آنے والے ضلع کو ایک ہزار روپیہ نقد انعام بھی دیتے تھے۔ دس نوٹ ایک ایک سو روپیہ کے ہوتے تھے اور ہر نوٹ پر حضورؒ کے دستخط ہوتے تھے اگلے سال پھر ہمارا ضلع فرسٹ آیا۔ چنانچہ اگلے سال بھی وہ انعام ہم نے حاصل کیا۔ الحمدللہ۔

## اطاعت امیر۔ سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو

خاکسار 1970 میں نائب قائد مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ تھا۔ 1971ء میں ناظم اطفال ضلع مقرر ہوا اور 1972 میں قائد ضلع مقرر ہوا۔ اتنی جلدی مجھے نصیب ہونے والی یہ ترقی ہر ایک محسوس کر رہا تھا۔ ایک دوست مکرم مشتاق احمد صاحب علوی نے مجھ سے وقت لیا کہ وہ کوئی بات پوچھنا چاہتے ہیں۔ وہ داعی الی اللہ تھے۔ میرا خیال تھا کوئی اختلافی مسئلہ پوچھیں گے۔ وہ آئے اور پوچھا کہ شاد صاحب اتنی

جلدی اتنی زیادہ ترقی کا کیاراز ہے۔ میں نے بتایا، اطاعت امیر۔اب اس سلسلہ میں ایک اہم واقعہ کا ذکر کرتا ہوں کہ کس طرح بغیر کسی غلطی کے میں نے سزا کو قبول کرلی۔

1974ء کی بات ہے کہ جب ہماری جماعت خاص حالات میں سے گزر رہی تھی۔ اس وقت کے حالات کے پیش نظر دو کمیٹیاں ترتیب دی گئی تھیں۔ایک اعلیٰ اختیارات کی کمیٹی جس کے مندرجہ ذیل ممبران تھے:۔

1۔مکرم میجر شمیم احمد صاحب مرحوم نائب امیر چیئر مین

2 ۔مکرم مرزاعبد الرحیم بیگ صاحب مرحوم ممبر (نائب امیر)

3 ۔مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب ممبر (مربیّ انچارج)

4 ۔خاکسار منظور احمد شاد سیکرٹری

اورایک دوسری بڑی کمیٹی جس میں ساری مجلس عاملہ۔صدران حلقہ جات۔ قائدین مجالس اور بعض سرکردہ حضرات شامل تھے۔خاکسار اس کمیٹی کا بھی سیکرٹری تھا۔اس کمیٹی کے ممبران کی تعداد ساٹھ پینسٹھ ہو گی۔

ایک بار مکرم میجر شمیم احمد صاحب نائب امیر کے گھر پر بڑی کمیٹی کا اجلاس جاری تھا۔ایک گھر میں کچھ خدام بعض فوری کاموں کی سرانجام دہی کے لیے رکھے ہوئے تھے۔اسی طرح ایک کار اور کچھ سائیکل بھی ہر وقت موجود رہتے تھے تاکہ کسی ہنگامی صورت حال میں وہ فوراً پہنچ سکیں۔ چونکہ حالات کسی قدر معمول پر آچکے تھے، اس لیے میرا خیال تھا کہ اب یہ ڈیوٹی ختم کر دی جانی چاہیے۔ اس لیے میں نے تجویز دی کہ یہ ڈیوٹی اب ختم کر دینی چاہیے۔مکرم امیر صاحب نے سمجھا کہ میں نے یہ کہاہے کہ ڈیوٹی ختم کر دی گئی ہے۔اس پر مکرم امیر صاحب نے فرمایا، تم نے بغیر میری منظوری کے یہ ڈیوٹی کیوں ختم کی ہے اور انگریزی میں فرمایا:۔

You are no more secretary. Hand over the charge to Maulana Sultan Mahmood Sahib Anwar.

یعنی تم اب سیکرٹری نہیں رہے۔چارج مکرم مولانا سلطان محمود صاحب انور کے سپرد کر دو۔

اس پر خاکسار نے اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہا لیکن میرے پیچھے سے مکرم صاحبزادہ کرنل مرزا داؤد احمد صاحب مرحوم (ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ) نے میری قمیض کا دامن کھینچا۔ میں نے جب ان کی طرف دیکھا تو وہ فرمانے لگے، ہمیں پتہ ہے تم نے کیا کہا ہے اور مکرم امیر صاحب نے غلط سمجھا ہے۔ مگر بیٹھ جاؤ۔ اور میں بیٹھ گیا اور فائل مکرم مولانا سلطان محمود صاحب انور کے حوالے کر دی۔ اسی کا نام اطاعت ہے۔

گھر آکر میں نے مکرم مولانا محمد عثمان چینی صاحب کو رقعہ لکھا کہ آج میرا امیر مجھ سے ناراض ہے۔اس لیے میں سمجھتا ہوں، میرا خدا بھی مجھ سے ناراض ہے۔ میرے لیے دعا کریں۔ اور خود بھی استغفار کرنے لگا۔

دوسرے دن اعلیٰ اختیارات کی کمیٹی کا اجلاس تھا جس کے انچارج مکرم میجر شمیم احمد صاحب تھے۔ مکرم میجر صاحب نے مجھے کہا کہ اس اجلاس میں مکرم امیر صاحب کو بھی شامل ہونے کی درخواست کی جائے تاکہ بعض تجاویز پر وہیں فیصلہ جات ہو جائیں۔ میں نے جملہ ممبران کو اطلاع کر دی اور مکرم امیر صاحب سے بھی درخواست کی کہ وہ اجلاس میں شامل ہوں۔ اب فائیل تو مکرم مولانا سلطان محمود صاحب کے پاس تھی۔ دعا کے بعد کاروائی شروع کرنے سے پہلے مکرم امیر صاحب نے فرمایا، شاد صاحب فائل لے لیں اور کاروائی نوٹ کریں۔ گویا میں بحال ہو چکا

تھا۔اس کے بعد مکرم امیر صاحب بیس سال زندہ رہے۔نہ کبھی شکوہ کیا اور نہ کبھی پوچھا کہ غلط فہمی کیسے دور ہوئی تھی۔

## میری بحرین کے لیے روانگی

مالی تنگی کا ذکر اوپر کے صفحات میں آچکا ہے۔آئندہ حالات میں بھی آئے گا اور یہ بھی کہ میں ان سے کس طرح مقابلہ کرتا رہا۔ان حالات میں بہتری لانے کی غرض سے میں نے بحرین جانے کا پروگرام بنالیا۔سوچا کہ اگر کامیاب ہو گیا تو استعفیٰ دے دوں گا ورنہ چھ ماہ کی چھٹی گزار کر واپس آجاؤں گا۔میرے سارے افسران اور ساتھیوں کو اس کا علم تھا۔اس لیے بچے سرکاری کوارٹر میں ہی رہے اور میں بحرین جانے کی تیاری کرنے لگا۔بحرین میں برادرم مکرم راجہ احمد خاں صاحب مرحوم کام کرتے تھے اور لوگوں کے ویزے بھی بھجواتے تھے۔انہوں نے ہی میرا ویزا بھجوایا لیکن افسوس کہ وہ عربی شخص جس نے ویزا دیا تھا،اپنے عہد پر قائم نہ رہا اور وہاں جاتے ہی تنخواہ معاہدہ کے مطابق نہ دی اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ چھٹی ختم کر کے واپس آجاؤں گا۔

## کویت جانے کی پیشکش لیکن اہلیہ کے مشورہ سے واپسی

بحرین جیسا کہ لکھا ہے میرے مالک نے ویزا دیتے وقت تنخواہ کا جو وعدہ تھا اس کے مطابق نہ دی۔اس سے میں بڑا دل برداشتہ تھا۔ایک اور فرم نے پیشکش کی کہ وہ مجھے کویت لے جاتے ہیں اور اچھی تنخواہ دیں گے۔میں نے اہلیہ کو خط لکھا۔اس کا جواب یہ آیا کہ جن کی خاطر کمانے گئے ہو اگر وہ خراب ہو گئے تو کمائی کس کام کی۔انہیں سنبھالنا اکیلے میرے بس کی بات نہیں۔اس لیے جلد واپس آ

جاؤ۔ چنانچہ میں ساڑھے پانچ ماہ بعد ہی واپس آگیا۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اولاد کی تربیت والد اور والدہ مل کر کرتے ہیں۔ ورنہ بچوں کی صحیح تربیت نہیں ہوتی۔ اور نہیں تو ان میں ایک قسم کا احساس کمتری رہ جاتا ہے جو کسی نہ کسی صورت میں ان کی زندگی پر اثر انداز ہوتا رہتا ہے۔ پس میری والدین کو نصیحت ہے کہ وہ اپنے روزمرہ کے معمولات میں اس چیز کو کبھی نظر انداز نہ کریں۔ انسان کی سب بڑی دولت اس کی اولاد ہے۔ اگر وہ ضائع ہو جائے تو باقی دولت کس کام کی؟

## بحرین میں قیام کے دوران کے چند دلچسپ واقعات

### آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ ”میں خادم مسجد ہوں“

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ جب آپ انگلستان جاتے ہوئے راستے میں فرانس ٹھہرے تو پیرس میں ایک مسجد کا سن کر آپ وہاں تشریف لے گئے۔ یہ مسجد اب بھی پیرس میں موجود ہے۔ چنانچہ آپ نے پیرس میں جتنے دن قیام کیا نماز پڑھنے کے لیئے اس مسجد میں چلے جایا کرتے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص اذان دیتا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ آپ نے اس سے پوچھا کہ شریف آدمی، تم اذان دے کر چلے جاتے ہو، مَیں نے تمہیں نماز پڑھتے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ کہنے لگا:

Sir, I am paid for the Azan and not for the Prayer

یعنی جناب! مجھے صرف اذان کہنے کی تنخواہ ملتی ہے، نماز پڑھنے کی نہیں ملتی۔

کچھ اسی قسم کا تجربہ مجھے بحرین میں ہوا۔ مَیں ایک بار کسی کام سے بازار سے گزر رہا تھا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور مسجد میں نماز تراویح ہو رہی تھی۔ اس لیے بازار بند

تھے۔ میں َنے سوچا مسجد میں جا کر پانی پی لیتا ہوں۔ جب مسجد میں گیا تو ایک شخص پچھلی صف کے پیچھے بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ میں َنے اس سے پوچھا، تم نماز نہیں پڑھتے؟ وہ کہنے لگا، جناب! میں تو خادم مسجد ہوں۔

## نماز عید کی پہلی بار ادائیگی

بحرین میں ہماری ایک مختصر سی جماعت تھی جس کے صدر مکرم میاں ریاض احمد صاحب تھے۔ جب عید آئی تو میں نے ان سے پوچھا، نماز عید کا کیا پروگرام ہے؟ کہنے لگے، وہ تو نہیں ہو گی۔ پہلے ایک بار پولیس کا چھاپا پڑ چکا ہے۔ میں نے کہا، نماز عید تو کم از کم ہمیں اکٹھے پڑھنی چاہیئے۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ پڑھی کہاں جائے۔ میں نے اپنے مالک سے کہا کہ کیا ہم دفتر میں نماز پڑھ لیں۔ اس نے اجازت دے دی۔ چنانچہ دفتر سے کرسیاں وغیرہ اکٹھی کر کے ہم نے ایک طرف کیں اور نماز پڑھی۔ سارے تو پھر بھی نہ آئے تاہم کم و بیش 82 دوست اکٹھے ہو گئے۔

## وطن کے لیے غیرت۔ ایک احمدی نے ایک عربی کو پیٹ ڈالا

ایک احمدی دوست ایک بار کہیں پاکستان کی خوبیاں بیان کر رہے تھے۔ ان کا عربی دوست بحرین کی خوبیاں بیان کرنے لگا۔ کسی بات پر عربی کو جو غصہ آیا تو اس نے زمین پر تھوکا اور اس پر پاؤں مسل کر بولا:

This is your Pakistan یعنی یہ ہے تمہارا پاکستان۔ احمدی نوجوان یہ برداشت نہ کر سکا۔ چنانچہ اس نے ایک سریا اٹھا کر عربی کو دے مارا۔ وہاں عربی کو مارنا ایسے ہی تھا جیسے ہمارے ملک میں کسی پولیس افسر کو مارنا یعنی اچھا بھلا کیس بن جاتا ہے اور اس کی سزا یہ تھی کہ بذریعہ بحری جہاز فوری طور پر اسے واپس اپنے وطن بھجوا دو۔ چنانچہ اس احمدی کو واپس بھجوانے کی تیاری مکمل ہو گئی۔ میں دفتر گیا

تو میرا مالک بیٹھا تھا۔ اسے میں روزانہ کے کام کی رپورٹ انگلش میں ٹائپ کر کے دیتا تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا سنا ہے اس نوجوان کو واپس بھجوا رہے ہیں اسنے کہاہاں تمہیں پتہ ہے اس نے کیا کیا ہے ؟۔ میں نے کہاہاں مجھے پتہ ہے اور مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ تمہارے عربی نے کیا کیا ہے جس کی وجہ سے اس نے اسے مارا ہے۔ مالک نے پوچھا، عربی نے کیا کیا ہے۔ میں اس کی بڑی شاندار قالین پر کھڑا تھا۔ میں نے اس پر تھوکا اور پاؤں سے مسل کر کہا، اس نے یہ کیا ہے۔ میں نے کہا، اس نے پورے پاکستان کی توہین کی ہے۔ ہم لوگ اپنے سفیر کو ملنے جا رہے ہیں۔ وہ گھبرا گیااور کہنے لگا، سفیر سے نہ ملیں۔ میں اسے روک لیتا ہوں۔ اس طرح وطن کی غیرت کی وجہ سے ہمارے ایک احمدی دوست کو سزا ملتے ملتے رہ گئی۔

## ایک عربی کو تھپڑ مار دیا

خاکسار نماز عصر پڑھ رہا تھا کہ چھوٹے ٹھیکیدار کا بھائی جو شیعہ تھا، آگیا۔ میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے نماز پڑھتے ہوئے میرے ہاتھ کھینچ کر نیچے کر دیے۔ اور عربی میں کہا کہ طریقہ نماز درست نہیں۔ میں نے ہاتھ پھر باندھ لیے۔ اس نے پھر وہی حرکت کی۔ میں نے پھر ہاتھ باندھ لیے۔

جب اس نے تیسری بار وہی حرکت کی تو میں نے سوچا، نماز تو خراب ہو ہی گئی ہے، اسے سبق چکھانا چاہئے۔ چنانچہ اسے میں نے زور سے تھپڑ مارا۔ وہ روتا ہوا گیا اور اپنے بھائی کو جو ٹھیکیدار تھا لے آیا اُس نے مجھ سے پُوچھا کہ میں نے کیوں اس کے بھائی کو مارا ہے۔ میں نے کہا اسی سے پوچھو کہ کیوں میں نے مارا ہے۔ اس نے بھائی سے پوچھا، اس نے بغیر کسی کمی بیشی کے سچ سچ بتا دیا۔ بڑے بھائی نے کہا، اچھا ہوا تجھے اس نے تھپڑ ہی مارا ہے۔ اگر کوئی اور ہوتا تو زیادہ مارتا۔ چلو چلیں۔

اصل میں بحرین میں ستر فیصد آبادی شیعہ اور تیس فیصد سنی ہے۔ لگتا ہے اس نے کبھی کسی کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا۔ تبھی تو سمجھا کہ میں نماز غلط پڑھ رہا ہوں۔

## عورت سے مصافحہ

ہمارے مالک نے ایک مصری عورت انجینئر رکھی ہوئی تھی۔ اس کا نام فاطمہ تھا۔ لوگ اس سے ہاتھ ملانا باعث فخر سمجھتے تھے۔ پہلی بار جب وہ میری سائیٹ پر آئی تو مالک نے میرا اس سے تعارف کرایا کہ یہ ہمارا نیا فورمین ہے، پاکستان سے آیا ہے۔ آج سے یہ اس سائیٹ کا انچارج ہو گا۔ اس لیے کوئی بات کرنی ہو تو اس سے کر لیا کرنا۔ اس نے فوراً ہاتھ مصافحہ کے لیے بڑھایا۔ میں نے کہا، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا وہ بہت متاثر ہوئی اور پھر کبھی اس نے میرے سامنے ہاتھ نہیں بڑھایا۔

## برادرم راجہ احمد خاں صاحب مرحوم

بحرین کا ذکر ہو اور محترم بھائی راجہ احمد خان صاحب کا ذکر نہ ہو یہ تو ممکن نہیں۔ اوپر بتا چکا ہوں کہ انہوں نے ہی میرے بحرین آنے کا بندوبست کیا تھا۔ اور میرا ویزا لے کر بھجوایا تھا۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ میرے نزدیک ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ ان کی عمر دس بارہ سال ہو گی جب ان کے والد صاحب کا انتقال ہوا۔ اتنی چھوٹی عمر میں اتنے بڑے کنبہ کی کفالت کا بوجھ اٹھانا ایک بہت بڑا کام تھا۔ برادرم مکرم درویش صاحب جو مرحوم کے بڑے بھائی تھے فوج میں ملازم تھے۔ وہ کچھ مدد کرتے تھے۔ راجہ صاحب نے بہت چھوٹی عمر میں محنت

شروع کی اور ترقی کی منازل طے کیں۔بے شمار لوگوں کو بیرون پاکستان بھجوایا۔ان کی وفات کے سات آٹھ سال بعد میں ایک بار جب میں جرمنی میں تھااور Usingen میں جماعتی دورہ پر گیاتو وہاں چند احباب جو مجھے واپس چھوڑنے کے لیے ساتھ آئے تھے، پاکستان کے ایجنٹوں کا ذکر کرنے لگے۔ایک دوست کہنے لگے، ہم نے زندگی میں صرف ایک ایماندار ایجنٹ دیکھا ہے اور پھر بھائی احمد خان صاحب کا نام لیا۔اس طرح بھائی صاحب مرحوم کی ایمانداری کا ذکر ہوتا رہا۔میں نے بتایا کہ وہ میرے برادر نسبتی تھے۔ان کے ایک واقعہ کا مجھے بھی علم ہے۔ایک بار کچھ آدمیوں سے انہوں نے رقم تو لے لی مگر انہیں بھجوا نہ سکے۔چنانچہ ان لوگوں کو ان کی ساری رقوم واپس کر دیں۔کراچی کے لوگوں کی رقوم کی واپسی آپ نے میرے سپرد کی۔اس میں ایک آرمی کے دوست بھی تھے۔ان کا پتہ اور رقم لے کر میں موٹر سائیکل پر جانے ہی لگا تھا کہ وہ دوست آرمی پولیس کے ایک سپاہی کو ساتھ لے کر آگئے۔دروازے پر جب ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگے، منظور صاحب سے ملنا ہے۔میں نے بتایا، میں ہی ہوں۔کہنے لگے راجہ صاحب سے کچھ رقم لینی ہے۔میں نے کہا، آپ کا یہ نام ہے اورآپ فلاں جگہ رہتے ہیں۔وہ حیران ہوئے۔میں نے ان کی رقم نکال کر انہیں دی۔وہ بہت حیران بھی ہوئے اور متاثر بھی۔کیونکہ عمومی تجربہ یہ ہے کہ ایجنٹ حضرات یاتو لی ہوئی رقمیں واپس ہی نہیں کرتے یابڑی مشکل سے واپس کرتے ہیں۔

## بغیر دعوت کے کھانا

اوپر ایسے واقعات لکھے جاچکے ہیں کہ خاکسار نے ہر صورت میں اپنے افسران کی اطاعت کی خواہ مجھے ان کا حکم اچھالگا یا نہیں۔یہاں ایک ایساواقعہ لکھنا چاہتاہوں کہ

جب با دل ناخواستہ ایک موقع پر میں نے اطاعت نہیں کی۔ جماعت کے دوست اپنے عزیزوں کی شادی وغیرہ کے کارڈ عموماً اکٹھے ہی مجلس عاملہ کو بھجوا دیتے تھے۔ ایک شادی پر مجھے کسی وجہ سے اپنا کارڈ نہ ملا۔ مکرم امیر صاحب جب تیار ہو گئے تو پوچھا چلنا نہیں ہے؟ میں نے کہا، میں تو مدعو نہیں ہوں۔ فرمایا، تم میرے ساتھ چلو۔ میں نے کہا، آپ کے ساتھ اطاعت امیر میں ہر جگہ جانے کے لیے تیار ہوں لیکن کھانے کے لیے نہیں۔ مکرم امیر صاحب کے لیے یہ جواب غیر متوقع تھا۔ چنانچہ آپ اکیلے ہی چلے گئے۔

## داعی الی اللہ کی دعوت کو دوسروں پر ترجیح

ایک بار دو شادیاں تھیں۔ دونوں طرف سے کارڈ آئے ہوئے تھے اور دونوں کی طرف سے شامل ہونے کی درخواست تھی۔ ظاہر ہے کسی ایک میں ہی شامل ہو سکتے تھے۔ مکرم امیر صاحب نے پوچھا، شاد کہاں چلنا ہے میں نے کہا فلاں کی شادی تو ریڈ کارپٹ ہوٹل میں ہے۔ وہاں تو ویسے ہی رونق ہو گی۔ ہم مکرم یٰسین صاحب کے بیٹے خالد یٰسین صاحب کے ولیمہ میں شامل ہوتے ہیں۔ وہ مخلص احمدی ہیں اور داعی الی اللہ ہیں۔ میرا مشورہ سن کر امیر صاحب بہت خوش ہو گئے اور کہا، ہاں ہمیں وہاں ہی چلنا چاہیے۔ یہ وہی یٰسین صاحب ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

ایسے پروگراموں میں اکثر دیر ہو جاتی ہے۔ مکرم امیر صاحب کا طریق تھا کہ مقررہ وقت گزر جانے پر پندرہ بیس منٹ تو انتظار کر لیتے تھے۔ اگر اس سے زیادہ دیر ہو جاتی تو اٹھ کر چلے آتے تھے۔ جس شادی کا اوپر ذکر ہوا ہے، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ دولہا دلہن کو ساتھ لے کر کہیں گئے ہوئے ہیں، ان کا انتظار ہو رہا ہے۔ یٰسین صاحب کو امیر صاحب کے اس طریق کا پتہ تھا۔ چنانچہ کہنے لگے، کھانا لگاؤ۔ دولہا

آئے یا نہ آئے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ امیر صاحب چلے جائیں یا ان کا وقت ضائع ہو۔ جب ہم کھانا کھا کر باہر نکل رہے تھے تو دولہا اندر داخل ہو رہا تھا۔ ان کا یہ بیٹا بھی مخلص تھا۔ اس نے وہاں بھی معذرت کی اور پھر دفتر آ کر مکرم امیر صاحب سے دوبارہ معذرت کی۔ جماعتی نظام ہو تو ایسا ہو۔

**گجراتیا امام۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کا نمائندہ احمدیہ ہال میں**

کراچی میں جمعہ کی نماز کا یہ طریق تھا کہ اگر احمدیہ ہال میں متعین مربی سلسلہ موجود نہ ہوتے تو کسی اَور مربی سلسلہ سے جمعہ کا خطبہ دینے اور نماز پڑھانے کی درخواست کی جاتی۔ یہ کام خاکسار ہی سر انجام دیتا تھا اور اکثر مکرم امیر صاحب کے مشورہ سے ہی کسی کو کہتا تھا۔ ایک بار جب میں نے پوچھا کس سے کہوں تو فرمایا تم خود ہی پڑھا دو۔ میں نے پہلی بار احمدیہ ہال میں خطبہ دیا جو لوگوں نے بہت پسند کیا۔ بعض نے مکرم امیر صاحب سے کہا بھی کہ مہینہ میں ایک بار منظور شاد صاحب خطبہ دیا کریں۔ مکرم امیر صاحب نے فرمایا کہ آئندہ اگر مرکزی مربی نہ ہوں تو مجھے پوچھنے کی ضرورت نہیں، تم خود ہی خطبہ دے دیا کرو۔ اس طرح یہ سلسلہ شروع ہو گیا اور کافی عرصہ تک جاری رہا۔

طنز و مزاح کی بات چل پڑی ہے تو کچھ اور بھی عرض کر دوں۔ بعض اوقات ایک چھوٹی سی بات بھی بڑا مزا دے جاتی ہے۔ جن دنوں احمدیہ ہال میں مکرم مولانا محمد اشرف صاحب ناصر مرحوم امام تھے۔ تو ایک بار جب وہ کہیں گئے ہوئے تھے، مکرم امیر صاحب کی ہدایت کے مطابق خطبہ میں نے دیا۔ اُس دن احمدیہ ہال میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا کوئی آدمی موجود تھا۔ اس نے جا کر اپنے رسالہ میں میرے خطبہ کو توڑ موڑ کر شائع کر دیا اور مجھے قادیانی مولوی لکھا۔ حالانکہ میں اُس وقت محکمہ پولیس میں ملازم تھا۔ اس سے یہ اندازہ ہو گیا کہ ہمارے ائمہ کو بھی محتاط رہنا

چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی بات آرڈیننس کے خلاف ہو اور پولیس کیس بن جائے۔ مکرم امیر صاحب نے فرمایا، آئندہ اگر مرکز سے کوئی آئے تو وہ بھی خطبہ یالکھ کر پڑھے یا خطبہ نہ دے۔ ایک بار مکرم اشرف صاحب ناصر صاحب پھر کہیں گئے ہوئے تھے۔ خطبہ میں نے دینا تھا کہ مرکز سے مکرم مولانا سلطان محمود صاحب انور ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ تشریف لے آئے۔ میں نے مکرم امیر صاحب سے پوچھا کہ کون خطبہ دے کیونکہ وہ ناظر اصلاح و ارشاد تھے اور اصولاً اُن ہی کو دینا چاہیئے تھا تو مکرم امیر صاحب فرمانے لگے، ساڈی قسمت وچ گجراتیا امام ہی اے۔ جیہڑا مرضی پڑھادے (یعنی ہماری قسمت میں گجراتی امام ہی لکھا ہوا ہے۔ اب جو بھی پڑھادے) کیونکہ ہم تینوں کا یعنی مولوی اشرف ناصر صاحب کا، مولانا سلطان محمود انور صاحب کا اور خاکسار کا تعلق گجرات سے تھا۔ امیر صاحب کی اس بات سے ہم سب بہت محظوظ ہوئے۔

## ہک گجراتیا دوجا پُلسیا

مکرم امیر صاحب جب پرائیویٹ ماحول میں ہوتے تو ہنسی مزاح کی مجلس لگ جاتی تھی۔ مزاق کرتے بھی تھے اور جوابی کاروائی ہو تو اسے برداشت بھی کرلیتے تھے اور محظوظ بھی ہوتے تھے۔ ایک بار کسی بات کے جواب میں میَں نے بھی مذاق میں جواب دیا۔ وہ جواب ذرا سخت تھا تو کہنے لگے، ہک گجراتیا دوجا پُلسیا (یعنی ایک گجرات کا رہنے والا، دوسرا پولیس والا) اک سپ دوجا اڈنا (یعنی ایک سانپ اور وہ بھی اڑنے والا)۔ آپ کی یہ بات ہم سب کے لیے کافی تفریح طبع کا باعث بنی۔

## بابا اور کاکا

ایسے ہی ایک موقع پر کسی تقریب میں جانا تھا میں اور مکرم راجہ ناصر احمد صاحب مرحوم (سیکرٹری ضیافت جماعت کراچی) تیار ہو گئے۔ راجہ صاحب کے پیچھے مکرم امیر صاحب بھی آ کر کھڑے تھے۔ مکرم راجہ صاحب کو پتہ نہ تھا۔ کہنے لگے، بابا جی کتھے نیں (یعنی بابا جی کہاں ہیں؟ مراد یہ تھی کہ امیر صاحب کہاں ہیں) مکرم امیر صاحب بولے: کاکا۔ میں ایہ کھلوتا واں (میرے بچے! میں یہاں کھڑا ہوں)۔ الغرض مکرم امیر صاحب جہاں انتظامی امور میں نہایت سخت تھے وہاں پرائیویٹ مجالس میں نہایت ہی بے تکلف ہوا کرتے تھے۔

## تاریخی وقارِ عمل

1973ء کے دوران خاکسار کی قیادت میں کراچی کے علاقہ لیاری میں وقارِ عمل ہوا جس میں سات سو کے قریب خدام اور انصار نے حصہ لیا۔ خاکسار کے علم میں نہیں کہ پاکستان میں اتنے بڑے پیمانہ اور منظم طریقہ سے وقارِ عمل ہوا ہو۔ یہ وقارِ عمل کسی جماعتی ضرورت کے لیے نہ تھا بلکہ پبلک کے فائدہ کی غرض سے تھا جس کا افتتاح جناب عبد الستار صاحب گبول صوبائی وزیر محنت نے کیا اور ہمارے مربی مکرم مولانا سلطان محمود صاحب انور نے خطاب فرمایا اور دعا کرائی۔ اس وقارِ عمل میں شہر کی ساری انتظامیہ اور سینیٹری انسپکٹرز وغیرہ بھی ہمارے ساتھ لگے ہوئے تھے۔ کام ایسا تھا کہ بلڈوزر اور کرین بھی ساتھ لگائے گئے۔ اس طرح پر لیاری جیسے گندے علاقہ کی صفائی کی گئی۔ وقارِ عمل کے بعد صوبائی وزیر صاحب نے جب معائنہ کیا تو وہ کہنے لگے، کیا میں لیاری میں گھوم رہا ہوں یا میکلوڈ روڈ پر۔ ہمارے خدام نے فی الواقعہ اس میں بڑی محنت کی تھی۔ ہاتھ ڈال ڈال کر گٹر صاف کئے تھے۔

## مثالی وقار عمل اور حکومتی اداروں کی پریشانی

ہمارے مخالفین کو ہم سے اتنا خوف ہے کہ انہیں ہماری اچھی باتیں بھی کھٹکنے لگ جاتی ہیں اور وہ سوچنے لگ جاتے ہیں کہ کہیں ان میں بھی کوئی گھپلا نہ ہو۔ چنانچہ یہاں ہماری ایک ایسی کاروائی کا ذکر کیا جاتا ہے جو حکومت کی خوشی کے بجائے ان کے لیے فکر کا باعث بن گئی۔ ہوا یوں ہے کہ ایک بار مکرم مولوی محمد علی صاحب مرحوم جب ڈرگ روڈ کی مجلس کے قائد تھے تو انہوں نے ڈرگ روڈ سے لے کر ڈرگ کالونی نمبر 3 تک جو گندا نالہ تھا، اسے صاف کرنے کے لیے وہاں وقار عمل کیا۔ اور اس کی رپورٹ مرکز ارسال کرتے ہوئے لکھ دیا کہ ہمیں ایک مثالی وقار عمل کرنے کی توفیق ملی ہے۔ یہ بھی لکھا کہ ہم نے عشرہ وصولی منایا ہے۔ یہ خط کہیں حکومتی اداروں کے ہاتھ لگ گیا اور وہ سوچ میں پڑ گئے کہ یہ کون سی حرکت ہے جو جماعت نے کی ہے۔ عشرہ وصولی کی تو انہیں کچھ سمجھ آگئی لیکن ''مثالی وقار عمل'' ان کے لیے معمہ بن گیا۔ ان کا خیال تھا یہ کوئی خفیہ کاروائی ہے جسے وہ مثالی قرار دے رہے ہیں۔ یہ انکوائیری ایک ایسے سی۔ آئی۔ ڈی کے سب انسپکٹر کے سپرد ہوئی جو اتفاق سے میرا ہمسایہ تھا۔ اب رپورٹ میں بیت الانوار یعنی ہماری مسجد کا پتہ لکھا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ وہاں پہنچا۔ اُس وقت عشاء کی نماز ہو رہی تھی اور خاکسار امامت کر رہا تھا۔ سب انسپکٹر نے جب مجھے نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا تو ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا۔ نماز کے بعد جب میں باہر نکلا تو کہنے لگا، ارے منظور بھائی! مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ نماز یہاں پڑھاتے ہیں۔ میں آپ سے گھر پر ہی مل لیتا۔ میں نے کہا خیریت تو ہے؟ کہنے لگا، یہ بتائیں کہ آپ کی جماعت میں مثالی وقار عمل کیا ہوتا ہے۔ میں نے کہا، یہ بتانے والی بات تو نہیں مگر تم کہتے ہو تو بتا دیتا ہوں۔ میں اسے ساتھ لے کر گندے نالے پر آیا۔ پہلے اسے بتایا کہ وقار عمل سے

کیا مراد ہے اور پھر اسے بتایا کہ یہ گندا نالہ ہم نے صاف کیا ہے تا علاقہ کا تعفن ختم ہو اور یہ تعفن کا دور کرنا آپ کے لیے پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے۔ وہ اتنا ہنسا اور کہنے لگا، یہ تو واقعی بڑی خطرناک کاروائی ہے جو آپ لوگوں نے سرانجام دی ہے۔

## ضیاء الحق کا بدنام زمانہ آرڈیننس

ضیاء الحق کے بدنام زمانہ آرڈیبیدس کے جاری ہونے کے بعد تمام احمدی مساجد میں پولیس والوں کی ڈیوٹی لگ گئی کہ دیکھیں ان کا رد عمل کیا ہوتا ہے۔ اتفاق سے بیت الانوار میں پہلا خطبہ جمعہ میں نے ہی دیا۔ وہاں ایک سپاہی کی ڈیوٹی لگی۔ وہ آیا مگر مجھے خطبہ دیتے ہوئے دیکھ کر چلا گیا۔ شام کو میرے بیٹے عزیزم طاہر احمد سے پوچھنے لگا، یار بتاؤ تمہارے ابا نے آج کیا خطبہ دیا ہے میں نے رپورٹ دینی ہے۔ تو یہ تھا وہ ضیاء الحق جسے اپنا آرڈیننس جاری کرنے کے بعد فکر پڑ گئی کہ اب ہم حکومت کے خلاف بغاوت کریں گے۔

## سائیکل سفر از کراچی تا ربوہ

خاکسار کی قیادت کے دوران ایک اور کام جو تاریخی حیثیت رکھتا ہے، وہ سائیکل سفر تھا جو کراچی سے ربوہ تک کیا گیا۔ اس میں ہمارے گیارہ خدام شامل ہوئے۔ خاکسار انہیں الوداع کہنے کے لیے حیدرآباد تک گیا تھا۔ یہ خدام سات دن کے سفر کے بعد ربوہ پہنچے تھے۔ اگر حکومت کو پتہ چل جاتا تو شاید وہ یہ بھی انکوائیری کراتی کہ اتنا لمبا سفر کرنے میں جماعت کی کونسی پالیسی مخفی تھی۔

## ایک غریب کی ایک غریب الغریب سے ملاقات

1973 کے اجتماع میں ڈیڑھ سو خدام اور اطفال کراچی سے شامل ہوئے۔یہ پاکستان بھر میں سب سے زیادہ تعداد تھی جو اجتماع میں شریک ہوئی۔اجتماع کے بعد سیّدنا حضور انورؒ خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ہمارے خدام کو خصوصی ملاقات کا شرف عطا فرمایا۔بعد نماز عصر حضور انورؒ قصر خلافت کے گیٹ پر کھڑے ہو گئے اور ایک ایک خادم آکر مصافحہ کرتا تھا۔

خاکسار ساتھ ساتھ بعض خدام کا تعارف کرا رہا تھا۔اس موقع پر ایک نہایت ہی ایمان افروز اور دلچسپ واقعہ ہوا۔جب سارے خدام مصافحہ کر چکے تو خاکسار نے آخر پر مصافحہ کیا۔اس دوران حضرت مولوی محمد دین صاحبؓ (آپ پرانے صحابہ میں سے تھے اوراس وقت صدر، صدر انجمن احمدیہ تھے) آکر حضور انورؒ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔جب حضور اندر جانے لگے تو حضرت مولوی صاحبؓ نے عرض کیا، حضور اک غریب وی ملنا چاہندا اے۔(حضور ایک غریب بھی ملنا چاہتا ہے) حضورانورؒ نے مڑ کر دیکھا تو فرمایا، اک غریب اک غریب الغریب نوں ملنا چاہندا اے (ایک غریب ایک غریبوں کے غریب سے ملنا چاہتا ہے) اور پھر دونوں دیر تک گلے ملنے کی حالت میں کھڑے رہے۔حضور انورؒ کا چہرہ مبارک جو ویسے بھی گلاب کے پھول کی طرح تھا، اس وقت اس میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

## جنگل بیابان میں نماز تہجد باجماعت۔آرمی سے بھی زیادہ مستعد

اسی سال یعنی 1973ء میں دریائے سندھ میں سیلاب آیا جس سے سینکڑوں دیہات زیر آب آگئے۔اس موقع پر ہم نے اپنی خدمات حکومت کو پیش کیں۔چنانچہ خاکسار اسّی خدام دو بسوں میں لے کر ڈپٹی کمشنر صاحب ٹھٹھہ سے ملا۔ڈپٹی کمشنر

صاحب نے بڑے افسوس سے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ ہمارے پاس افرادی قوت تو بہت ہے لیکن ایمانداری کی کمی ہے۔ کسی تحصیل دار یا پٹواری کو سو افراد کے کھانے کی رقم دیں تو وہ دس بیس کا کھانا تیار کر کے لے جاتا ہے۔ میں نے انہیں بتایا کھانے کا ہمارا اپنا انتظام ہو گا ہمارا کھانا تینوں وقت کراچی سے آیا کرے گا اور ہم حکومت پر بالکل بوجھ نہیں بنیں گے۔ انہوں نے ہمیں ایک بریگیڈیئر صاحب کے سپرد کیا جنہوں نے ہمیں ٹھٹھہ سے پچاس کلو میٹر آگے دریائے سندھ کے کنارے پہنچنے کا حکم دیا۔ وہاں پہنچنے پر ہمیں ایک ایریا دیا گیا کہ اس علاقہ میں نگرانی کرنی ہے کہ بند نہ ٹوٹے۔ خاکسار نے دس دس خدام پر ایک ایک نگران مقرر کر دیا۔ یہاں صورت حال بہت خطرناک تھی۔ ایک طرف دریائے سندھ جو اس وقت سمندر بنا ہوا تھا تو دوسری طرف جنگل اور اس میں ان گنت سانپ۔ رات خدام نے ٹارچوں کے ساتھ ڈیوٹی دی۔ اگلے دن آرمی کے کیمپ سے ہمیں لائٹیں مل گئیں۔ پہلے دن میں نے خدام کو کہہ دیا کہ صبح سورج نکلنے سے پہلے کوئی نہیں اٹھے گا۔ جب سورج نکل آیا تو سب خدام کو اٹھایا گیا اور ہم نے نماز سورج نکلنے کے بعد پڑھی دوسرے روز چونکہ روشنی کا انتظام ہو گیا تھا اس لیے ہم نے تہجد کی نماز با جماعت پڑھی۔ آرمی کے انچارج ایک کیپٹن تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ہم کسی اسکول سے آئے ہیں۔ جب ایک خادم نے مجھے قائد صاحب کہہ کر پکارا تو وہ کیپٹن جو کہ احمدی تھے سمجھ گئے کہ یہ تو خدام ہیں۔

میں صبح سویرے کیپٹن صاحب کے پاس گیا اور کہا اس علاقے کی نگرانی کے علاوہ بھی کوئی کام ہو تو بتائیں۔ دوسرا کیپٹن کہنے لگا، ماسٹر صاحب! لڑکوں کو ذرا آرام کر لینے دیں۔ احمدی کیپٹن کہنے لگا، تم آرام کی بات کر رہے ہو۔ انہوں نے آج تہجد کی نماز با جماعت پڑھی ہے اور اس وقت تک ناشتہ بھی کر چکے ہیں۔ وہ کیپٹن بہت

حیران ہوا کہ یہ تو آرمی سے بھی زیادہ مستعد ہیں۔ آرمی کے نوجوانوں کے ساتھ ایک دوستانہ کبڈی کا میچ بھی ہم نے کھیلا ظاہر ہے یہ تو انہوں نے ہی جیتنا تھا۔

### ریڈیو پاکستان کا متعصبانہ رویہ

اسی وقار عمل کے دوران ریڈیو پاکستان کی ٹیم آئی اور انہوں نے میرا انٹرویو لیا لیکن افسوس انہوں نے انٹرویو تو نشر کیا لیکن جماعت کا نام اس سے نکال دیا۔

### انفرادی طور پر سیلاب زدگان کی امداد

اسی طرح ایک بار خلافت رابعہ کے مبارک دور میں اندرون سندھ سیلاب سے بہت نقصان ہوا۔ بعض مقامات پر احمدیوں کے گھر گر گئے۔ بعض مقامات پر مساجد کو نقصان پہنچا۔ اس سلسلہ میں بھی خاکسار نے سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زیر ارشاد ہر جماعت بلکہ تقریباً ہر گھر کا دورہ کیا اور جہاں جہاں مرمت اور تعمیر کے سلسلہ میں امداد کی ضرورت تھی وہ بہم پہنچائی گئی۔

### اندرون سندھ و بلوچستان۔ ڈش اینٹینا کی تنصیب

جب حضور انورؒ کا خطبہ جمعہ live آنا شروع ہوا تو سندھ اور بلوچستان کی ہر جماعت میں ڈش اینٹینا لگانے کی ذمہ داری خاکسار کے سپرد ہوئی۔ اس سلسلہ میں خاکسار نے دونوں صوبوں کی ہر جماعت کا دورہ کیا۔ ہر جماعت میں جائزہ لے کر وہاں اینٹینا کی تنصیب کا انتظام کیا۔

### مقدمات کی پیروی

خاکسار نے وکالت کا امتحان تو دیا اور لائسنس بھی حاصل کر لیا لیکن ذاتی طور پر ایک مقدمہ بھی نہیں لیا۔ اس کی بڑی وجہ تو یہ تھی کہ شروع میں ہی یہ تلخ مشاہدہ ہوا کہ

ماتحت عدالتوں میں مجسٹریٹ اور ملزم کے درمیان اگر ضمانت کا بھی کیس ہو تو سودابازی کے بغیر کام نہیں چل سکتا بڑی عدالتوں کا تو میں نہیں کہہ سکتا لیکن نچلی عدالتوں میں تو رشوت کا وہ بازار گرم تھا کہ کوئی شریف آدمی اس طرف کارخ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ البتہ کلمہ طیبہ کے اور اس قسم کے دوسرے مقدمات جو اندرون سندھ اور بلوچستان میں قائم ہوئے تھے، ان کی پیروی کے سلسلہ میں سینئر وکلاء کے ساتھ جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں مکرم سیّد علی احمد صاحب طارق وکیل سپریم کورٹ کی خدمات قابل تعریف تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ علاوہ ازیں مکرم مرزا عبد الرحیم بیگ صاحب (نائب امیر) مرحوم بھی کبھی کبھی جاتے تھے۔ خاکسار کو مقدمات کی پیروی کے علاوہ بحیثیت نائب امیر اور صوبوں کے نگران کی حیثیت سے بھی ساتھ جانا ہو تا تھا۔اس سلسلہ میں نوابشاہ، سکھر، کوٹری، حیدر آباد، ٹنڈو آدم، سانگھڑ، خیر پور، شہداد پور، لاڑکانہ اور کوئٹہ جانے کا اکثر موقعہ ملتا رہا۔

## جلسہ ہائے سالانہ میں مرکز کی نمائندگی

جب سے حکومت پاکستان نے ہمارے مرکزی جلسہ ہائے سالانہ پر پابندی لگائی ہے، ہر ضلع میں ہر سال جلسہ سالانہ ہوتا ہے۔ ایسے جلسوں میں خاکسار اکثر مرکز کے نمائندہ کی حیثیت سے جاتا تھا۔اس طرح جلسہ کی افتتاحی تقریر یا اختتامی خطاب کی سعادت نصیب ہوتی تھی۔ چنانچہ ایسے جلسہ ہائے سالانہ کے موقع پر مختلف مقامات مثلاً نواب شاہ، خیر پور، بدین، لاڑکانہ، سکھر، محمد آباد اور میر پور خاص وغیرہ جانے کا موقعہ ملا۔

## عید اسیران راہ مولیٰ کے ساتھ

ایک بار کوٹری مسجد پر حملہ ہوا۔ اور الٹا ہمارے لوگ ہی گرفتار کر لیے گئے۔ عید الفطر کے موقعہ پر حضورانورؒ نے فرمایا، ہر اسیر راہ مولا کو اور اس کے گھر والوں کو گھر جاکر میری طرف سے عید مبارک دیں اور تحائف پیش کریں۔ چنانچہ آنے والی عید میں نے اور مکرم سید علی احمد صاحب طارق نے کوٹری تھانوں میں بند احمدی بھائیوں اور ان کے اہل خانہ کے ساتھ گزاری اور حضور انورؒ کی طرف سے تحائف پیش کئے۔

## 1984ء کا آرڈیننس اور خصوصی حالات

1984ء کے صدارتی آرڈیننس کے بعد جماعت کے لیے جن خصوصی حالات نے جنم لیا، ان کے پیش نظر جماعت کراچی کو مختلف نوعیت کی مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ مخالفوں نے تو ایسے ہر موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا بلکہ جان بوجھ کر ایسے حالات پیدا کئے کہ جماعت بے بس ہو کر رہ گئی کیونکہ حکومت ان کا ساتھ دے رہی تھی۔ اس سلسلہ میں خاکسار کو بھی متعدد بار خدمات کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر بار ایسے ایسے رنگ میں اس کی نصرت شامل حال ہوئی کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ان میں سے چیدہ چیدہ واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

## مولوی احمد میاں حمادی

ایک اشد مخالف مولوی حمادی جس کا تعلق ٹنڈو آدم سے ہے اور جو اندرون سندھ ہمارے خلاف سب سے آگے ہے نے تو حد ہی کر دی۔ درجنوں مقدمات اس نے جماعت کے مرکزی عہدیداروں اور مقامی احباب کے خلاف سانگھڑ۔ ٹنڈو آدم۔ شہداد پور وغیرہ کی عدالتوں میں دائیر کر رکھے تھے۔ خاکسار مکرم سید علی

احمد صاحب طارق وکیل سپریم کورٹ کے ساتھ ان مقدمات کی پیروی کے لیے مختلف عدالتوں نے جاتا رہا۔

ضیاء الحق کے دور میں تو یہ بہت ہی منہ چڑھا ہوا تھا۔ ہر وقت بیس پچیس مولوی اس کے ساتھ ہوتے تھے۔ اسے پیسہ بھی خوب مل رہا تھا۔ ضیاء الحق کے بعد وہ بات نہ رہی۔ ایک بار طارق صاحب ہائی کورٹ میں مصروف تھے۔ انہوں نے کہا کہ خالی تاریخ ہی لینی ہے، تم ہی چلے جاؤ چنانچہ میں چلا گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ یہ مولوی جو ضیاء الحق کے دور میں بیس پچیس ملاؤں کے ساتھ آیا کرتا تھا، موٹر سائیکل پر کسی کے پیچھے بیٹھا اکیلا ہی آرہا ہے۔ جب عدالت میں پیش ہوئے تو میں نے عدالت سے درخواست کی کہ رمضان کے دن ہیں۔ ہم لوگ کراچی سے اس گرمی میں آتے ہیں اس لیے اگلی تاریخ عید کے بعد کی دی جائے۔ ابھی جج صاحب کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ مولوی صاحب بول پڑے کہ سائیں یہ تو پاجیرو پر آتے ہیں اور وہ بھی ایئر کنڈیشنڈ۔ گرمی تو ہمیں لگتی ہے جو موٹر سائیکل پر آتے ہیں۔

شہداد پور کے قریب ایک گاؤں فتح پور میں ایک نوجوان نے اذان دی۔ مولوی صاحب کو اس کی آواز ٹنڈو آدم میں سنائی دی۔ چنانچہ اس نے شہداد پور جا کر کیس رجسٹر کرا دیا۔ میں اور مکرم سید علی احمد صاحب طارق شہداد پور گئے تا کہ اس نوجوان کی ضمانت ہو جائے۔ دیکھا تو مولوی صاحب باہر برآمدے میں سر گھٹنوں کے اندر دیے اپنی لاٹھی کے سہارے فرش پر ہی بیٹھے تھے۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے گاندھی کی طرح بھوک ہڑتال کی ہوئی ہے کہ اگر قادیانی نوجوان کی ضمانت لی گئی تو وہ بھوکا رہ کر (یعنی حرام موت) مر جائیں گے۔ یہ حال تھا اور ہے ہمارے ان علماء کا جو دین سکھانے کے لیے حکومت نے مقرر کئے ہوئے ہیں۔

**اذان غیر احمدی۔ نماز احمدی**

اسی فتح پور کے قریب ایک گاؤں احمد پور ہے۔ وہاں خاکسار ایک بار دورے پر گیا۔ عصر کی نماز کا وقت تھا۔ ایک لڑکا آیا اور اذان دے کر چلا گیا۔ بعد میں نماز ہم نے پڑھی۔ میں نے پوچھا، موٴذن کہاں ہے تو مجھے بتایا گیا کہ وہ غیر احمدی تھا۔ جب سے اذان پر پابندی لگی ہے، اذان غیر احمدیوں میں سے کوئی دے جاتا ہے اور نماز ہم پڑھ لیتے ہیں۔

**احمد میاں حمادی کے ساتھ مناظرہ۔ مولوی میدان چھوڑ کر بھاگ گیا**

احمد میاں حمادی کا اوپر ہلکا سا تعارف کرایا گیا ہے۔ اب میں اس مولوی کی علمیت کا پردہ چاک کرنا چاہتا ہوں۔ اس مولوی کے ساتھ ایک بار ایک مناظرہ طے پایا۔ مکرم چودھری خلیل احمد صاحب شہداد پور کے امیر تھے۔ انہوں نے اطلاع دی کہ مولوی صاحب اختلافی مسائل پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ مکرم امیر صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ جماعت کی طرف سے مناظر منظور شاد ہو گا۔ میری مدد کے لیے دو مربیان کرام کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ یہ بھی طے پایا کہ مولوی صاحب کی طرف سے صرف مولوی صاحب اور ہماری طرف سے صرف خاکسار اس میں حصہ لے گا۔ مربیان کرام میری مدد کریں گے۔ اسی طرح مولوی صاحب کے ساتھ بھی اگر کوئی ہو تو وہ بحث میں حصہ نہیں لیں گے، صرف مولوی صاحب کی مدد کرینگے۔ مربیان کرام پر ہماری طرف سے اس لیے بھی بحث میں حصہ لینے کی پابندی لگائی گئی کہ اگر مولوی صاحب حسب عادت کوئی پھڈا کر دیں تو کیس صرف میرے خلاف قائم ہو، مرکز کے نمائندگان اس میں شامل نہ سمجھے جائیں۔ مناظرہ ایک غیر احمدی معزز دوست کے گھر ہونا طے پایا۔

ہم نے کافی ساری کتابیں خریدیں اور ہم تینوں نے یعنی خاکسار اور ہر دو مربیان صاحبان نے مطالعہ کے لیے آپس میں بانٹ لیں تا کہ مناظرہ سے پہلے تیاری ہو سکے۔ مقررہ تاریخ پر ہم ایک سوزوکی میں کتابیں لاد کر مقررہ وقت سے پہلے پہنچ گئے۔ لیکن معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کراچی چلے گئے ہیں، یہ کہ ہائی کورٹ میں ان کی پیشی ہے۔ معلوم نہیں وہ کون سی ہائی کورٹ ہے جو رات بارہ بجے کے بعد حاضر ہونے کے سمن یا وارنٹ نکالتی ہے۔ ظاہر ہے مولوی صاحب میدان چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ چنانچہ وہاں کے غیر احمدیوں کو بھی بہت مایوسی ہوئی۔

مکرم امیر صاحب شہداد پور نے اطلاع دی کہ دوبارہ تاریخ مقرر ہوئی ہے۔ چونکہ اس تاریخ میں ابھی کافی وقت تھا اور مجھے ربوہ ایک میٹنگ میں جانا تھا، مکرم امیر صاحب کراچی نے فرمایا کہ میں ہو آؤں اور وہاں حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد سے بھی اس سلسلہ میں مشورہ کرلوں۔ حضرت مولوی صاحب نے بہت مفید مشورہ جات سے نوازا اور کچھ مزید کتابوں کی نشاندہی بھی فرمائی جو میں نے لاہور سے خرید لیں۔ کراچی آنے پر معلوم ہو کہ مولوی مذکور نے ایک اَور خباثت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خلاف بھی مقدمہ درج کرا دیا ہے۔ اس پر مکرم امیر صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ اس شخص سے کسی قسم کی گفتگو نہیں کرنی۔ چنانچہ وہاں اطلاع کر دی گئی کہ کراچی سے کوئی نہیں آرہا اور یہ کہ کوئی بھی اس مولوی سے بات نہ کرے۔

## خاکسار کے خلاف اعلیٰ سطحی تحقیقات

اوپر میں کہیں لکھ آیا ہوں کہ ہماری اچھی باتیں بھی ان لوگوں کو کھٹکنے لگتی ہیں اور یہ ان میں بھی کوئی نہ کوئی رخنہ نکال لیتے ہیں۔ ذیل میں اس کی ایک اور مثال

دیتا ہوں۔ ممیں ہر سال ہی جلسہ انگلستان کے موقع پر لندن آتا تھا۔1988ء میں جب میں نے جلسہ پر جانے کی درخواست دی تو ڈی۔ آئی۔جی کراچی نے کہا، میں ڈی۔ آئی۔جی ہوں اور اب تک لندن ایک بار بھی نہیں گیا۔ یہ ہر سال جاتا ہے اور پھر ایک اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل کو انکوائیری کے لیے مقرر کر دیا کہ پتہ لگائے کہ یہ پیسہ کہاں سے لیتا ہے۔ اور چھٹی بھی منظور نہ کی۔ میں نے استعفیٰ دے دیا کہ میں ایسی ملازمت نہیں کرنا چاہتا جس میں ممیں جلسہ پر بھی نہ جا سکوں۔ میرے ایس۔ پی اُس وقت جناب صلاح الدین بابر خٹک تھے جو آج کل آئی۔جی سندھ ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا، استعفیٰ واپس لے لو۔ میں کوئی انتظام کرتا ہوں اور وعدہ کرو کہ جب تک میں ایس۔ پی ہوں، تم ملازمت نہیں چھوڑو گے۔ چنانچہ میں نے وعدہ کر لیا۔ ادھر مجھے انکوائیری افسر کی طرف سے بار بار پیغامات مل رہے تھے کہ پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات لے کر پیش ہو جاؤں۔ اس دوران پتہ لگا کہ ڈی۔ آئی۔جی صاحب پولیس ہیڈ کوارٹر آرہے ہیں۔ ایس پی جناب صلاح الدین بابر خٹک صاحب نے مجھے کہا کہ چھٹی کی نئی درخواست لکھ کر ہیڈ کوارٹر پہنچو۔ میں نے نئی درخواست لکھی اور اس میں یہ بھی لکھا کہ میرا ایک بیٹا اور ایک بھتیجا جرمنی میں ہوتے ہیں جو جلسہ پر لندن آرہے ہیں۔ ان سے بھی ملاقات کی خواہش ہے۔

میں جب ہیڈ کوارٹر پہنچا تو اندر میٹنگ ہو رہی تھی۔ باہر ڈی۔ ایس۔ پی عبد اللہ خان ٹہل رہے تھے۔ وہ میرے اس زمانہ کے دوست تھے جب وہ اے ایس آئی تھے۔ میں نے ان سے کہا، یہ درخواست خٹک صاحب کے سامنے رکھ آؤ۔ خٹک صاحب نے سفارش کی اور درخواست میٹنگ کے دوران ہی ڈی۔ آئی۔جی صاحب کے سامنے رکھ دی گئی۔ انہوں نے پڑھی اور کہا، یہ پہلے کیوں نہیں لکھا کہ ان کا لڑکا اور بھتیجا جرمنی میں ہوتے ہیں۔ جب ان کا لڑکا اور بھتیجا جرمنی میں ہیں تو ظاہر ہے وہ

خرچ دے رہے ہیں اور چھٹی منظور کر دی۔ میں نے انکوائیری افسر کو اطلاع کر دی کہ چھٹی منظور ہو گئی ہے۔

**ملازمت چھوڑنا۔ الوداعی پارٹی اور افسران کا انتہائی عمدہ الفاظ میں خراج تحسین**

قواعد کی رو سے میں ابھی نو سال سروس کر سکتا تھا لیکن میں نے 1989ء میں یعنی اگلے سال جب خٹک صاحب کا ٹرانسفر ہو گیا تو ملازمت چھوڑنے کی درخواست دے دی ۔ خٹک صاحب نے تبادلہ پر روانہ ہونے سے پہلے میری درخواست حسب وعدہ سفارش کر کے بھجوا دی۔ دفتر والوں نے باقاعدہ الوداعی پارٹی کا انتظام کیا جس میں ایس۔پی،ڈی۔ایس۔پی وغیرہ شامل ہوئے اور تحائف دیے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ میں نے 29 سال کے قریب پولیس کی ملازمت کی ہے۔ میں نے اس دوران ایک بار بھی نہیں دیکھا کہ کبھی کسی کو اسطرح الوداع کیا گیا ہو۔ و ذٰلک فضل اللہ یوئتیہ من یشاء۔

**اباسے کہنا چچا نے پکڑا تھا مگر چھوڑ دیا**

میں اپنی ملازمت کے دوران تقریباً سترہ سال کراچی میں موٹر سائیکل چلاتا رہا۔ کبھی کسی نے نہیں پوچھا تھا کہ لائیسنس یا دوسرے کاغذات ہیں یا نہیں۔ الوداعی پارٹی میں پولیس والوں نے ایک عجیب تحفہ بھی پیش کیا اور وہ تھا کار اور موٹر سائیکل کا ڈرائیونگ لائیسنس۔

بچوں کو موٹر سائیکل چلانے کا بڑا شوق ہوتا ہے۔ ایک بار عزیزم تصوّر احمد خالد جو عمر کے اعتبار سے غالباً ابھی بالغ بھی نہ ہوا تھا، مجھ سے پوچھے بغیر موٹر سائیکل لے کر ایئرپورٹ پر چلا گیا اور موٹر سائیکل جا کر وہاں کھڑی کر دی جہاں VIP پارکنگ تھی۔ موٹر سائیکل کھڑی کر کے وہ تو اوپر گیلری میں چلا گیا۔ اتنے میں ایک ٹریفک

سارجنٹ محمد انور آ گیا اور اس کے واپس آنے پر اس سے کاغذات طلب کئے۔ تصوّر احمد نے ڈگی میں ہاتھ مارا تو میرے شناختی کارڈ کی ایک بوسیدہ کاپی اسے مل گئی جس پر صرف میرا نام پڑھا جا رہا تھا۔ اس نے وہی دکھا دی۔ سارجنٹ نے میرا نام پڑھا تو کہا جاؤ، بھاگ جاؤ، ابا سے کہنا چچا نے پکڑ کر چھوڑ دیا تھا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ اپنا بھی بتانا چاہتا ہوں۔ ایک بار موٹر سائیکل پر گھر سے نکلا تو پچھلی لائٹیں جل نہیں رہی تھیں۔ لگتا ہے بلب فیوز ہو گیا تھا۔ جب میں سوسائٹی خیام سینما کے سامنے پہنچا تو ایک کانسٹیبل نے روکا اور کہا لائٹ نہیں جل رہی، وہ سامنے ہمارے افسر بیٹھے ہیں ان کے پاس جاؤ۔ میں نے دیکھا کہ وہاں ایک سب انسپکٹر بیٹھا تھا۔ میں نے کہا، افسر سے کہو ادھر آئے۔ وہ پریشان ہو گیا۔ میں نے کہا دیکھ کیا رہے ہو، اسے بلاؤ۔ سپاہی گیا اور افسر سے کہا، یہ موٹر سائیکل والا آپ کو بلا رہا ہے۔ وہ آیا اور سپاہی پر گرم ہو گیا کہ آدمی دیکھ کر روکنا چاہیئے۔ میں نے کہا، اس کا کیا قصور ہے، لائٹ نہیں تھی، اس نے تو روکنا ہی تھا۔

## حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی کینیڈا جانے کی ہدایت اور مالی امداد کی پیشکش

جب بچوں کے رشتے طے ہو گئے تو عزیزم مکرم منوّر احمد صاحب خورشید نے مشورہ دیا کہ اب مجھے جرمنی آ جانا چاہیئے تا کہ بچوں کے سر پر کوئی ہو۔ میں نے یہ بات حضور انورؒ کی خدمت اقدس میں لکھ دی۔ ایک دن میں اپنے دفتر نیو ٹاؤن تھانے میں بیٹھا ہوا تھا کی اردلی آیا اور کہا جلدی آئیں، لندن سے فون ہے۔ میں گیا تو حیران رہ گیا کہ مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے دفتر سے فون تھا جنہوں نے حضور انورؒ کا یہ پیغام دیا:۔

"جرمنی نہ جائیں کینیڈا چلے جائیں ایک ماہ کے اندر چلے جائیں اور پیسوں کی ضرورت ہو تو مجھے بتائیں۔"

میں زندگی میں شاید ہی کبھی اتنا پریشان ہوا ہوں گا جتنا یہ پیغام سن کر ہوا۔ ایک طرف حضور انور ؒ کی بے پناہ شفقت اور غلام پروری اور دوسری طرف میری مشکلات۔ میں چھٹی کر کے گھر آگیا اور چارپائی پر ایک طرف منہ کر کے لیٹ گیا۔ اہلیہ جانتی تھیں کہ گھر کی پریشانیاں میںَ دفتر ساتھ لے کر نہیں جاتا تھا نہ ہی دفتر کی پریشانیاں گھر لے آتا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ دفتر میں کوئی بڑا واقعہ ہو گیا ہے جو یہ اتنا پریشان ہے۔ اس نے پوچھا، کیا بات ہے تو میں نے سارا قصہ بتا دیا۔ وہ کہنے لگی، واہ یہ تو خوشی کی بات ہے حضور انور ؒ نے اتنی شفقت کا اظہار فرمایا ہے۔ ورنہ حضور انور ؒ کس کس کو کرایہ دیتے ہیں۔ ہزاروں لوگ جانا چاہتے ہیں اور نہیں جاسکتے۔ میں نے اپنی پریشانی کا بتایا کہ اوّل یہ کہ ایک ماہ کے اندر جانا تو ویسے ہی مشکل ہے، مجھے سروس چھوڑنے کے لیے تین ماہ کا نوٹس دینا ہو گا۔ پھر اکیلا جاؤں تو تم بچوں کو نہیں سنبھال سکو گی۔ پہلے کویت جانے کی بھی مخالفت تم نے اسی وجہ سے کی تھی اور اگر بچوں کے ساتھ جاؤں تو آٹھ دس لاکھ روپیہ درکار ہو گا (یہ اس وقت کی بات ہے۔ اب تو شاید ایک آدمی بھی اس رقم میں نہ جاسکے)۔ کیا اتنی بڑی رقم کے لیے حضور انور ؒ سے درخواست کروں کہ جماعتی فنڈ سے اتنی بڑی رقم مجھے عطا فرمائیں۔ چنانچہ مکرم امیر صاحب کے مشورہ سے سارے حالات دوبارہ عرض کئے گئے تو جواب آیا، ہاں ٹھیک ہے، نہ جائیں۔

## بچوں کی شادیاں اور اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضلوں کی بارش

عزیزم تصوّر احمد خالد اور عزیزہ طاہرہ نصرت کے رشتے برادرِ اکبر مکرم بشارت احمد صاحب کی بیٹی عزیزہ انیلا انجم اور عزیزم داؤد احمد قمر سے طے ہو چکے تھے۔ ہم دونوں بھائیوں کا خیال تھا کہ شادیاں جس قدر جلد ممکن ہو، ہو جائیں۔ عزیزم تصوّر احمد خالد اور عزیز داؤد احمد قمر پہلے ہی جرمنی میں تھے۔ آخر طے پایا کہ دونوں بچیوں کے ویزوں کے لیے درخواست دے دی جائے اور نکاح لندن میں ہو جائیں۔ الحمد اللہ دونوں بچیوں کے ویزے لگ گئے۔ مگر جوں جوں بچیوں کی کراچی سے روانگی کی تاریخیں نزدیک آرہی تھیں، اہلیہ کی پریشانی بڑھتی جارہی تھی کیونکہ انتظامات نہ ہونے کے برابر تھے اور ایک خطیر رقم کی ضرورت تھی۔ جب بھی اہلیہ اپنی اس پریشانی کا اظہار کرتیں، میں کہتا، اللہ تعالیٰ نے کبھی مجھے اکیلا نہیں چھوڑا، اب بھی نہیں چھوڑے گا۔ یہاں تک کہ بچیوں کی روانگی میں ایک ہفتہ رہ گیا اور ابھی کچھ بھی خریداری نہیں کی تھی۔ زیور کا آرڈر دے رکھا تھا، وہ بن رہا تھا مگر اسے لانے کے لیے رقم نہیں تھی۔ ایسی صورت حال میں اہلیہ کی پریشانی کا ہونا لازمی امر تھا۔ البتہ آخری ہفتہ کے دوران رقم یوں اکٹھی ہوگئی اور بغیر کسی سے مانگے کہ حیرانی ہوتی ہے۔ اور وہ اس طرح ہوئی کہ:۔

1۔ برادرم بشیر احمد صاحب جن کا تعارف شروع میں کرایا جاچکا ہے، پچیس ہزار روپیہ لے کر آگئے اور اہلیہ سے کہا، مولوی نے تو بتانا نہیں، یہ رکھ لیں اور بتائیں مزید کتنی رقم کی ضرورت ہے۔

2۔ برادرم عظیم شاد صاحب (ان کا بھی ذکر اوپر ہو چکا ہے) پانچ ہزار روپیہ لے کر آگئے اور کہا میرے پاس اتنے ہی ہیں۔ وہ بھی میری طرح کم تنخواہ دار سرکاری ملازم تھے۔ ان کی طرف سے یہ بھی بڑی قربانی تھی۔

3۔ ہمارے ایک احمدی دوست مکرم محمد اعظم صاحب مرحوم کی اہلیہ دس ہزار روپیہ لے کر آئیں اور اہلیہ سے کہا، اعظم صاحب کہہ رہے تھے شاد صاحب کے بچوں کی شادیاں ہیں۔ وہ تو مانگیں گے نہیں۔ یہ لے جاؤ اور پوچھ آؤ اور کتنی ضرورت ہے۔

4۔ میرے ایک اَور دوست اور دفتر کے ساتھی محمد اقبال بٹ صاحب جن کا ذکر رشوت کے زیر عنوان اوپر ہو چکا ہے، کی اہلیہ دس ہزار روپیہ لے کر آئیں اور کہا بٹ صاحب کہہ رہے تھے، منظور صاحب کے بچوں کی شادیاں ہیں۔ انہوں نے تو بتایا نہیں، ضرورت تو ہو گی ۔یہ لے جاؤ اور پوچھو اور کس قدر ضرورت ہے۔ الغرض چند دنوں کے اندر اندر بغیر مانگے پچاس ہزار روپیہ جمع ہو گیا اور مزید پیش کش ابھی جاری تھیں۔ تو یہ ہے خدا تعالیٰ کی رحمت اور احسان جس کا ہر احمدی خدا کے فضل سے ذاتی شاہد ہے۔

5۔ جب میں زیور لینے گیا تو الکریم جیولرز والوں نے کہا، زیور لے جائیں، قیمت جلسہ لندن کے بعد آئیں گے تو کر لیں گے۔ میں نے کہا، پیسے ہیں لیکن وہ نہیں مانے۔

6۔ مکرم لطیف الرحمٰن صاحب جن سے ٹکٹ لیے تھے، کہنے لگے۔ واپسی کے ٹکٹ تو واپس آجانے ہیں، یکطرفہ کرایہ جلسہ کے بعد لے لوں گا۔ ابھی کچھ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔

یہاں ایک بات آپ نے نوٹ کی ہو گی کہ یہ رقمیں میری غیر موجودگی میں اہلیہ کو دی گئیں اور کم و بیش ایک قسم کا ہی اظہار ہر کسی نے کیا کہ وہ تو بتائے گا نہیں ضرورت تو ہو گی۔ اس کی وجہ یہ بھی ہوئی کہ میں تو صبح گھر سے نکلتا تھا رات واپس آتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو اس کی بہترین جزائے خیر عطا فرمائے: آمین ثم آمین
جب یہ ساری رقم اکٹھی ہو گئی تو میں نے اہلیہ سے کہا یہ ہے میرا خدا۔ پچاس ہزار کی رقم موجود ہے۔ اب کرلو جو خریداری کرنی ہے۔ بچیوں کا ویزہ ہی اس عمر میں لگ جانا ایک بہت بڑا فضل الٰہی تھا اور اس پر مزید فضلوں کی بارش: الحمد للہ ثم الحمد للہ
ہوا میں تیرے فضلوں کا منادی۔

## گم شدہ اشیا کی خدائی حفاظت

قبل ازیں ایک واقعہ گزر چکا ہے کہ کس طرح معجزانہ طور پر حضرت والد صاحب کے پاس رکھی گئی امانتوں کی حفاظت کے سامان اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے۔ اس عاجز کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا اس سلسلہ میں غیر معمولی ستاری کا سلوک رہا ہے یعنی کئی بار ایسا ہوا کہ کوئی بہت بڑی رقم یا کوئی اَور قیمتی چیز گم ہو گئی یا ایسی جگہ چلی گئی کہ اس کا واپس ملنا ناممکن لگتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایسے اسباب پیدا فرمادیے کہ وہ رقم یا چیز مل گئی۔ چند واقعات پیش خدمت ہیں:۔

### تقریباً ایک ہفتہ انتہائی غیر محفوظ حالات میں ایک بڑی رقم محفوظ رہی

ایک بار جلسہ سالانہ انگلستان پر جانے کے موقعہ پر وکیل اعلیٰ مکرم چودھری حمید اللہ صاحب نے غیر ملکی کرنسیوں کی شکل میں ایک بڑی رقم دی کہ لندن جاکر وکالت مال میں جمع کرا دینا۔ جو مربیان کرام اور واقفینِ زندگی مرکز میں واپس آتے تھے وہ فالتو رقم جمع کرواکر اس کے بدلے پاکستانی روپوں میں رقم لے لیا کرتے تھے۔ اس طرح یہ تھوڑی تھوڑی کر کے کافی رقوم جمع ہو گئی تھی۔ میں نے وہ رقم اس بیگ کے ایک خانے میں رکھی جس پر صرف زپ تھی اور یہ بیگ میں نے ہاتھ میں رکھنا تھا۔ میں جماعت کے دفتر واقع گیسٹ ہاؤس چلا گیا اور میری غیر

موجودگی میں بچوں نے میرا بیگ تبدیل کر دیا اور وہ بیگ جس میں یہ امانت تھی اس بیگ میں رکھ دیا جو بک کرانا تھا چنانچہ وہ بیگ سامان کے ساتھ بک ہو گیا۔ جب میں لندن پہنچا تو مکرم چودھری صاحب بھی لندن پہنچ چکے تھے۔ انہیں دور سے ہی دیکھ کر مجھے یاد آیا کہ وہ رقوم تو میں نے جمع کرانی تھیں جو ابھی نہیں کرائیں۔ چنانچہ فوری طور پر گیا، دیکھا تو بیگ میں وہ رقمیں نہیں ہیں۔ میرا تو سر گھوم گیا کہ اتنی بڑی رقوم کہاں گئیں اور اب میں انہیں کیسے پوری کروں گا۔ پھر مرکز نے جو اعتماد مجھ پر کیا تھا اس کو بھی ٹھیس پہنچے گی۔ پاکستان گھر فون کیا۔ انہوں نے بھی ہر جگہ دیکھ ڈالی لیکن رقم نہیں ملی۔ یہاں تک کہ دو دن اسی پریشانی میں لگ گئے۔ مجھے اس قدر فکر ہوا اور اس کا اثر میری طبیعت پر ایسا پڑا کہ میری صحت خراب ہو گئی۔ نہ کھانے کو دل کرے نہ آرام کرنے کو۔ اس دوران دعا کی بہت توفیق ملی۔ گھر والے بھی سارے دعائیں کر رہے تھے۔ اصل میں اس بیگ کو جس میں رقم پڑی تھی، میں نے دیکھا ہی نہ تھا۔ ایک روز اچانک جب اس بیگ میں سے کوئی چیز نکالنے لگا تو دیکھا سارے لفافے وہاں رکھے تھے۔ یہ بیگ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں بک کرا دیا گیا تھا اور وہ بھی صرف زپ کے ساتھ۔ پھر سارا سفر طے کیا اور وہ بیگ لندن پہنچنے کے بعد بھی کئی روز تک اس بیرک میں پڑا رہا جہاں اور بھی بہت سے احباب ٹھہرے ہوئے تھے الحمدللہ

## سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی امانت کی حفاظت

اب ایک ایسی امانت کے غیر معمولی طور پر محفوظ رہنے کا ذکر کرتا ہوں جو حضور انورؒ کی تھی۔ حضور انورؒ نے لندن سے ایک خاص معاملہ برائے تحقیق کراچی بھجوایا۔ مکرم امیر صاحب نے وہ معاملہ خاکسار کے سپرد فرما دیا۔ جب رپورٹ تیار ہو گئی تو بھجوا دی گئی۔ لیکن کچھ کاغذات اور کیسٹیں وغیرہ کے بارہ میں

حضور انورؒ نے فرمایا، وہ وہیں رکھیں۔ جب میں کہوں گا تو کسی قابل اعتبار آدمی کے ہاتھ بھجوادیے جائیں۔ کچھ عرصہ بعد ارشاد ملا کہ وہ بھی بھجوادیں۔ اب کسی قابل بھروسہ آدمی کی تلاش شروع ہوئی۔ اتفاق سے مکرم مبارز نصیر صاحب (ابن مکرم اختر نصیر صاحب جن کا ذکر نماز جنازہ کے سلسلہ میں کہیں اوپر ہو چکا ہے) جا رہے تھے۔ وہ نائب قائد ضلع اور ایک صحت مند نوجوان تھے۔ ان سے بہتر آدمی کون ہو سکتا تھا۔ چنانچہ انہیں وہ امانت دے دی گئی اس ہدایت کے ساتھ کہ صرف حضور انورؒ یا مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو دیں۔ جب وہ فرینکفرٹ پہنچے تو ان کا وہ بیگ جس میں یہ امانت تھی کوئی لے بھاگا۔ انہوں نے پولیس میں رپورٹ درج کرادی اور کراچی مجھے بھی اطلاع کردی کہ بیگ چوری ہو گیا ہے۔ اس سے بہت تشویش پیدا ہوئی۔ حضور انورؒ کی خدمت اقدس میں سارے حالات عرض کئے گئے۔ حضور انورؒ کا جواب آیا، فکر نہ کریں میں دعا کر رہا ہوں۔ اب وہ امانت کیونکر ملی، ایک عجیب تصرف الٰہی ہے۔ ہوا یوں کہ چور نقد رقم بیگ سے نکال کر باقی چیزیں اور بیگ ایئرپورٹ پر پڑے کچرے کے کسی کنٹینر میں پھینک گیا۔ جب کئی روز بعد صفائی کرنے والے اس کنٹینر کو خالی کرنے لگے تو دیکھا، ایک نیا بیگ پڑا ہے۔ انہوں نے اٹھالیا اور پولیس کو اطلاع کردی۔ پولیس کے پاس چونکہ رپورٹ موجود تھی، انہوں نے مبارز نصیر صاحب کو اطلاع کی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس امانت کی حفاظت خاص کے سامان پیدا فرما کر ہمیں اپنے فضل سے ایک بہت بڑی پریشانی سے بچالیا۔ الحمدللہ

## گمشدہ رقم باہر کچرا دان سے مل گئی

اب اسی طرح کا ایک اَور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے پھر ایک بہت بڑے مالی نقصان سے بچالیا۔ جرمنی آنے کے بعد ایک بار میں کراچی جانے لگا

تو جرمنی سے ایک دوست نے کچھ رقم دی کہ کراچی میں میرے فلاں عزیز آپ سے لے لیں گے۔ میں کراچی میں برادرم عظیم شاد صاحب کے گھر ٹھہرا ہوا تھا۔ جیسا کہ ان کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، وہ میرے لیے سگے بھائیوں کی طرح ہیں۔ اس لیے ان کے گھر کو اپنا ہی گھر سمجھتے ہوئے مَیں بے تکلفانہ طور پر ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک دن خیال آیا کہ اس دوست کی امانت اسے پہنچا دی جائے چنانچہ جب پروگرام بنالیا تو دیکھا کہ بیگ سے وہ رقم غائب ہے۔ اس وقت جو میری حالت ہوئی وہ بھی بیان سے باہر ہے۔ میں کبھی بیگ کھولوں کبھی بکس۔ آخر بہن رسول بیگم صاحبہ نے پوچھا، بھائی صاحب آپ کچھ پریشان ہیں، کیا بات ہے۔ اب مجھے یہ خطرہ کہ بتانے سے یہ لوگ مجھ سے بھی زیادہ پریشان ہوں گے، اس لیے انہیں کچھ نہ بتایا۔ آخر جب انہوں نے بہت زور دیا تو مَیں نے بتایا کہ اس طرح ایک بڑی رقم تھی جو نہیں مل رہی۔ ظاہر ہے، اس سے وہ بھی بہت پریشان ہو گئے میں نے عزیزہ محمودہ (برادرم عظیم شاد صاحب کی صاحبزادی) سے پوچھا، بیٹا صفائی تم کرتی ہو۔ کچرا کہاں پھینکتی ہو۔ وہ کہنے لگی، وہ تو میں باہر بڑے کچرا دان میں پھینک دیتی ہوں۔ ہر سوموار کو گاڑی آتی ہے اور وہ لے جاتی ہے۔ اب اس روز سوموار تھا۔ میں باہر گیا اور بڑے کچرا دان میں ادھر ادھر ہاتھ مارنے لگا۔ دیکھا تو وہ لفافہ جس میں رقم تھی، اس کے اندر پڑا ہوا ہے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ہی گاڑی آ گئی اور کچرا نکال کر لے گئی۔ اصل میں ہوا یوں کہ وہ لفافہ میلا سا تھا۔ کہیں میز سے نیچے گر گیا اور صفائی کرتے وقت وہ بھی کچرے کا حصہ بن گیا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی ایسے رنگ میں مدد فرمائی کہ اگر ذرا بھی تاخیر ہو جاتی تو وہ رقم ہمیشہ کے لیے جاتی رہتی۔ مگر ارحم الراحمین خدا نے عین وقت پر یاد دلا کر اس نقصان سے بچا لیا اور ہم سب سرخرو ہو گئے۔ الحمد للہ

## تھیلا ایک اور دعویدار تین

ایک بار میں اور اہلیہ برادرم راجہ احمد خاں صاحب مرحوم کے ہاں گئے۔ واپسی پر آپا رشیدہ بیگم صاحبہ نے اہلیہ مرحومہ کو سلائی کے لیے کپڑا دیا۔ ہم نے چنیسر گوٹھ سے ٹرین پکڑی اور ڈرگ کالونی اسٹیشن پر اتر گئے اور وہ تھیلا جس میں کپڑا تھا، گاڑی کے اندر ہی رہ گیا۔ اہلیہ بہت پریشان ہوئی کہ یہ تو امانت تھی۔ اب کیا ہو گا۔ میں نے اہلیہ کو اسٹیشن پر ہی بٹھایا اور ایک رکشہ لے کر گاڑی کا پیچھا کیا اور لانڈھی اسٹیشن پر اسے جا پکڑا۔ جب میں بوگی میں داخل ہوا تو دو آدمی جھگڑ رہے تھے۔ ایک کہتا تھا، یہ تھیلا میرا ہے اور دوسرا کہتا تھا میرا ہے۔ گاڑی کے اندر دوسرے مسافر بھی یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ میں نے کہا، یہ دونوں جھوٹ بول رہے ہیں۔ یہ تھیلا میرا ہے۔ لوگ ہنس پڑے کہ لو اب تیسرا دعویدار آ گیا۔ میں نے ان دونوں سے پوچھا، بتاؤ اس تھیلے میں کیا ہے اور تم نے یہ کہاں سے لیا ہے۔ دونوں منہ نیچا کر کے کھڑے ہو گئے۔ پھر میں نے لوگوں کو بتایا کہ اس میں زنانہ کپڑا ہے جس پر سرخ رنگ کے پھول ہیں۔ اس طرح اس امانت کی بھی حفاظت کے اللہ تعالیٰ نے سامان پیدا فرمائے۔

## شارعِ عام پر چوبیس گھنٹے بعد پڑی رقم مل گئی

یہ واقعہ پہلے واقعہ سے بھی زیادہ حیران کن ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، میں کوئی نہ کوئی شیر دار جانور، بھینس، گائے یا بکری رکھتا تھا۔ اُس وقت بھینس تھی۔ میں اسے لے کر باہر نکلا۔ وہ ڈرگ کالونی کے اسٹیشن کے پاس ایک گندے پانی کا نالا تھا، اس میں چلی گئی اور بیٹھ گئی۔ بھینس کو پانی سے نکالنا آسان نہیں ہوتا۔ بہت کوشش کی لیکن وہ نہیں نکلی۔ آخر میں نے شلوار اوپر کی اور پانی کے اندر جا کر اسے اٹھایا اور گھر لے آیا۔

اگلے روز صبح جب دیکھا تو میری جیب جس میں کچھ روپے پیسے تھے خالی تھی۔ اہلیہ سے پوچھا،اس نے کہا میں نے نہیں لیے۔ بہت سوچا کہ کہاں گر سکتے ہیں۔ آخر ایک بات ہی دماغ میں آئی کہ نالے کے پاس جہاں میں کپڑے اٹھا کر پانی کے اندر داخل ہوا تھا، گر گئے ہونگے۔ میں چل پڑا دیکھنے تو اہلیہ کہنے لگیں،وہاں تو ہزاروں لوگ گزرتے ہیں ۔اگر وہاں گرے بھی ہیں تو اب تک کہاں پڑے ہوں گے۔ خیر میں چلا گیا اور دیکھا تو سارے پیسے وہیں پڑے تھے۔ یہ واقعہ سب سے زیادہ حیران کن اس لیے ہے کہ فی الواقعہ وہاں سے روزانہ ہزاروں آدمی پیدل گزرتے تھے اور ریل گاڑی سے اترنے والے بھی وہیں سے گزرتے تھے۔

## امیر صاحب کراچی کے تفویض کردہ امور اور الٰہی نصرت

مکرم امیر صاحب بعض مشکل کام اکثر خاکسار کے سپرد فرمادیا کرتے تھے۔ ایسے ہی دو کاموں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور وہ کام جو بظاہر کافی مشکل تھے، بخیر و خوبی انجام پذیر ہو گئے۔

## سربراہان ممالک افریقہ کے لیے تحائف۔ اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی مدد

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابعؒ جنوری اور فروری 1988 افریقی ممالک کے دورہ پر تشریف لے جارہے تھے۔ ہر سربراہ ملک کے لیے ایک چاندی کی اور اسی طرح ہر وزیر اعظم کے لیے ایک کانسی کی شیلڈ تیار کروانی تھی۔ حضور انورؒ کا دورہ 12 ممالک کا تھا۔ اس طرح کل چوبیس شیلڈیں تیار کروا کے لے جانی تھیں۔ مکرم امیر صاحب نے یہ کام خاکسار کے سپرد فرمادیا۔ وہ شیلڈیں تو تیار ہو گئیں اب ان کے لندن لے جانے کا مسئلہ تھا۔ میں نے احتیاطاً ایک پولیس افسر کو

کہہ دیا کہ وہ بھی ائیرپورٹ پر آجائے۔ ویسے بھی جب میں لندن جاتا تھا یا واپس آتا تھا، تو ایئرپورٹ تھانے کی طرف سے کوئی نہ کوئی وہاں ڈیوٹی پر ہوتا تھا۔ اس پولیس افسر کو میں نے بتایا نہیں کہ میں نے اسے آنے کے لیے کیوں کہا ہے۔ اس نے خود ہی سوچا کہ یہاں سے جاتے ہوئے کون سی چیز کسٹم والی ہو سکتی ہے۔ اس نے میرا پاسپورٹ لیا اور آگے چلا گیا۔ اصل میں اللہ تعالیٰ بتانا چاہتا تھا کہ یہ تو میرے خلیفہ کی امانت ہے، اس کے لیے کسی پولیس افسر کی سفارش کی ضرورت نہیں۔ میں گھبرایا کہ اب کیا ہوگا۔ بکس جس میں چوبیس شیلڈیں رکھی تھیں، جب سکریننگ کے لیے رکھا گیا تو اوپر سے ایک شیلڈ نظر آئی۔ ڈیوٹی پر موجود کسٹم افسر نے پوچھا، یہ کیا ہے۔ میں نے بتایا، شیلڈ ہے، تحفہ دینے کے لیے لے جا رہا ہوں، اگر کہیں تو نکال کر دکھا دوں۔ وہ کہنے لگا، نہیں نہیں اور سامان کلیئر ہو گیا۔ جب میں وہاں سے نکلا تو میرا دوست پولیس افسر بھی آ گیا۔ وہ اتنے میں ایمیگریشن کرا کر بورڈنگ کارڈ بھی لے آیا۔ میں نے کہا، آپ کہاں چلے گئے تھے۔ کہنے لگا، میں نے سوچا منظور صاحب کے پاس کون سی کسٹم والی کوئی چیز ہے، میں اتنی دیر میں یہ دوسری کاروائی مکمل کرا لوں۔ یعنی خدا کے فضل سے مجھے اس پولیس افسر کی سفارش کی قطعاً کوئی ضرورت نہ پڑی۔ اب یہاں تو یہ سب کچھ بغیر کسی کی سفارش کے ہو گیا۔ جب لندن ہیتھرو ایئرپورٹ پر پہنچا تو مجھے بتایا گیا تھا کہ وہاں اندر کوئی آجائے گا۔ لیکن کوئی نہیں پہنچا تھا۔ جب کسٹم میں سے گزرنے لگا تو افسر نے سامان کھولا اور شیلڈیں دیکھ کر کہنے لگا، یہ نہیں جا سکتیں، یہ تو چاندی ہے۔ ان پر کسٹم لگے گا، رسید دکھائیں تا کہ کسٹم لگایا جا سکے۔ میں نے کہا، آپ یہ رکھ لیں۔ کل ہمارے خلیفہ (یعنی حضرت خلیفۃ المسیحؒ کا نام لیا) افریقہ کے دورے پر جا رہے ہیں۔ وہ یہ اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں۔ کسٹم تو آپ تب لگائیں گے جب یہ آپ کے ملک سے

جائیں یا آپ کے ملک میں آئیں۔ یہ نہ یہاں سے جا رہی ہیں اور نہ یہاں کے لیے آئی ہیں۔ مجھے رسید دے دیں۔ ہم کل یہاں سے لے لیں گے۔ پھر میں نے کہا کہ یہ تو ٹرانزٹ کی صورت بنتی ہے۔ آپ پڑھیں، ان پر لکھا ہوا ہے کہ کون سی شیلڈ کس ملک کے سربراہ کے لیے ہے۔ یہ عام لوگوں کے لیے تو ہیں ہی نہیں۔ کسٹم آفسری کو میری یہ بات سمجھ آگئی۔ چنانچہ بغیر کسٹم کے چکر میں پڑے اس نے وہ شیلڈیں مجھے ساتھ لے جانے دیں۔

جب میں باہر آیا تو مجھے لینے کے لیے آنے والے دوست مکرم لطیف خاں صاحب باہر کھڑے تھے (برادر مکرم عبد الشکور صاحب اسلم)۔ رات ہو چکی تھی۔ وہ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ صبح جب ہم مسجد فضل لندن پہنچے تو معلوم ہوا، حضور انورؒ بہت پریشان ہیں اور کئی بار میرا پوچھ چکے ہیں۔ میں حاضر ہوا اور بتایا کہ کس طرح دونوں ایئرپورٹوں پر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی۔ حضور بہت خوش ہوئے۔ اسی دن حضور انورؒ کی روانگی تھی۔

## کتبہ مزار حضرت آصفہ بیگم صاحبہؒ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

حضرت آصفہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے مزار کا کتبہ لندن بھجوانے کی ڈیوٹی بھی خاکسار کے سپرد ہوئی۔ عام حالات میں اس کا لندن لے جانا مشکل نہ تھا۔ سینکڑوں عازمین جلسہ سالانہ لندن جا رہے تھے۔ ایک ایک فلائیٹ میں ہمارے ساٹھ ساٹھ مسافر تھے۔ مگر کتبہ بنانے والے نے بہت تاخیر کر دی۔ اور یہ اس وقت ملا جب سب لوگ جا چکے تھے۔ اب سوائے اس کے کہ میں یہ خود لے جاتا، اور کوئی صورت نہ تھی۔ کتبہ کا وزن اسّی کلو گرام تھا اور اس کی پیکنگ کا وزن چالیس کلو گرام تھا۔ علاوہ ازیں مرکز کی بعض اور امانتیں بھی لندن

لے جانے والی تھیں۔ میرا اپنا سامان پینتیس کلو گرام اس کے علاوہ تھا۔ گویا ایک سو پچپن کلو گرام وزن لے جانے کا مسئلہ تھا اور مسافر ایک۔ یہ بھی اللہ کے پیارے خلیفہ کا ہی کام تھا اور اللہ نے کرنا تھا، اور اُسی نے کیا۔ کیسے ہوا یہ بھی ایک دلچسپ کہانی ہے جو بتاتی ہے کہ جماعتی کام جو محض للہ ہوتے ہیں، کیسے ان کے خود بخود اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ اب کتبہ لے جانے والا مسئلہ یوں حل ہوا۔ میں نے مکرم کیپٹن رانا بشارت احمد صاحب (سینئر پائلٹ پی آئی اے) سے بات کی اور کہا یہ مسئلہ در پیش ہے۔ انہوں نے کہا، کوئی پریشانی والی بات نہیں ہے۔ آپ ایئرپورٹ پر پہنچیں، میں بھی آ رہا ہوں۔ چنانچہ ائیرپورٹ پر کیپٹن صاحب کتبہ لے کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں واپس آئے۔ تو میں نے پوچھا کیا بنا۔ کہنے لگے، کتبہ تو لوڈ بھی ہو چکا ہے۔

اب جب میں اپنے دیگر سامان کے ساتھ ہیتھرو ائیرپورٹ پر پہنچا اور کتبہ کلیئر کروانے لگا تو وہاں ایک سکھ کسٹم افسر موجود تھے۔ وہ کہنے لگے، یہ کتبہ یہاں کیوں نہیں بنوایا۔ میں نے بتایا کہ اس پر عربی کی جو عبارت ہے وہ یہاں نہیں لکھوائی جا سکتی تھی۔ وہ قادیان کے قریب کسی گاؤں کا رہنے والا تھا۔ اس نے جب حضورؒ اور جماعت کا نام سنا تو فوراً کلیئر کر دیا۔ جب میں حضور انورؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سفر کے حالات سنائے تو حضور انورؒ نے بہت خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ الحمدللہ

## کیپٹن رانا بشارت احمد صاحب

کیپٹن رانا بشارت احمد صاحب بڑے دلیر افسر تھے۔ مجھے ان کی فلائٹ پر بہت دفعہ سفر کا موقعہ ملا ہے۔ ایک بار کے سفر کی دلچسپ کہانی بھی سن لیں۔ میں اور مکرم

سیّد علی احمد صاحب طارق ایک مقدمہ کے سلسلہ میں لاڑکانہ گئے ہوئے تھے جب واپسی کے لیے لاڑکانہ ائیر پورٹ پر پہنچے تو کلرک کہنے لگا، آپ اس فلائٹ سے نہیں جا سکتے۔ ہم بڑے پریشان ہوئے اور کہا، ہماری سیٹیں تو بک ہیں اور OK ہیں۔ لیکن کلرک یہی کہتا جارہا تھا کہ بابا ایک دفعہ کہہ جو دیا کہ نہیں جاسکتے۔ ہم ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ کیا کریں، یہاں تو واقفیت بھی نہیں ہے کہ وائرلیس پر آواز آئی۔ یہ آواز کیپٹن بشارت صاحب کی تھی۔ وہ پوچھ رہے تھے، میرے مہمان آ گئے؟ کلرک نے کہا، سر آ گئے ہیں اور مجھ سے جھگڑ رہے ہیں کہ ہماری سیٹ اوکے ہے تو ہمیں کیوں جانے نہیں دیا جارہا۔ دراصل کیپٹن صاحب کراچی میں تھے۔ انہوں نے وہاں میرا پوچھا تو گیسٹ ہاؤس سے انہیں بتایا گیا کہ میں لاڑکانہ گیا ہوا ہوں۔ کیپٹن صاحب نے کہا، مجھے پہلے پتہ ہوتا تو اچھا ہوتا کیوں کہ آج تو میری اپنی ڈیوٹی بھی لاڑکانہ کی فلائٹ پر ہے، منظور شاد صاحب میرے ساتھ چلے جاتے سفر اچھا گزر جاتا چنانچہ اسکے بیس منٹ بعد کیپٹن صاحب دوسرا جہاز لے کر وہاں پہنچ گئے اور ہم ان کے ساتھ گپ شپ کرتے کراچی آ گئے۔ جہاز کے اندر ہم ان کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور ٹیک آف کا سارا منظر دیکھا۔ اب یہ فکر ہوئی کہ ائیر پورٹ پر ڈرائیور گیسٹ ہاؤس سے آیا ہو گا۔ جب وہ دیکھے گا کہ ہم لوگ نہیں آئے تو وہ گاڑی لے کر چلا جائے گا۔ کیپٹن صاحب کہنے لگے، ہم بیس منٹ تاخیر سے چلے ہیں مگر پہنچیں گے پہلے۔ چنانچہ ہم پہلی فلائٹ سے پہلے پہنچ گئے۔

## میری جرمنی میں آمد۔ "اللہ جماعت کراچی کو نعم البدل عطا فرمائے"

اہلیہ اور بچے سب پہلے ہی جرمنی آ چکے تھے۔ خاکسار جماعتی ذمہ داریوں کی وجہ سے جن کا ذکر ہو چکا ہے، فوری ان کے ساتھ نہ آ سکا تھا۔ اور دوسرے مکرم امیر

صاحب مرحوم بھی نہیں چاہتے تھے کہ میں کراچی چھوڑوں۔ مگر اہلیہ کا مطالبہ تھا کہ اب تم بھی آجاؤ۔ ایک بار میں نے مکرم امیر صاحب سے جانے کی اجازت مانگی تو انہوں نے فرمایا، حضور انورؒ سے پوچھ لیں۔ اگر حضورؒ اجازت دے دیں تو مجھے بھی شرح صدر ہو جائے گا۔ چنانچہ حضور انورؒ کی خدمت میں مَیں نے لکھ دیا۔ حضور انور کا جواب آیا:

**"ٹھیک ہے۔ اللہ نصرت فرمائے اور جماعت کراچی کو نعم البدل عطا فرمائے۔"**

میرے کراچی چھوڑنے پر مکرم امیر صاحب بہت اداس ہو گئے۔ چنانچہ جب جرمنی میں پہنچ جانے کے بعد میں نے ایک نظم لکھ کر انہیں بھجوائی اور اس میں ذکر کیا کہ مجبوری میں آیا ہوں تو مکرم امیر صاحب نے اپنے جذبات کا اس طرح اظہار فرمایا:

چھوڑا مشرق، وفا اس کی کو متروک کیا
قصے اب اپنی وفا کے نہ سنائے کوئی
ہم بھی دل رکھتے ہیں احساس کی دولت میں
سو اس پہ اب چرکوں پہ چرکے نہ لگائے کوئی
تھا یہ ایک وہم نبھا ہو گی ہماری ان سے
درمیاں چھوڑ کے اس طرح نہ جائے کوئی
ہم کو دکھ درد دیا زخم جدائی بھی دیا
اس پہ اب ٹسوؤں پر ٹسوے نہ بہائے کوئی
قصہ طولانی ہے درد و الم سے بھرپور
کون سن سکتا ہے اور کس کو سنائے کوئی
ہم تو ہر حال بسا لیتے ہیں دنیا اپنی
اللہ اس خواب سے ہم کو نہ جگائے کوئی

ہم تو راضی برضا رہتے ہیں ہر دم پیارے
ہم کو اس راہ سے للہ نہ ہٹائے کوئی
جان مال اس کے ہیں اور اپنی وفا اس سے ہے
ہمیں اس دنیا کے جلوے نہ دکھائے کوئی
شانِ مغرب تو ہے بے قیدی و بے دینی میں
ایسی باتوں سے کیوں دل کو نہ لبھائے کوئی
یاد ازلی ہے جو رہے ساتھ ہر اک حالت میں
چھوڑ جانے والوں سے دل نہ لگائے کوئی

## الوداعی پارٹیاں

میری جرمنی کے لیے روانگی کا سن کر میری الوداعی پارٹیاں شروع ہو گئیں:۔

پہلی الوداعی پارٹی:سب سے پہلے مجلس خدام الاحمدیہ نے بڑے پیمانہ پر الوداعی پارٹی دی اور ایک شیلڈ بھی پیش کی جس پر سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام لکھا ہوا تھا:

”تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں“

مکرم قائد صاحب ضلع نے اپنی تقریر میں اس الہام کے لکھنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ منظور شاد صاحب کی اس دوران عاجزی اور انکساری سے ہم سب بہت متاثر ہوئے ہیں۔ اس پر لکھی ہوئی عبارت ان الفاظ سے شروع ہوتی تھی:

”بحضور منظور احمد شاد صاحب نائب امیر و جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ کراچی“

میں نے بحضور کے الفاظ اپنے لیے پسند نہیں کیے اور کٹوا دیے اور بحضور کی جگہ مکرم لکھ دیا۔ میں سمجھتا ہوں، حضور کا لفظ جماعت میں ایک ہی ہستی کے لیے استعمال ہونا چاہیۓ اور وہ ہے خلیفہ وقت کا وجود۔

دوسری پارٹی جماعت احمدیہ کراچی کی طرف سے تھی۔
تیسری الوداعی پارٹی مکرم امیر صاحب نے ذاتی حیثیت میں دی
چوتھی الوداعی پارٹی جماعت احمدیہ سکھر نے دی۔
پانچویں الوداعی پارٹی جماعت احمدیہ حلقہ نیو کراچی نے دی اور ایک شیلڈ پیش کی۔ یہاں مکرم ملک عبد الباسط صاحب ابن مکرم ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم، خالد احمدیت، صدر جماعت تھے۔ انہیں بھی مجھ سے خاص محبت تھی۔ اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

## کراچی کی یادیں

میں نے 1956 میں میٹرک پاس کیا۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد میں پہلے گھارو سندھ آیا اور پھر 1957 میں کراچی آگیا۔ اور 1993 میں اسے چھوڑا۔ گویا زندگی کے 36 قیمتی سال میں نے یہاں گزارے۔ پہلے بچپن تھا اور اب بڑھاپا ہے۔ درمیان کا یہی عرصہ کام والا تھا جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے خوب کام میں ہی گزرا۔ جرمنی آکر یہ تو سکون مل گیا کہ اہلیہ اور بچوں کے پاس آگیا تھا لیکن وہ کراچی جس کے قیام کے دوران شادی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے نوازا؛ وہ کراچی جس کے قیام کے دوران دین کی تاریخی خدمت کی توفیق پائی؛ وہ کراچی جس کے قیام کے دوران پولیس جیسے بدنام زمانہ محکمہ میں بھی احمدیت کی برکت سے پیروں جیسی عزت پائی؛ وہ کراچی جس میں مکرم امیر صاحب اور مکرم مرزا عبد الرحیم بیگ صاحب جیسے مربی اور مہربان اور پیار کرنے والے دوست ملے؛ وہ کراچی جس میں ان گنت پیار کرنے والے اور ایک ادنیٰ اشارے پر سب کچھ قربان کرنے والے

وجود موجود تھے؛ وہ کراچی جس میں میرے دو معصوم بچے جن کے ساتھ جی بھر کر کھیل بھی نہ پایا تھا ابدی نیند سو رہے ہیں، اس کراچی کو چھوڑنا اتنا آسان نہ تھا۔

میں نے ایک بار اہلیہ سے کہا بھی کہ بچیوں کی شادیاں ہو جاتی ہیں تو وہ اپنے گھر چلی جاتی ہیں، بچے بھی روزگار کی تلاش میں باہر چلے جاتے ہیں۔ والدین نہ بچیوں کے ساتھ جاتے ہیں اور نہ بچوں کے ساتھ۔ ہم بھی جرمنی نہیں جاتے۔ اگر کوئی اور ذریعہ معاش نہ بھی ہوا تو تھوڑی سی پنشن ملے گی، اسی پر گزارہ کر لیں گے، کچھ بچے بھی بھجوا دیا کرینگے اور ہمارا گزارہ ہو جایا کرے گا لیکن مرحومہ بچوں کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ نہ ہی مجھے اکیلا چھوڑ کر جانا چاہتی تھیں۔ اس لیے اس نے دو ٹوک فیصلہ کیا کہ بچوں کے پاس جا کر رہنا ہے اور ہم دونوں نے رہنا ہے۔ بہر حال کراچی چھوڑنا تو پڑا مگر کراچی کو چھوڑنا میرے لیے ایک ابتلا سے کم نہ تھا۔ لیکن دوسری طرف اہلیہ اور بچوں سے دور رہنا بھی انتہائی مشکل تھا۔

ایک بار میں جرمنی میں مقیم عزیزوں کو ایک پنجابی کی نظم لکھ کر بجھوائی اس میں اپنی کیفیت بیان کرنے کی کوشش کی ہے:۔

بسم اللہ بسم اللہ کر کے ہتھ قلم نوں لاواں
اپنیاں پیاریاں سجناں تائیں حال احوال سناواں
باجھ پیاریاں بنگلے کوٹھیاں لگن وانگ ویرانے
ایناں دے وچ وسن والے پھر دے وانگ دیوانے
کندھاں کوٹھے شاں شاں کر دے ہر شے کھاونا آوے
ہر سو دسے گھپ اندھیرا نظر نہ چانن آوے
ہر شے ایتھے روندی دسی بیٹھی منہ لٹکائے
پھلاں تے اداسی چھائی بوٹے وی کملائے

کلا وچارا قسمت مارا ہولی ہولی آیا
چابی کڈھ بیگ دے وچوں تالا آپوں لاہیا
پیر ہوئے نے من من بھارے لتاں ہمت ہاری
کِسے نہ پانی کا نجی پچھیا کسے نہ دکھ بیماری
آپوں آ کے بتی بالی بہہ گیا چپ چپیتا
آپوں جتی کپڑے لبھے آپوں پانی پیتا
رل مل پیاریو دعاواں منگو سدا نہ رہن جدائیاں
تیرے باہج کون اے اساڈا فضل کریں رب سایاں

الحمد للہ کہ جرمنی آتے ہی مجھے جماعتی خدمات کا موقع مل گیا۔ شروع میں مجھے نیشنل سیکرٹری ضیافت مقرر کیا گیا اور ساتھ ہی نیشنل سیکرٹری سمعی وبصری کا اضافی چارج بھی مل گیا جس کی وجہ سے میں بہت مصروف ہو گیا۔ اس کی بدولت کراچی کی یادیں صحت پر اتنا منفی اثر نہ ڈال سکیں جتنا میرے فارغ رہنے سے ڈال سکتی تھیں۔

جولائی 1994ء میں خاکسار کو ریجنل امیر فرینکفرٹ مقرر کیا گیا یہ اس وقت بہت بڑا ریجن تھا تقریباً جرمنی کا دو تہائی اس میں شامل تھا اس لیے اور زیادہ مصروف ہو گیا الغرض ایک طرف اگر کراچی کو چھوڑنا مشکل تھا تو دوسری طرف اہلیہ اور بچوں کے بغیر رہنا مشکل تھا۔ جرمنی آ کر کراچی سے ان الفاظ میں معذرت کی:

اپنے پیاروں کی خاطر تجھے میں چھوڑ آیا ہوں
جو رشتہ قائم تھا سالوں سے اسے میں توڑ آیا ہوں
معافی چاہتا ہوں میں بڑا مجبور تھا پیارے
یہی ہونا تھا یہی اسے منظور تھا پیارے

کس کس کا نام لوں کس کس سے کروں خطاب
پیارے بھی ان گنت چاہنے والے بھی بے حساب
قسم خالق کی یادیں تیری ہمیشہ ستائیں گی
نہ دن کو بھول پاؤں گا راتوں کو بھی جگائیں گی
کتنے ہی تو تھے جو مجھ سے پیار کرتے تھے
وقت جب بھی کوئی آیا جاں تک نثار کرتے تھے
ملاقاتوں میں جب کبھی تاخیر ہوتی تھی
یہ تاخیر لاریب باعث تعزیر ہوتی تھی
بہت ہی تو تھے جو چلتے تھے ادنیٰ اشارے پر
میں جیتا رہا اپنے وطن میں ان کے سہارے پر
وقت رخصت کتنی ہی آنکھیں پر آب تھیں
چھلک رہی تھیں کچھ تو کچھ چھلکنے کو بیتاب تھیں
وقت رخصت کچھ کو سوتا چھوڑ آیا ہوں
جو جاگ رہے تھے انہیں روتا چھوڑ آیا ہوں

یہ نظم جب میں نے مکرم امیر کی خدمت میں بھجوائی تو ان کی طرف نظم میں ہی جو جواب موصول ہوا اوپر لکھا جاچکا ہے۔

خاکسار نے امیر محترم کی خدمت میں ایک بار پھر اس طرح معذرت کی:

رسوا نہ کریوں مجھے ہوں پہلے ہی دلفگار
الزام بے وفائی جچتا نہیں تجھے
نبھا کیا تھا میں نے بصد شوق و احترام
چھوڑا وطن کو میں نے کیا سناؤں حال دل

دل ناتواں ہے پہلے ہی زخموں سے چور چور
محتاج ہوں دعا کا ہر لحظہ ہر گھڑی
گناہوں کا بوجھ اٹھا نہ سکوں گا میں
کچھ بھی نہیں پلے دامن تہی تہی
مولیٰ توفیق دے کہ کروں ایسے کام بھی
مقبول خدمت دین کی توفیق بھی ملے
طاقت کہاں تیرا محبوب یا محب ہونے کی
یا ستّار تیری شان کریمی کا واسطہ
مجھ جیسا گناہ گار اور اس کا یہ سلوک
اس کے ہی فضل سے میں بابرگ وبار ہوں
اے شاد فکر کر تیری حیثیت نہیں ہے کچھ
دل چیر کر دکھا دوں گر ہو نہ اعتبار
آواز دے کے دیکھو آزماؤ تو ایک بار
آخر اٹھا سکا نہ میں مجبوریوں کا بار
دل رو رہا تھا غم سے آنکھیں تھیں اشکبار
یہ نمک پاشی اور تو اے دست یار
پر عیب ہے حال بھی ماضی بھی داغ دار
نیکی کو کہاں قرار ہو دامن ہے تار تار
بخشش کا طلب گار ہوں یا ستار یا غفار
کیفیت کچھ تو یوں ہو دست باکار دل بایار
ضرورت ہو دین کو تو کروں جان بھی نثار

توفیق دے کہ کر سکوں بندوں سے تیرے پیار
کرنا نہ روز حشر اس عاصی کو شرم سار
بے حد و حساب کرم ہے اور فضل کردگار
کشکول ہے شکستہ اور عطایا ہیں بے شمار
بس مقام استغفار ہے استغفار استغفار

## جرمنی آمد اور ویزے کے حصول میں اللہ تعالیٰ کے خاص فضل

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے، اکتوبر 1993ء میں خاکسار جرمنی آ گیا۔ اہلیہ اور بچے پہلے ہی جرمنی آ چکے تھے۔ میرے آنے سے پہلے اہلیہ کا کیس پاس ہو چکا تھا اور اس کے پاس نیلا پاسپورٹ تھا۔ میں نے اسی کو بنیاد بنا کر ویزے کے لیے درخواست دے دی۔ اس دوران جو اللہ تعالیٰ کے غیر معمولی فضل ہوئے ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

1۔ وکیل نے دو صد مارکس طلب کئے جو دے دئے گئے۔ تعارف میں میں نے اسے بتایا کہ میں بھی پاکستان میں وکیل تھا۔ اس پر اس نے ایک سو مارک واپس کر دیے۔

2۔ وکیل نے پولیس کے دفتر والوں کو لکھا کہ اسے ویزا دیا جائے۔ انہوں نے اعتراض کیا کہ یہ پاکستان جائے اس کی اہلیہ اسے سپانسر کرے اور پھر ویزہ لے کر جرمنی آئے۔ وکیل نے ایک قانون کا حوالہ دے کر لکھا کہ فلاں قانون کے تحت آپ اسے ویزا دینے کے پابند ہیں۔

3۔ پولیس نے یہ بھی اعتراض کیا کہ یہ اپنے میاں بیوی ہونے کا ثبوت دیں۔اب سوال یہ تھا کہ شادی 1962ء میں ہوئی تھی۔اس زمانہ میں تو اس قسم کی رجسٹریشن کا نظام موجود نہ تھا۔میں نے وکیل سے کہا، انہیں لکھو کہ اس کی اہلیہ 1991ء میں جرمنی آئی تھی۔اس کا پاسپورٹ آپ کے پاس موجود ہے۔اس میں اگر شوہر کے خانہ میں میرے مؤکل کا نام ہے تو وہ کافی ثبوت ہے۔اس پر وکیل اچھل پڑا کہنے لگا، تم واقعی وکیل ہو، یہ بات بڑا وزن رکھتی ہے۔اس نے یہی خط لکھ دیا۔

4۔ جب میں پولیس کے دفتر آیا تو جو پولیس افسر وہاں بیٹھی تھی، انگلش میں کہنے لگی تم واقعی خوش قسمت ہو۔ تم واقعی خوش قسمت ہو۔

میں نے پوچھا، وہ کیسے ؟ تو وہ کہنے لگی، اس قسم کے کیسز میں ہم پاسپورٹ Bonn یعنی اپنے دارالحکومت میں بھجوا دیتے ہیں۔ تمہاری اہلیہ کا پاسپورٹ غلطی سے یہاں فائل میں ہی پڑا رہ گیا۔اگر بون چلا جاتا تو منگوانے میں بہت وقت لگ سکتا تھا۔اب فیس جمع کرادو، تمہیں ویزا مل جائے گا۔اس طرح پر بغیر کسی پریشانی کے ویزا مل گیا۔میرے علم میں ایسے کیسز ہیں کہ بیوی یا خاوند کو کہا گیا کہ وہ اسپانسر کریں۔ پھر پاکستان سے ویزہ لے کر آئیں۔ اور سپانسر کرنے کے لیے ملازمت مکان وغیرہ کی کاروائی ضروری ہوتی ہے جو کہ اس عمر میں اہلیہ کے لیے ناممکن تھی۔ اسطرح ایک سو مارک خرچ کرنے سے چند ہفتوں میں ہی ویزہ مل گیا۔ الحمدللہ۔ ثم الحمدللہ

5۔ یہاں آنے کے کچھ عرصہ بعد اہلیہ کو نوٹس ملا کہ مکان خالی کریں اب آپ کو دوسرا محکمہ مکان دے گا۔مکان کوئی مل نہیں رہا تھا اس سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی فضل فرمایا جس کی مثال میرے علم میں نہیں ہے۔ حکومت

نے ہمیں ایک شاندار نو تعمیر شدہ ہوٹل میں دو کمرے دیے ایک میرے اور اہلیہ کے لیے اور دوسرا چھوٹی بیٹی جو اس وقت غیر شادی شدہ تھی اس کے لیے۔ حکومت اس کا ایک لمبا عرصہ تین ہزار مارکس ماہوار کرایہ دیتی رہی۔ ظاہر ہے اس میں ہوٹل میں ملنے والی سب سہولتیں موجود تھیں۔

6۔ اہلیہ کی زندگی ہی میں نیشنیلٹی کے لیے درخواست دے دی تھی لیکن اہلیہ کی زندگی میں نہ مل سکی۔ اہلیہ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد میرے بیٹے عزیزم تصوّر احمد خالد بمعہ اہل خانہ اور میری بیٹی عزیزہ طاہرہ نصرت نے بمعہ اہل خانہ پروگرام بنایا کہ انگلستان منتقل ہو جاتے ہیں۔ اس سے خاکسار کا پریشان ہونا قدرتی بات تھی یہ تو امید تھی کہ نیشنیلٹی منظور ہو جائے گی لیکن اتنی جلدی ہو گی یہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا خیال تھا کہ یہاں سے کاغذات پاکستان جائیں گے پھر چند ماہ بعد آنے کے بھی پانچ چھ ہفتہ بعد نیشنیلٹی ملے گی۔ لیکن قربان جاؤں میں پیارے خدا کے اس نے یہاں بھی مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔ شہر کی انتظامیہ کی طرف سے خط ملا کہ فیس جمع کرائیں۔ چند ایک دن کے بعد خط ملا کہ فلاں تاریخ کو مائنز شہر کا میئر آپ کو نیشنیلٹی دے گا اور پھر ایک ہفتہ کے بعد پاسپورٹ بھی مل گیا، الحمد اللہ

## ہومیو پیتھی طریقہ علاج

خاکسار کو 1991 سے قبل ہومیو پیتھی سے کوئی رغبت نہ تھی۔ ہمارے ایک بہت مہربان غیر احمدی ڈاکٹر تھے بڑی عمر کے۔ ان سے ہم کبھی کبھی دوا لیتے تھے۔

خاکسار ربوہ گیا۔ وہاں گھٹنے میں درد ہو گئی۔ وہاں ایک مشہور ہومیو پیتھ کے پاس گیا۔ انہوں نے ایک ہائی پوٹینسی کی دوا دے دی۔ اس سے گھٹنے کے درد کو تو کوئی فرق نہ پڑا البتہ میری نیند غائب ہو گئی۔ کراچی آ کر میں چار دن رات نہ سو سکا۔ میں

نے اس پریشانی کا ذکر مکرم امیر صاحب سے کیا۔ انہوں نے مکرم ڈاکٹر دلدار صاحب آف فیصل آباد سے بات کی۔ انہوں نے بتایا، لگتا ہے کوئی ہائی پوٹینسی کی دوا انہیں دی گئی ہے اور چند دوائیں لکھائیں۔ وہ مکرم امیر صاحب نے بنا دیں جن سے نیند آنی شروع ہو گئی۔ اس سے مجھے اس طرف رغبت پیدا ہوئی کہ ہومیو پیتھی کا بھی مطالعہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ کتابیں خریدیں اور مطالعہ شروع کر دیا، ساتھ ساتھ پریکٹس بھی شروع کر دی۔ چنانچہ کافی مریض جمع ہو گئے۔ جب دو سال بعد جرمنی آیا تو کافی سٹاک دواؤں کا جو جمع ہو چکا تھا، ساتھ ہی لے آیا۔ یہاں کچھ مدت بعد کسی وجہ سے یہ سلسلہ بند کرنا پڑا، مگر اس وقت میرے پاس گیارہ سو بہتر (1172) خاندان دوائی لے رہے تھے۔ ان میں جرمنی کے علاوہ بیرون از جرمنی یعنی امریکہ، ہالینڈ، بلجیم، سوئٹزرلینڈ، سپین، یوکے اور یونان تک کے مریض بھی شامل تھے۔ میں آج ایک پرانی فائل دیکھ رہا تھا جس سے پتہ چلا کہ جولائی اور اگست 1998ء میں علی الترتیب 381 اور 290 مریضوں کو دوا دی گئی۔ اس دوران جہاں تک شفا پانے والے مریضوں کا تعلق ہے تو ان کا شمار کرنا تو مشکل ہے البتہ چند غیر معمولی شفایابی کے واقعات کا بیان دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔

## 1۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا خواب میں فرمانا "منظور شاد سے مشورہ کرو"

جرمنی کے ایک شہر Limeshain کے ایک دوست کے ہاں اولاد نہ تھی۔ اسے خواب میں حضور انورؒ نے فرمایا کہ منظور شاد سے ملو۔ لیکن اس سے سستی ہو گئی اور وہ نہ آ سکا۔ کوئی ایک سال بعد پھر اسے خواب میں حضور ملے اور فرمایا، میں نے تمہیں کہا تھا، منظور شاد سے ملو۔ پھر وہ آیا اور معذرت کی کہ پہلے نہیں آ سکا۔ اس کا علاج کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا عطا فرمایا اور اس کے بعد مزید اولاد سے نوازا۔

بعینہٖ اسی قسم کا ایک واقعہ گروس گیراؤمیں بھی ہوا۔ وہاں کے ایک دوست نے بتایا کہ حضور انور ؒاسے خواب میں آئے اور خاکسار سے ملنے کا ارشاد فرمایا۔

## 2۔ ٹانگ کٹواتے کٹواتے بچ گئی

ایک دفعہ ایک احمدی دوست ایک بڑی عمر کے ٹرکش دوست کو لے آئے۔ اس کی ٹانگ کی نسیں بند ہو چکی تھیں اور ڈاکٹروں نے ٹانگ کاٹنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس کے لڑکے بھی ساتھ تھے۔ لڑکوں نے بتایا کہ بڑے بڑے ڈاکٹروں کو دکھا چکے ہیں۔ سب نے ٹانگ کاٹنے کا کہا ہے۔ ہم خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہے ہیں اور باپ کو ادھر ادھر لیے پھر رہے ہیں۔ وہ ہومیو پیتھی طریقہ علاج سے واقف نہ تھے۔ ادھر ٹانگ کاٹنے کی تاریخ میں چند دن بعد باقی رہ گئے تھے۔ میں نے انہیں کہا کہ صرف اتنا کر لیں کہ تاریخ ایک ہفتہ آگے کرا لیں۔ ان شاء اللہ ٹانگ کٹوانے کی نوبت نہیں آئے گی۔ میں نے دوا دے دی۔ باپ اتنا ڈرا ہوا تھا کہ بغیر بچوں کو بتائے دوا لے کر ترکی چلا گیا اور اللہ کے فضل سے ٹھیک ہو گیا۔ چھ ماہ بعد واپس آیا اور اس نے بتایا کہ پہلے ڈاکٹر کہتے تھے، اسی فیصد (80٪) نسیں بند ہیں۔ اب کہتے ہیں، اسی فیصد کھلی ہیں اور صرف بیس فیصد بند ہیں۔ میں نے اسے ایک بار اور دوا دی اور وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو گیا۔

## 3۔ برسوں کا ایگزیما غائب

ایک بار ایک احمدی دوست ایک جرمن خاتون کو لے کر آئے۔ اس کے ہاتھ پر ایگزیما تھا۔ وہ خاتون ایک کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں اور بہت علاج کرا چکی تھیں۔ دوا کے استعمال سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کا ہاتھ بالکل صاف ہو گیا۔ جب وہ اپنے ڈاکٹر کے پاس گئیں تو وہ حیران ہوا اور پوچھا، کیا استعمال کیا

ہے۔ خاتون نے کہا، دوائی کا تو مجھے علم نہیں البتہ ڈاکٹر نے یہ مرہم بھی ساتھ دی تھی۔ اس ڈاکٹر نے وہ مرہم اپنے کمپیوٹر میں محفوظ کر لی تا کوئی مریض آئے تو وہ اسے دے سکے۔

**4۔ ایگزیما سے گلا سڑا جسم ٹھیک ہو گیا**

جرمن کی شمالی بندر گاہ Kiel سے ایک دوست آئے۔ ان کے بیٹے کے جسم پر ایگزیما تھا۔ خاص طور پر بازو تو اس قدر خراب ہو چکے تھے کہ اخبار اوپر لپیٹا ہوا تھا۔ ہاتھوں کی یہ حالت تھی کہ انہیں دیکھا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ اسے بھی دوائی دی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کچھ عرصہ بعد بچہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔

**5۔ بچپن کا سر درد ہمیشہ کے لیے غائب**

برلن Berlin شہر سے ایک غیر احمدی آئے۔ پہلے تو وہ بے چارے فرانس چلے گئے۔ وہ اس طرح کہ انہوں نے ریلوے کے بکنگ کلرک کو کہا کہ میں نے Ebersheim جانا ہے۔ خاکسار ان دنوں Mainz کی اس ملحقہ آبادی میں رہائش پذیر تھا لگتا ہے فرانس میں بھی اس نام کا ایک شہر تھا، اور انہیں وہاں کا ٹکٹ دے دیا۔ جب وہ بالآخر میرے پاس پہنچے تو ان کے پاس واپسی کا کرایہ بھی نہ تھا اور پھر کافی دیر سے کچھ کھایا بھی نہ تھا۔ خاکسار نے اہلیہ سے کہا، کھانا بناؤ چنانچہ پہلے اسے کھانا کھلایا گیا پھر دوا کے ساتھ اسے ایک سو مارکس واپس جانے کے لیے دیئے۔ الحمد للہ کہ وہ بھی ٹھیک ہو گئے۔ الحمد اللہ

**6۔ شادی کے آٹھ سال بعد اولاد کی نعمت**

ایک جوڑا علاج کے لیے آیا۔ ان کی شادی کو آٹھ سال کا لمبا عرصہ گزر چکا تھا مگر ابھی تک اولاد سے محروم تھے۔ انہیں بھی دوا دی گئی۔ الحمد اللہ اب ان کے چار بچے ہیں۔

### 7۔ ایک ہفتہ کے اندر پیٹ کی رسولی غائب۔ڈاکٹر حیران

یہاں جرمنی کی لجنہ اماء اللہ کی ایک سینئر ممبر کے پیٹ میں رسولی تھی۔ڈاکٹروں نے آپریشن تجویز کیا اور آپریشن کی تاریخ بھی مقرر ہو گئی۔ انہوں نے اس کے لیے چھٹی مانگی تو ایک اور سینئر ممبر لجنہ نے انہیں مشورہ دیا کہ آپریشن سے پہلے منظور شاد صاحب سے مشورہ کر لو۔ میں نے انہیں کہا، صرف ایک ہفتہ آپریشن کی تاریخ آگے کرا لیں۔ انہیں بھی دوا دی گئی۔ جب وہ دوبارہ ڈاکٹر کے پاس گئیں تو ڈاکٹر نے کہا، کیا یہ وہی مریضہ ہے جس کے پیٹ کے اندر رسولی تھی۔ الحمد اللہ رسولی بالکل غائب ہو چکی تھی۔

### 8۔ بچپن کا ایگزیما بڑھاپے میں ٹھیک

مائینزMainz شہر میں بھارت سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون سیمی کپور کی دوکان تھی۔ ان کی والدہ مسز نرملا میرے پاس آئیں۔ ان کے ہاتھ پر پرانا ایگزیما تھا۔ یہاں جرمنی میں ان کا قیام صرف چند دن تھا۔ انہوں نے بتایا کہ ہندوستان اور امریکہ میں اس کا ہر ممکنہ علاج کرایا ہے لیکن فائدہ نہیں ہوا۔ ان کے پاس صرف دو دن تھے۔ انہیں بھی دوا دی گئی اور کہا کہ جانے سے پہلے ایک بار پھر دکھا لیں۔ دو دن بعد جب آئیں تو فرق پڑ چکا تھا۔ انہیں اور دوا دے دی گئی۔ الحمد للہ وہ بالکل ٹھیک ہو گئیں۔ امریکہ جا کر انہوں نے میرے اور اہلیہ کے لیے تحائف بھیجے۔

### 9۔ مرگی کے مریض کی شفایابی

ایک 21 سالہ نوجوان جس کا نام طارق تھا، وہ مرگی کا مریض تھا۔ اسے نفسیاتی ہسپتال داخل کرایا ہوا تھا۔ اس کے عزیز مجھے ساتھ لے گئے۔ اتفاق سے مریض کو میری موجودگی میں دورہ پڑ گیا۔ ہسپتال والوں نے اسے بیڈ کے ساتھ کس کر باندھ دیا۔ میں نے کہا، یہ نفسیاتی مریض نہیں، اسے مرگی کا دورہ پڑا ہے۔ الحمد اللہ۔ علاج سے وہ بھی ٹھیک ہو گیا اور اب سروس کر رہا ہے۔

### 10۔ شدید درد گردہ

یونان سے ایک غیر از جماعت دوست نے کسی سے سن کر مجھے فون کیا کہ شدید درد گردہ کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ نیز اسے جلن، سوجن اور پتھری کی بھی شکایات ہیں۔ اسے دوائیں بذریعہ پارسل ارسال کی گئیں۔ الحمد اللہ وہ اب بالکل ٹھیک ہو چکا ہے۔

### 11۔ اڑھائی سالہ مرگی کی مریضہ

جرمنی میں ہی ایک بچی جس کی عمر اڑھائی سال تھی، اسے مرگی کے دورے پڑتے تھے۔ جب حالات معلوم کئے گئے تو معلوم ہوا کہ زچگی کے دوران اس کے سر کو دب لگ گئی تھی۔ علاج کیا تو اللہ کے فضل سے ٹھیک ہو گئی۔

یہ تو چند مثالیں ہیں ورنہ ایسے سینکڑوں مریض آئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے شفا دی۔

## مختلف مقابلہ جات میں حصہ لینا

پاکستان میں قیام کے دوران جب خاکسار قائد ضلع کراچی تھا تو بین الاضلاع مقابلہ جات میں ہمارا ضلع تین سال فرسٹ آتا رہا۔ ان مقابلوں کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ اسی طرح ایک بار سائیکل سفر کے مقابلہ میں بھی ہمارے ضلع نے اوّل پوزیشن حاصل

کی۔ یہ تو وہ مقابلے تھے جو مجلس کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ جہاں تک خاکسار کی ذات کا تعلق ہے تو آخری مقابلہ جس میں حصہ لیا وہ 1970ء میں ہونے والا تقریری مقابلہ بر موقع سالانہ اجتماع، مجلس خدام الاحمدیہ کراچی تھا۔ اس کے بعد 36 سال کے دوران خاکسار نے کسی مقابلہ میں حصہ نہیں لیا۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ 1971ء میں خاکسار ناظم اطفال ضلع مقرر ہوا۔ اس حیثیت سے خاکسار خود اطفال کا ناظم اعلیٰ اجتماع تھا اس لیے میرے لیے بذات خود مقابلہ جات میں حصہ لینا ممکن نہ رہا۔ بعد ازاں بعد خاکسار کو 1972 میں قائد ضلع مقرر کر دیا گیا اور پھر جنرل سیکرٹری اور نائب امیر مقرر ہوا۔ اس حیثیت سے بھی مقابلوں میں حصہ نہیں لیا۔ جرمنی آکر بھی جماعتی اور ذیلی تنظیموں کی طرف سے منعقد ہونے والے مقابلہ جات میں کبھی کسی مقابلے میں میرے حصہ لینے کا کوئی اتفاق نہیں ہوا۔ البتہ مقالہ نویسی کے مندرجہ ذیل مقابلہ جات میں حصہ لینے کی توفیق پائی۔ ان سب میں خاکسار جرمنی بھر میں اوّل رہا الحمد اللہ ثم الحمد للہ

| عنوان مقالہ | پوزیشن | انعام |
|---|---|---|
| تربیت اولاد | اوّل | ڈیڑھ صد یورو نقد، سند امتیاز، کتب بدست مکرم و محترم امیر صاحب جرمنی |
| نظام خلافت<br>(بسلسلہ صد سالہ خلافت جوبلی) | اوّل | پانچ صد یورو نقد، سیٹ ملفوظات، سند امتیاز بدست مبارک سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز |
| ہستی باری تعالیٰ | اوّل | تین صد یورو، سند امتیاز، سیٹ صحیح بخاری شریف بدست مکرم امیر صاحب جرمنی |

## خلافت کا پانچواں ٹھنڈی چھاؤں والا گھنا درخت

اس عاجز کی خوش قسمتی ہے کہ چار خلفاء کرام کے مبارک ادوار دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی اور ہر امام کے ساتھ اس غلام ابن غلام کا ایک ذاتی تعلق رہا۔ سیّدنا حضرت امیر لمومنین خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات کے وقت خاکسار پاکستان میں تھا۔ جس روز انتخاب ہونا تھا، میں جہلم میں ایک گھر میں بیٹھا تھا اور ذکر ہو رہا تھا کہ آج لندن میں مجلس انتخاب خلافت کا اجلاس ہو رہا ہے۔ دعا کریں۔ ایک بچہ جو ابھی طفل کی عمر کو بھی نہیں پہنچا تھا، کہنے لگا، بس جی خلیفہ تو مرزا مسرور احمد ناظم اعلیٰ کو ہی ہونا ہے۔ اسے یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ ناظر اعلیٰ کہنا ہے یا ناظم اعلیٰ۔ الغرض انتخاب سے پہلے ہی مخلصین کی نگاہیں حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ جس رات انتخاب ہو رہا تھا، برطانیہ اور پاکستان کے وقت کے فرق کی وجہ سے پاکستان میں تو رات کے دو بج چکے تھے۔ چنانچہ یہ عاجز ساری رات ہی ٹیلیویژن کے سامنے بیٹھا رہا۔ برادرم مکرم بشارت احمد صاحب مرحوم جو اس وقت بیمار تھے، تھوڑی تھوڑی دیر بعد پوچھ رہے تھے، کیا انتخاب کے نتیجہ کا اعلان ہوا ہے۔ پھر عین اس وقت جب نماز فجر کی آذان کی آواز کان میں پڑی، مسجد فضل لندن سے یہ جانفزا مژدہ سنایا گیا کہ مجلس انتخاب نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو خلیفۃ المسیح الخامس منتخب کر لیا ہے اور حضور انورؒ نے تمام ممبران سے بیعت لے لی ہے۔

اگلے دن خاکسار نے گجرات جا کر بذریعہ فیکس بیعت کا خط بھجوا دیا۔ اور پھر جرمنی آ کر باقاعدہ بیعت فارم پر کر کے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ الحمد اللہ علیٰ ذالک

## حضور انورؒ کی غیر معمولی شفقت

ذیل میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خاکسار کے ساتھ غیر معمولی شفقت کے بعض واقعات بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

1۔ چنانچہ جب حضور پہلی بار جلسہ سالانہ جرمنی پر تشریف لائے اور عہدیداران جلسہ سالانہ سے ملاقات فرما رہے تھے تو جونہی اس عاجز کے پاس پہنچے تو رک گئے اور پوچھا، یہاں کیا کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا، حضور ناظم دفتر ہوں۔

2۔ پھر خاکسار کی بیٹی عزیزہ طاہرہ جب ملاقات کے لیے حاضر ہوئی تو تعارف میرے حوالے سے کرایا۔ اس پر حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا، وہ ہیں کہاں؟ اتنے دنوں سے مجھے نظر نہیں آئے۔

3۔ اسی طرح میرا بیٹا عزیز طاہر احمد محمود ملاقات کے لیے حاضر ہوا اور میرے حوالے سے تعارف کرایا تو حضور انور ایدہ اللہ نے پھر وہی استفسار فرمایا کہ وہ کہاں ہیں۔ اس پر بیٹے نے عرض کیا کہ حضور وہ وائنڈ اپ کی وجہ سے مصروف ہیں۔ چنانچہ اگلے ہفتہ ملاقات کا شرف بھی حاصل ہو گیا۔

4۔ جب اسی جلسہ کے بعد خاکسار اور اہلیہ مرحومہ عزیزم تصوّر احمد خالد کی فیملی کے ساتھ حاضر ہوئے تو پھر حضور انور ایدہ اللہ نے پوچھا، اتنے دن کہاں تھے؟ میں نے عرض کیا کہ وائنڈ اپ کی وجہ سے مئی مارکیٹ میں ہی مصروف رہا۔ اس موقع پر عزیزم تصوّر احمد خالد نے حضور انور کا فوٹو سامنے کیا اور عرض کیا کہ حضور اس پر از راہ ذرہ نوازی دستخط فرمادیں تو حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا، فوٹو نہیں کھچوانا۔ پہلے فوٹو ہو جائے پھر دستخط کر دوں گا۔

5۔ پھر جب میری چھوٹی بیٹی عزیزہ سائرہ نزہت لندن میں ملاقات کے لیے حاضر ہوئی اور میرے حوالے سے تعارف کرایا تو حضور انور نے فرمایا کہ وہ کراچی کے تھانیدار نا، میں جانتا ہوں۔

6۔ گزشتہ سال 2009 میں جب حضور انور ایدہ اللہ جرمنی کے دورہ کے بعد لندن واپسی کے لیئے بیت السبوح میں اپنی رہائش سے نیچے تشریف لائے تو سینکڑوں کی تعداد میں احباب اپنے آقا کو الوداع کہنے کے لے لیے کھڑے تھے، حضور انور ایدہ اللہ ازراہ غلام پروری خاص طور پر اس عاجز کی طرف تشریف لائے اور خاکسار سے میری اوراہلیہ کی خیریت دریافت فرمائی۔ الحمد للہ۔

7۔ دسمبر 2005 میں لندن میں عزیزم مکرم منور احمد صاحب خورشید کی صاحبزادی کی شادی کے موقعہ پر عشائیہ سے فارغ ہونے کے بعد حضور کے ساتھ ہم چند ایک افراد خانہ حضور کے لیئے ایک مخصوص کمرہ میں جاکر بیٹھے، اس موقع پر خاکسار حضور انور ایدہ اللہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ حضور انور ایدہ اللہ نے دریافت فرمایا، کیا بیت الفتوح پسند آیا؟ میں نے عرض کیا، جی حضور بہت پسند آیا۔ فرمایا، آپ لوگ بھی بیت السبوح کو اسی طرح بنائیں۔ میں نے عرض کیا، حضور عمارت میں ہم کمی بیشی نہیں کر سکتے۔ فرمایا، آپ لوگوں کے باتھ وغیرہ ہی صاف نہیں ہوتے۔ میں نے یہ بات نوٹ کر لی اور واپس آکر انگریزی میں ایک نوٹ تیار کر کے مکرم امیر صاحب جرمنی کو دے دیا۔ مکرم امیر صاحب جب لندن گئے تو میرے اس نوٹ کے بارہ میں بھی عرض کیا تو حضور انور ایدہ اللہ مسکرائے اور فرمایا، اچھا شاد صاحب نے اسے نوٹ کر لیا تھا، میں نے تو ازراہ مذاق کہا تھا۔

**جرمنی میں جماعتی خدمات کا ذکر از تصوّر احمد خالد**

جرمنی میں بھی محترم والد صاحب کو محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انتہائی شاندار جماعتی خدمات کا شرف حاصل رہا، 1993 میں آپ جرمنی تشریف لائے، سب سے پہلے آپ کو نیشنل سیکرٹری ضیافت کی ذمہ داریاں دی گئیں۔

1995 میں آپ کے انتہائی مخلص دوست اور دیرینہ ساتھی مکرم و محترم مبشر احمد باجوہ صاحب ایک ٹریفک حادثہ میں شہید ہوگئے تو محترم عبد اللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر صاحب جرمنی نے آپ پر اپنے اعتماد کا ایک بار پھر اظہار کرتے ہوئے آپ کو شعبہ سمعی و بصری کا اضافی چارج بھی حضور انورؒ ایدہ اللہ کی منظوری سے دے دیا، اس کے بعد آپ نیشنل سیکرٹری تربیت منتخب ہوئے۔ اسی کے ساتھ آپ کو مائنز، ویزبادن کا لوکل امیر مقرر کیا گیا۔ آپ فرینکفرٹ ریجن کے امیر بھی رہے، اس کے علاوہ آپ گروس گیراؤ اور ھیسن ٹاؤنس کے وسیع و عریض علاقوں کے امیر بھی رہے، 2004 تا 2007 تک آپ نیشنل سیکرٹری امور عامہ رہے، اس کے ساتھ ہی آپ دارالقضا جرمنی میں مختار عام کے طور پر بھی خدمات سر انجام دیتے رہے۔

آپ کار وغیرہ نہیں چلا سکتے تھے لیکن آپ نے اپنے وسیع تجربہ کی بناء پر اپنے ساتھ ایک بہت اچھی مخلص دوستوں پر مشتمل ٹیم بنالی تھی، دفتر میں آپ کے ساتھ مکرم قیوم کھوکھر صاحب، مکرم رفیق الرحمان صاحب اور مکرم لیاقت علی شمسی صاحب ہوا کرتے اور دورہ جات میں آپ کے ساتھ مکرم عبد الرحمن ناصر صدر جماعت مائنز، مکرم داؤد احمد قمر صاحب، مکرم عبد الباسط بھٹی صاحب، مکرم لیاقت علی شمسی صاحب اور یہ عاجز بھی ساتھ جایا کرتا تھا، ابتدا میں آپ کے سپرد بحیثیت

ریجنل امیر فرینکفرٹ 60 جماعتیں تھیں اُس وقت یہ علاقہ ایک طرف Homburg Saar جو کہ فرانس کے بارڈر سے پہلے ایک جماعت ہے، اور دوسری طرف Wetzler تک پھیلا ہوا تھا اس ریجن کی لمبائی 250 کلو میٹر بنتی ہے، وہ 60 جماعتیں اب کئی سو جماعتوں میں تبدیل ہو چکی ہیں، آپ نے ابتدا ہی سے ہر جماعت کا دورہ کیا ان دورہ جات میں آپ نے جو ایک ٹیم تیار کی تھی ان میں سے کوئی نہ کوئی بطور ڈرائیور آپ کے ساتھ جاتا تھا، ان دورہ جات میں آپ نے مجالس عاملہ کے اجلاسات بلائے، کارکنان کو کام کا طریق سکھایا، چندوں کے نظام کو مظبوط بنایا، تربیتی مسائل کو دیکھا، اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے جماعتوں میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہونی شروع ہو گئی، الحمد اللہ

آپ اپنے ہر کام کی اور ہر دورہ کی رپورٹ انگریزی میں ٹائپ کر کے محترم امیر صاحب جرمنی کی خدمت میں پیش کرتے تھے، امیر صاحب جرمنی آپ کے کام سے بہت مطمئن اور خوش ہوتے تھے۔ آپ کو بہت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ محترم امیر صاحب جرمنی والد صاحب کو اس وقت سے جانتے تھے کہ جب والد صاحب اگست 1988 میں لندن سے اپنے عزیزوں کو ملنے کے لیئے جرمنی آئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے امیر صاحب جرمنی کے نام ایک خط آپ کو دیا اور اس خط میں امیر صاحب کو ارشاد فرمایا کہ منظور شاد صاحب جرمنی آرہے ہیں، ان سے تربیتی امور میں کام لیں۔

1995 میں ہمارے ریجن کا ریجنل اجتماع اینگل ہائم میں منعقد ہو رہا تھا، یہ عاجز بطور ریجنل قائد اُس اجتماع کا نگران اعلیٰ تھا، اور محترم والد صاحب ریجنل امیر تھے، اس موقع پر میں نے اختتامی تقریب میں محترم امیر صاحب جرمنی کو بھی مدعو کیا ہوا تھا، جیسے ہی محترم امیر صاحب اجتماع کے ہال میں تشریف لائے خدام اور

اطفال نے دیگر نعروں کے ساتھ ساتھ امیر صاحب زندہ باد کے فلک شگاف نعرے بھی لگائے، اس موقع پر محترم امیر صاحب نے محترم والد صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بلند کرتے ہوئے نعرے لگوائے کہ , Father of the region zinda bad

محترم والد صاحب کو مندرجہ بالا خدمات کے دوران پورے جرمنی کے دورہ جات کی بھی توفیق ملا کرتی، امیر صاحب انتہائی توجہ طلب اور نازک معاملات آپ کے سپرد کیا کرتے، مثال کے طور پر کہیں صلح صفائی کا معاملہ ہوتا، کوئی میاں بیوی کا مسلہء ہوتا، احباب جماعت کے آپس کے معاملات ہوتے، یا کہیں پر کوئی جھگڑا وغیرہ ہو گیا ہوتا، آپ کو ایسے مسائل سلجھانے میں ملکہ حاصل تھا۔ آپ مرکزی سطح پر کئی کمیٹیوں کے رکن بھی رہے، فرینکفرٹ ریجن کو جب چھوٹا کر کے متعدد ریجن میں تبدیل کیا گیا تو آپ نے ایسے ایسے دوستوں کو ریجنل امیر نامزد کرایا کہ جن کے متعلق لوگوں کا خیال تھا کہ شاید یہ کام نہ کر سکیں، لیکن انہی دوستوں نے بہترین کام کیا۔

ایک دفعہ ایک ریجنل امیر صاحب مجھ سے ملے، فرمایا والد صاحب کا کیا حال ہے، میں نے عرض کیا الحمد اللہ خیریت سے ہیں، کہنے لگے **اُن کا بہت خیال رکھا کرو، وہ ایک ولی اللہ انسان ہیں**، پھر فرمایا کہ وہ نہ صرف بذات خود ریجنل امیر تھے بلکہ وہ ایک امیر گر انسان ہیں۔

جماعتیں آپ کو اپنے پروگراموں میں بطور خاص مدعو کیا کرتیں، آپ کا بات کرنے کا انداز بہت مختصر لیکن جامع ہوا کرتا، آپ ایک وسیع المطالعہ شخصیت تھے، آپ نے کبھی بھی تقریر وغیرہ لکھ کر نہیں کی تھی، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے آپ کو ہومیوپیتھک کے طریقہ علاج میں بھی خاص ملکہ

عطا فرمایا تھا، اس تعلق سے بھی لوگ آپ کے بہت معتقد تھے، آپ دوا سے زیادہ دُعا پر یقین رکھتے تھے، جرمنی بھر میں ہزار ہا لوگ آپ سے دوا لینے کے لیئے آتے تھے، الحمد اللہ اکثر مریض محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفایاب ہوئے، اور پھر یہ سلسلہ بھی دیکھتے دیکھتے دنیا کے دیگر ممالک میں بھی پھیل گیا، اور آپ کے مریضوں کی تعداد ہزار ہا تک جا پہنچی۔ اس کے علاوہ آپ کو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسہ ہائے سالانہ کے مواقع پر سال ہا سال تک نائب افسر جلسہ سالانہ، نائب افسر جلسہ سالانہ ربوہ اور انچارج دفتر جلسہ سالانہ بھی شاندار خدمات کی توفیق ملتی رہی۔

ایک دفعہ جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر جب جلسہ سالانہ من ہائیم میں منعقد ہوتا تھا۔ جلسہ گاہ ربوہ کے گیٹ پر محترم والد صاحب دوسری طرف کسی سے بات کر رہے تھے کہ اسی دوران حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحبؓ امیر مقامی و ناظر اعلیٰ (والد بزرگوارم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس اید اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) کار میں جلسہ سالانہ کے مختلف حصے اور انتظامات دیکھ رہے تھے، جب آپ کی کار جلسہ گاہ ربوہ کے گیٹ پر پہنچی تو آپ نے محترم والد صاحب کی قمیض کا بازو کھینچ کر پنجابی زبان میں پُوچھا کہ شادا یتھے کیڑا ایچ لایا ای۔ (شاد یہاں پر کون ساپیچ لگایا ہوا ہے، یعنی یہاں کیا ڈیوٹی دے رہے ہو؟) والد صاحب نے جب مڑ کر دیکھا تو سلام کے بعد عرض کیا کہ میاں صاحب میرے کول ایتھے نائب افسر جلسہ گاہ ربوہ دے طور تے خدمت اے، (میرے پاس یہاں بطور نائب افسر جلسہ گاہ ربوہ کی خدمت ہے) اس پر حضرت میاں صاحب بہت خوش ہوئے، اور دُعاؤں سے نوازتے رہے، فجزاھم اللہ تعالیٰ۔ دراصل حضرت میاں صاحب بطور ناظر اعلیٰ محترم والد صاحب

کی کراچی میں خدمات سے بخوبی واقف تھے، اور ازراہ شفقت بے تکلف انداز میں آپ سے مخاطب ہوا کرتے تھے۔

اسی طرح من ہائیم ہی کے دور کی بات ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحبؒ ناظر اعلیٰ و امیر قادیان محترمہ بیگم صاحبہ کو لینے کے لیئے جلسہ گاہ لجنہ کے گیٹ کی طرف آگئے اور ایک طرف خاموشی کے ساتھ کھڑے ہوگئے، اسی دوران والد صاحب کی نظر آپ پر پڑ گئی، آپ نے فوری طور پر ایک کرسی منگوا کر میاں صاحب کو پیش کی اور پھر آپ دونوں دیر تک ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرتے رہے، اس دوران دوسرے احباب جماعت بھی حضرت میاں صاحب سے شرف مصافحہ حاصل کرتے رہے اور دُعائیں لیتے رہے۔

الحمد اللہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا ہی فضل ہے کہ کراچی کے بعد آپ کو جرمنی میں اور پھر لندن میں بھی بھرپور رنگ میں سلسلہ کے کاموں کی توفیق عطا ہوئی، آپ ایک نافعُ النّاس وجود تھے، خلیفۃ المسیح کی اطاعت میں ہمیشہ سب سے آگے رہے، جماعت کے لیے ہر وقت تیار رہا کرتے تھے، لکھنے کو تو ابھی اور بھی بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے، لیکن اسی پر اکتفا کرتا ہوں، آپ کی زندگی پر جب ہم ایک نظر دوڑاتے ہیں تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا وہ ارشاد کہ، "آپ جتنا خوش قسمت کون آپ آزاد بھی ہیں اور سلسلہ کی جتنی چاہیں خدمت بھی کرسکتے ہیں"۔

چنانچہ ہم گواہ ہیں کہ آپ نے اپنے استاد و مُربّی حضرت مُصلح الموعودؓ کے اس ارشاد کو عملی جامہ پہنانے کے لیئے ساری زندگی بھرپور کوشش کی اور چاروں خلفاء کی خوشنودی اور دُعاؤں سے فیض یاب ہوتے رہے۔ الحمد اللہ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

الغرض اس نالائق غلام ابن غلام کو چاروں خلفائے کرام کا پیار ملا۔ لیکن خاکسار یہ بھی عرض کر دے کہ یہ پیار صرف میرے ساتھ ہی نہیں بلکہ ہر کوئی یہی سمجھتا ہے کہ جو اس سے پیار کا سلوک ہے، وہ کسی اَور سے نہیں۔ ایک بار کراچی میں ایک دوست کے گھر میں بیٹھے تھے۔ میں نے بتایا کہ حضور انور (حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ) کا بڑا پیارا خط ملا ہے اور اس پر حضور انور نے ایک فقرہ اپنے دست مبارک سے بڑھایا ہے۔ اس پر خاتون خانہ اندر گئیں اور خط لا کر دکھایا۔ یہ پورا خط حضور انورؒ کے ہاتھ سے لکھا ہوا تھا۔ میں حیران رہ گیا۔

### انگلستان ہجرت

انگلستان میں مقیم عزیزوں کی خواہش اور بچوں کے تعلیمی مستقبل کے پیش نظر مورخہ 26 جولائی 2010 کو خاکسار بمعہ عزیزم تصوّر احمد خالد و بچگان داماد عزیزم داؤد احمد قمر و بچگان انگلستان منتقل ہو گیا۔ جرمنی میں سترہ سال کے قریب خاکسار رہا وہاں بھی مختلف حیثیتوں سے خدمت کی توفیق ملتی رہی الحمدللہ۔ جرمنی سے روانگی سے قبل احباب نے بہت ہی پر خلوص دعاؤں کے ساتھ الوداع کہا۔ اس موقعہ پر مندرجہ ذیل الوداعی دعوتیں بھی ہوئیں اور احباب نے نہایت ہی پیارے رنگ میں پورے خاندان کی خدمات کو سراہا:

1۔ پہلی دعوت لوکل امارت MZ-Wiesbaden کی طرف سے باربی کیو پارٹی کی شکل میں ہوئی۔ مکرم لوکل امیر صاحب نے خاکسار، عزیزم تصوّر احمد خالد و عزیزم داؤد احمد قمر کی خدمت کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

2۔ دوسری دعوت بار بی کیو پارٹی کی شکل میں فولکس پارک میں حلقہ Mainz کی طرف سے ہوئی جس میں مکرم صدر صاحب نے ہماری خدمات کو سراہا۔

3۔ تیسری دعوت بھی بار بی کیو پارٹی کی شکل میں لجنہ اماء اللہ Mainz کی طرف سے عزیزہ انیلہ انجم اور عزیز طاہرہ نصرت اور بچیوں کے اعزاز میں فولکس پارک میں ہوئی۔

4۔ چوتھی دعوت خاکسار کے اعزاز میں شعبہ امور عامہ جرمنی کی طرف سے ہوئی جس میں مکرم ڈاکٹر محمود احمد صاحب طاہر نائب امیر مکرم مولانا مبارک احمد صاحب تنویر نائب امیر۔ مکرم سعید گیسلر صاحب نائب امیر۔ مکرم خاور افتخار صاحب سیکرٹری ضیافت جرمنی مکرم غلام مصطفیٰ بلوچ صاحب انچارج دفتر امور عامہ مکرم اسحٰق احمد چودھری صاحب نائب سیکرٹری امور عامہ مکرم میاں مشہود صاحب نائب سیکرٹری ضیافت نے شرکت کی۔ مکرم ڈاکٹر محمود احمد صاحب طاہر نے پرنم آنکھوں سے خاکسار کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا اور ایک بیش قیمت تحفہ پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین ثم آمین

لندن آ کر خاکسار نے سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ کی خدمت اقدس میں اطلاعاً درخواست ارسال کی۔ حضور انور ایدہ اللہ نے از راہ شفقت فرمایا کہ میں یہاں ہومیو پیتھک ڈسپینسری میں وقت دیا کروں چنانچہ اس ارشاد کی تعمیل میں ہفتہ میں دو دن ڈیوٹی دے رہا ہوں۔ الحمد اللہ

## زندگی کے انمول اور بیش قیمت ایام

خاکسار کی ساری زندگی ہی اللہ تعالیٰ کے افضال سے بھری ہوئی ہے۔ لیکن حال ہی میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا فضل فرمایا کہ جس کا شکر کر ہی نہیں سکتا۔ مجھے یاد ہے ایک بار جب میں بحرین میں تھا مجھے بتایا گیا کہ یہاں حضرت صالح علیہ السلام کی قبر ہے۔ وہاں ایک بستی تھی جس کا نام نباء صالح تھا۔ زندگی میں کسی نبی کی قبر کی زیارت کا موقعہ نہیں ملا تھا اس لیے اس کی زیارت کے لیے گئے۔ اور پھر بعد ازاں 1991ء میں جلسہ سالانہ قادیان میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ نبیوں کے سردار اور سرور کائینات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مزار پر حاضری کی سعادت نصیب ہوگی۔ قربان جاؤں اس پیارے کے جس نے یہ سارے انتظامات فرمادیئے اور خاکسار کو عمرہ ادا کرنے اور آنحضور ﷺ کے روزہ مبارک سے برکت حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ جب خاکسار حضور انور ﷺ کے روزہ کے سامنے گیا تو بڑی خواہش تھی کہ جالی کو چھو کر برکت حاصل کروں لیکن منتظمین نے ایسا نہ کرنے دیا اور خاکسار یہ حسرت لیے دعائیں کرتا اور آنحضور ﷺ پر درور بھیجتا ہوا واپس ہوٹل آگیا۔ واپس ہوٹل آکر جب سویا تو رویا میں دیکھا کی آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک ہے۔ قبر کے اوپر ریت ہے جیسے دریا یا سمندر کے کنارے پر گیلی ریت ہوتی ہے اور اس کا رنگ آسمانی ہے۔ قبر کے ارد گرد بڑی تعداد میں لوگ کھڑے زیارت کر رہے ہیں۔ میں نیچے جھک کر قبر کا بوسہ لے لیتا ہوں اور کچھ ریت میرے ہونٹوں پر بھی لگ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں جاگ گیا۔ الحمد اللہ ثم الحمد للہ

## مقامات مقدسہ کی زیارت

**سنیدہ کے بُوَد ماسد دِیدہ　　(نہیں سنی سنائی بات دیکھی ہوئی بات کی مانند)**

خانہ کعبہ۔ مسجد نبوی اور دیگر مقامات مقدسہ کے بارہ میں بار بار پڑھا ہوا تھا حج کے موقعہ پر طواف اور مسجد نبوی میں نمازوں کی ادائیگی کے فلمیں بھی دیکھی ہوئی تھیں لیکن ان مقامات کو خود دیکھا تو دنیا ہی اور نظر آئی۔ ایک اندازے کے مطابق ایک وقت میں خانہ کعبہ میں دس لاکھ افراد نماز ادا کر سکتے ہیں اور تقریباً اتنے ہی مسجد نبوی میں نماز ادا کر سکتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے صرف گراؤنڈ فلور پر 96 گیٹ ہیں، دن ہو یا رات طواف کعبہ کا سلسلہ ہر وقت جاری رہتا ہے۔

علاوہ عمرہ کی ادائیگی کے جس میں خانہ کعبہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سعی کرنا ہوتی ہے مندرجہ ذیل مقامات مقدسہ کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی:۔

## صفا و مروہ۔ چشمہ آب زمزم

ان دو پہاڑیوں کے درمیان سعی کرتے ہوئے جہاں کثرت سے درود شریف اور دیگر دعاؤں کی سعادت نصیب ہوئی وہاں خاکسار کی تصوّراتی نگاہ اُس ذبح عظیم کا نظارہ کر رہی تھی کہ کس طرح سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر اپنی اہلیہ حضرت حاجرہؑ اور ننھے اسماعیل علیہ السلام کو ایک بے آب و گیاہ جنگل میں مشکیزہ بھر پانی اور کچھ کھجوریں دے کر چھوڑا اور توکل الی اللہ کا ایک بے مثل نمونہ دکھایا اور پھر حضرت ہاجرہؑ کے صبر شکر اور راضی برضائے خدا کا نمونہ بھی قابل قدر تھا۔ کہ اس بے آب و گیاہ جنگل میں جہاں سر چھپانے کو کوئی جگہ نہ تھی جہاں دور دور کوئی آبادی نہ تھی اور پھر جنگلی جانوروں کا خطرہ بھی سر پر تھا

محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر اپنے شیر خوار بیٹے کے ساتھ رہنا منظور کر لیا۔ پھر یہ نظارہ میری آنکھوں کے سامنے آگیا کہ کس طرح ماں کی مامتا حضرت حاجرہؑ کو ان پہاڑیوں کے درمیان چکر کاٹنے پر مجبور کر رہی تھی۔ لگتا ہے وہ دوڑتی ہوئی جاتی تھیں لیکن پھر واپس آکر حضرت اسماعیلؑ کو دیکھ لیتی تھیں کہ خیریت سے ہیں اور پھر دوڑ پڑتی تھیں۔ جب ساتویں بار اپنے شیر خوار بیٹے کو دیکھنے آئیں تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ وہ قادر و توانا خدا جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور حضرت حاجرہؑ نے توکل کیا تھا اس خدا نے انہیں اکیلا نہیں چھوڑا۔ حضرت اسماعیلؑ کے پاس ہی پانی کا چشمہ جاری ہو چکا تھا۔

آب زمزم کا اصل چشمہ تو خانہ کعبہ کی وسعت کی وجہ سے بہت نیچے رہ گیا ہے۔ لیکن اس کا پانی پائپ کے ذریعہ خانہ کعبہ کے صحن کے قریب باہر لایا گیا ہے جہاں سینکڑوں عازمین حج و عمرہ پانی بھرتے رہتے ہیں۔ یہی پانی خانہ کعبہ کے اندر موجود سبیلوں میں مہیا کیا جاتا ہے۔ اب تو ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سنگ مرمر کا فرش ہے اور چھت پر سینکڑوں کی تعداد میں پنکھے چل رہے ہیں دونوں طرف ٹھنڈے پانی کی سبیلیں ہیں لیکن جب حضرت حاجرہؑ چکر کاٹ رہی تھیں اس وقت تو یہ غیر آباد پہاڑیاں تھیں۔ ایک اندازے کے مطابق دونوں پہاڑیوں کے درمیان سات چکر کاٹنے کے لیے تقریباً پانچ کلو میٹر طے کرنا ہوتے ہیں۔ بے شمار رحمتیں اور برکتیں ہوں ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام پر۔ حضرت حاجرہؑ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پر۔ آمین ثم آمین۔

### مقام ابراہیم علیہ السلام

یہ حرم شریف سے ہٹ کر حجرِ اسود کے سامنے ایک جنگلے میں محفوظ ایک پتھر ہے جس پر سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی اس پر حضرت ابراہیمؑ کے پاؤں کا نشان بھی ہے یہاں طواف کے بعد دو نوافل ادا کئے جاتے ہیں۔ مقام ابرہیمؑ کی بھی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔

**جبل رحمت۔ میدان عرفات**

یہ ایک بڑا وسیع و عریض میدان ہے جو تقریباً 27۔28 مربع میل ہے۔حج کے موقع پر یہاں قیام مناسک حج میں سے ہے اور اس کے بغیر حج نامکمل رہے گا۔ یہیں ایک پہاڑی ہے جسے جبل رحمت کہتے ہیں اسی پر کھڑے ہو کو حج کے موقع پر خطیب خطبہ دیتے ہیں۔

**غار حرا**

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں

یہ ایک پہاڑی ہے جو کہ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔اس کی زیارت کی سعادت بھی نصیب ہوئی یہ وہی خوش قسمت اور مبارک پہاڑی ہے جس میں آنحضرت ﷺ کئی کئی دن یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔جب پانی اور کھجوریں وغیرہ ختم ہو جاتیں تو گھر تشریف لے جاتے اور پھر کچھ سامان خورد و نوش لے کر تشریف لے آتے۔ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ رات کے اندھیرے میں ایک ایسی غیر آباد پہاڑی جہاں سانپ بچھو اور دیگر حشرات الارض کی عملداری ہو گی بغیر کسی روشنی کے کس طرح کوئی انسان اس میں کئی کئی راتیں بسر کر سکتا ہے۔ لیکن ایک انسان، ہاں وہ انسان جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لولاک لما خلقت الافلاک یعنی اے میرے محبوب اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو یہ کائنات ہی

پیدا نہ کرتا وہ عظیم ترین انسان ایسا ہی کرتا رہا۔ یہی وہ متبرک مقام ہے جہاں پہلی بار اللہ تعالیٰ اپنے اس عظیم عبد سے اس طرح مخاطب ہوا **اقراء باسم ربک الذی خلق** کاش عمر اور صحت اجازت دیتی تو اپنے اس محبوب ترین آقا کا یہ عاجز ترین غلام اوپر جا کر اس کا نظارہ کرتا لیکن افسوس ایسا نہ کر سکا۔ اس بات نے بھی بہت حیران کیا کہ کس طرح حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اتنی بلندی پر جا کر حضور اکرم ﷺ کو سامان خورد و نوش پیش فرمایا کرتی تھیں۔

## غار ثور

یہ غار بھی مکہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے یہ وہ تاریخی غار ہے جس میں آنحضور ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے تین روز قیام فرمایا تھا۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کو آپ ﷺ کا ہم سفر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ دشمن آپ ﷺ کا تعاقب کرتا ہوا اور کھوجیوں کی مدد سے اس غار تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہاں تک کہ ایک موقعہ پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ دشمن کے اب تو پاؤں بھی نظر آرہے ہیں لیکن توکل علی اللہ کے اس عظیم ترین پیکر نے کمال اعتماد سے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا۔ غار کو دیکھ کر ایک اور بات جس نے مجھے بہت حیران کیا وہ یہ تھی کہ کفار مکہ جو کھوجی ساتھ لائے تھے اور جنہوں نے اس غار پر آ کر کہا تھا کہ یا محمد اس غار کے اندر ہے یا آسمان پر چڑھ گیا ہے وہ بھی اپنے فن میں کمال رکھتے تھے عام زمین پر کھوج لگانا بھی تجربہ چاہتا ہے لیکن پہاڑی کے پتھروں پر کھوج لگانا اور پھر اتنے اعتماد سے کہنا کہ اس سے آگے نہیں گئے حیران کن امر ہے۔ ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی

قدرت کاملہ کا اظہار چاہتا تھا کہ دشمن یہاں تک آ کر بھی آپ ﷺ کا بال بیکا نہ کر سکے گا۔

**بدر**

مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے یہ تاریخی مقام راستہ میں آتا ہے۔ ہم وہاں رکے اور ان چودہ (14) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی قبروں پر جا کر دعا کی توفیق ملی جنہیں اس معرکہ حق و باطل میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس غزوہ کی وجہ یہ بنی کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ایک دستہ دے کر گشت کے لیے روانہ فرمایا۔ اس دستہ کی مڈبھیڑ ایک قریش کے تجارتی قافلہ سے ہو گئی جس میں ایک شخص مارا گیا۔ ابو سفیان ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آ رہا تھا جب اس نے اس واقعہ کے بارہ میں سنا تو اسے تشویش پیدا ہوئی کہ کہیں اس پر بھی حملہ نہ کر دیا جائے۔ اس نے مکہ سے ایک ہزار نوجوان منگوایا جو کہ ہر قسم کے مروجہ ہتھیاروں سے لیس تھا۔ دوسری طرف جب آنحضرت ﷺ کو اس ساری صورت حال کا پتہ چلا تو آپ ﷺ بھی تین سو تیرہ صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے اور بدر کے مقام پر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے پہلے آ کر پانی کے چشمہ پر قبضہ کر لیا۔ اس جنگ میں ستر کفار جہنم رسید ہوئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے جب کہ چودہ صحابہؓ نے جام شہادت نوش فرمایا مسلمانوں کو فتح کے علاوہ مال غنیمت بھی وافر مقدار میں عطا ہوا۔ ان چودہ شہداء کی فہرست وہاں ایک بڑے یادگار پر موجود ہے اس غزوہ میں ایک بات عجیب ترین تھی کہ بھائی بھائی کے خلاف باپ بیٹے کے خلاف اور بیٹا باپ کے خلاف بر سرپیکار تھا۔ ایک نقشہ بھی وہاں آویزاں ہے جس میں مختلف لشکروں

کے آنے کی سمت واضح کی گئی ہے اور وہ میدان جہاں یہ تاریخ ساز معرکہ ہوا اب بھی موجود ہے۔ غزوات بعد میں بھی ہوئے لیکن جو مقام بدری صحابہ کو حاصل ہوا وہ کسی اور کے حصہ میں نہ آیا۔

## مسجد قبا

یہ مسجد مکہ سے آتے ہوئے مدینہ داخل ہونے سے پہلے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر آتی ہے۔ جب آنحضرت ﷺ مکہ سے ہجرت کے بعد اس مقام پر پہنچے تو چند روز یہاں ایک انصاری حضرت کلثوم بن ہدمؓ کے گھر قیام فرمایا۔ اس مسجد کے لیے جگہ بھی ان ہی انصاری صحابی نے پیش کی تھی۔ پہلا پتھر خود آنحضرت ﷺ نے قبلہ رخ رکھا اور پھر باقی صحابہ نے۔ دنیائے اسلام کی خانہ کعبہ کے بعد یہ سب سے پہلی مسجد ہے۔ اس مسجد کا بہت بلند مقام ہے۔ وہاں اس کے تعارفی بورڈ پر لکھا ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر ہفتہ کے روز پیدل اور بعض اوقات کسی سواری پر یہاں تشریف لاتے اور نماز ادا فرماتے تھے۔ ایک ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق اس میں 2 رکعت نماز نفل کا ثواب ایک عمرہ کے برابر ہے۔ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی کی اس میں دو دو رکعت نوافل ادا کریں اللہ تعالی قبول فرمائے آمین۔ اس مسجد کی ایک اور بھی اہمیت ہے۔ مدینہ اور گردونواح سے عازمین حج و عمرہ اسی مسجد سے نیت کرتے اور احرام باندھتے ہیں۔ چونکہ ہمارا ارادہ تھا کہ مدینہ سے واپسی پر ایک ایک عمرہ اور کریں گے اس لیے ہم نے بھی مسجد قباء سے احرام باندھا اور ایک بار پھر عمرہ ادا کرنے کی نیت کی۔ مکہ سے باہر ہر سمت سے آنے والے عازمین حج و عمرہ کے لیے مختلف مقامات متعین کر دیے گئے جنہیں میقات کہتے ہیں تاکہ عازمین حج و عمرہ وہاں سے احرام باندھ کر مکہ کی طرف روانہ ہوں۔

**احد**

یہ پہاڑ مدینہ سے قریباً تین میل شمال کی طرف واقع ہے جہاں تاریخ اسلام کی دوسری سب سے بڑی جنگ لڑی گئی۔ یہاں وہ ٹیلا بھی دیکھا جہاں آنحضرت ﷺ نے پچاس صحابہؓ پر مشتمل ایک تیر انداز دستہ متعین فرمایا تھا اور ہدایت کی تھی کہ کسی صورت میں بھی اسے خالی نہ چھوڑا جائے لیکن بعض صحابہؓ کی غلط فہمی کی وجہ سے کہ اب فتح ہو چکی ہے مال غنیمت اکٹھا کرنے کی غرض سے اسے چھوڑ دیا اس طرح فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔ یہی وہ غزوہ ہے جہاں آنحضرت ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور حضرت حمزہؓ نے دیگر صحابہ کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا حضرت حمزہؓ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبروں پر دعا کی سعادت نصیب ہوئی۔

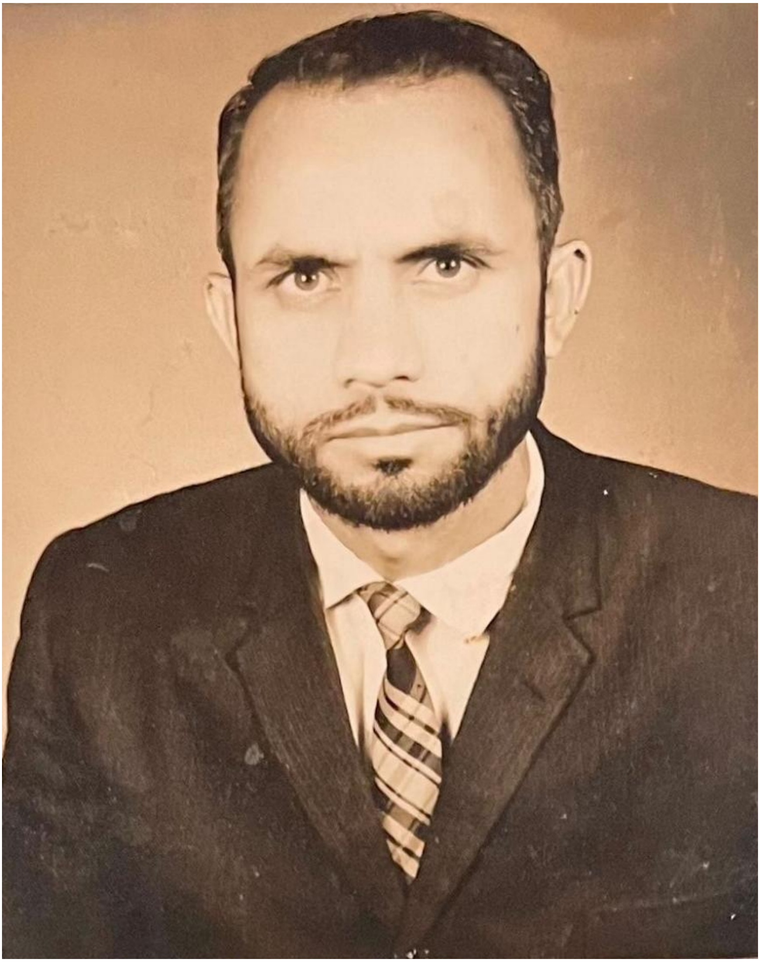
مندرجہ بالا عمرہ کی سعادت آپ کو 2011 میں محترم بھائی جان منوّر احمد خورشید صاحب، آپ کی اہلیہ محترمہ اور آپ کے بیٹے عزیزم تصوّر خورشید کے ہمراہ نصیب ہوئی۔ جب کہ دوسری بار آپ کو عمرہ کی سعادت اپریل 2019 میں نصیب ہوئی، اس دفعہ اس بابرکت سفر میں آپ کے ساتھ یہ عاجز اور میری اہلیہ انیلہ انجم صاحبہ بھی ہم سفر تھے۔ الحمد اللہ۔ (اضافی نوٹ از تصوّر احمد خالد)

آخر پر خاکسار دعا کی درخواست کرتا ہے کہ اللہ تعالی میری کمزوریوں کی پردہ پوشی فرماتے ہوئے ان خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے، صحت والی اور فعال عمر سے نوازے اور خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین ثم آمین۔

(احقر منظور احمد شاد)

# بابِ دوّم

# چند نادر تصاویر



مکرم منظور احمد شاد صاحب کی نوجوانی کی ایک تصویر



مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ کراچی 69-1968

**کرسیوں پر دائیں سے بائیں:** مکرم مبشر احمد باجوہ، مکرم شمس الدین التمش صاحب، مکرم رانا ظفر احمد صاحب، مکرم عبد الشکور اسلم خان صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (صدر مجلس خدام الاحمدیہ، مرکزیہ)، سیّدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ، مکرم چودھری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی، مکرم منظور احمد شاد صاحب، مکرم محمد الیاس صاحب، مکرم حمید الدین صاحب، مکرم حبیب اللہ صاحب

**کھڑے ہوئے دائیں سے بائیں:** مکرم وسیم احمد صاحب، مکرم عبد الطیف صاحب، مکرم یعقوب صاحب، مکرم محمد امین شاہ صاحب، مکرم رفاقت اللہ صاحب، مکرم طاہر احمد صاحب، مکرم محمد فاضل صاحب، مکرم مہر دین صاحب، مکرم چودھری وسیم احمد صاحب، مکرم نصر اللہ صاحب




حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کی جماعت احمدیہ فتح پور میں فرقان فورس میں بھرتی کے لیے تشریف آوری

1۔ نامعلوم، 2۔ مرزا بشیر احمد، 3۔ نامعلوم، 4۔ مولوی رحمت اللہ، 5۔ مرزا فضل کریم، 6۔ سیّد بہادر شاہ آف ملک پور مرزا، 7۔ نامعلوم، 8۔ مرزا عبد المالک، 9۔ مرزا محمد حسین (دیہاتی مبلغ)، 10۔ نامعلوم، 11۔ منشی سراج الدین (ٹیچر)، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ، 13۔ دفع دار مرزا محمد عبد اللہ (درویش قادیان)، 14۔ نامعلوم۔ 15۔ مرزا سراج الدین، 16۔ مرزا رشید احمد، 17۔ نامعلوم، 18۔ نامعلوم، 19۔ عبد الطیف شہید (خانیوال)، 20 تا 23۔ نامعلوم، 24۔ حاجی محمد دین (تہال)، 25۔ حضرت سید محمد شاہ صاحبؓ (صدر جماعت احمدیہ فتح پور، 25۔ نامعلوم، 26۔ گود میں مبارکہ بیگم، 27۔ میاں محمد عالم (دیہاتی مبلغ)، 28۔ نامعلوم، 29۔ میاں راجہ خان، 30۔ محمد افضل، 31۔ نامعلوم، 32۔ اللہ دتہ، 33۔ بہادر خان



سائیکل سفر کے ذریعہ سالانہ اجتماع ربوہ میں شامل ہونے والے خدام کے ساتھ قائد صاحب ضلع کراچی مکرم منظور احمد شاد صاحب حیدر آباد تک ساتھ گئے، آپ دائیں طرف سے پانچویں نمبر پر ہیں۔



کراچی کے علاقہ لیاری میں مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے تحت 1973 میں ہونے والے تاریخی وقار عمل میں سات سو سے زائد خدام اور اطفال شامل ہوئے، اس موقع پر صوبائی وزیر محنت سردار عبدالستار گبول بھی شامل ہوئے، مکرم منظور احمد شاد صاحب قائد ضلع کراچی شاملین کو ہدایات دے رہے ہیں۔



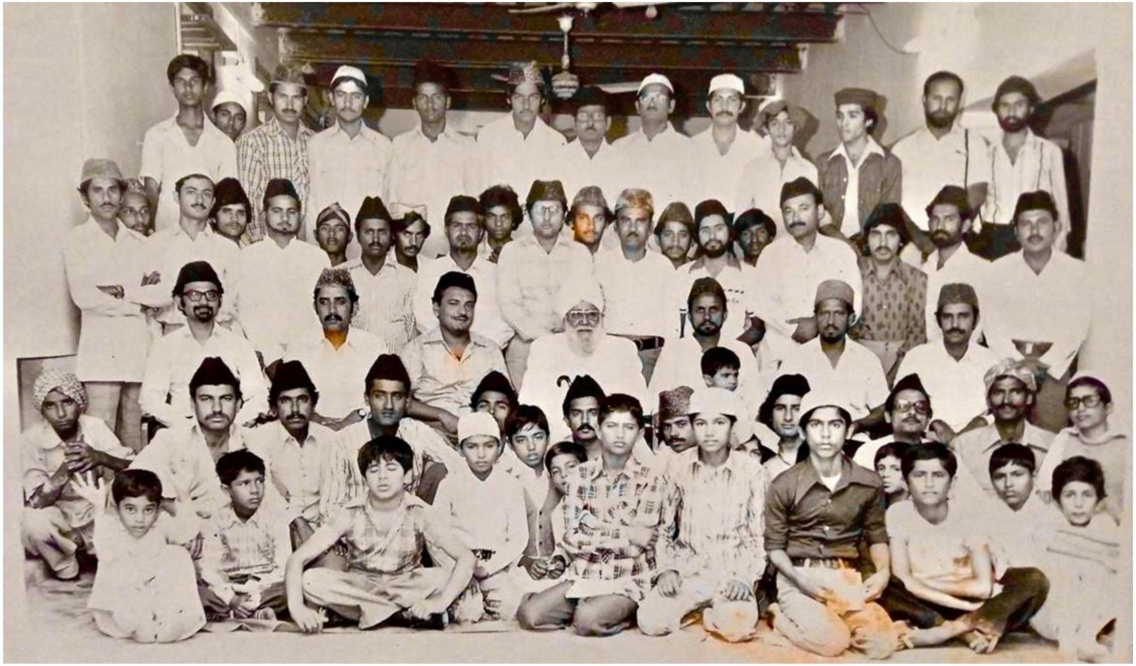
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورہ یورپ سے واپسی کے موقع پر کراچی ائیرپورٹ پر احباب جماعت کے ہمراہ



کراچی کے ایک پرفضا مقام کے ڈی اے بنگلہ ڈملوٹی کراچی بتاریخ 24 اگست 1981



بر موقع پکنک اگست 1981ء۔ مکرم عبید اللہ علیم صاحب اپنا کلام سناتے ہوئے۔ محترم منظور شاد صاحب حضور انورؒ کے قدموں میں بیٹھے ہوئے۔
تصویر میں محترم چودھری حمید اللہ صاحب اور محترم حمید نصر اللہ صاحب امیر ضلع لاہور نمایاں ہیں۔



برموقع سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ، کراچی کے خدام واطفال کے ہمراہ
محترم منظور احمد شاد صاحب حضور انورؒ کے بائیں جانب تشریف فرما ہیں۔

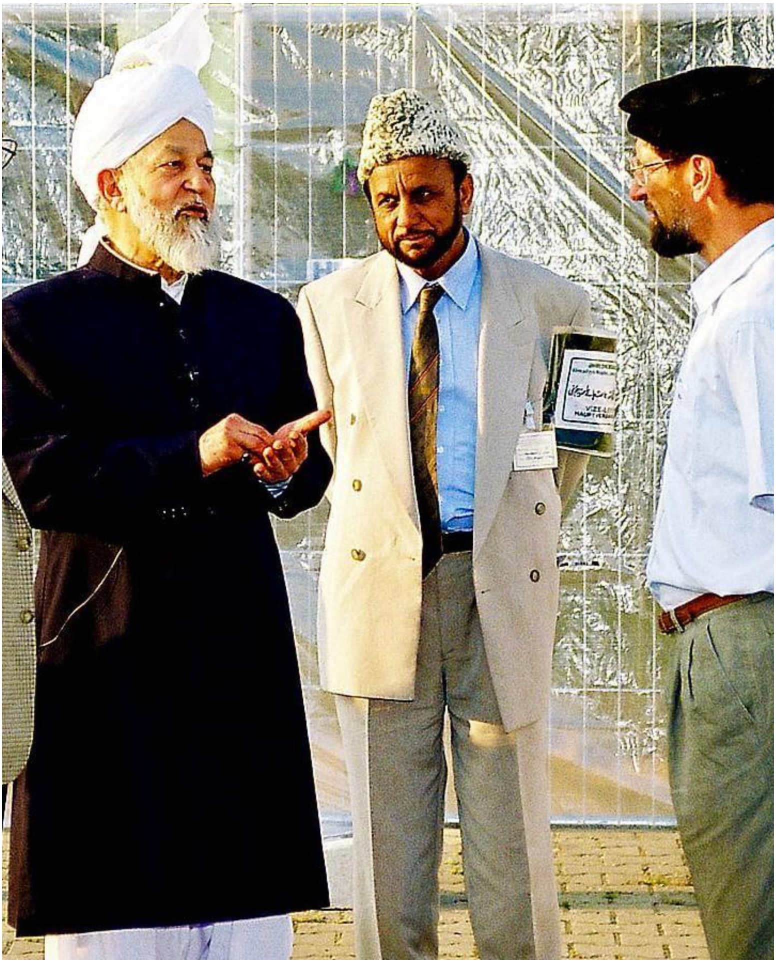


ریجنل امرائے کرام جماعت احمدیہ جرمنی

کرسیوں پر: مکرم فلاح الدین خان صاحب، مکرم مبارک احمد چٹھہ صاحب، مکرم مولانا حیدر علی ظفر صاحب، حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ، مکرم عبد اللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت احمدیہ جرمنی، مکرم منظور احمد شاد صاحب، مکرم سمیر بوجیدیہ صاحب



مکرم چودھری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید، مکرم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب نائب امیر ضلع کراچی، حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ، مکرم چودھری احمد مختار صاحب امیر ضلع کراچی، مکرم منظور احمد شاد صاحب نائب امیر ضلع کراچی



حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح لرابع رحمہ اللہ تعالیٰ، امیر جماعت احمدیہ جرمنی
مکرم عبد اللہ واگس ہاؤزر صاحب کو ہدایات دیتے ہوئے

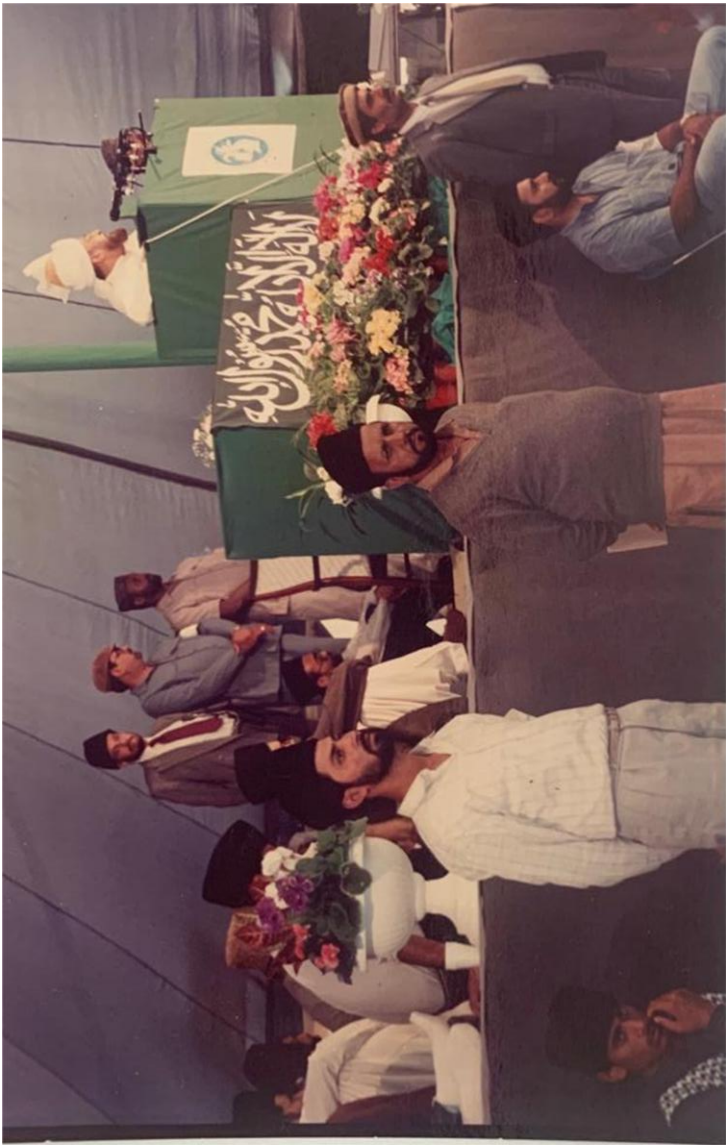


ریوڈس ہائم جرمنی کے کمشنر امام جماعت احمدیہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا استقبال کرتے ہوئے

اگست 1998ء میں سوال جواب کی ایک مجلس کے موقع پر



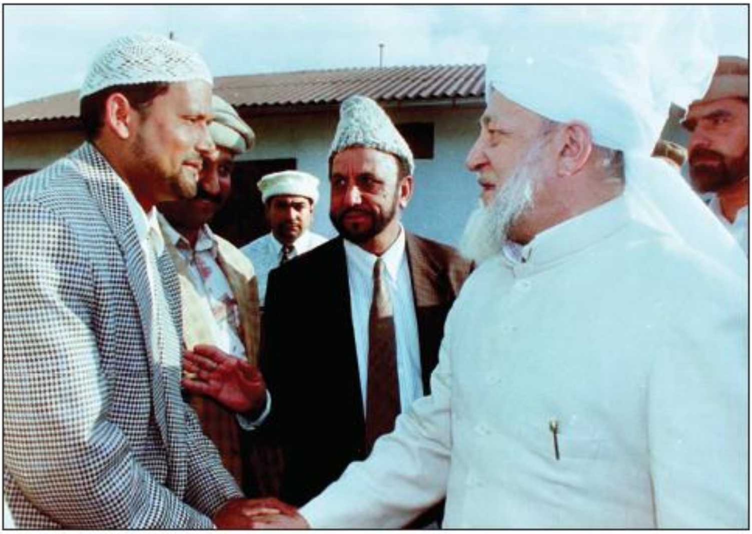

مکرم منظور احمد شاد صاحب بطور ناظم حفاظت مؤرخہ 28 جولائی 1990ء کو جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر



مکرم منظور احمد شاد صاحب جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر بطور ناظم حفاظت سٹیج اپنے فرائض کی ذمہ داری انجام دیتے ہوئے



حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے ملاقات کے دوران مکرم منظور احمد شاد صاحب اور آپ کے بڑے بھائی مکرم بشارت احمد صاحب



بطور ریجنل امیر صدران جماعت کا تعارف کرواتے ہوئے۔



خلافت جوبلی جلسہ سالانہ جرمنی 2008 , مکرم منظور احمد شاد صاحب سیدنا حضور پرنور ایدہ اللہ کے دست مبارک سے مقابلہ مقالہ نویسی میں جرمنی بھر میں پہلی پوزیشن کا انعام وصول کر رہے ہیں۔



حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا مکرم بشارت احمد صاحب سے ملاقات کے دوران
ایک محبت بھرا انداز



حضرت خلیفۃ المسیح الرابع مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ 1995 میں ایک پکنک کے موقع پر

دائیں سے: مکرم منظور احمد شاد صاحب بحیثیت ریجنل امیر مائینز ویسبادن، مکرم محمود احمد طاہر صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ جرمنی، مکرم مولانا عطاالله کلیم صاحب نائب امیر و مشنری انچارج جرمنی، مکرم عبد اللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت احمدیہ جرمنی، حضور انورؒ کے پیچھے خاکسار تصوّر احمد خالد



مکرم مولانا محمد عثمان چینی صاحب کے ساتھ 1996 میں روڈس ہائم جرمنی کے تفریحی مقام پر

مکرم منظور احمد شاد صاحب، مکرم مولانا محمد عثمان چینی صاحب اور خاکسار تصوّر احمد خالد



1979ء میں ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نوبل انعام حاصل کرنے کے بعد جماعت احمدیہ کراچی کی دعوت پر
احمدیہ ہال میں تشریف فرماہیں۔




جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر مکرم مرزا مظفر احمد صاحب اور مکرم ڈاکٹر عبد السلام صاحب
کے ہمراہ مکرم منظور احمد شاد صاحب



مکرم چودھری حمید اللہ صاحب، مکرم چودھری احمد مختار صاحب، مکرم نواب مودود احمد خان صاحب، مکرم منظور احمد شاد صاحب، مکرم مولانا محمد اشرف ناصر صاحب، اور ڈائس پر مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب



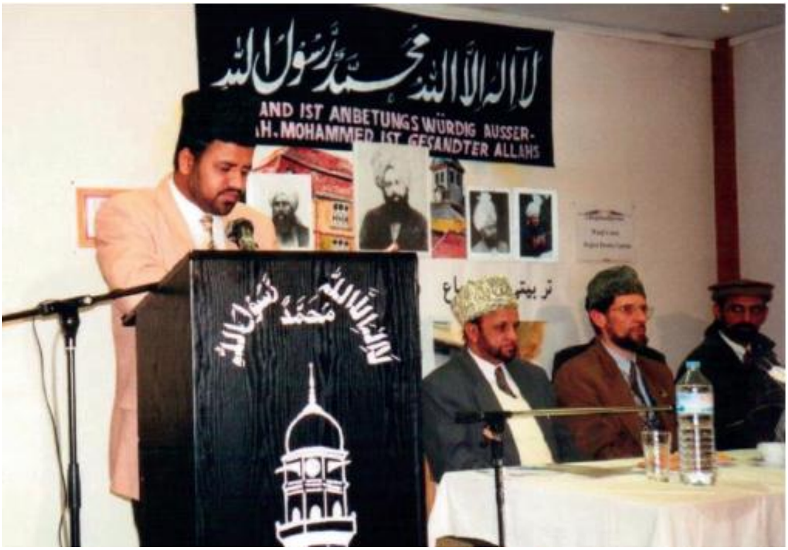
صد سالہ جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ کراچی۔ حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد، مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح و ارشاد،
حضرت چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی، منظور احمد شاد صاحب۔



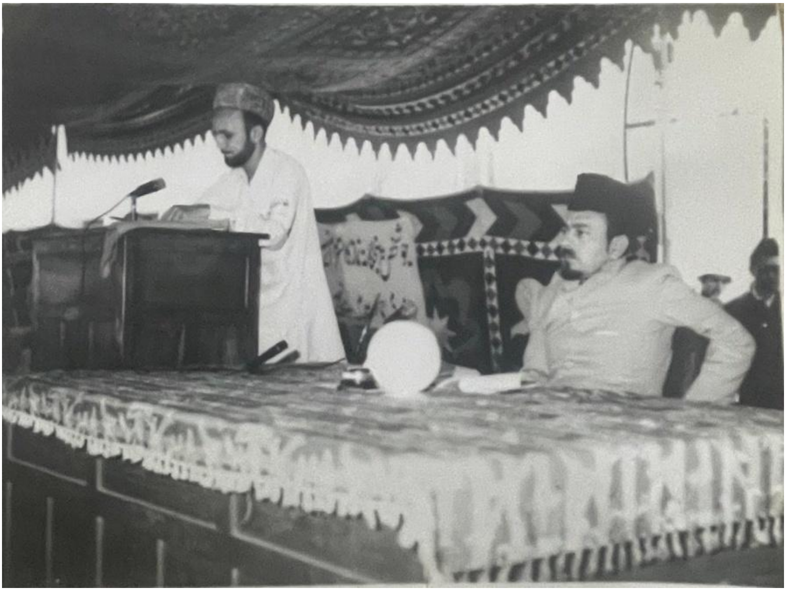
مکرم چودھری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی و نائب امیر جماعت احمدیہ کراچی
مکرم منظور احمد شاد صاحب و مکرم مولانا حیدر علی ظفر صاحب مربی ضلع کراچی



مکرم منظور احمد شاد صاحب، احمدیہ لائرز ایسوایشن کراچی 1989ء کے اراکین کے ہمراہ
(پیچھے کھڑے ہوئے دائیں سے بائیں) مکرم نواب مودود احمد خان صاحب، نامعلوم، مکرم منظور احمد شاد صاحب
(بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں) مکرم بیرسٹر مبارک احمد صاحب، مکرم مرزا عبد الرشید بیگ صاحب، مکرم چودھری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی، مکرم مرزا عبد الرحیم بیگ صاحب، مکرم سید علی احمد طارق صاحب




برموقع ریجنل اجتماع واقفین نو فرینکفرٹ جرمنی 1998ء
دائیں سے بائیں مکرم نصیر احمد عارف صاحب نیشنل سیکرٹری وقف نو، مکرم عبد اللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت احمدیہ جرمنی اور مکرم منظور احمد شاد صاحب ریجنل امیر جماعت احمدیہ فرینکفرٹ جبکہ خاکسار تصوّر احمد خالد ریجنل سیکرٹری وقف نو فرینکفرٹ جرمنی



مکرم منظور احمد شاد صاحب خطاب فرماتے ہوئے جبکہ محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب (صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ) کرسی صدارت پر متمکن ہیں۔



حیدر آباد سندھ اپریل 1992ء کے اسیران راہ مولا کی رہائی کے موقع پر، مکرم سید علی احمد طارق صاحب سینئر وکیل سپریم کورٹ اور مکرم منظور احمد شاد صاحب بطور وکیل عدالت میں پیش ہوئے۔





پولیس سے ریٹائرمنٹ کے موقع الوداعی پارٹی کے مناظر 1989۔ کراچی



مجلس خدام الاحمدیہ سوسائٹی، کراچی کو علم انعامی ملنے کے موقع پر

مکرم کریم الدین صاحب، مکرم منظور احمد شاد صاحب قائد ضلع مجلس خدام الاحمدیہ کراچی، مکرم عطاالرحمٰن طاہر صاحب (صدر جماعت احمدیہ سوسائٹی)، مکرم چودھری عبدالوہاب صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ سوسائٹی، مکرم عطاالمجیب راشد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، مکرم اللہ بخش صادق صاحب معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ



مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ ضلع کراچی 73-1972

مکرم چودھری ناز احمد ناصر صاحب، نامعلوم، نامعلوم، مکرم چودہری عبد الوہاب صاحب (برادر اصغر مکرم ڈاکٹر عبد السلام صاحب)، مکرم منظور احمد شاد صاحب قائد ضلع کراچی، مکرم مبشر احمد باجوہ صاحب، مکرم عبد الرشید ساٹری صاحب، مکرم چودھری اختر نصیر صاحب، نامعلوم



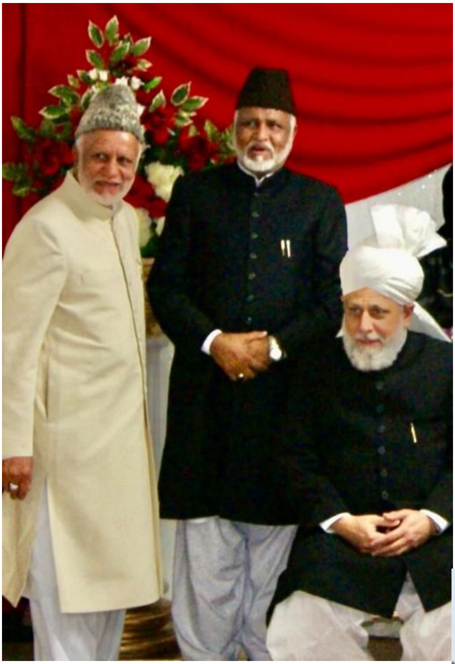
امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں حضور انور کے دادا جان حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی
تصویر پیش کرتے ہوئے (پیش کردہ تصویر اوپر کے صفحات میں دیکھی جا سکتی ہے)



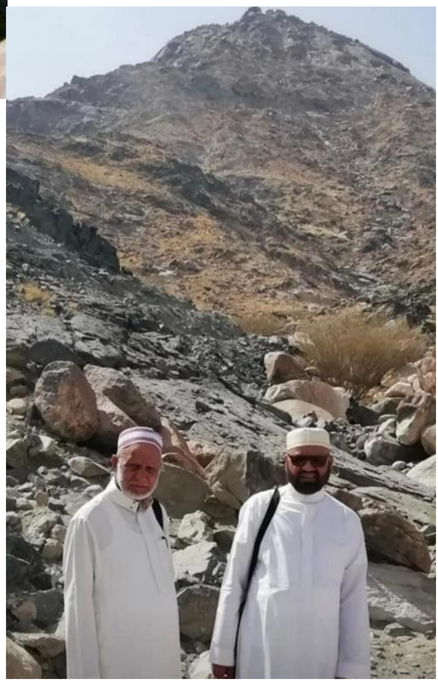
مکرم والد صاحب، عزیزم سدید احمد خالد اور خاکسار 2014ء میں فیملی ملاقات کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے والد صاحب کو آواز دے کر دوبارہ طلب فرمایا اور ازراہ شفقت فرمایا آئیں شاد صاحب میں تینوں نسلوں کو اکٹھا کر دوں۔



اپریل 2013ء میں خاکسار کی بیٹی عزیزہ امۃ المتین خالد کی تقریب رخصتانہ کے موقع پر پیارے آقا کی بابرکت شرکت



برادرم منوّر احمد خورشید صاحب کی صاحبزادی کی تقریب رخصتانہ کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی بابرکت شرکت



اپریل 2019ء میں مکرم والد صاحب کے ہمراہ عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس تصویر کے پس منظر میں غار ثور واقع ہے۔




مکرم داؤد احمد قمر (داماد) مکرم منظور احمد شاد صاحب۔ مکرم فاروق احمد ربانی صاحب (داماد)
آگے عزیزم فاران احمد ربانی ابن فاروق احمد ربانی صاحب



ہمارے بھائی عزیزم طاہر کی شادی 1999ء کے موقعہ کی ایک یادگار تصویر۔
(دائیں سے بائیں) مکرم داؤد احمد قمر، مکرم منظور احمد شاد، مکرم طاہر احمد محمود، مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر، تصور احمد خالد۔



مکرم داؤد احمد قمر (داماد)، مکرم منظور احمد شاد صاحب، مکرم فاروق احمد ربانی صاحب (داماد)



(دائیں سے) مکرم تصور احمد خالد، مکرم منظور احمد شاہد، عزیزم ولید احمد خالد، عزیزم سدید احمد خالد



(دائیں سے بائیں۔ مکرم منظور احمد صاحب اپنے بھتیجوں کے ساتھ) آفتاب احمد، منظور احمد شاد،
منور احمد خورشید، داؤد احمد قمر



آپ کے بیٹے طاہر احمد محمود صاحب اپنے بیٹوں حاشر احمد، ماہر احمد اور جاذب احمد کے ساتھ



پیچھے۔عزیزم دانیال احمد قمر (نواسہ)
عزیزم سدید احمد خالد (پوتا)
کرسیوں پر۔مکرم منظور احمد شاد صاحب
مکرم منور احمد خورشید صاحب



(پیچھے کھڑے) مکرم داؤد احمد قمر (داماد) مکرم آفتاب احمد صاحب، مکرم محمود احمد شمس صاحب
(کرسیوں پر) مکرم منور احمد خورشید صاحب، مکرم بشارت احمد صاحب، مکرم منظور احمد شاد صاحب۔



مکرم سلمان احمد قمر، مربیٔ سلسلہ۔(نواسہ) مکرم منظور احمد شاد صاحب کے ساتھ



مکرم طاہر احمد محمود صاحب میرے چھوٹے بھائی، والد مکرم منظور احمد شاد صاحب اور خاکسار تصور خالد
دسمبر 2009ء ربوہ۔

# باب سوّم

# خطوط خلفائے احمدیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لندن

پیارے عزیزم مکرم منظور احمد شاد۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو مختلف مقدمات و دیگر امور کے سلسلہ میں خدا کے فضل سے جماعت کی خدمت کی توفیق ملتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا عطا فرمائے۔ قلب و ذہن کو جِلا بخشے اور بیش از بیش مقبول خدمات سلسلہ کی توفیق بخشے۔

مکرم امیر صاحب کراچی کی طرف سے ان کی چٹھی محررہ 3/92 میں مختلف رفقاء اور کارکنان کی اندرون سندھ خدمات کی یکجائی رپورٹ ملی تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ چند تحسین کے کلمات آپ کو لکھوں اور مطلع کروں کہ خدا کے فضل سے آپ کے لئے اس رمضان المبارک میں آپ کی خدمات کے پیش نظر خصوصی دعا کی تحریک پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا کی حسنات سے نوازے۔ آپ کے سب کاموں میں برکت دے اور اپنے بے انتہا فضلوں کا مورد بنائے۔ گھر میں سلام اور بچوں کو پیار۔

والسلام
خاکسار

خلیفۃ المسیح الرابع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا
انا فتحنا لک فتحا مبینا
ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

لندن
18.7.93

پیارے مکرم منظور احمد شاد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی فیکس مورخہ 12/7/93 بابت ذاتی مسئلہ اور مشورہ موصول ہوئی۔
ٹھیک ہے۔ اللہ نصرت فرمائے اور جماعت کراچی کو نعم البدل
عطا فرمائے۔ جہاں تک آپ کا خدمت دین کا معاملہ ہے
وہ تو آپ کو انشاء اللہ دنیا میں ہر جگہ توفیق مل
جائے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کا اپنے خاندان میں جانا مبارک فرمائے۔

والسلام
خاکسار

خلیفۃ المسیح الرابع

نائب امیر جماعت
کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لندن
20.12.95
2805

مکرم منظور احمد شاد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ کا فیکس ملا۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے اور عزیزم منصور احمد خالد کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ ہر مصیبت اور بلا سے محفوظ رکھے اور خواب کے بُرے پہلوؤں سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب اہل خانہ کو ہر مشکل اور پریشانی سے بچائے۔ حقیقی سکون نصیب کرے اور آپ کی زندگیاں خدمت دین میں گذریں۔

والسلام
خاکسار
[signature]
خلیفۃ المسیح الرابع

40

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا
انا فتحنا لک فتحا مبینا

لندن
16.9.96

مکرم منظور احمد شاد صاحب　فرینکفورٹ جرمنی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا جس میں آپ نے ایک سیرۃ کی کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرنے والی روایت کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ جادو پر دل تو نہیں مانتا مگر مشکل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں اس قسم کی احادیث ہیں۔ محض بخاری کا نام دیکھنے سے تو بات نہیں بنتی۔ بخاری میں تو کئی ایسی حدیثیں ہیں جو راہ پا گئی ہیں جیسی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے نعوذ باللہ تین جھوٹ بولے جبکہ قرآن کریم انہیں صدیقا نبیا کہہ کر مخاطب فرماتا ہے۔ ویسے تو قرآن کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے جادو کی تشریح فرما دی ہے اور اس میں یہ بات کھل جاتی ہے مگر اس کے علاوہ میرے نزدیک حدیث میں جس جادو کا ذکر ہے وہ محض ذہن کی بات ہے اور بکثرت فکروں کے نتیجہ میں ایسا ہو جایا کرتا ہے اسے Brain Fag کہتے ہیں اس تکلیف سے انبیاء کو بھی ہو جاتی ہے اور وہ اس سے پاک نہیں ہوتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جو بعض معترض اعتراض کرتے رہتے ہیں ان کا جواب کے لئے ایسی حدیثیں بہت کافی ہیں۔

جہاں تک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت و حفاظت کا تعلق ہے۔ مجھے بتائیں کہ [illegible] میں کون سی ایسی بات ہوئی تھی جس سے ثابت ہوتا ہو کہ بحیثیت رسول جو آپ کے منصبی فرائض تھے ان پر جادو نے کوئی معمولی اثر بھی ڈالا ہو۔ ان زمانوں کی ساری وحی کا جائزہ لیکر دیکھ لیں ہر سنت رسول کر کے دکھائیں کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا۔ بیماریاں تو کئی قسم کی ہوتی ہیں مگر ان کا سنت کی پاکیزگی پر کوئی اثر نہ پڑے تو یہ حفاظت و عصمت ہے جو آپ کو عطا ہوئی۔ چنانچہ اس واقعہ کا بھی آپ کی سنت یا قرآن پر کوئی اثر نہیں پڑا اور اس وقت جس کو یہ وہ جادو سمجھتے تھے خدا نے اسے آپ پر غالب نہیں آنے دیا۔ نہ کوئی آپ کی سنت میں فرق آیا اور نہ ہی آپ کے اسوہ میں کوئی ایسا خلل آیا کہ جس سے دین اسلام کو کوئی نقصان پہنچا ہو۔ جادو والی ان روایات سے کیا آپ کو اتنا بھی فائدہ دکھائی نہیں دیتا کہ وہ لطیف ذہنی اور جسمانی بیماریاں جن سے کہ انبیاء بھی مستثنیٰ نہیں ہوتے اور اگر کسی وقت [illegible] تو ان کی وجہ سے اس پر اعتراض کوئی نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ ایسی روایات کے مبالغہ والے حصوں کو چھوڑ کر جو تشریح میں سمجھتا ہوں اس کی روشنی میں سادہ سی بات صرف اتنی بنتی ہے کہ زہر وغیرہ سے ذہن کی ہلکی سی تکلیف ہو جاتی رہی ہو مگر یہ تکلیف آپ کے وظائف منصبی پر اثر انداز نہیں ہوئی اور اس کے نتیجہ میں شریعت میں کوئی ایسا رخنہ نہیں پڑا جو دائمی نقصان کا موجب بنا ہو۔

والسلام
خاکسار
[signature]

نقل:- دفتر P.S لندن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وعلی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

لندن

8-4-2008

مکرم منظور احمد شاد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے اپنے 14 اپریل کے خط کے ساتھ جو نظمیں بھجوائی ہیں وہ میں نے پڑھ لی ہیں۔ ماشاء اللہ عمدہ نظمیں ہیں۔ اللہ آپ کو اخلاص و وفا میں بڑھاتا رہے اور تمام نیک تمنائیں پوری فرمائے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار

خلیفۃ المسیح الخامس

جرمنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
وعلی عبدہ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالناصر

لندن
۵ جون ۲۰۰۸

مکرم منظور احمد صاحب شاد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"صد سالہ خلافت جوبلی" کے حوالہ سے آپکی نظم ملی جزاک اللہ

اللہ نیک جذبات کو قبول فرمائے اور ہمیشہ ایمان اور

اخلاص ووفا میں بڑھاتا رہے اور بے شمار فضلوں سے نوازے۔ آمین۔

اللہ کرے اگلی نسل بھی خلافت سے کامل وفا کے

ساتھ چمٹی رہے اور اللہ تعالیٰ کے پیاروں میں شمار ہو اور محض

خدا کے فضل سے ہمیشہ نیکیوں میں بڑھتی چلی جاوے۔ آمین۔

فی امان اللہ

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

جرمنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
وعلی عبدہ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو الناصر

لندن
25-3-2009

مکرم منظور احمد شاد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا جس میں آپ نے لکھا ہے کہ آپ ''ہستی باری تعالیٰ'' پر مقالہ تحریر کر رہے ہیں۔ اللہ مدد فرمائے اور آپ کو بہترین مقالہ تیار کرنے کی توفیق دے۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔ آمین۔

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور

خلیفۃ المسیح الخامس

جرمنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو النّاصر

لندن

26-5-10

مکرم منظور احمد شاد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا جس میں آپ نے اطلاع دی ہے کہ مجلس انصار اللہ جرمنی کے مقابلہ مقالہ نویسی میں آپ نے پہلی پوزیشن حاصل کی ہے۔ الحمدللہ۔ اللہ مبارک کرے۔ اللہ تعالیٰ علم وعرفان میں مزید برکت عطا فرمائے۔ آپ کو مقبول خدمت کی توفیق دے اور تمام نیک خواہشات پوری فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفة المسیح الخامس

جرمنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا
اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا
وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

امام جماعت احمدیہ

لندن
30-05-10

مکرم منظور احمد شاد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا جس میں آپ نے بیت النور اور دارالذکر لاہور کے انتہائی دردناک واقعہ پر اظہارِ تعزیت کیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ یہ تو ساری جماعت کا سانجھا دکھ ہے۔ ہر احمدی دل خون کے آنسو رو رہا ہے لیکن ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں اور اپنے غم و ھم اسی کے حضور پیش کرتے ہوئے دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ جلد تمام مفسدین کی پکڑ فرمائے اور مظلوموں کے خون کے ایک ایک قطرے کا ان سے حساب لے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپتلاؤں پر ہر احمدی کو ثباتِ قدم عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ تمام شہدا کی قربانی قبول فرمائے۔ ان لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور ان کے آئندہ نسلوں کو بھی ہمیشہ اخلاص و وفا کے بلند مقامات پر فائز فرماتا رہے۔ آمین

والسلام

خاکسار

خلیفۃ المسیح الخامس

جرمنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

امام جماعت احمدیہ

لندن
۱-۸
۲۰۱۰

مکرم منظور احمد شاد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔ اللہ خیریت سے لائے اور خیر و برکت سے نوازے اور لندن رہنا باعثِ برکت فرمائے اور آپ سب ہمیشہ خوش رہیں۔ آمین۔ اللہ حفاظت اور صحت سے رکھے۔ آمین

والسلام
خاکسار

خلیفۃ المسیح الخامس

UK

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

لندن

17-8-10

مکرم منظور احمد شاد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا یوکے آنا ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ آپ ہومیو پیتھک کلینک میں وقت دیا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھرپور خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار

خلیفة المسیح الخامس

نقل دفتر کو

# باب چہارم

# تاثرات افراد خاندان واحباب جماعت

# تاثرات افراد خاندان

## میرے ابا جان مکرم منظور احمد شاد صاحب از تصوّر احمد خالد

''آپ جتنا خوش قسمت کون ہے، آپ آزاد بھی ہیں اور سلسلہ کی جتنی چاہیں خدمت بھی کر سکتے ہیں۔''

(سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

خاکسار تصوّر احمد خالد کا یہ مضمون الفضل انٹر نیشنل لندن میں مورخہ 24اور 27 اگست 2021ء میں شائع ہوا ہے۔ قارئین کرام کے افادہ کے لیے اصل کتاب ''کرمِ خاکی'' سے قبل اس کو شامل کیا جا رہا ہے۔ تاکہ والد محترم کا مختصر خاکہ اور خدمات یکجائی صورت میں قارئین کے علم میں آ سکیں۔ ''کرمِ خاکی'' اور اس مضمون کی بعض جگہ مماثلت بھی ممکن ہے۔ (مرتب)

ہمارے بہت ہی پیارے شفیق و مہربان والد بزرگوار مکرم و محترم منظور احمد شاد صاحب مورخہ 17/ جنوری 2021ء بروز اتوار چند دن لندن کے ایک ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد اپنے پیارے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کی اس اچانک وفات پہ ہم سب کے دل جہاں بہت ہی زیادہ حزیں اور آنکھیں اشکبار ہیں، وہیں پر ہم سب اپنے پیارے خدا کی رضا پر راضی ہیں، کہ یہی ہمارے پیارے مرشد و امام کی تعلیم ہے، جیسا کہ فرمایا:

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

آپ کی وفات پر بلا مبالغہ دُنیا بھر سے بیسیوں احباب و خواتین نے بذریعہ فون ہم سے اظہار افسوس کیا اور محترم والد صاحب کے لیے اپنی محبت اور خلوص کا اظہار فرمایا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ واحسن الجزاء۔

ہمارے محترم والد صاحب یکم اپریل 1938ء کو فتح پور ضلع گجرات میں حضرت منشی عبدالکریم صاحبؓ اور محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ اپنے چار بہن بھائیوں میں چوتھے نمبر پر تھے۔

**منظور احمد شاد ابتدائی حالات اور خاندان میں احمدیت کا نفوذ**

آپ کے والد محترم حضرت منشی عبدالکریم صاحبؓ اپنے ہمسایہ میں رہنے والے علاقے کے ایک بہت ہی بلند پایہ صاحب کشوف و الہام بزرگ حضرت سید محمود احمد شاہ صاحبؓ کے انتہائی قریبی اور خاص مرید تھے۔ آپ کا اکثر وقت حضرت شاہ صاحبؓ ہی کی پاک صحبت میں صرف ہوا کرتا۔ جب حضرت سید محمود احمد شاہ صاحبؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ ماموریت کا علم ہوا تو آپ اپنے گاؤں فتح پور سے پیدل چل کر قادیان حاضر ہوئے (اس وقت 313 صحابہ کی فہرست مکمل ہو چکی تھی) آپ نے بیعت کے لیے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا، اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ آپ کا نام تو فہرست میں لکھا جا چکا ہے۔

سلسلہ کی ایک کتاب ''313 اصحاب صدق و صفا'' (مؤلفین مکرم مولانا نصر اللہ خان ناصر صاحب اور مکرم عاصم جمالی صاحب) میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں مذکور ہے:

...''حضرت سید محمود شاہ رضی اللہ عنہ محمدی پور گجرات شہر کے رہنے والے تھے۔ فتح پور میں ان کی بیٹی فاطمہ بی بی زوجہ حضرت محمد شاہؓ تھیں۔ آپ کی بیعت 1897ء سے قبل کی ہے۔ حضرت اقدسؑ کے ساتھ تعلق کی عکاسی ایک خط سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین شمسؓ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ان معاصر علماء کرام کے ساتھ آپ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے آپؑ کی بیعت میں شمولیت کا شرف حاصل کیا۔

فتح پور کے ایک اَور صحابی حضرت منشی عبد الکریمؓ کی بیعت اور تربیت آپ کے ذریعہ ہوئی۔''(صفحہ 236)

حضرت سید محمود احمد شاہ صاحبؓ جب بیعت سے مشرف ہو کر واپس اپنے گاؤں آئے تو آپ نے سرعام اعلان کے ذریعہ سارے گاؤں کو اپنی بیعت سے متعلق آگاہ فرمایا۔ چنانچہ ہمارے حضرت دادا جانؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ شاہ جی جس کو آپ نے امام مہدی مانا ہے وہ شخص ہر گز جھوٹا نہیں ہو سکتا اور آپ نے جنوری 1901ء میں تحریری بیعت کا شرف حاصل کیا۔ چنانچہ وقت آنے پر جب سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام 1903ء میں کرم دین بھیں کے مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم تشریف لے گئے تو آپؓ اپنے گاؤں سے پیدل چل کر جہلم پہنچے اور حضور علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

حضرت منشی عبد الکریم صاحبؓ ایک تقویٰ شعار، پاک باز، دُعا گو بزرگ تھے۔ آپ کی زبان ہر وقت ذکر الٰہی سے تر رہا کرتی، آپ کو ایک لمبے عرصہ تک بحیثیت محصل شعبہ مال دور دراز کے گاؤں وغیرہ تک خدمات سر انجام دینے کی توفیق عطا ہوئی۔ حضرت سید محمود احمد شاہ صاحبؓ نے اپنی وفات کے قریب اپنے گھر میں جاری درس قرآن کا سلسلہ آپ کے سپرد کر دیا تھا، الحمدللہ یہ تدریس کا عظیم الشان

سلسلہ حضرت دادا جان کی وفات کے بعد بھی اب تک اگلی نسلوں میں جاری و ساری ہے۔ الحمدللہ

ہمارے دادا جان حضرت منشی عبد الکریم صاحبؓ کی پہلی اہلیہ سے صرف ایک بیٹی تھیں، جب ایک لمبا عرصہ تک مزید کوئی اولاد نہ ہوئی تو آپ کی پہلی اہلیہ محترمہ نے خود سے ایک مناسب رشتہ تلاش کر کے حضرت دادا جانؓ کو دوسری شادی کے لیے تیار کر لیا، چنانچہ ہمارے والد صاحب محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ بتایا کرتے تھے کہ بڑی والدہ نے آپ چاروں بہن بھائیوں کو اس قدر پیار دیا کہ میں بڑی والدہ ہی کو اپنی اصل والدہ خیال کرتا رہا۔ ابھی محترم والد صاحب کی عمر صرف چار سال ہی تھی کہ پہلے بڑی والدہ اور پھر آپ کی چھوٹی والدہ بھی دارِ فانی سے رخصت ہو گئیں۔ اس کے بعد آپ کی پرورش اور دیکھ بھال کی تمام تر ذمہ داری آپ کی بڑی بھابھی جان محترمہ عنایت بیگم صاحبہ اہلیہ محترم بشارت احمد صاحب کے سپرد ہو گئی، والد صاحب بتایا کرتے کہ بھابھی جان نے میری اس قدر پیار و محبت اور چاہت کے ساتھ پرورش کی اور مجھے سنبھالا کہ مجھے کبھی یہ احساس ہی نہ ہونے دیا کہ میری والدہ وفات پا چکی ہیں، آپ یہ ہی کہا کرتے تھے کہ میری تین مائیں تھیں، ہم نے خود دیکھا ہے کہ ہماری تائی جان ہمارے ابا جان کو دیکھ کر کھل اُٹھا کرتیں، اور بہت ہی پیار کا اظہار کیا کرتیں، اسی طرح آپ کے بڑے بھائی محترم بشارت احمد صاحب بھی آپ سے بہت ہی شفقت کا سلوک فرمایا کرتے۔ ربوہ میں سلسلہ تعلیم کے دوران آپ کے بڑے بھائی محترم بشارت احمد صاحب اپنے نامساعد حالات کے باوجود والد صاحب کے تمام تر اخراجات اُٹھاتے رہے، اسی طرح آپ کی بھابھی جان بھی اجناس کی صورت میں کھانے کی اشیاء گاؤں سے بھجوا دیا کرتیں، فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

ہمارے والد محترم منظور احمد شاد صاحب نے مڈل تک تعلیم فتح پور سکول میں حاصل کی۔اسی دوران جماعت احمدیہ کے خلاف ملک گیر سطح پر 1953ء کے فسادات شروع ہوگئے، ان فسادات کے اثرات ہمارے گاؤں تک بھی پہنچ گئے۔آپ کے اسکول میں ایک ہزار طلبہ زیر تعلیم تھے، جبکہ اسکول میں آپ کے علاوہ صرف ایک اَور احمدی طالب علم تھے۔چنانچہ آپ دونوں کو اسکول میں سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور جنت دوزخ اور حوروں کی کہانیاں وغیرہ اور دیگر فرسودہ الزامات لگائے جانے لگے۔کم عمری کے باعث آپ کا ذہن ان الزامات سے متاثر ہونے لگا تو آپ نے فیصلہ کیا کہ مجھے بذات خود تحقیقات کرکے احمدیت پر قائم رہنے کا فیصلہ کرنا چاہیے۔چنانچہ آپ بڑی جرأت کرکے اپنے والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں صرف اس لیے احمدی نہیں رہنا چاہتا کہ آپ احمدی ہیں، میں خود تحقیق کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ آپ کے والد محترم آپ کے اس فیصلے سے بہت خوش ہوئے اور آپ کو بخوشی ربوہ جاکر تحقیق اور سلسلہ تعلیم جاری رکھنے کی اجازت عطا فرمائی۔

آپ والد صاحب کی اجازت سے دوسرے ہی دن عازم ربوہ ہوئے۔اورابتدائی دو تین دن ہی میں حضرت مصلح موعودؓ کی اقتدا میں ادائیگی نماز اور درس وغیرہ میں شرکت کے بعد تمام شکوک و شبہات رفع ہوگئے۔اسی دوران آپ نے تعلیم الاسلام ہائی اسکول ربوہ میں داخلہ لے لیا اور اپنی زندگی خدمت اسلام احمدیت کے لیے وقف کردی۔انہی دنوں میں قصر خلافت کی حفاظت کے لیے اسکول سے چند ایک طلبہ کو منتخب کیا گیا اور خوش قسمتی سے آپ بھی ان میں شامل تھے۔الحمدللہ، اس کے علاوہ آپ کو حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیر قیادت بطور نائب زعیم حلقہ دارالصدر خدمات کی توفیق بھی ملنے لگی۔

اس دوران آپ کو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے جسم اطہر کو دبانے کی عظیم سعادت نصیب ہوئی جس پر آپ تاعمر بہت نازاں رہے، یہ سعادت پھر آپ کو اکثر ملتی رہی۔ آپ فرمایا کرتے کہ حضور پُر نور میری اس خدمت کو پسند فرمایا کرتے تھے۔

## قیام ربوہ کے دوران سعادتوں کا حصول

حفاظت قصر خلافت کی اسی ڈیوٹی کے دوران آپ کو اپنے پیارے امام کی معیت میں حضورؓ کی گاڑی میں ایک دفعہ احمد نگر کے پاس ایک نہر کے کنارے اور ایک دفعہ چنیوٹ اور فیصل آباد کے درمیان ایک اور نہر کے کنارے پکنک پر جانے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ ایک سعادت آپ کو یہ ملا کرتی کہ روزانہ حضورؓ کی صحت کا احوال اکثر حضورؓ سے براہ راست پوچھ کر ریلوے پھاٹک کے قریب قائم تار گھر میں بتانے جایا کرتے۔ اسی طرح قیام ربوہ کے لیے ہونے والے اس تاریخی وقار عمل میں بھی آپ کو شرکت کی توفیق عطا ہوئی جس میں حضورؓ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی تھی، اور سب سے پہلے حضورؓ نے ہی تغاری اٹھائی تھی۔ اس کے علاوہ آپ کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اکابر صحابہ کی پاک صحبتوں سے بھی بھرپور فیض یاب ہونے کا شرف ملا کرتا۔ جن میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ، حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ اور خاص طور پر حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب قادیانیؓ کی شفقتوں سے بھرپور فیض یاب ہوئے۔ آپ کو خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے کئی افراد کے ہم جماعت ہونے کا بھی شرف حاصل رہا۔ آپ پڑھائی میں بہت اچھے تھے، چنانچہ آپ نویں اور دسویں جماعت میں کلاس مانیٹر بھی رہے۔ دسویں جماعت کے امتحانات کے قریب آپ شدید بیمار ہوگئے۔ کمزوری اور نقاہت کے باعث آپ

ٹھیک طرح سے امتحانات کی تیاری بھی نہ کر سکے۔ چنانچہ آپ نے سوچا کہ اس سال امتحان نہیں دیتا، اس کا ذکر آپ نے حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب قادیانیؓ سے جب کیا تو حضرت بھائی صاحبؓ نے فرمایا کہ تم نے لازمی امتحانات میں حصہ لینا ہے، جب پرچہ تمہارے سامنے آئے تو اس طرح دُعا کرنا، سب سے پہلے سورۃ فاتحہ پڑھنا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجنا اور دعا میں یہ بھی عرض کرنا کہ یا باری تعالیٰ یہ پرچہ عبد الرحیم کی خاطر آسان کر دے، آپ فرمایا کرتے کہ وہ پرچے جو کہ بظاہر بہت مشکل نظر آرہے ہوتے اس طرح دُعا کرنے سے بہت ہی آسان لگنے لگتے، چنانچہ جب نتیجہ آیا تو آپ صرف چند ایک نمبر سے فرسٹ ڈویژن سے رہ گے۔ آپ کے استفسار پر حضرت بھائی صاحبؓ نے بتایا کہ آپ نے آٹھ بار ذات باری تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔

یہاں پر حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب قادیانی رضی اللہ تعالیٰ کے تعلق باللہ کے حوالہ سے محترم والد صاحب کا ایک چشم دید واقعہ بھی بیان کرنا ازدیاد ایمان کا باعث ہو گا۔ والد صاحب حضرت بھائی صاحبؓ کے ہمسایہ میں رہتے تھے، اس لیے آپ کا اکثر وقت آپ ہی کی صحبت میں گزرتا۔ آپ حضرت بھائی صاحبؓ کا جسم مبارک دبایا کرتے، اور ایمان افروز واقعات سے فیض یاب ہوا کرتے۔ ایک دن آپ کی بیٹی نے کھانا لا کر پیش کیا، ابھی حضرت بھائی صاحبؓ کھانا شروع کرنے ہی والے تھے کہ دیوار پر بیٹھی ہوئی ایک مرغی نے اچانک جھپٹ کر آپ کی پلیٹ میں منہ مار دیا اور آپ کی زبان سے بے اختیار نکلا جا تیری لت ٹٹ جائے۔ یعنی جاؤ تمہاری ٹانگ ٹوٹ جائے۔ آپ کی زبان سے جیسے ہی یہ الفاظ جاری ہوئے قریب ہی بیٹھے ہوئے ایک کتے نے مرغی کی ٹانگ منہ میں لے کر اور دبا کر چھوڑ دی اور بعینہٖ آپ کے ادا کیے ہوئے الفاظ کے مطابق ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اور حضرت بھائی

صاحبؓ نے زار و قطار رونا شروع کر دیا، اور خدا تعالیٰ کے حضور بار بار یہ ہی عرض کرتے رہے، اے اللہ جے توں عبد الرحیم دیاں اینیاں ای مہدیاں ہوندیاں نے تے فیر منہ وچوں غلط گلاں کیوں کڈاناویں۔ یعنی اے اللہ اگر تم نے عبد الرحیم کی باتیں اتنی زیادہ ہی مانی ہوتی ہیں تو پھر منہ سے غلط باتیں کیوں نکلواتے ہو۔

گویا پہلے گاؤں اور پھر ربوہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے انتہائی پاک صاف ماحول میسر آیا، اسی دوران آپ کو 16 سال کی عمر میں نظامِ وصیت میں شمولیت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ میٹرک کے بعد آپ جامعہ احمدیہ میں داخل ہو گئے، لیکن امتحانات کے قریب لاحق ہونے والی بیماری کے اثرات ابھی باقی تھے اس لیے ایک ماہ بعد ہی جامعہ سے طبی بنیاد پر فارغ کر دیے گئے۔ جامعہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے اپنے بڑے بھائی مکرم بشارت احمد صاحب کے پاس گھارو سندھ جانے کا پروگرام بنایا، اور الوداعی ملاقات کے لیے اپنے سب سے زیادہ پیارے اور مہربان آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوگئے، جامعہ سے فراغت اور اپنے پیارے آقا سے جدائی کی وجہ سے آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، اس پر سیّدنا حضور انور نے پریشانی کی وجہ دریافت فرمائی، تو آپ نے عرض کیا کہ حضور میں نے جامعہ میں داخلہ لیا تھا، اس پر پیارے آقا نے فرمایا کہ ہاں مجھے معلوم ہے اور آپ تو ایک ماہ سے جامعہ میں پڑھ بھی رہے ہیں، اس پر آپ نے عرض کیا کہ حضور مجھے طبی بنیاد پر جامعہ سے فارغ کر دیا گیا ہے، اس موقع پر سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو مخاطب ہوتے ہوئے وہ تاریخی نصیحت فرمائی کہ جو محترم والد صاحب کے لیے تاعمر ایک نصب العین ثابت ہوئی اور آپ تمام عمر اپنے عظیم استاد محسن مرشد اور امام کی نصیحت پر عمل

پیرا رہے، حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ جتنا خوش قسمت کون ہے، کہ آپ آزاد بھی ہیں اور سلسلہ کی جتنی چاہیں خدمت بھی کر سکتے ہیں۔

## حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی باکمال یادداشت

محترم والد صاحب حضرت مصلح موعودؓ کی یادداشت کے حوالے سے اکثر یہ واقعہ سنایا کرتے تھے۔ فروری 1958ء میں حضور مسجد احمدیہ مارٹن روڈ کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے کراچی تشریف لائے تو والد صاحب کے دل میں بھی اپنے پیارے آقا کے دیدار کی خواہش پیدا ہوئی، اور آپ گھارو (سندھ) سے کراچی میں کوٹھی دارالصدر پہنچ گئے۔ چونکہ کراچی میں نہ ہی آپ کی پہچان تھی اور نہ ہی آپ کو کوئی جانتا تھا، اس لیے ملاقات کا شرف بالکل ناممکن تھا کہ اسی دوران آپ کا گزر اس بڑے کمرہ کے سامنے سے ہوا کہ جس میں حضورؓ جماعت احمدیہ کراچی کی مجلس عاملہ سے مخاطب تھے اور حضورؓ کے دائیں طرف حضرت چودھری عبد اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی تشریف فرما تھے، والد صاحب فرماتے ہیں کہ جیسے ہی میرا گزر اس کمرہ کے سامنے سے ہوا، اور حضورؓ کی نظر مجھ پر پڑی اور آپ نے ڈیوٹی پر موجود خادم کے ذریعے مجھے اپنے پاس بلوالیا، اور میں نے شرف مصافحہ کے بعد حضور پرنور کے جسم مبارک کو دبانا شروع کر دیا، اس غیر معمولی تعارف کے بعد پھر مزید کسی تعارف کی ضرورت نہ رہی۔

## کراچی میں مستقل قیام

اس دوران آپ کے بڑے بھائی مکرم و محترم بشارت احمد صاحب (والد مکرم و محترم مولانا منور احمد خورشید صاحب) بھی کراچی منتقل ہو گئے، اور آپ دونوں بھائیوں نے مل کر مختلف کاروبار وغیرہ بھی شروع کیے لیکن کامیابی نہ ہو سکی۔ 1960ء میں آپ محکمہ پولیس سے وابستہ ہو گئے۔ اس بارے میں جب آپ کے والد محترم

حضرت منشی عبد الکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم ہوا تو انہوں نے بذریعہ خط اپنی تشویش کا اظہار کیا، اس پر والد صاحب نے عرض کیا کہ اگر ساری زندگی آپ کو میرے حوالہ سے کوئی شکایت ملی تو جو چاہیں مجھے سزا دیجئے گا۔ 1961ء میں فورس کی نوکری کے باعث جب آپ کو جماعتی خدمات کے لیے وقت نکالنا مشکل نظر آنے لگا تو آپ نے اپنا تبادلہ کلیریکل اسٹاف میں کروالیا، اور پھر یہاں سے آپ کی دینی خدمات کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا، جو تادم واپسی جاری رہا۔
محترم والد صاحب کی شادی کے متعلق آپ کی بھابھی صاحبہ نے جب بھی آپ سے پوچھا آپ نے یہی کہا کہ جب اور جہاں بھی آپ کہیں گی مجھے کبھی بھی کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ چنانچہ فروری 1962ء میں آپ کی بھابھی صاحبہ نے آپ کی شادی اپنی چھوٹی بہن محترمہ حلیمہ ناصرہ صاحبہ سے کروادی۔ ہماری والدہ صاحبہ شادی سے قبل ہی اپنے گاؤں میں بطور صدر لجنہ اماء اللہ خدمت سلسلہ کی توفیق پارہی تھیں۔ شادی کے بعد ابتدائی دور میں ہی آپ نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے والد صاحب کا نام احمدیہ ہال کراچی میں محراب کے اندر دیگر خدماتِ سلسلہ سرانجام دینے والے احباب کے ساتھ لکھا ہوا ہے، اس وقت محترم والد صاحب خدام الاحمدیہ میں بطور سائق کے خدمت کی توفیق پارہے تھے، لیکن بعد میں محترمہ والدہ صاحبہ کی خواب بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی، الحمد اللہ۔ چنانچہ 1962ء میں بطور زعیم حلقہ ڈرگ روڈ، پھر نائب قائد۔ جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ ڈرگ روڈ، 1968ء سے 1986ء تک مسلسل 18 سال تک آپ بطور صدر جماعت احمدیہ ڈرگ کالونی رہے، چونکہ کراچی ایئرپورٹ بھی اسی حلقہ کی حدود میں واقع ہے، اس لیے خلفاء کی کراچی آمد اور روانگی کے وقت آپ کو خصوصی خدمات کی توفیق ملا کرتی۔ صدارت کے اس لمبے عرصہ کے دوران آپ

ناظم اطفال ضلع کراچی 73/1972ء،اور 1972 تا 1975ء قائد ضلع کراچی رہے، خصوصاً 1974ء کے انتہائی پر آشوب حالات کے دوران آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے تاریخی خدمات کی توفیق ملی۔ آپ زعیم اعلیٰ انصار اللہ بھی رہے، اسی طرح بعد ازاں آپ جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ کراچی مقرر ہوئے،اور پھر اس ذمہ داری کے ساتھ ساتھ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے نائب امیر کراچی مقرر فرما دیا۔اس کے علاوہ ایک ذمہ داری حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زیر ارشادآپ کے سپرد صوبہ سندھ اور صوبہ بلوچستان کے امور کی نگرانی کا کام تھا۔ انہیں ذمہ داریوں کے دوران کم از کم تین بار آپ کو قتل کیے جانے کی سازش کا انکشاف بھی ہوا، لیکن اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت ہمیشہ آپ کے شامل حال رہی۔

## For me every Ahmadi is prominent

آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی شفقتوں اور عنایتوں سے بھی لطف اندوز ہونے کی سعادت نصیب ہوئی، اس وقت یہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ سے صرف ایک پُرسعادت ملاقات کا احوال پیش ہے۔

ایک دفعہ کراچی کے تینوں ڈپٹی کمشنرز نے فیصلہ کیا کہ حالات کے پیش نظر سرکردہ احمدیوں کے گھروں پر پولیس کا پہرہ لگا دیا جائے، چنانچہ جب یہ پیشکش حکومت کی طرف سے جماعت احمدیہ کراچی کے سامنے پیش کی گئی تو اسی دن محترم چودھری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی نے ہنگامی کمیٹی کا اجلاس طلب فرمالیا، چنانچہ اس ہنگامی اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ کل صبح کی پہلی فلائٹ سے منظور شاد صاحب ربوہ جائیں اور بلا تاخیر کل شام کی فلائٹ سے واپس آجائیں، اور پھر جو بھی حضور رحمہ اللہ فیصلہ فرمائیں اس پر عمل در آمد کیا جائے۔ چنانچہ اگلے

ہی دن والد صاحب کراچی سے لاہور اور وہاں سے ربوہ پہنچے۔ جب آپ قصر خلافت پہنچے اس وقت حضور کھانے وغیرہ کے لیے اوپر تشریف لے جا چکے تھے۔ والد صاحب نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک بہت ہی اہم پیغام حضور کی خدمت میں پیش کرنا ہے۔ چنانچہ حضورؒ نے ازراہ شفقت آپ کو اوپر بلوالیا، اس وقت حضورؒ کھانا تناوّل فرما رہے تھے، جیسے ہی والد صاحب اندر داخل ہوئے حضورؒ نے فرمایا کہ آپ آئے ہیں، مجھے تو کہہ رہے تھے کہ جماعت کراچی کا کوئی نمائندہ آیا ہے اور حضور نے آپ کو بھی کھانے میں ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی۔

امیر صاحب جماعت احمدیہ کراچی نے جاتے ہوئے کچھ ضروری ڈاک بھی آپ کے سپرد کی تھی، چنانچہ آپ باری باری ایک ایک خط پڑھتے جاتے اور حضورؒ آپ کو ساتھ ساتھ جواب ارشاد فرماتے جاتے، جب خطوط کو بند کرنے کا مرحلہ آیا تو حضور نے ایک دراز سے ایک ٹیپ نکال کر دی اور ساتھ ہی ٹیپ کو کاٹنے کے لیے اپنے آگے پڑی ہوئی کھانے والی چھری عطا فرمائی، اب اس چھری سے ٹیپ کو کاٹنے میں کافی مشکل پیش آرہی تھی، والد صاحب اسی کشمکش میں تھے کہ کیا کریں، اس پر حضورؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ شاد صاحب آج آپ کا زور دیکھتے ہیں۔

اس دوران حضورؒ بھی کھانا تناوّل فرما چکے تھے اور خطوط بھی ختم ہو چکے تھے، اس پر حضورؒ نے ارشاد فرمایا کہ اب بتاؤ کہ کیسے آئے ہو۔ والد صاحب نے عرض کیا کہ کراچی کے تینوں ڈپٹی کمشنرز کی یہ تجویز ہے کہ موجودہ حالات کے پیش نظر تمام اہم احمدی عہدہ داروں کے گھروں پہ پولیس کا پہرہ لگا دیا جائے، اس بات پر حضورؒ جو ابھی تک بہت ہی خوشگوار موڈ میں تھے یک لخت جلال میں آگئے اور انگریزی میں فرمایا کہ For me every Ahmadi is prominent

ترجمہ: میرے لیے ہر احمدی اہم ہے۔
جاکر بتادو اپنے ڈپٹی کمشنرز کو۔

چند ایک ساعت کے بعد حضورؒ پھر والد صاحب سے مخاطب ہوئے اور پوچھا کہ اور کوئی بات کہو، اس پر والد صاحب نے عرض کیا کہ حضورؒ مجھے اکثر شدید سر درد کی شکایت رہتی ہے، اور اس کے لیے میں ایک سال سے مائیگرین کی گولی لے رہا ہوں، حضورؒ نے تین دفعہ استغفار اور تین ہی دفعہ انااللہ و انا الیہ راجعون پڑھا، اور فرمایا کہ یہ ہی گولی ڈاکٹر نے میاں لُقی کو لکھ کر دی تھی میں نے اُٹھوا کر باہر پھینکوادی، یہ تو زہر ہے، اور آج کے بعد تم نے بھی نہیں کھانی۔ والد صاحب نے عرض کیا جی بہتر حضور، اس کا کوئی متبادل علاج، حضورؒ نے اپنے ہاتھ کی چار انگلیوں سے ایک مخصوص انداز میں سر میں مساج کا طریق بتایا، اور فرمایا کہ صبح سویرے اُٹھ کر خالی معدہ چھ سات منٹ تک یہ مساج کرنا ہے اور یہ آپ کا علاج ہے، چنانچہ گھر پہنچ کر والد صاحب نے اہلیہ اور بچوں سے کہا کہ اگر کبھی میں اس درد سے مرنے بھی لگوں تو یہ گولی مجھے نہ دی جائے کیونکہ خلیفہ وقت نے یہ گولی لینے سے منع فرمادیا ہے۔ جب دفتر گئے تو انتہائی شدید درد شروع ہو گیا، فوری طور پر حضورؒ کی خدمت میں ایک جوابی خط تحریر کیا، اور یہ ایک معجزہ ہے کہ تیسرے ہی دن اس خط کا جواب کراچی میں مل گیا۔ [اس زمانہ میں یہ بالکل ناممکن بات تھی] اس میں صرف ایک جملہ لکھا تھا کہ گھبرائیں نہیں علاج جاری رکھیں، یہ مساج والد صاحب نے آٹھ دس دن کیا اور پھر ساری زندگی وہ سر درد کبھی نہیں ہوا، پیارے آقا کے ساتھ یہ ملاقات پچپن منٹ تک جاری رہی۔

## حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی شفقت اور دُعا اور اہلیہ کی صحت یابی

یہ 1970ء کی بات ہے کہ ہماری والدہ صاحبہ کی طبیعت کچھ اچھی نہ تھی بلڈ پریشر بہت نیچے چلا جایا کرتا تھا، اپنی استطاعت کے مطابق پرائیویٹ علاج کے علاوہ پولیس ہسپتال سے بھی دوائی وغیرہ لے رہے تھے، لیکن آرام نہیں آرہا تھا۔ چنانچہ والد صاحب نے حضورؒ کی خدمت اقدس میں دُعا کے لیے خط لکھا، حضورؒ نے جواب میں لکھا کہ بیماری کی تفصیل لکھیں اور ساتھ ہی ازراہ شفقت 24روپے بذریعہ منی آرڈر بھجوادیے۔ اسی دوران حضورؒ کا کراچی کے دورہ کا پروگرام بن گیا۔ چنانچہ والد صاحب حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوگئے، حضورؒ کے ساتھ اس دفعہ محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منوّر احمد صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے، اور اسی دن محترم صاحبزادہ صاحب کی واپسی بھی تھی، حضورؒ نے محترم صاحبزادہ صاحب کو طلب فرمایا اور ڈاکٹر صاحب کو کہا کہ ان کی اہلیہ کا علاج کریں، دوائیں آپ ربوہ سے بھجوائیں گے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے بیماری کے حالات دریافت فرمائے اور ربوہ جاکر دوائیں ارسال فرمادیں۔ اتفاق سے یہ وہی دوائیں تھیں جو پولیس ہسپتال سے ہم لیتے تھے اور جن کے ایک عرصے سے استعمال کے باوجود کوئی خاص افاقہ نہیں ہو پارہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ پیارے آقا کی دُعا کے نتیجہ میں چند ایک دنوں میں ان ہی دواؤں سے مرض جاتا رہا۔

محترم والد صاحب کے دورِ قیادت میں محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کو چند ایک تاریخی کاموں کی توفیق عطا ہوئی۔

## مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی کے لیے 73/1972ء تاریخی سال

کراچی میں خدام الاحمدیہ کی سطح پر باقاعدہ ضلعی نظام کے قیام کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ سال 73/1972ء میں مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی تمام اضلاع میں اوّل

آئی اور انعامی شیلڈ حاصل کی اس سال مکرم منظور احمد شاد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی تھے۔

(تاریخ احمدیت جماعت احمدیہ کراچی، صفحہ نمبر 479)

اس دور میں ہونے والے چند ایک تاریخی کاموں میں سے کچھ یہ ہیں:

**1۔لیاری میں عظیم الشان وقار عمل :**

تاریخ جماعت احمدیہ کراچی کے صفحہ 468 تا 470 پر اس بے مثال وقار عمل کی تفصیل موجود ہے۔ یہاں پر صرف ایک جھلک ہی دکھائی جاسکتی ہے۔ یہ تاریخی وقار عمل رات کے وقت ہونا تھا، اس وقار عمل میں کل 714 افراد نے حصہ لیا۔ محترم قائد صاحب ضلع کی خواہش تھی کہ کوئی صوبائی وزیر اس وقار عمل کا افتتاح کریں۔ چنانچہ رات 10 بجے جناب عبدالستار گبول صاحب صوبائی وزیر محنت حکومت سندھ وقار عمل کی جگہ تشریف لے آئے۔ اس تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اس کے بعد جناب عبدالستار گبول صاحب نے اپنی تقریر میں خدام کے جذبہ خدمت خلق کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ اس کے بعد قائد صاحب ضلع کراچی نے فرمایا کہ یہ سب شمع محمدی کے پروانے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس ارشاد کی تعمیل میں جمع ہوئے ہیں کہ راستہ سے گندگی یا ضرررساں چیزوں کو ہٹادینا بھی ایمان کا حصہ ہے۔ اس کے بعد مکرم و محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب نے اجتماعی دُعا کروائی، اور اس وقار عمل کا آغاز ہو گیا۔ اس موقع پر کراچی میونسپل کارپوریشن کے ہیلتھ آفیسر، چیف سینیٹری انسپکٹر، 50 انسپکٹرز، 100 سب انسپکٹرز کے علاوہ محترم میجر شمیم احمد صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کراچی، محترم کیپٹن سید افتخار حسین صاحب نائب امیر و ناظم انصار اللہ ضلع کراچی، محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب، اور محترم مولانا محمد

عثمان چینی صاحب بھی احباب کی حوصلہ افزائی کے لیے ساتھ شامل رہے۔ اگلے روز اس تاریخی وقار عمل کی خبر روزنامہ جنگ، روزنامہ آغاز، روزنامہ امن میں شائع ہوئی، اس کے علاوہ ریڈیو پاکستان کراچی سے بھی اس شاندار وقار عمل کی خبر نشر ہوئی۔

**2۔ تحریک سائیکل سفر برائے دیہات سروے :**

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جماعت احمدیہ کی مجلس شوریٰ 1973ء کے موقع پر سائیکل سفر برائے دیہات سروے تحریک کا اجرا فرمایا۔ اس تحریک میں حصہ لیتے ہوئے 20/ مئی 1973ء کو 97/ دیہات کا سروے مکمل کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت کراچی صفحہ 470)

**3۔ ٹھٹھہ میں بند کی حفاظت :**

1973 ء میں سندھ میں سیلاب آگیا تو جماعت احمدیہ کراچی نے سیلاب زدگان کی مدد کے لیے حکومت کو پیشکش کی۔ اس حوالے سے ٹھٹھہ میں مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے 87 خدام نے قائد ضلع کراچی مکرم منظور احمد شاد صاحب کی قیادت میں تین دن وہاں قیام کیا۔ بند میں ایک فرلانگ لمبا شگاف پڑ گیا تھا، وہ خدام نے ہزارہا ریت کی بوریاں ڈال کر پر کیا، یہ بند کراچی سے 51 میل دور تھا، اس حوالے سے ریڈیو پاکستان نے کئی خدام کے انٹرویوز ریکارڈ کیے جو کہ بعد میں نشر ہوتے تھے، خدام کو روزانہ کراچی سے کھانا بھجوایا جاتا تھا۔

(تاریخ احمدیت کراچی صفحہ 472)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ان دنوں یورپ کے دورہ پر تھے، سیلاب کے متعلق آپ کو دورہ کے دوران اطلاعات ملتی رہیں۔ چنانچہ حضورؒ نے فرمایا کہ وہ اطلاع مجھے ملتی رہی، دُعائیں بھی کرتا رہا، اور جماعت کو اس سلسلے میں خدمت کرنے کے لیے

ضروری ہدایات بھی دیتا رہا۔مجھے خوشی ہے کہ احباب جماعت نے انسانیت کی خدمت کے اس دکھ میں پوری پوری شرکت کی اور ضروری امداد بہم پہنچائی۔

**4۔سالانہ اجتماع مرکزیہ 1973ء میں سائیکلوں پر شرکت :**

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جماعت کو سائیکل استعمال کرنے کی تحریک فرمائی، اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے سالانہ اجتماع ربوہ پر گیارہ خدام کو بذریعہ سائیکل تیار کیا۔کراچی کے 11 خدام پر مشتمل قافلہ کو مورخہ 20/اکتوبر 1973ء صبح 6 بجے مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ کراچی اور مکرم قائد صاحب ضلع اور دیگر احباب نے دُعاؤں اور جوش وخروش کے ساتھ مسجد الاحمدیہ مارٹن روڈ (کراچی) سے رخصت کیا، ان مخلص خدام کا حضور نے سالانہ اجتماع 1973ء کی اختتامی تقریر میں بھی ذکر فرمایا۔

(تاریخ جماعت احمدیہ کراچی صفحہ 477 تا479)

**5۔سندھ وبلوچستان میں امور کی نگرانی :**

تاریخ جماعت احمدیہ کراچی کے صفحہ نمبر 579 باب پنجم میں محترم والد صاحب خود فرماتے ہیں کہ

”بحیثیت نائب امیر و جنرل سیکرٹری خاکسار کے سپرد جماعت احمدیہ کراچی کے امور کے علاوہ سندھ و بلوچستان کے امور کی نگرانی کا بھی کام تھا۔اس حیثیت سے خاکسار کا اکثر وقت سندھ اور بلوچستان کے دوروں میں گزرتا تھا۔ہنگامی حالات کے تحت شائد ہی کوئی ایسا شہر یا قصبہ ہو گا جہاں خاکسار نہیں گیا۔مندرجہ ذیل مواقع خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

1: جب بھی راہ مولیٰ میں کوئی شہادت ہوئی۔

2: جب بھی کوئی قاتلانہ حملہ ہوا۔

### 3: اسیران راہ مولیٰ کے مقدموں کی پیروی:

اسیران راہ مولیٰ کی سماعتوں کی پیروی کے سلسلہ میں۔ اسیران راہ مولیٰ کے مقدمات کی پیروی کے سلسلہ میں سینئر وکلاء کے ہمراہ اور خصوصاً مکرم سیّد علی احمد طارق صاحب سینئر وکیل سپریم کورٹ کے ہمراہ متعدد بار نواب شاہ، ٹنڈو آدم، سانگھڑ، شہداد پور، سکھر، حیدر آباد، کوٹری اور لاڑکانہ وغیرہ میں جانے کا موقع ملا کرتا۔

### 4: بچوں کا اغوا:

ایک بار جب نواب شاہ سے ایک احمدی بچہ اغوا ہو گیا تو حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ نے ارشاد فرمایا کہ منظور شاد نواب شاہ میں اپنا کیمپ آفس بنائے، اور اسے اس وقت تک واپس آنے کی اجازت نہیں ہے کہ جب تک بچہ نہ مل جائے، خاکسار ایک ہفتہ تک مکرم و محترم پروفیسر عبد القادر ڈاہری صاحب کے گھر ٹھہرا اور مکرم عبد الستار ڈاہری صاحب کے تعاون سے اغوا کنندگان سے مذاکرات کر کے بچہ بازیاب کروایا گیا۔

ایسے ہی ایک موقع پر جب کہ باڈہ سے دو بچے اغوا ہوئے تھے، خاکسار اور مکرم سیّد علی احمد صاحب طارق جیپ پر وہاں گئے۔ ڈاکوؤں کی اطلاعات کا یہ حال تھا کہ انہوں نے پیغام دیا کہ اب آپ کے نمائندے کراچی سے پجارو جیپ پر آ گئے ہیں۔ اب ڈبل تاوان لیں گے۔

### 5: جلسہ ہائے سالانہ:

جلسہ ہائے سالانہ اندرون سندھ کے مواقع پر مرکز کی نمائندگی کا اعزاز حاصل ہوتا رہا، اور افتتاحی یا اختتامی اجلاسات کی صدارت کی سعادت ملتی رہی۔

### 6: ڈش اینٹینوں کی تنصیب:

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی ارشاد کے تحت پورے سندھ و بلوچستان میں ڈش اینٹینوں کی تنصیب کے کام کا جائزہ لیا اور اینٹینوں کی تنصیب کا کام مکمل کیا اس سلسلہ میں سندھ اور بلوچستان کی ہر جماعت کا دورہ کیا گیا، اس کام کی تکمیل پر کئی مہینے لگے۔

**7: بارش زدگان کی امداد:**

بارش اور سیلاب کے نتیجے میں غریب احمدیوں کے گھروں کی مرمت اور تعمیر نو نیز مساجد کی مرمت کے سلسلہ میں سارے سندھ کا دورہ کیا گیا، یہ دورہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خصوصی ہدایت پر کیا گیا۔

**8: احمدیہ قبرستانوں کا قیام:**

ایک احمدی خاتون کی وفات پر نعش کو اس لیے مسجد کے صحن میں دفنانا پڑا کہ عام قبرستان میں تدفین کی اجازت نہیں دی گئی۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر خاکسار نے پورے سندھ کا دورہ کیا۔ اور ہر ایک جماعت میں اپنا قبرستان بنا نے کے امکانات کا جائزہ لیا گیا، چنانچہ دو مقامات پر فوری طور پر احمدیہ قبرستانوں کے لیے مناسب زمین کا انتظام بھی ہو گیا، اس سلسلہ میں ایک ایمان افروز واقعہ عرض کرنا چاہتا ہوں، جب خاکسار لاڑکانہ کے گاؤں گورگیج پہنچا، اور جماعت میں قبرستان کے لیے تحریک کی کہ اس نیک مقصد کے لیے اپنی زمین کا ایک ٹکڑا پیش کریں تو مکرم اللہ یار صاحب چانڈیو نے اپنی زمین کا دو ایکڑ پر مشتمل ایک ٹکڑا اس سلسلہ میں پیش کر دیا، فجزاھم اللہ تعالیٰ۔ خاکسار نے عرض کیا کہ فیصلہ سے پہلے میں وہ زمین کا حصہ دیکھنا چاہتا ہوں، مجھے بتایا گیا کہ زمین یہاں سے تین کلو میٹر دور ہے اور وہاں گاڑی پر نہیں جا سکتے، اس لیے مجھے کہا گیا کہ وہاں نہ جایا جائے، میں نے عرض کیا کہ میں ہر صورت میں وہ جگہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ دن کے دو بجے

شدید گرمی میں ہم لوگ پیدل وہ جگہ دیکھنے کے لیے روانہ ہو گئے، یہ جگہ ایک ناہموار غیر آباد جگہ تھی، خاکسار نے پوچھا کہ یہاں پانی کا کیا انتظام ہے، بتایا گیا کہ سارے علاقہ میں پانی کھارا ہے، میں نے عرض کیا کہ جہاں میں کھڑا ہوں یہاں بور کریں انشاء اللہ پانی میٹھا نکلے گا، خاکسار کے چلے آنے کے بعد ٹریکٹر کے ساتھ زمین ہموار کرادی گئی، اب جب پانی کے لیے بورنگ شروع کروائی گئی تو پانی ہر جگہ سے کھارا نکلنے لگا، اس پر مکرم غلام الدین چانڈیو صاحب جو کہ اس وقت قائد مجلس کے علاوہ نائب قائد ضلع بھی تھے انہوں نے کہا کہ منظور شاد صاحب جب آئے تھے انہوں نے کہا تھا کہ جہاں میں کھڑا ہوں یہاں بور کروانا تو پانی ان شاء اللہ میٹھا نکلے گا، چونکہ زمین ہموار کروائی جاچکی تھی اس لیے اس جگہ کا تعین مشکل ہو گیا بہر حال ایک جگہ کے متعلق سب کا اتفاق ہو گیا کہ منظور شاد یہاں کھڑا تھا، چنانچہ جب وہاں پر بورنگ کی گئی تو پانی میٹھا نکلنے لگا، یہ صرف اور صرف خلافت کی برکت اور حضور کے ارشاد کی تعمیل ہی کا نتیجہ تھا، ورنہ من آنم کہ من دانم۔"

**9: باہمی جھگڑوں کا تصفیہ:**

اس کے علاوہ احباب کے باہمی جھگڑوں کے تصفیہ کے سلسلہ میں بھی اکثر جانا پڑتا۔ اس دور میں صوبہ سندھ اور صوبہ بلوچستان میں کئی کئی ہفتوں تک رہنا پڑتا تھا، آپ کی یہ خدمات دربار خلافت سے بھی حصول دُعا کا باعث ہوا کرتیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اپنے ایک مکتوب میں آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"پیارے عزیزم مکرم منظور احمد شاد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو مختلف مقدمات و دیگر امور کے سلسلہ میں خدا کے فضل سے جماعت کی خدمت کی توفیق ملتی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزاء عطا فرمائے۔ قلب و

ذہن کو جلاء بخشے اور بیش از پیش مقبول خدمت سلسلہ کی توفیق بخشے۔ مکرم امیر صاحب کراچی کی طرف سے اُن کی چٹھی محررہ 92 / 03 / 07 میں مختلف وکلاء اور کارکنان کی اندرون سندھ خدمات کی یکجائی رپورٹ ملی، تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ چند تحسین کے کلمات آپ کو لکھوں اور مطلع کروں کہ خدا کے فضل سے آپ کے لیے اس رمضان المبارک میں آپ کی خدمات کے پیش نظر خصوصی دُعا کی تحریک پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا کی حسنات سے نوازے۔ آپ کے سب کاموں میں برکت دے اور اپنے بے انتہا فضلوں کا مورد بنائے۔ گھر میں سلام اور بچوں کو پیار۔

والسلام

خاکسار (دستخط)

خلیفۃ المسیح الرابع"

## سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی لندن ہجرت

یہ 29/ اپریل 1984ء کا وہ تاریخ ساز دن تھا کہ جب سید نا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بذریعہ کار ربوہ سے روانہ ہو کر سکھر تشریف لا رہے تھے۔ پیارے آقاؒ کے سکھر میں ایک نہر کے کنارے استقبال اور پھر سکھر تا کراچی قافلہ کو ایسکورٹ کرنے کے لیے محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ کراچی نے جو وفد تشکیل دیا اس میں خوش قسمتی سے محترم منظور احمد شاد صاحب بھی شامل تھے۔ آپ کے علاوہ اس وفد میں میجر بشیر احمد طارق صاحب، راجہ ناصر احمد صاحب، بریگیڈیئر چودھری عبدالوہاب صاحب، میجر نواز احمد منہاس صاحب شامل تھے۔ چنانچہ 29/ اپریل صبح یہ کل آٹھ افراد پر مشتمل وفد کراچی سے روانہ ہوا اور سکھر بیراج کے قریب ایک نہر کے کنارے حضورؒ کے دو کاروں پر مشتمل وفد

کو جا ملا۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد یہ قافلہ کراچی کی طرف روانہ ہو گیا۔ حیدر آباد ٹول پلازہ سے کچھ دور پہلے حضورؒ نے اپنی گاڑی رکوالی، اور کراچی سے آنے والے وفد کے سربراہ سے کراچی میں اپنی رہائش کے متعلق دریافت فرمایا۔ جب آپؒ کو رہائش کے متعلق بتایا گیا تو آپؒ نے کچھ خدشات کا اظہار کیا۔ چنانچہ محترم منظور احمد شاد صاحب قافلہ میں شامل اپنی گاڑی لے کر آگے نکل گئے تا کہ محترم امیر صاحب کراچی کو حضورؒ کے خدشات سے آگاہ کیا جاسکے۔ چنانچہ آپ حضورؒ کے آمد سے بیس منٹ پہلے حضورؒ کی رہائش کی جگہ پر پہنچ گئے۔ اس کے بعد حضورؒ کے کراچی ایئرپورٹ آمد سے دو گھنٹے قبل محترم والد صاحب ایئرپورٹ پہنچ گئے تا کہ ماحول اور حالات کا جائزہ لیتے رہیں۔ چنانچہ جب حضورؒ پرنور تشریف لائے تو آپ انتہائی پر وقار انداز میں بڑی شان کے ساتھ پگڑی شیروانی پہنے اور ہاتھ میں چھڑی لیے ہوئے تشریف لائے۔ اسی دوران اطلاع ملی کہ جہاز کچھ تاخیر کا شکار ہے جس کی وجہ سے سب کو سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت سب کی یہی سوچ تھی کہ کہیں ضیاء الحق کو اطلاع تو نہیں ہو گئی۔ بہرحال تقریباً آدھے گھنٹے کی تاخیر کے بعد جہاز پرواز کر گیا، امیر صاحب نے والد صاحب کو ہدایات دیں کہ تم نے ایئرپورٹ نہیں چھوڑنا اور ایک رابطہ کے ذریعہ تمہیں اطلاعات ملتی رہیں گی کہ جہاز پاکستان کی حدود چھوڑ چکا ہے۔ کیونکہ یہ خطرہ مسلسل سر پر منڈلا رہا تھا کہ ضیاء الحق اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے پاکستانی حدود کے اندر جہاز کو واپس بھی بلوا سکتا ہے۔ چنانچہ محترم والد صاحب جہاز کی روانگی کے بعد بھی کئی گھنٹوں تک ایئرپورٹ پر رُکے رہے۔

(تاریخ جماعت احمدیہ کراچی صفحہ 554 تا 565)

آپ بتایا کرتے تھے کہ میں مسلسل تین دن سے اپنے پولیس آفس سے غیر حاضر تھا۔ جب میں تین دن کے بعد ابھی اپنے دفتر میں جا کر بیٹھا ہی تھا کہ میرے ایک گہرے دوست مخدوم حیات جو کہ سپیشل فورس میں انسپکٹر تھے اور بہت اعلیٰ علمی ذوق رکھتے تھے میرے دفتر میں آئے۔ اس وقت میرا سارا اسٹاف میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ مخدوم حیات نے آتے ہی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے نام کا نعرہ لگایا۔ میں َنے کہا کہ مخدوم اندر تو آؤ کیا بات ہے۔ مخدوم صاحب کہنے لگے کہ میں َنے بڑے بڑے لوگوں کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے۔ میں نے مرزا طاہر جیسا عظیم انسان نہیں دیکھا۔ مخدوم صاحب کہنے لگے کہ مرزا صاحب نے باہر جا کر ملک کو خانہ جنگی سے بچالیا ہے۔ حکومت کی یہ اسکیم تھی کہ اُن کو ہتھکڑی لگا کر عدالت میں پیش کیا جائے اور راستہ میں مخالفین آپؒ کی شان میں گستاخی کریں۔ تو ایسی صورت میں کون سا ایسا احمدی ہو گا کہ جس کے لیے یہ صورت حال قابل برداشت ہوتی۔ میں نے کہا کہ مخدوم صاحب آپ بالکل درست فرما رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے یہ سارا واقعہ لکھ کر حضورؒ کی خدمت میں بھجوا دیا۔ حضورؒ کا جواب آیا کہ آپ کا انسپکٹر دوست ٹھیک کہتا ہے۔ حکومت کا یہی پروگرام تھا۔

کراچی میں آپ نے 35 سال کا عرصہ گزارا۔ اس دوران 30 سال آپ نے محکمہ پولیس میں سروس کی۔ آپ نے الحمد للہ بڑی ہی محنت کے ساتھ، انتہائی ایمان داری اور نیک نامی کے ساتھ ہمیشہ اپنے فرائض سرانجام دیے اسی وجہ سے اپنے ماتحت عملہ کے علاوہ اپنے افسران میں بھی انتہائی عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے۔ کراچی میں افرادِ جماعت پر بننے والے متعدد پولیس مقدمات کے سلسلہ میں اُن کی مدد کے لیے آپ ہمیشہ پیش پیش ہوتے۔ خاص طور پر 1974ء اور پھر 1984ء میں ایسے کئی واقعات پیش آئے۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ اپنے دفتر سے

متعلقہ پولیس اسٹیشن میں ایک فون ہی کر دیتے اور کام ہو جاتا۔ آپ کی نیک نامی کے باعث اکثر غیر احمدی احباب بھی اپنے کاموں کے سلسلے میں آپ کے پاس آیا کرتے۔ آپ ایک بہت لمبا عرصہ تک کراچی کے تین اضلاع میں سے ایک کے کرائم برانچ کے انچارج رہے۔ سرکاری نوکری کی وجہ سے آپ نے ساری زندگی انتہائی معمولی تنخواہ پر گزارہ کیا۔ اپنے برادر نسبتی کے کہنے پر آپ 1975ء میں پانچ ماہ کے لیے چھٹی لے کر بحرین بھی گئے۔ آپ کی روانگی کے موقع پر مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے آپ کے لیے ایک بہت ہی پُر وقار الوداعی تقریب کا اہتمام کیا اور سپاس نامہ پیش کیا۔ لیکن جماعت اور بچوں سے یہ دوری آپ پر بہت گراں گزری اور جلدی ہی واپس آ گئے اور پھر سے خدمت دین میں مگن ہو گئے۔ محکمہ پولیس میں دورانِ ملازمت آپ کو بڑے بڑے امتحانات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ مخالفتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ لوگوں نے اپنے ناجائز کام کے لیے آپ کو بڑی بڑی رقوم کی بھی پیشکش کی۔ لیکن محض اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے آپ نے انتہائی ثابت قدمی سے ہر مشکل کا سامنا کیا اور والد محترم حضرت منشی عبدالکریم صاحبؓ سے کیے ہوئے وعدہ کی ہمیشہ پاسداری کی۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ محکمہ پولیس میں آپ کو بہت ہی عزت اور وقار سے دیکھا جاتا تھا۔ اور کبھی بھی افسران بالا کی طرف سے پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ ایک دفعہ کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ یورپ کے ایک لمبے سفر کے بعد کراچی تشریف لا رہے تھے اور والد صاحب نے کراچی ایئرپورٹ سے حضورؒ کے قافلہ کو ایسکورٹ کرنا تھا۔ اُن دنوں والد صاحب ایئرپورٹ ایس پی آفس میں تعینات تھے۔ والد صاحب نے اپنے سے اوپر ایک اعلیٰ پولیس افسر کو لکھا کہ ہمارے روحانی پیشوا تشریف لا رہے ہیں اور میں نے اُن کے استقبال کے لیے ایئرپورٹ جانا ہے۔ اُس

افسر کے ساتھ آپ کے بہت ہی اچھے مراسم تھے اور آپ کے وہم میں بھی نہ تھا کہ وہ افسر انکار بھی کر سکتا ہے۔ دراصل وہ متعلقہ افسر آپ کو سرپرائز دینا چاہ رہا تھا۔ چنانچہ اُس نے آپ کو اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ والد صاحب کو اپنے افسر کے اس رویہ سے سخت حیرت ہوئی اور آپ اپنے دفتر میں کام کے ساتھ ساتھ دُعاؤں میں مشغول ہو گئے۔ چنانچہ جب حضورؒ کی آمد میں بہت ہی کم وقت رہ گیا تو متعلقہ افسر نے والد صاحب کو اُن کے دفتر سے بلوا بھیجا۔

جب آپ باہر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ متعلقہ افسر بذات خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے ہیں اور مسکراتے ہوئے کہتے ہیں کہ آیئے منظور صاحب بہت ضروری کہیں جانا پڑ گیا ہے۔ والد صاحب کو اَور زیادہ پریشانی لاحق ہو گئی کہ اب تو میں ہر گز ایئرپورٹ نہیں پہنچ سکتا۔ آپ نہ چاہتے ہوئے جیپ میں بیٹھ گئے۔ کراچی ایئرپوٹ کا فاصلہ ایئرپورٹ پولیس اسٹیشن سے 5 / 7 منٹ سے زیادہ نہیں ہے۔ چنانچہ ایس پی صاحب تیزی سے جیپ چلاتے ہوئے ایئرپورٹ کے وی آئی پی گیٹ کی طرف سے رن وے پر سیدھے اُس جگہ پر پہنچ گئے جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا جہاز آکر کھڑا ہوا تھا۔ امیر صاحب مع چند احبابِ جماعت حضور کے استقبال کے لیے وہاں پہلے سے موجود تھے۔ چنانچہ جیسے ہی حضورؒ جہاز کی سیڑھیوں سے نیچے اترے تو ایس پی صاحب نے والد صاحب کو کہا کہ لیجیے منظور صاحب اپنے آقا کو مل لیجیے۔ والد صاحب نے کہا کہ چونکہ حضورؒ ایک لمبے سفر کے بعد آرہے ہیں اس لیے امیر صاحب کی طرف سے مصافحہ کی اجازت نہیں ہے۔ اس پر ایس پی صاحب نے کہا کہ مان گئے جناب آپ کی جماعت کے ڈسپلن کو۔ پیاسا بھی موجود ہے اور پانی بھی لیکن پینے کی اجازت نہیں اور پھر کہا کہ معذرت منظور صاحب مجھ پر تو آپ کی جماعت کے اصول لاگو نہیں ہوتے اور آگے بڑھ کر باقاعدہ حضورؒ کو سیلوٹ کیا اور

شرفِ مصافحہ کے بعد والد صاحب کو ایئرپورٹ چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ خلفائے کرام اور دیگر جماعتی بزرگان کی کراچی آمد اور روانگی کے مواقع پر آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ خدمات بجالانے کی سعادت ملتی رہی۔

**تصویری نمائش کے شاندار سلسلے کا آغاز**

تاریخ جماعت احمدیہ کراچی میں تحریر ہے:

مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ کراچی نے اپنے سالانہ اجتماع منعقدہ 15 تا 17/ستمبر 1968ء سے ایک تصویری نمائش کا آغاز کیا۔ یہ نمائش 1968ء سے لے کر 1972ء تک جاری رہی جو کہ جماعتی تقاریب کے مواقع پر لگائی جاتی رہی۔ اس نمائش میں 320 تصویری جبکہ 100 تحریری چارٹس آویزاں کیے گئے۔ تصویری اور تحریری چارٹس کے ذریعہ تاریخ احمدیت کو بھی پیش کیا گیا۔ 1969ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر اس نمائش سے 30 ہزار افراد نے استفادہ کیا۔ اس نمائش کے انعقاد کے سلسلہ میں دیگر خدام کے علاوہ مکرم منظور احمد شاد صاحب نے بھی کردار ادا کیا۔

(تاریخ جماعت احمدیہ کراچی صفحہ 428)

**بعض دیگر جماعتی ذمہ داریاں اور خدمات**

1۔ جماعت احمدیہ کراچی کے مرکز احمدیہ ہال میں 1974ء کے انتہائی پُر آشوب حالات کے پیش نظر اور دیگر کئی مواقع پر خاص طور پر حکومت کی گرفت سے بچنے کی خاطر مرکز کی ہدایت پر مربیانِ سلسلہ کو خطبات جمعہ اور دیگر تقاریب میں تقاریر سے وقتی طور پر روک دیا گیا۔ چنانچہ یہ ذمہ داری محترم والد صاحب کو تفویض ہوئی۔ اس دَور میں آپ کو لاتعداد نکاح بھی پڑھانے کی توفیق حاصل ہوئی۔

2۔ سکھر میں ایک معاند احمدیت مُلا حمادی نے مباہلہ کا چیلنج دے رکھا تھا اور سکھر میں مخالفت میں اس کا بہت بڑا کردار تھا۔ چنانچہ اس کے ساتھ مقابلے کے لیے والد صاحب کو بھجوایا گیا اور آپ کی معاونت کے لیے کراچی سے دیگر دو مربیان سلسلہ کو بھی ساتھ بھیجا گیا۔ لیکن افسوس کہ عین موقع پر مُلا حمادی موقع سے فرار ہو گیا۔

3۔ سکھر ڈیوٹی۔ 1984ء کے دور ابتلا میں اندرونِ سندھ و بلوچستان خصوصاً سکھر اور ارد گرد کے علاقوں کو خصوصی طور پر بہت بڑے ابتلا سے گذرنا پڑا۔ کئی احمدیوں نے جامِ شہادت نوش کیا، بعض احمدی قاتلانہ حملوں میں زخمی ہوئے۔ سب سے پہلے یکم مئی 1984ء کو مکرم و محترم عبدالرحمٰن قریشی صاحب امیر جماعت احمدیہ سکھر کو شہید کیا گیا۔ اس کے علاوہ اسی دوران ایسا وقت بھی آیا کہ سکھر کے تمام احمدی گرفتار کر لیے گئے۔ ان حالات میں مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی نے 1984ء سے ایک لمبے عرصے تک اپنے خدام وہاں بھجوائے جو خدمتِ خلق کے امور سرانجام دیتے رہے۔ ابتدا میں 14 خدام اور ایک ناصر، بعد ازاں 10 خدام اور اس کے بعد 6 خدام بھجوائے جاتے رہے۔ بطور نائب امیر ہنگامی امور کا شعبہ بھی محترم والد صاحب کے تحت تھا۔ اس لیے ان خدام کے تمام تر انتظامات مثال کے طور پر خدام کی تیاری، سکھر میں جماعت کے ساتھ رابطے قافلے کے آنے جانے کے اخراجات، وہاں پر رہائش اور کھانے کے مسائل، حفاظتی امور کے متعلق ہدایات وغیرہ سب آپ ہی کی ذمہ داری تھی۔

(تاریخ جماعت احمدیہ کراچی صفحہ 568)

4۔ آپ کو خلفائے احمدیت کے ساتھ کئی دفعہ اندرون سندھ دوروں اور پکنک وغیرہ پر بھی ساتھ رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان دورہ جات اور پکنک وغیرہ پر بھی آپ کو کئی مواقع پر خدمت کرنے کی توفیق حاصل ہوئی۔

5۔ علم کے ساتھ آپ کو دلی لگاؤ تھا۔ گاؤں سے مڈل اور ربوہ سے میٹرک کیا اور پھر کراچی آکر مختلف ادوار میں پرائیویٹ طور پر ایف اے اور کراچی یونیورسٹی سے بی۔ اے اور پھر پولیس سے ریٹائیر منٹ سے کچھ عرصہ قبل حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زیر ارشاد ایل ایل بی بھی کر لیا۔ ایل ایل بی آپ نے خاص طور پر جماعتی مقدمات کی پیروی کے لیے کیا اور پھر چند ایک مقدمات میں سینئر احمدی وکلاء کے ساتھ عدالتوں میں پیش ہونے کی سعادت بھی ملی۔ (تاریخ جماعت احمدیہ کراچی صفحہ 680) اس کے علاوہ جماعتی کتب کا آپ نے بہت گہرائی سے مطالعہ کر رکھا تھا۔ آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی اور اردو کلام میں سے ایک معتدبہ حصہ زبانی یاد تھا۔ جبکہ غیر احمدیوں کے دیگر مکاتب فکر کی کتب کا بھی آپ نے بہت گہرا مطالعہ کر رکھا تھا۔ قرآن کریم کے ساتھ بہت گہرا لگاؤ تھا۔ آدھی رات کے بعد بیدار ہو جاتے اور نوافل وغیرہ کی ادئیگی کے بعد دیر تک تلاوت قرآن کریم میں مشغول رہتے۔ اپنی زندگی کے آخری رمضان میں آپ کو چھ دفعہ قرآن کریم کے دور مکمل کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔ آپ کو مختلف موضوعات پر قرآنِ کریم کی سینکڑوں آیات یاد تھیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے فنِ تقریر میں بھی ایک خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ کی تقاریر بہت ہی پُر اثر ہو اکرتیں، جرمنی میں قیام کے دوران مجلس انصار اللہ جرمنی کے تحت تین دفعہ ملکی سطح پر مقالہ نویسی کا مقابلہ ہوا۔ الحمدللہ کہ آپ تینوں دفعہ جرمنی بھر میں اوّل قرار پائے۔ رمضان المبارک میں کراچی کے مختلف حلقہ جات میں محترم امیر

صاحب کے زیرِ ارشاد درسِ قرآن دیا کرتے۔ اسی طرح آپ نے کئی لوگوں کے نکاحوں کے اعلان بھی کیے۔

6۔ آپ ایک بہت اچھے منتظم تھے۔ چنانچہ جلسہ سالانہ ربوہ کے آخری چند سالوں میں آپ کو بطور ناظم حفاظت اسٹیج خدمت کا موقع ملا۔ آپ کے سپرد اس سلسلے میں نہ صرف کراچی کے احباب ہوا کرتے بلکہ اندرون سندھ کے احباب بھی آپ کے ساتھ ہی جلسہ سالانہ پر ڈیوٹی دیا کرتے۔ اس سلسلے میں آپ ایک احمدی دوست کے اخلاص و وفا کے حوالے سے یہ واقعہ سنایا کرتے کہ ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر تمام مقامات پر ڈیوٹیاں لگائی جاچکی تھیں کہ ایک دوست ڈیوٹی دینے کے لیے حاضر ہوئے۔ میں نے اُنہیں عرض کیا کہ اب تو ڈیوٹیاں لگائی جاچکی ہیں اور اب مزید دوستوں کی ضرورت نہیں رہی لیکن وہ اپنے اخلاص کے باعث ڈیوٹی دینے کے لیے مصرُ رہے۔ چنانچہ میں نے اُنہیں عرض کیا کہ پھر آپ کی یہ ڈیوٹی ہے کہ آپ ڈیوٹی دینے والوں کی خدمت کریں اور اُن کی ریفریشمنٹ وغیرہ کا خیال رکھیں۔ جلسہ کی مصروفیات کے بعد میں نے کہا کہ آپ کے ساتھ تعارف کا تو موقع مل ہی نہ سکا۔ اس پر انہوں نے بتایا کہ میں میرپور خاص میں سیشن جج ہوں۔ چنانچہ میں ان کے اخلاص و وفا سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ یہ وہ قربانی کا جذبہ ہے جو صرف اور صرف مسیح پاک کے غلاموں ہی میں اس دَور میں دیکھنے کو ملے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی لندن ہجرت کے بعد اسلام آباد کی خرید کے بعد پہلے جلسہ سالانہ کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ چنانچہ جب اسٹیج کی تیاری کا مرحلہ آیا تو محترم چودھری حمید اللہ صاحب نے حضورؒ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ اس کام کے سلسلے میں منظور شاد صاحب کو کراچی سے بلوایا جائے۔ کیونکہ اُنہیں پچھلے

کئی سال سے بطور ناظم حفاظت اسٹیج جلسہ سالانہ ربوہ کا بھی تجربہ ہے۔ چنانچہ اسی دن محترم امیر صاحب کراچی کو محترم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے فون کیا کہ منظور شاد صاحب کو پہلی فلائٹ کے ذریعہ لندن بھجوایا جائے۔ چنانچہ اگلے ہی دن آپ لندن حاضر ہو گئے۔ حضورؒ سے ملاقات کے بعد آپ محترم چودھری حمید اللہ صاحب سے ملے۔ اُن سے ہدایات وغیرہ لینے کے بعد آپ اسلام آباد روانہ ہو گئے اور پھر آپ کی نگرانی میں اسٹیج کی تیاری شروع ہوئی اور آپ ہی ناظم حفاظت اسٹیج مقرر ہوئے۔ آپ کے پاس یہ ذمہ داری اگلے سات آٹھ سال تک رہی۔ اس دَور میں آپ کا طریق تھا کہ آپ ایک ماہ کے لیے لندن آیا کرتے اور پھر جلسے کے بعد حضورؒ کے زیرِ ارشاد شعبہ حفاظت خاص یا پھر دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں خدمات سرانجام دیا کرتے۔ اس قیام کے دوران آپ کو اکثر حضورؒ کے ساتھ صبح سیر کے مواقع بھی میسر آیا کرتے۔ الحمدللہ۔

ایک دفعہ محترم امیر صاحب کراچی نے آپ سے دریافت فرمایا کہ شاد صاحب کیا آپ کا پاسپورٹ بنا ہوا ہے؟ والد صاحب نے عرض کیا کہ امیر صاحب میں ایک معمولی سا سرکاری ملازم ہوں بھلا میں نے پاسپورٹ کیا کرنا ہے۔ اس پر محترم امیر صاحب نے فرمایا کہ اب جبکہ حضورؒ لندن تشریف لے گئے ہیں تو جماعتی امور کی انجام دہی کے لیے پاسپورٹ کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اس لیے تم فوری طور پر پاسپورٹ بنوالو۔ پاسپورٹ بنوانے کے ایک ماہ بعد ہی پہلے جلسہ سالانہ انگلستان منعقد ہونے والا تھا۔ اور پھر جلسے میں شرکت کے علاوہ سال میں آپ کو کئی کئی دفعہ جماعتی کاموں کے سلسلے میں لندن آنا ہوتا۔ مثلاً 1987ء میں جب حضورؒ افریقی ممالک کے دورے پر تشریف لے جارہے تھے تو اس موقع پر سربراہان مملکت کو جو یادگاری شیلڈز پیش کی گئیں وہ جماعت کراچی کی نمائندگی میں آپ ہی نے

کراچی سے اپنی خاص نگرانی میں بنوائیں اور خود لندن حاضر ہو کر حضورؒ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ کو بفضلہ تعالیٰ حضورؒ کی شفقتوں سے کئی بار فیض یاب ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ شروع شروع میں ایک دن آپ مسجد فضل کے احاطے میں ڈیوٹی پر تھے۔ اسی دوران حضورؒ بغیر کسی حفاظتی عملے کے باہر تشریف لائے۔ حضورؒ کے ہاتھوں میں ایک سویٹر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اوپر سے دیکھا کہ آپ ڈیوٹی پر ہیں اور شاید آپ کو سردی لگ رہی ہو گی اس لیے میں آپ کے لیے یہ سویٹر لایا ہوں۔ یہ میں نے صرف ایک ہی دفعہ پہنا ہے۔

**"ایں سعادت بزور بازو نیست۔"**

جلسہ سالانہ 1986ء کے موقع پر حضورؒ نے جماعت احمدیہ کراچی کے وفد کو اجتماعی شرف ملاقات عطا فرمایا۔ حضورؒ نے ازراہِ شفقت ملاقات کے لیے کھلا وقت عنایت فرمایا۔ دورانِ ملاقات حضورؒ نے فرمایا کہ یہاں بعض دوست مجھ سے پاکستان خصوصاً سندھ کے بارے میں جو واقعات اور مظالم ہو رہے ہیں سوال کرتے ہیں۔ ان سوالوں کا جواب آپ دوست بہتر طور پر دے سکتے ہیں۔ میں امیر صاحب یوکے کو ہدایت کر دیتا ہوں کہ فوری طور پر آپ کا پروگرام بنا کر یوکے کی جماعتوں کا دورہ کروائیں تاکہ یوکے کی جماعتوں کے دوستوں کو وہاں کی صحیح صورت حال کا علم ہو سکے اور اس بارے میں ان کے دلوں میں جو سوال ہیں آپ ان کا جواب دے سکیں۔ اس کے علاوہ میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ کچھ دن ذہنی طور پر آرام کر لیں۔ کافی عرصے سے آپ لوگ مسلسل اس اذیت ناک دور سے گزر رہے ہیں۔ جب آپ واپس آئیں تو جرمنی اور اس سے ملحقہ 4/5 ممالک کا دورہ کریں۔ چنانچہ اس خوش نصیب وفد نے 7/ تا 12/ اگست 1986ء یوکے بھر کی بڑی بڑی جماعتوں کا دورہ کیا، اس کے علاوہ برمنگھم، لیک ڈسٹرکٹ، مانچسٹر،

بریڈ فورڈ، گلاسگو، اور ایڈنبرا کی سیر کی۔ اس وفد میں مکرم چودھری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی، مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب نائب امیر کراچی، مکرم منظور احمد شاد صاحب نائب امیر کراچی، مرزا عبدالرشید بیگ صاحب وکیل سپریم کورٹ، مکرم علی احمد طارق صاحب وکیل سپریم کورٹ، مکرم اقبال منہاس صاحب، مکرم منیر احمد خورشید صاحب اور مکرم قریشی مشہود احمد صاحب شامل تھے۔

(تاریخ جماعت احمدیہ کراچی، صفحہ 617)

والد محترم بتایا کرتے تھے کہ حضورؒ نے ازراہ شفقت وفد کو سیر وغیرہ کے لیے ایک اچھی خاصی رقم بھی تحفہ کے طور پر عطا فرمائی تھی۔ الغرض کراچی میں طویل قیام کے دوران آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مختلف جہتوں سے بھرپور خدمات دینیہ کی توفیق حاصل ہوئی۔

تاریخ جماعت احمدیہ کراچی کے صفحہ نمبر 1164 اور 1165 پر آپ کا مفصّل تعارف پیش کیا گیا ہے۔

## جرمنی آمد

1993ء سے قبل ہماری والدہ محترمہ اور ہم چاروں بہن بھائی جرمنی منتقل ہو چکے تھے۔ چنانچہ محترم والد صاحب نے 1993ء میں حضورؒ کی خدمت اقدس میں جرمنی منتقلی کے متعلق اجازت اور مشورہ کے لیے عرض کیا۔ اس خط کے جواب میں حضورؒ نے اپنے خط محررہ 13/جولائی 1993ء میں فرمایا کہ

”پیارے مکرم منظور احمد شاد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی فیکس محررہ 93/07/12 بابت ذاتی مسئلہ اور مشورہ موصول ہوئی۔ ٹھیک ہے۔ اللہ نصرت فرمائے اور جماعت کراچی کو نعم البدل عطا فرمائے۔ جہاں تک آپ کا خدمت دین کا معاملہ ہے وہ تو آپ کو انشاء اللہ دنیا میں ہر جگہ توفیق مل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کا اپنے خاندان میں جانا مبارک فرمائے۔“

چنانچہ 1993ء میں آپ جرمنی آ گئے۔ حضورؒ نے محترم امیر صاحب جرمنی کے نام آپ کو ایک خط دیا اور اس میں لکھا کہ منظور شاد صاحب جرمنی آرہے ہیں ان سے تربیتی امور میں خدمات لیں۔ چنانچہ جرمنی آمد کے بعد شروع ہی سے آپ کو خدمات کی توفیق عطا ہوتی چلی گئی۔ آپ پہلے نیشنل سیکرٹری ضیافت، پھر نیشنل سیکرٹری سمعی و بصری رہے۔ اُسی دور میں جماعت احمدیہ جرمنی کا مبشر اسٹوڈیو بھی قائم ہوا۔ اس کے بعد آپ کو فرینکفرٹ ریجن کا امیر مقرر کیا گیا۔ 1995ء میں آپ نیشنل سیکرٹری تربیت منتخب ہوئے۔ اسی دوران آپ کو لوکل امارت مائنز ویز بادن کا لوکل امیر منتخب کیا گیا۔ 2000ء میں آپ کو گروس گیراؤ کا ریجنل امیر مقرر کیا گیا۔ 2004ء تا 2007ء آپ نیشنل سیکرٹری امورِ عامہ رہے۔ 2004ء میں دار لقضاء جرمنی میں مختارِ عام کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد ہوئی۔ بطور ریجنل امیر آپ کا طریقہ تھا کہ تمام جماعتوں کا دورہ کرتے۔ مجالس عاملہ کے اجلاسات بلاتے۔ ہر ایک عہدہ دار کے ساتھ آپ کا ایک ذاتی تعلق ہوتا تھا۔ آپ مختلف کمیٹیوں کے ممبر بھی رہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ کے فضل سے جرمنی میں قیام کے دوران بھی آپ کو بھرپور رنگ میں خدمت دین کی توفیق عطا ہوئی، الحمد للہ۔

### ہومیوپیتھک

اس شعبہ کے ساتھ آپ کو قلبی لگاؤ تھا۔ یہ لگاؤ آپ کو بہت پہلے سے تھا لیکن دیگر جماعتی مصروفیات کے باعث چاہتے ہوئے بھی اس طرف توجہ نہ دے سکے۔ چنانچہ

جرمنی آنے کے بعد آپ نے اس شوق کو صرف اپنے افراد خانہ تک ہی محدود رکھا ہوا تھا۔ آپ کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی تھی۔ اس کی بڑی وجہ دوا پہ یقین سے زیادہ آپ کا دُعا پر یقین تھا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ باہر بھی آپ کی اس حوالے سے شہرت ہونے لگی۔ آپ نے اس سارے عرصے میں کبھی بھی کسی مریض سے کوئی فیس وغیرہ کا مطالبہ نہیں کیا۔ یہ سارا کام آپ بغیر کسی لالچ کے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے پاس نہ صرف جرمنی سے بلکہ جرمنی سے باہر کے لوگ بھی دوائی کے لیے رجوع کرنے لگے اور یہ سلسلہ روز بروز پھیلتا چلا گیا۔ جرمنی بھر میں آپ کے مریضوں کی تعداد ہزاروں میں تھی حضورؒ بھی آپ کے کام سے بہت خوش تھے اور کئی مریضوں کو آپ کے ساتھ رجوع کرنے کا بھی کہا کرتے تھے۔

### جرمنی سے لندن آمد

آپ 2010ء میں جرمنی سے لندن منتقل ہو گئے۔ چنانچہ جب آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں جرمنی سے لندن منتقل ہونے کے متعلق ذکر کیا تو حضور نے ازراہ شفقت فرمایا کہ آپ شعبہ ہومیو پیتھک میں وقت دیا کریں۔ چنانچہ پچھلے دس سال سے مسلسل آپ بطور نائب انچارج شعبہ ہومیو پیتھک کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ اور اس حیثیت سے ہفتے میں تین دن بیت الفتوح ہومیو پیتھک ڈسپنسری میں بیٹھا کرتے تھے۔ یہاں پر بھی آپ کے مریضوں کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ صرف لندن ہی میں یہ تعداد 1350 سے زائد فیملیز پر مشتمل تھی، اسی طرح انگلستان کے دیگر شہروں سے بھی بہت بڑی تعداد میں لوگ آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر ایک عمر رسیدہ خاتون نے بہت

اصرار کر کے آپ کو اپنے گھر مدعو کیا۔ واپسی پر والد صاحب نے ہمیں بتایا کہ یہ وہ واحد مریضہ ہے کہ جس کو میری دوائی سے آرام نہیں آیا۔ لیکن میری کوئی بھی ایسی تہجد کی نماز نہیں ہوتی کہ جس میں ان کے لیے میں دُعا نہیں کرتا۔ یہ وہ طریقہ علاج تھا کہ جو آپ کی کامیابی کا راز تھا۔ چنانچہ جب آپ کی وفات کے موقع پر آپ کے سینکڑوں مریضوں کے فون وغیرہ آئے تو اکثر لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ دوائیاں تو کسی بھی ڈاکٹر سے مل سکتی ہیں لیکن ہمیں تو فکر اُن دُعاؤں کی ہے کہ جن سے ہم محروم ہو گئے ہیں۔ الحمدللہ آپ کے علاج سے کئی ایسے مریض بھی شفایاب ہوئے جنہیں ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے دیا تھا۔

**عمرے کی سعادت**

آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے زندگی میں دو دفعہ عمرے کی سعادت نصیب ہوئی۔ پہلی بار اپریل 2011ء اور دوسری بار اپریل 2019ء میں۔ اس وقت میں یہاں پر آپ کے تعلق باللہ کے حوالے سے ایک واقعہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو کہ پہلے عمرے کے دوران پیش آیا۔ جب آپ مسجد نبویؐ میں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے روضہ ٔمبارک پر حاضر ہوئے تو شدید خواہش کے باوجود بہت زیادہ رش ہونے کی وجہ سے روضہ ٔمبارک کی جالی کے قریب ہونے یا ہاتھ لگانے سے محروم رہے۔ چنانچہ آپ کو اس بات کا بہت ہی افسوس ہوا اور پھر اسی ملال کی کیفیت میں آپ ہوٹل جا کر سو گئے۔ لیکن نماز تہجد پر بیدار ہونے سے کچھ لمحے قبل آپ نے کشفی طور پر ایک عجیب نظارہ دیکھا آپ نے دیکھا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل قبر مبارک کے پاس موجود ہیں اور قبر پر ہلکی ہلکی شبنم بھی پڑی ہوئی ہے۔ اور آپ قبر مبارک کا بوسہ لیتے ہیں اور آپ کو وہ شبنم کی نمی اور مٹی کے ذرات اپنے ہونٹوں پر محسوس ہوتے ہیں۔ اُسی لمحے آپ کی آنکھ کھل جاتی ہے

اور ہونٹوں پہ نمی والی کیفیت جاگنے کے بعد بھی چند ایک لمحوں تک آپ نے محسوس کی۔ الحمدللہ۔

محترم والد صاحب نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے چار خلفائے احمدیت سے فیوض و برکات پائیں۔ حضرت مصلح موعودؓ سے یہ برکتوں اور شفقتوں کا شروع ہونے والا سلسلہ ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تک جاری و ساری رہا۔ چنانچہ 16/ مارچ 2013ء بروز ہفتہ مسجد فضل لندن میں حضور انور اید اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کی بیٹی عزیزہ امۃ المتین خالد کے نکاح کا اعلان عزیزم مکرم محمد احمد خورشید مربی سلسلہ مانچسٹر کے ساتھ فرمایا۔ الفضل انٹرنیشنل کی اشاعت 16/01/15 میں درج ہے کہ فریقین کے درمیان ایجاب و قبول کرواتے ہوئے حضور انور نے لڑکی کے والد سے دریافت فرمایا آپ شاد صاحب کے بیٹے ہیں۔ ان کے اثبات میں جواب عرض کرنے پر حضور انور نے فرمایا: یہ خاندان بھی بڑا خدمت کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ آئندہ نسلوں کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

### پیارے آقا کی بے مثال غلام پروری اور شفقت

تقریب نکاح کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نہ صرف یہ کہ شادی میں بنفس نفیس شریک ہوئے بلکہ اگلے روز تقریب ولیمہ میں بھی تشریف لائے۔

اللھمّ ایّد امامنا بروح القدس

چند سال ہوئے کہ ہم لوگ شرف ملاقات کے لیے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جیسے ہی ہم لوگ حضور انور کے دفتر میں داخل ہوئے والد صاحب کو دیکھتے ہی حضور نے فرمایا کہ شاد صاحب کہاں رہتے ہیں۔ میں پچھلے دنوں آپ کو یاد کر رہا تھا (ہم نے دیکھا ہے کہ خلفاء سے ملاقات کے وقت آپ کبھی بھی ٹھیک طرح

بات نہ کر پائے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے) چنانچہ یہاں بھی یہی صورت حال تھی۔ آپ نے روتے ہوئے عرض کیا کہ حضور میں یہیں پر ہوتا ہوں۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ نہ آپ کبھی جمعہ پر نظر آتے ہیں اور نا ہی کسی شادی وغیرہ پر نظر آتے ہیں۔ اس پر والد صاحب نے عرض کیا کہ حضور میں جمعہ پر جاتا ہوں لیکن میں اوپر کرسی پر بیٹھتا ہوں۔ اس پر پیارے آقا نے ازراہِ شفقت فرمایا کہ اچھا تو آپ کو یہاں آکر کرسی مل گئی ہے۔

الحمدللہ ہم نے دیکھا ہے کہ ہر ملاقات میں حضور پر نور محترم والد صاحب کے ساتھ انتہائی پیار اور شفقت کا اظہار فرماتے رہے۔ محترم والد صاحب کا طریق تھا کہ ملاقات پر جانے سے قبل نظامِ خلافت اور نظام جماعت کی مضبوطی کے لیے لازمی بڑے درد اور سوز کے ساتھ دُعا کرواکر گھر سے روانہ ہوتے اور سفر میں بھی مسلسل دُعاؤں میں مشغول رہتے۔ نظام جماعت اور نظام خلافت کے لیے آپ ہر قربانی کے لیے تیار رہتے۔ خلفاء کی طرف سے جب بھی کوئی تحریک ہوتی آپ فوراًاس پر لبیک کہتے۔ لازمی چندہ جات کے علاوہ متعدد دیگر تحریکات میں بھی حسب توفیق ادائیگی کیا کرتے۔ سینٹ تھومس ہسپتال لندن کی طرف سے غریب اور نادار مریضوں کے لیے ایک چیریٹی میں باقاعدہ ہر ماہ 30 پاؤنڈ آپ کے اکاؤنٹ سے جا رہے تھے۔ جس کا ہمیں آپ کی وفات کے بعد علم ہوا۔

آپ بہت سادگی پسند اور نہایت نفیس طبیعت کے مالک تھے۔ گھر میں تمام افرادِ خانہ کے ساتھ بہت ہی مشفقانہ سلوک تھا۔ اپنے پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کے ساتھ اور پھر ان کے بچوں کے ساتھ آپ گھل مل جاتے۔ چھوٹے بچوں کے لیے ہمیشہ اپنے کمرے میں چاکلیٹ وغیرہ رکھتے۔ بلکہ یہ شفقت کا سلوک اپنے مریضوں کے بچوں کے ساتھ بھی تھا۔ آپ کے چہرے پر ایک خدائی رعب

تھا۔ایک روحانیت چھلکتی تھی۔آپ خاندان بھر کے افراد کے لیے قابل صد احترام بزرگ تھے۔ہر چھوٹا بڑا آپ کو دُعا کے لیے عرض کرتا۔آپ نے ہمارے ساتھ بڑے لمبے لمبے سفر بھی کئے ہیں۔دورانِ سفر آپ کی زبان ہمیشہ ذکر الٰہی سے تر رہتی۔بچوں کے یا گھر کے دیگر معاملات میں آپ نے کبھی بھی بے جا دخل اندازی نہیں کی۔آپ ایک صائب الرائے شخصیت رکھتے تھے۔خاندان کے علاوہ آپ کے دوست احباب اور دیگر جاننے والے بھی آپ سے مشورہ وغیرہ لیتے اور پھر اس پر عمل پیرا بھی ہوتے۔آپ ایک عمدہ شاعر بھی تھے۔آپ بہت ہی کم کہا کرتے تھے۔لیکن کبھی کسی خاص موقع پر طبع آزمائی کر بھی لیا کرتے۔چنانچہ جب ایم ٹی اے کا آغاز ہوا تو آپ نے ایک نظم لکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت اقدس میں بھجوائی۔حضورؒ نے نہ صرف نظم کو پسند فرمایا، بلکہ ایم ٹی اے کے ایک پروگرام میں حضورؒ نے ایک خادم کو ترنم کے ساتھ پڑھنے کو کہا اور بعد میں حضورؒ نے یہ نظم الفضل انٹرنیشنل کو اشاعت کے لیے بھجوادی۔چنانچہ یہ نظم 13/مئی 1994ء کے الفضل انٹرنیشنل میں شائع ہوئی۔

آپ 17/جنوری 2021ء سہ پہر ساڑھے تین بجے لندن کے ایک مقامی ہسپتال میں تین ہفتوں تک زیر علاج رہنے کے بعد اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ 22/جنوری بروز جمعۃ المبارک آپ کی نماز جنازہ آپ کے بھتیجے مولانا منور احمد خورشید صاحب نے اسلام آباد کے قریب جماعت کے نئے قبرستان واقع ایسپیگ۔گوڈالہبگ میں پڑھائی، اور بعد ازاں وہیں پر احاطہ موصیان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت آپ کا ایک نواسہ عزیزم سلمان احمد قمر بطور مربی سلسلہ خدمات کی توفیق پارہاہے۔الحمدللہ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 9/اپریل 2021ء کے خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر خیر فرمایا اور نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ حضور نے انور ایدہ اللہ نے محترم شاد صاحب کے بارے میں جو فرمایا وہ کتاب کے شروع میں شامل کر دیا گیا ہے۔

(بحوالہ الفضل انٹر نیشنل 29 اگست 2021ء)

## مکرم آفتاب احمد و محترمہ امتہ الجمیل کوثر صاحبہ



مکرم منظور احمد شاد صاحب میرے ماموں تھے، جب کے میرے شوہر مکرم آفتاب احمد صاحب کے چچا تھے اس دوہرے رشتے کی نسبت سے آپ کا ہمارے ساتھ بہت محبت بھرا گہرا تعلق تھا۔ جب آپ یہاں مائنز میں رہائش پذیر تھے تو آپ اکثر ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ آتے ہی سب سے پہلے وضو کرتے اور اس کے بعد سب میں مل کر بیٹھتے۔ اور آپ ایک دفعہ پھر جانے سے پہلے وضو کرتے۔ یعنی کہ آپ ہر وقت باوضو رہا کرتے تھے۔ میری شادی سے پہلے جب ماموں جان ہمارے گھر چک سکندر آیا کرتے تھے تو آپ کے آنے کی خوشی میں کئی دن پہلے ہی گھر میں چھل پہل شروع ہو جاتی تھی۔ آپ ہر محفل کی جان ہوا کرتے۔ آپ کی ہر بات اور ہر عمل میں نصیحت ہوتی تھی۔ آپ بہت ہی نیک اور شفیق انسان تھے۔

میں نے زندگی میں پہلی دفعہ آپ کو اس وقت روتے ہوئے دیکھا کہ جب میری والدہ اور آپ کی بہن کی وفات ہوئی، اس موقع پر آپ بہت غمگین ہوئے۔ اور مسلسل تین دن تک آپ کی آنکھیں سرخی مائل نظر آتی تھیں۔ آپ پہلے بھی مجھے بہت پیار کرتے تھے لیکن والدہ کی وفات کے بعد تو آپ نے مجھے کہا کہ اب میں

صرف تمہارا ماموں ہی نہیں بلکہ تمہاری ماں بھی ہوں، اور پھر آپ نے ان دونوں رشتوں کو آخر دم تک بخوبی نبھایا۔ آپ کے سمجھانے اور نصیحت کرنے کا طریق بہت ہی اچھا تھا، آپ زبانی تربیت کے ساتھ ساتھ اپنے عمل سے بھی تربیت کیا کرتے تھے۔ ہماری شادی کے موقع پر آپ نے ہم دونوں سے کہا کہ بہترین ازدواجی زندگی اس راز میں پنہا ہے کہ کسی بھی تیسرے کی باتوں میں نہ آئیں، ایک طرف سے سن کر دوسری طرف سے نکال دیں، باہر کی باتیں گھر نہ لائیں اور گھر کی بات باہر نہ نکالیں، ورنہ گھر تباہ ہو جایا کرتے ہیں۔ آج ہماری شادی کو 43 سال ہو چکے ہیں، اور آپ کی باتوں پر عمل پیرا ہو کر ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی زندگی گذار رہے ہیں۔ الحمد اللہ اور یہ ہی نصیحت ہم نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو بھی کی کہ بیٹا ہماری زندگی کی کامیابی کا راز ماموں جان کی وہ نصیحت ہے کہ جو آپ نے ہمیں شادی کے پہلے دن کی تھی۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے خاندان کے اس پیارے بزرگ کو کروٹ کروٹ سکھ اور چین نصیب کرے۔ آمین

## مکرم داؤد احمد قمر صاحب

مکرم منظور احمد شاد صاحب کے بڑے داماد مکرم داؤد احمد قمر صاحب لکھتے ہیں:



مکرم و محترم چچا جان منظور احمد شاد صاحب مرحوم میرے والد مکرم بشارت احمد صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کی عمروں میں 15 سال کا فرق تھا۔ آپ دونوں کے درمیان مثالی پیار و محبت کا تعلق تھا۔ ایک دوسرے کے لیے بہت ادب و احترام تھا والد صاحب چچا جان کو ہمیشہ 'تسی' (آپ) کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔اور چچا جان بھی آپ کو والد کا درجہ دیتے تھے۔

محترم چچا جان کے ساتھ جرمنی میں جماعت کی خدمت کے دوران جو کچھ وقت گزرا اس حوالہ سے چند ایک واقعات کا ذکر کروں گا۔

محترم چچا جان کو جرمنی میں آتے ہی جماعتی خدمات کی توفیق ملتی چلی گئی۔ جب آپ ریجنل امیر فرینکفرٹ مقرر ہوئے۔ اس وقت یہ بہت بڑا ریجن تھا۔ یہ دراصل دو ریجبر پر مشتمل علاقہ تھا۔ اس دور میں اس ریجن میں 65 جماعتیں تھیں، جو کہ اب سینکڑوں جماعتوں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ محترم چچا جان نے شروع ہی سے تمام صدران جماعت کے ساتھ رابطہ کیا، ہر اک جماعت کا دورہ کیا جو کہ ایک بہت ہی مشکل کام تھا، کیوں کہ اس دور میں جماعتوں کے فاصلے بہت زیادہ تھے، اور

دوسرے یہ ریجن فرانس کی سرحد سے لے کر جرمنی کے وسط تک پھیلے ہوئے تھے۔ آپ کے دوروں کے نتیجے میں جماعتوں میں ایک نئی روح پیدا ہوگئی۔ محترم امیر صاحب جرمنی بھی آپ کی اس کوشش سے بہت خوش تھے، امیر صاحب کے دل میں چچا جان کے لیے بہت عزت تھی اور اس بات کا آپ نے کئی مواقع پر برملا اظہار بھی کیا۔

مکرم ومحترم چچا جان جرمنی میں ریجنل امیر فرینکفرٹ کے علاوہ کئی شعبہ جات میں بطور نیشنل سیکرٹری خدمت کی توفیق بھی پاتے رہے۔ مثلاً شعبہ ضیافت، شعبہ سمعی وبصری، شعبہ تربیت اور شعبہ امور عامہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ کو جلسہ سالانہ کے مواقع پر بطور ناظم دفتر جلسہ سالانہ اور بطور نائب افسر جلسہ سالانہ مستورات بھی کئی سال تک خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ اجتماع خدام الاحمدیہ کے موقع پر بطور ریجنل امیر آپ کے سپرد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی رہائش کا مکمل انتظام ہوا کرتا تھا، آپ کے سپرد جو بھی ذمہ داری رہی آپ نے ہمیشہ مکمل ایمان داری کے ساتھ، خلوص اور وفا کے ساتھ اپنا کام مکمل کیا۔ آپ کی ایک خاص خوبی وقت کی پابندی تھی جس پر آپ ہمیشہ کاربند رہے۔ آپ بہت ہی بااصول تھے۔

ناصر باغ گروس گیراؤ میں سالانہ تربیتی کلاس ہوا کرتی تھی اور بطور ریجنل امیر آپ اس کلاس کے نگران ہوا کرتے تھے، نئے سال کی آمد کے موقع پر چند ایک لڑکے آتش بازی دیکھنے کے لیے رات کو باہر چلے گئے۔ ان میں جماعت کے ایک بہت ہی اعلیٰ عہدہ دار کے بیٹے بھی شامل تھے۔ جب آپ صبح کلاس میں گئے تو آپ کو پتا چلا کہ رات جو لڑکے باہر گئے تھے اُن میں فلاں عہدہ دار کا بیٹا بھی شامل تھا۔ لیکن آپ نے والد کے عہدہ کی بالکل بھی پرواہ نہیں کی اور جماعتی اصول کے مطابق اس

لڑکے کے والد کو ناصر باغ بلا لیا۔ اور کلاس کے اصول کی خلاف ورزی پر اس لڑکے کو والد کے ساتھ گھر بھیج دیا۔

آپ کس قدر وقت کی پابندی کرتے تھے۔ اس کی دو مثالیں بیان کرتا ہوں۔

ایک دفعہ ایک دوست نے آپ کو اپنی بیٹی کے رخصتانہ پر مدعو کیا اور دُعا کرانے کے لیے کہا۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا، ہم مقررہ وقت پر شادی ہال میں پہنچ گئے، وہاں پر ہمیں نہ میزبان اور نہ ہی کوئی اور نظر آیا ہم نے ایک گھنٹہ انتظار کیا۔ ہم چونکہ ایک اور جماعت میں بھی وقت دے رکھا تھا اس لیے ہم وہاں سے چلے آئے۔ راستہ میں جس دوست کی بیٹی کی شادی تھی وہ بھی سامنے سے آتے ہوئے مل گئے، انہوں نے بہت معذرت کی اور دوبارہ ہال میں جانے کے لیے کہا۔ لیکن چچا جان نے کہا کہ جو وقت دیا کریں، اس کی پابندی بھی کیا کریں، ہم نے اب فوراً ایک جماعت میں پہنچنا ہے اس لیے آپ معذرت کر کے چلے آئے تا کہ وقت پر جماعتی پروگرام میں پہنچ سکیں۔

اسی طرح مجھے چچا جان کے ساتھ ایک شادی میں جانے کا اتفاق ہوا، یہ شادی ڈارم سید کے ایک ہال میں ہو رہی تھی۔ جب ہم وہاں پہنچے تو یہاں پر بھی کوئی نہ تھا۔ ہمارے علاوہ محترم لئیق احمد منیر صاحب مربی سلسلہ بھی تشریف فرما تھے۔ کافی دیر انتظار کے بعد دولہا کے والد صاحب تشریف لے آئے۔ اس پر چچا جان نے محترم مربی صاحب سے کہا کہ دُعا کروا دیں۔ چنانچہ دُعا میں ہم چند ایک لوگ شامل ہوئے، اس پر چچا جان نے اجازت لی۔

اسی طرح ہاٹرس ہائم میں ایک شادی کا پروگرام تھا۔ شادی کا جو وقت تھا وہ ہی نماز کا بھی وقت تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو آپ نے پوچھا کہ نماز کا کیا انتظام ہے۔ اس پر میزبان کے پاس کوئی تسلی بخش جواب نہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب شادی کا وقت

مقرر کریں تو دیکھنا چاہئے کہ یہ وقت نماز کے سے تو نہیں ٹکرا رہا۔ اس پر میزبان نے معذرت کرتے ہوئے دریوں وغیرہ کا انتظام کیا اور پھر نماز ادا کی گی۔ چچا جان بہت ہی خوددار شخص تھے۔ اپنا ہر کام خود ہی کیا کرتے۔ روزانہ مائنز سے جماعت جرمنی کے مرکز بیت الصبوح جاتے تھے۔ یکطرفہ ٹرین سے کم از کم دو گھنٹے لگ جاتے تھے۔ کئی دفعہ ہم دیکھتے کہ آپ بس سٹاپ پر کھڑے ہیں ہم جا کر پوچھتے کہ ہم آپ کو ریلوے اسٹیشن تک چھوڑ دیتے ہیں، لیکن آپ کہتے کہ میرے پاس ماہانہ بس پاس ہے۔ آپ میری فکر نہ کریں میں چلا جاؤں گا۔ مجھے آپ کے ساتھ متعدد بار سفر کا موقع ملا ہے۔ آپ سفر شروع کرنے سے پہلے باقاعدہ وضو کرتے، کار میں بیٹھتے ہی دُعا کرواتے۔ اور اگر دوران سفر نماز کا وقت ہو جاتا تو لازمی گاڑی میں ہی نماز باجماعت کرواتے۔ اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ دوران سفر آپ مسلسل دعاؤں میں مشغول رہتے تھے۔ خاکسار جب بطور صدر جماعت مائنز منتخب ہوا تو اجلاسات کے دوران آپ نے ہمیشہ مجھے صدر صاحب ہی کہہ کر مخاطب کیا۔ نظام جماعت کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ میں صدر جماعت تھا اور آپ ریجنل امیر، لیکن اجلاسات کے دوران آپ بالکل ایک عام شخص کی طرح شامل ہوا کرتے۔ چچا جان بے انتہا خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین

**محترمہ طاہرہ نصرت صاحبہ**

آپ کی بڑی صاحبزادی محترمہ طاہرہ نصرت صاحبہ اہلیہ مکرم داؤد احمد قمر صاحب حال مقیم جرمنی تحریر فرماتی ہیں کہ:

ہمارے پیارے ابو جان! بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ نیکی، تقویٰ، دیانتداری، سخاوت، خدمت دین، خلافت سے محبت، انسانیت کی خدمت، ان کے علاوہ بھی آپ بے انتہا خوبیوں کے مالک تھے۔ بچپن ہی سے ہم نے انہیں نماز تہجد کا پابند پایا۔ نماز فجر کے بعد بلند آواز سے تلاوت قرآن کریم کیا کرتے تھے، آپ کی آواز میں ایک خاص قسم کا سرور اور چاشنی تھی جو سننے والے کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی۔ خلافت سے عشق کی حد تک محبت تھی۔ اور دین کی خدمت آپ کا نصب العین تھا۔ آپ کو محض خدا تعالیٰ کے فضل سے چار خلفاء کے ادوار دیکھنے نصیب ہوئے۔ اور ساری عمر خلفاء کی شفقتوں اور محبتوں سے فیض یاب ہوتے رہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ تا وفات خدمت دین میں مشغول رہے۔ آپ نے کبھی بھی دن یا رات کی پرواہ نہیں تھی کی۔ دفتر سے اکثر سیدھے گیسٹ ہاؤس (جماعت کراچی کے مرکزی دفاتر) چلے جاتے۔ اور بعض دفعہ جماعتی کام سے وہیں سے اندرونِ سندھ یا بلوچستان کے دورہ پر چلے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے ہم بسا اوقات کئی کئی دن کے بعد ابو جان سے ملتے تھے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے پولیس جیسے محکمہ میں رہتے ہوئے اپنی نیکی اور طہارت سے ایک مقام پیدا کیا۔ ایک باوقار احمدی افسر کے طور پر اپنا نام پیدا کیا۔ یہ ہی وجہ تھی کہ آپ کے افسران بھی آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ کم تنخواہ کے باوجود آپ ہماری تمام خواہشات پوری کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ کو جھوٹ سے سخت نفرت تھی۔ ہمیں بھی ہمیشہ ہر حال میں سچ بولنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔

امی جان کا آپ نے ساری زندگی بہت ساتھ دیا۔ اگر امی جان کی طبیعت کبھی ناساز ہوتی تو آپ کھانا تک بھی بنا دیتے تھے۔ آپ کو رشتے نبھانے کا فن خوب آتا تھا۔ احباب جماعت، عزیزوں رشتہ داروں، ہمسائیوں اور اپنے ماتحت عملہ کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ آپ کی شخصیت بہت باوقار تھی، چہرہ پر ایک خدائی رعب تھا، دیکھنے والا مرعوب ہو جاتا تھا، لیکن آپ بہت ہی شفیق انسان تھے پولیس سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ نے وکالت شروع کردی۔ (لیکن جماعتی مصروفیات کے باعث وکالت کو وقت نہ دے سکے) آپ کو بعد میں ہومیو پیتھک میں دلچسپی پیدا ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں شفاء بھی عطا فرمائی تھی۔ جرمنی منتقل ہونے کے بعد تو اس کام میں بہت وسعت پیدا ہوگئی تھی۔ اور آپ کی شہرت دوسرے ممالک میں بھی ہوتی چلی گئی۔ لوگ دُور دُور کا سفر کر کے آپ کے پاس علاج کے لیے آتے تھے۔ جو لوگ خود نہ آسکتے آپ انہیں دوائیاں پوسٹ کر دیا کرتے تھے۔ ایک خاتون نے مجھے بتایا کہ آپ کے والد صاحب سے جب دوا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے فوراً آرام آجاتا ہے۔ جب کہ وہ ہی دوائی کسی اور سے لیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دراصل ابو جان کا دوا سے زیادہ دُعا پر اعتقاد تھا۔ آپ کے مریضوں کا بھی آپ کے ساتھ مُریدوں کا سا تعلق تھا۔ آپ روزانہ سب کے لیے نماز تہجد میں بلاناغہ دُعا کی کرتے تھے۔ محترم والد صاحب کی ان تمام کامیابیوں کے پیچھے امی جان کا بہت اہم کردار تھا۔ دفتری اور جماعتی مصروفیات کے باعث ابو جان گھر پر خاطر خواہ وقت نہ دے پاتے تھے، لیکن امی جان نے کبھی بھی آپ سے شکایت نہیں تھی کی۔ دفتر اور جماعتی دورہ جات کے لیے آپ کی سفری اشیاء تیار کرتیں، کپڑے تیار کر کے رکھ دیا کرتیں۔ اکرام ضیف کے سلسلہ میں بھی آپ کا

ایک مقام تھا۔ ابو جان سے ملنے کے لیے اکثر مہمان گھر پر بھی آیا کرتے تھے۔ اور امی جان مہمانوں کی خدمت میں کوئی کسر اٹھانہ رکھتیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے والدین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے۔ ہمیں اور ہماری اولادوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور آپ کی دُعائیں ہمیشہ ہمارے حق میں قبول ہوتی چلی جائیں۔ آمین

## محترمہ انیلہ انجم صاحبہ

مکرم منظور احمد شاد صاحب کی بہو محترمہ انیلہ انجم صاحبہ کہتی ہیں کہ

آپ میرے چچا بھی تھے، خالو بھی تھے، اور آپ میرے سُسر بھی تھے۔ لیکن میں یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ شادی کے بعد ہم آپ کے ساتھ 31 سال رہے۔ آپ میرے لیے صرف ایک شفیق والد کی طرح تھے۔ یہ سارا وقت جو آپ کی سرپرستی میں گزارا کبھی بھی احساس تک نہیں ہوا کہ میں اس گھر کی بہو ہوں چچا جان اور خالہ جان کے ساتھ گزرا وقت ایک خواب کی طرح لگتا ہے۔ آپ محبت کرنے والے وجود تھے ۔ بہت خاموش طبع ، نفیس طبیعت ، پارسائی اور مسکراہٹ ہر وقت آپ کے چہرے پر رہتی۔ لیکن ایک خدائی رعب بھی چہرے پر تھا کہ جو دیکھنے والے کو مرعوب کر دیتا تھا۔ کھانے پینے میں پسند یا ناپسند کا کوئی مسلہ نہیں تھا۔ جو کچھ پکا ہوتا خوشی سے کھا لیتے تھے۔ کبھی بھی کسی چیز کی فرمائش نہ کرتے تھے۔ بہت ہی جچا تُلا کھاتے تھے۔ اپنی گنجائش سے ایک چمچ بھی زائد نہیں لیتے تھے۔ آپ میں خود داری اس قدر تھی کہ اپنے برتن وغیرہ تک خود اُٹھایا کرتے تھے۔ ہم بہت کوشش کرتے لیکن آپ ہمیں بالکل ہاتھ نہ لگانے دیتے۔

اوقات کی پابندی اگر کسی نے سیکھنی ہو تو اس کے لیے آپ ایک بہترین مثال تھے۔ آپ کے ہر کام کا وقت مقرر ہوتا تھا۔ مقررہ وقت سے آگے پیچھے ہر گز نہ ہوتے۔ بہت صبح اُٹھ جایا کرتے۔ بلاناغہ تہجد کے ساتھ دن کا آغاز کرتے، نماز فجر کے بعد تلاوت بلند آواز میں کرتے، اس کے بعد کچھ دیر آرام کرتے، سات بجے دوبارہ اُٹھ کر غسل وغیرہ لے کر پورے آٹھ بجے ناشتہ کے لیے کھانے کی ٹیبل پر ہوتے، دوپہر کا کھانا بارہ بجے اور شام کا کھانا ٹھیک چھ بجے کھا لیتے۔ ناشتے اور کھانے کے بعد لازمی باہر واک کے لیے جاتے، آپ بہت تیز چلا کرتے تھے، آپ اللہ

تعالیٰ کے فضل سے آخر عمر تک بہت صحت مند رہے۔ ہفتہ میں تین دن بیت الفتوح میں قائم ہومیو پیتھک ڈسپینسری میں بھی خدمت خلق کی غرض سے جایا کرتے۔ آپ اوقات کے اس قدر پابند تھے کہ گیارہ سال میں ایک دن بھی ڈسپینسری تاخیر سے نہیں گئے۔

جب ہم حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں ملاقات کے لیے حاضر ہوتے یا بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس اید اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ملاقات کے لیے جاتے تو آپ بہت خوش ہوتے۔ گھر سے دُعا کروا کر بھجواتے۔ صدقہ نکالتے اور ہمیں بھی صدقہ دینے کے لیے کہتے۔ جب حضور انور ایدہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو فرط جذبات سے آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتیں۔ حضور پُر نور خود بار بار کوشش کرتے کہ آپ کوئی بات کریں لیکن آپ کے لیے حضور انور ایدہ اللہ سے بات کرنا بہت مشکل ہوتا تھا۔ عام ملاقات کی نسبت پیارے آقا آپ کی وجہ سے ہمیں معمول سے زیادہ وقت عنایت فرماتے اور سب سے حالات دریافت فرماتے۔ آپ ملاقات کے بعد باہر آکر بار بار حضور کی محبتوں، شفقتوں کو یاد کرتے اور خوش ہوتے اور بار بار الحمد اللہ الحمد اللہ کہتے۔ ملاقات کے بعد جب ہم گھر واپسی کے لیے روانہ ہوتے تو کہتے کہ آج میری طرف سے دعوت ہوگی، آج کھانا میری طرف سے ہوگا۔ جب ہم نے بچوں کے رشتے طے کیے تو آپ بہت خوش ہوئے، اسی طرح خاندان میں جو بھی آپس میں رشتے طے کرتے سب سے پہلے آپ کو فون کر کے مطلع کرتے اور دُعائیں لیتے۔ ایسے خوشی کے موقعوں پر اور عید وغیرہ پر بھی کھانا ہمیشہ آپ کی طرف سے ہوتا۔ ہمارے بچوں اور پھر اُن کے بچوں سے بہت پیار اور شفقت کا اظہار کرتے تھے۔ اور بچے بھی آپ کے ساتھ بہت مانوس تھے۔ ہم کوشش کرتے کہ بچوں کو آپ کے کمرے

میں جانے سے روکیں، لیکن آپ ہمیں منع کرتے اور کہتے کہ مجھے خوشی ہوتی ہے، انہیں کبھی نہ روکا کرو، اور بچے بھی آپ کے پاس جاتے ہی آپ سے لپٹ جاتے، پیار کرتے، دوائی مانگتے، اور میٹھی میٹھی گولیوں سے منہ بھر کر بھاگ جاتے۔

رمضان المبارک میں نماز فجر کے بعد درس دیا کرتے، ہمارے گھر میں ساری نمازیں باجماعت ادا کی جاتیں تھیں۔ آپ کے ہر عمل میں کوئی نہ کوئی سبق لازمی ہوتا۔ رمضان المبارک میں اور بچوں کی چھٹیوں کے دنوں میں مجھے سختی سے منع کرتے کہ تم نے میرے ناشتہ کی فکر نہیں کرنی صبح کچھ دیر آرام کرلینا۔ کیوں کہ سارا دن بچوں میں مصروف رہتی ہو۔ اور اگر میں آپ کا ناشتہ تیار کرنے کے لیے اُٹھ کر آجاتی تو آپ ناراض ہوتے اور کہتے کہ تم پھر اُٹھ گئی ہو کچھ دیر آرام بھی کرلیا کرو۔ آپ ہم سب کے آرام کا بہت خیال رکھتے ہم میں سے یا بچوں میں سے اگر کسی کی طبیعت ٹھیک نہ ہوتی تو بہت فکر مند ہو جاتے۔ فوراً دوائی تیار کر کے دیتے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کے ہاتھ میں شفاء بھی رکھی تھی۔ ہم آپ کو دُعا کے لیے عرض کرتے تو کہتے کہ یہ بھی کوئی کہنے والی بات ہے۔ فرماتے کہ میں روزانہ بلا ناغہ آپ سب کے نام لے کر دُعا کرتا ہوں۔ یہاں لندن میں بھائی جان منوّر خورشید صاحب اور باجی جب بھی ہمارے ہاں آتے تو آپ بہت خوش ہوتے، بھائی جان منور کے ساتھ آپ کا ایک خاص تعلق تھا۔ جہاں چچا بھتیجے کا ادب و احترام بھی تھا اور بے تکلفی بھی بہت تھی۔ آپ دونوں جب ایک جگہ ہوتے مجلس قہقہوں سے گونجا کرتی تھی جس سے ہم سب بہت محظوظ ہوتے۔ اسی طرح جب جرمنی سے آپ کی بیٹی طاہرہ نصرت صاحبہ یا بیٹے طاہر احمد صاحب بچوں کے ساتھ آتے تو آپ کی خوشی دیدنی ہوتی، یا یہاں لندن سے آپ کی چھوٹی بیٹی سائرہ نزہت ملنے کے لیے آتیں تو بہت خوش ہوتے اور ڈھیروں دُعائیں دیتے۔ خاندان

کے تمام چھوٹے بڑے آپ کا بہت ادب و احترام کرتے ، لندن میں ہمارے خاندان کے چالیس افراد ہیں۔ آپ سب کے لیے اباجی تھے، سب آپ سے مشورہ وغیرہ کرتے آپ سے رائے لیتے، لیکن آپ نے کبھی بھی خود کسی کے معاملہ میں دخل نہیں دیا تھا۔ جب بھی بچے جماعتی پروگرام میں یا اسکول وغیرہ میں کوئی پوزیشن لیتے تو آپ سب بچوں کو انعام دیا کرتے، اوّل کے لیے دس پاؤنڈ اور دوم کے لیے پانچ پاؤنڈ مخصوص کیے ہوئے تھے۔ اسی طرح عید کے موقع پر خاندان کے تمام بچوں کے لیے دکان سے گفٹ پیک تیار کروا کر لاتے۔ بچوں کو ہنستا کھیلتا دیکھ کر خوش ہوا کرتے۔

آپ کو جماعت کے ساتھ اس قدر عشق کی حد تک لگاؤ تھا کہ جب میں کسی جماعتی پروگرام مثلاً سالانہ اجتماع وغیرہ کے لیے جاتی تو کہتے کہ میرے کھانے کی فکر نہ کرنا امیں اپنا انتظام کرلوں گا اور جماعتی پروگرام مکمل دیکھ کر آنا۔ آپ کی طبیعت میں نفاست بہت زیادہ تھی۔ آپ ہر وقت باوضو رہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ آخری بیماری میں ہسپتال جانے کے لیے نکل رہے تھے اس وقت آپ کے جسم پر بہت زیادہ کپکپی تاری تھی اور چلنا مشکل تھا لیکن آپ واش روم گئے پورا وضو کیا، میں واش روم کے باہر کھڑی تھی تو زندگی میں پہلی دفعہ آپ نے کہا کہ مجھے زرا موزے پہنا دو۔ تو پھر مجھے احساس ہوا کہ آپ اس حالت میں بھی مکمل وضو کر کے نکلے ہیں۔ اور پھر اپنے آخری سفر پر ہسپتال روانہ ہو گئے۔

آپ ہر وقت زیر لب دُعائیں کرتے رہتے، اکثر آپ کے کمرہ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اردو یا فارسی کلام پڑھنے کی آواز آرہی ہوتی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت خوبصورت لحن بھی عطا کر رکھا تھا۔ آپ ہمارے ساتھ جب بھی سفر میں ہوتے ہمیشہ زیر لب دُعاؤں میں مصروف رہا کرتے، بڑوں کا ادب کیسے

کرتے ہیں، چھوٹوں سے کیسے پیش آنا ہے یہ سب ہم نے آپ کے افعال و کردار سے ہی سیکھا ہے۔ آپ میں اتنی خوبیاں تھیں کہ کم ہی ایک انسان میں دیکھی ہیں۔ لکھنے کو تو ابھی بہت کچھ باقی ہے، لیکن اسی پر اکتفا کرتی ہوں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند سے بلند فرماتا چلا جائے۔ آپ کی تمام دُعائیں ہمارے حق میں ہمیشہ قبول ہوتی رہیں اور ہمیں اور ہماری اگلی نسلوں کو آپ کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

## مکرم فاروق احمد ربّانی صاحب

مکرم فاروق احمد ربّانی صاحب مکرم و محترم منظور احمد شاد صاحب کے دوسرے داماد



ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ
مکرم و محترم منظور احمد شاد صاحب مرحوم رشتہ میں میرے خالو لگتے تھے۔ لیکن جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے ہمارے ہاں سب آپ کو ماموں جان ہی کہتے تھے۔ آپ اپنے اہل خانہ کے ساتھ کراچی میں رہتے تھے۔ لیکن اکثر جماعتی کاموں کے سلسلہ میں آپ کا ربوہ آنا ہوتا تھا۔ آپ کی جماعتی مصروفیات بہت زیادہ ہوتی تھیں۔ لیکن پھر بھی آپ وقت نکال کر ربوہ میں موجود تمام عزیزوں اور رشتہ داروں کو ملنے ضرور جایا کرتے تھے۔ آپ بہت ہی شفیق اور پروقار شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی گفتگو بہت ہی دلچسپ ہوتی تھی۔ بہت ہلکے پھلکے انداز میں گفتگو کرتے تھے۔ اور کبھی بھی کسی کے خلاف بات نہیں کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ آپ جب بھی ہمارے گھر آتے تو ہم سب بہت ہی انہماک سے آپ کی باتیں سُنا کرتے تھے۔ یہ کچھ بچپن کی دھندلی یادیں تھیں۔ آپ کے جرمنی منتقل ہونے کے ایک عرصہ بعد تک آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔

اس کے بعد خاکسار کی آپ کے ساتھ ملاقات اس وقت ہوئی کہ جب میرے رشتہ کی بات آپ کی چھوٹی صاحبزادی سائرہ نزہت صاحبہ کے ساتھ چل رہی تھی۔ خاکسار اُن دنوں لاہور میں ایک ٹیکسٹائل فیکٹری میں ملازم تھا۔ آپ مجھ سے ملنے

کے لیے فیکٹری میں تشریف لائے۔ تو وہاں پر ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ فیکٹری کے اصول کے مطابق جب کسی کا مہمان آتا تو متعلقہ شخص مہمان کو خود گیٹ سے لیکر آتا تھا۔ میں اس وقت راونڈ پر تھا جب کہ سیکیورٹی گارڈ میری تلاش میں تھا۔ بہر حال اس نے مجھے بتایا کہ گیٹ پر آپ کے مہمان آپ کے منتظر ہیں۔ جب میں گیٹ پر پہنچا تو دیکھا کہ آپ ایڈمن افسر کے دفتر میں ہیں اور چائے اور بسکٹ وغیرہ سے آپ کی تواضع کی جارہی ہے۔ اور ایڈمن افسر بھی ساتھ بیٹھے تھے۔ بعد میں نے ایڈمن افسر سے پوچھا کہ کیا آپ میرے مہمان کو جانتے تھے۔ اس پر انہوں کہا کہ نہیں دراصل آج ایڈیٹر نے آنا تھا، لیکن جب آپ کے مہمان آئے تو آپ کی شخصیت بہت متاثر کن تھی، ہم نے سمجھا کہ یہ ہی ایڈیٹر صاحب ہیں۔ دراصل خالو جان بہت خوش لباس تھے۔ آپ اپنی ظاہری پاکیزگی اور طہارت کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ آپ جب بھی ہمارے گھر آتے کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتے اور کھانے کے بعد مکمل وضو کرتے۔

خاکسار جب شادی کے بعد جرمنی آگیا تو لندن منتقل ہونے سے پہلے تین چار ماہ آپ کے ہاں ہی قیام کیا۔ شادی کے بعد خاکسار آپ کو رشتہ کی مناسبت سے ابا جی کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا۔ جرمنی میں قیام کے دوران آپ نے ہماری خدمت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ ہر طرح سے تعاون کیا۔ ہر معاملہ میں مکمل راہ نمائی کی۔ آپ مجھے ایک دفعہ اپنے ساتھ فرینکفرٹ بھی لے کر گئے۔ خوب سیر کروائی۔ میرے ساتھ انتہائی دوستانہ ماحول میں گفتگو کرتے رہے۔ مجھے احساس تک نہ ہونے دیا کہ میں ابا جی کے ساتھ ہوں یا کسی دوست کے ساتھ ہوں۔ یہ بھی آپ کی شخصیت کا ایک اہم پہلو تھا کہ آپ دوسرے شخص کی ذہنی سطح پر آکر بات کرتے تھے۔ اور کبھی بھی اپنی بڑائی نہ جتاتے تھے۔ جماعت جرمنی کے مرکزی دفاتر بیت السبوح بھی

لے کر گئے۔اس وقت آپ بھی اس دفتر میں بطور نیشنل سیکریٹری امور عامہ خدمت پر مامور تھے۔

محترمہ خالہ جان کی وفات کے بعد آپ بھی برادرم تصوّر احمد خالد صاحب کے ہمراہ لندن منتقل ہو گئے۔ اس کے بعد آپ کے ساتھ تعلق مزید مضبوط ہوتا چلا گیا، اور آپ کی شخصیت کے کئی اور پہلو بھی سمجھنے کا موقع ملا۔ جیسا کہ ہمارے دین کی تعلیم ہے کہ اپنے اوقات کار کو تین حصوں میں تقسیم کرنا چاہیے۔ ایک اللہ تعالیٰ کے لیے۔ ایک اس کے بندوں کے لیے۔ اور ایک حصہ اپنے لیے ۔ جب ہم آپ زندگی کو دیکھتے ہیں تو آپ کی ذات اس کی ایک بہترین مثال تھی ۔ آپ ساری زندگی جماعت کی خدمت میں پیش پیش رہے ،پھر آپ کی زندگی کا ایک حصہ خدمت انسانیت کے لیے وقف تھا۔ آپ مریضوں کی دوائیاں تیار کرتے اگر کوئی بذات خود آپ کے پاس دوائی لینے نہ آسکتا تو آپ خود پیدل جا کر دوائیاں دے آتے تھے ۔ آپ کی دوائیاں پوری دنیا میں جاتی تھی ۔ جنہیں آپ ڈاک سے بھجواتے تھے۔اس کے علاوہ سارا دن مریضوں کا آپ کے گھر پر بھی آنا جانا لگا رہتا تھا۔ جماعتی ڈیوٹی کو ہمیشہ بہت ہی فرض شناسی اور جان فشانی کے ساتھ نبھاتے تھے۔ آپ کو مریضوں کی اس قدر فکر ہوتی تھی کہ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر آپ کافی دیر کے بعد کھانے کے لیے تشریف لائے۔ میں نے پوچھا کہ آپ اتنی دیر کے بعد کھانے کے لیے آئے ہیں، آپ کو تو شوگر بھی ہے۔تو فرمایا کہ دراصل میں ہومیوپیتھک ڈسپینسری میں ڈیوٹی پر تھا۔ مریض بہت زیادہ تھے، سب کو باری باری دیکھنا تھا، اس لیے کافی دیر ہو گئی۔

آپ کی ایک اور بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ کی کوشش ہوتی تھی کہ اپنا ہر کام خود کریں۔ کسی پر بھی انحصار نہ کریں، چاہے وہ آپ کی اولاد ہی کیوں نہ ہو۔ آپ

کے لیے دو تین میل پیدل چلنا کوئی معنی نہ رکھتا تھا۔ آپ پیدل چلنے کو بہت پسند کرتے تھے۔ ہم جب بھی عرض کرتے کہ ہم آپ کو کار پر چھوڑ آتے ہیں لیکن آپ کہتے کہ میری صحت کے لیے پیدل چلنا بہت ضروری ہے۔

آپ بہت ہی محنتی اور مستقل مزاج تھے۔ جو بھی کام کرتے اس کا پوری طرح حق ادا کرتے۔ آپ کو ہومیو پیتھک طریقہ علاج پر بہت مہارت حاصل تھی۔ اور کافی عرصہ سے اس ہومیو پیتھک کے ذریعہ انسانیت کی خدمت کرتے چلے آرہے تھے۔ لندن آنے کے بعد آپ نے 74 سال کی عمر میں لندن کے ایک ہومیو پیتھک کالج سے امتیازی نمبروں کے ساتھ ڈپلومہ بھی حاصل کرلیا۔ آپ بہت ہی اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ ہم ہر ہفتہ ایک دو بار آپ سے ملنے کے لیے جایا کرتے۔ آپ کی خدمت میں دُعا کی درخواست کرتے تو آپ فرماتے کہ۔ میں آپ سب کے لیے بلاناغہ نام لے کر دعا کرتا ہوں۔ آپ ہمارے ساتھ بیٹھتے اور دیر تک باتیں کرتے۔ اپنی زندگی کے ایمان افروز اور سبق آموز واقعات سناتے، ہمیں ڈھیروں دُعائیں دیتے۔

ڈاکٹروں کے کہنے پر آپ کی وفات سے کچھ دیر پہلے میں اپنی اہلیہ سائرہ نزہت صاحبہ کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ ملنے کے لیے آئے ہو۔ باری باری تینوں بچوں کے نام لیکر حال پوچھا۔ میری والدہ کا حال دریافت فرمایا اور بھی باتیں کیں۔ حالانکہ آپ کو پتہ تھا کہ میرا وقت اب بہت قریب ہے۔ لیکن آپ کی بات چیت سے ذرہ بھی کسی قسم کی گھبراہٹ یا پریشانی ظاہر نہیں ہورہی تھی۔ سچ تو یہ کہ میں اپنی زندگی میں آپ سے زیادہ باہمت انسان نہیں دیکھا، ایک اور بات کی میں گواہی دینا چاہتا ہوں کہ اُس وقت آپ کے چہرے پر ایک گہرا سکون اور اطمینان تھا۔ اور ایک عجیب سی چمک یا

نور تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ آپ کو یقین تھا کہ آپ نے زندگی کا امتحان بڑی کامیابی سے پاس کر لیا ہے۔ اور خالق حقیقی سے ملنے کی خوشی آپ کے چہرہ پر بہت نمایاں تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ آپ کی مغفرت فرمائے اور اپنی رضا کی جنتوں میں اعلیٰ ترین مقام سے نوازے۔ آمین

## مکرم طاہر احمد محمود صاحب

مکرم منظور احمد شاد صاحب کے چھوٹے صاحبزادے مکرم طاہر احمد محمود صاحب لکھتے ہیں کہ:



خاکسار نے جب سے ہوش سنبھالا ہے محترم والد صاحب کو اپنے اصولوں کا پابند پایا۔ آپ خلیفہ وقت کے لیے محبت و اطاعت کا پیکر تھے۔ خدمت دین کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے۔ جھوٹ یا غلط بات سے سخت نفرت تھی۔ ہماری والدہ محترمہ کے لیے ایک ہمدرد جیون ساتھی اور ہم بچوں کے لیے ایک شفیق اور جفاکش باپ تھے۔ جو ہر گھڑی اس غم میں گھلتا تھا کہ سرکاری نوکری کی کم تنخواہ میں کس طرح اپنے بچوں کو ایسی زندگی دے سکے کہ وہ دوسرے بچوں کے درمیان خود کو کمتر نہ محسوس کریں۔ آپ کو ہماری تعلیم کی بہت فکر رہتی تھی۔ مگر سفارش سخت ناپسند تھی۔ ایک دفعہ مجھے کالج میں داخلہ کے سلسلے میں کچھ مشکل پیش آئی میں نے درخواست کی کہ آپ کے ایک دوست جن کے لیے یہ کام ہرگز مشکل نہ تھا۔ ذرا ان سے کہہ دیں تو یہ کام آسانی سے ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہرگز کوئی سفارش نہیں کروں گا، میں نے اپنی زندگی میں سب کچھ اپنی کوشش سے حاصل کیا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ میرے بچے بھی ہر کامیابی اپنی کوشش سے حاصل کریں۔

آپ اکثر ہم بچوں کی کلاس کروایا کرتے تھے، جس میں ہم سب سوالات پوچھتے، وہ سوالات دنیاوی نوعیت کے ہوتے یا دینی نوعیت کے آپ کے پاس ہر سوال کا کافی و شافی جواب موجود ہوتا۔ اور اس دوران آپ ہمیں نصائح بھی کرتے رہتے، بلاوجہ روک ٹوک یا سوال جواب کی عادت نہ تھی۔ آپ کی شخصیت میں ایک قسم کا رعب بھی تھا۔ مگر طبیعت مزاح کی طرف بھی مائل تھی۔ اور اکثر ہمارے ساتھ ہلکا پھلکا مذاق بھی کیا کرتے تھے۔ چھوٹے بچوں کے ساتھ خاص طور پر بہت محبت کا تعلق تھا۔ خاندان بھر کی تیسری نسل کے بچے آپ کے بہت گرویدہ تھے۔ اور ہر وقت اپنے ننھے لبوں سے ابا جی ابا جی کہتے اور آپ کے ارد گرد موجود رہتے۔ ہم آپ کی مصروفیات کے پیش نظر بچوں کو روکتے تو کہتے کہ کیوں روکتے ہو، یہ معصوم مجھے تنگ نہیں کرتے، آپ کے مزاج میں بہت خودداری تھی۔ اپنے اکثر کام خود ہی انجام دیتے۔ کبھی کسی دوسرے کو نہیں کہتے تھے۔ حتیٰ کہ کھانے کے بعد اپنے برتن بھی خود ہی اُٹھا یا لیا کرتے تھے۔ گو کہ ہم سب آپ کی خدمت کے مواقع کی تلاش میں رہتے، لیکن آپ کسی کو تکلیف نہ دیتے۔ وقت کے بہت پابند تھے۔ جماعتی اجلاسات ہوں یا دوسری تقریبات آپ ہمیشہ مقررہ وقت سے پہلے پہنچ جایا کرتے تھے۔ میں نے اپنی زندگی میں آپ کو کبھی بھی کہیں تاخیر سے پہنچتے نہیں دیکھا۔

ہم بچوں کو ہمیشہ خلیفہ وقت کی اطاعت اور محبت کی تلقین کیا کرتے۔ ہمیں بچپن ہی سے عموماً اور خاص طور پر مشکل کے وقت لازمی خلیفہ وقت کی خدمت میں دُعائیہ خط لکھنے کی عادت آپ ہی نے ڈالی جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج بھی قائم ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں ہمیشہ نظام جماعت کی مکمل اطاعت کا کہتے، اگر ہم میں کچھ سستی دیکھتے تو کہتے کہ یاد رکھنا جس کا جماعت کے ساتھ تعلق نہیں اُس کا میرے

ساتھ بھی کوئی تعلق نہیں۔ ہمارا اکثر اپنے عزیزوں کے گھروں میں آنا جانا ہوتا۔ اس معاملہ میں بھی آپ کو ہمیشہ ایک اصول پسند شخص ہی پایا۔ کبھی بھی کسی کے گھر بغیر اطلاع کے نہ جاتے۔ جانے سے پہلے بتا دیتے کہ کس وقت آؤں گا، کتنی دیر رکوں گا، کھانا وغیرہ کھاؤں گا یا نہیں۔ اور اپنے مقررہ وقت پر واپسی کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے۔ کھانے پینے کے معاملہ میں بہت سادہ طبیعت تھی۔ جو بھی پیش کیا جاتا خوش ہو کر کھا لیتے۔ اپنے کھانے کی ایک خاص مقدار مقرر کر رکھی تھی۔ اس کے بعد لزیز ترین چیز بھی آپ کے سامنے ہوتی تو آپ اپنی مقررہ مقدار سے ہرگز تجاوز نہ کرتے۔ ہر کھانے کے بعد باقاعدہ سیر کی عادت تھی۔ آپ بہت تیز چلا کرتے تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ تر و تازہ اور صحت مند رہے۔ چہرے پر ہمیشہ ایک دلکش مسکراہٹ رہتی۔ میں نے کسی تکلیف یا بیماری میں کبھی آپ کو شکوہ یا شکایت کرتے نہیں دیکھا۔ عام طور پر بھی اور بیماری کی حالت میں آپ ہر وقت زیر لب دُعاؤں میں مصروف رہتے تھے۔ ہم جب بھی دُعا کے لیے کہتے تو فرماتے کہ بیٹا یہ بھی کوئی کہنے والی بات ہے۔ میں ہر روز بلا ناغہ نماز تہجد میں تم سب کا نام لے کر دُعا کرتا ہوں۔ اپنے ماتحتوں کے حقوق کا خاص خیال رکھتے۔ ان کے ساتھ ہمدرد دوست جیسا تعلق رکھتے۔ جس کی وجہ سے ان کے دلوں میں بھی آپ کے لیے بہت محبت تھی۔ اور پھر وہ بھی پوری وفا کے ساتھ کام کرتے۔ یہاں تک کہ آپ کی ریٹائیر منٹ کے بعد بھی آپ کے ماتحت عملہ کا آپ کے ساتھ ہمیشہ وفا کا تعلق قائم رہا۔

ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ عزت و محبت سے پیش آتے جس کی وجہ سے ہر کوئی یہ ہی سمجھتا کہ صرف اُسی کے ساتھ آپ کا یہ خاص تعلق ہے۔ مگر وہ فرشتہ صفت انسان ہر کسی کا ہمدرد اور دوست تھا۔ الحمد للہ کہ آپ ساری زندگی پورے اخلاص

و وفا کے ساتھ اپنی دینی و دنیاوی ذمہ داریوں کا حق ادا کرتے رہے۔ اس موقع پر میں اپنی والدہ مرحومہ کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں، جن کے تعاون، ہمدردی اور مدد کے بغیر محترم والد صاحب کے لیے شاید ممکن نہ ہوتا کہ اتنی اہم ذمہ داریوں کا حق ادا کر پاتے۔ آپ اکثر گھر سے اپنے پولیس کے دفتر جاتے اور وہاں سے جماعت کراچی کے مرکزی دفاتر جو کہ ڈیفنس (ڈی ایچ اے) میں تھے وہاں چلے جاتے، اور وہاں سے رات بہت دیر کے بعد گھر آتے۔ یا اکثر وہیں سے اندرون سندھ یا کوئٹہ دورہ پر چلے جاتے۔ اسی طرح جرمنی آنے کے بعد بھی والد صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتی خدمات میں مصروف ہوگئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہومیوپیتھک کا سلسلہ بھی بہت پھیل چکا تھا۔ لیکن ہم نے اپنی والدہ صاحبہ کو کبھی بھی آپ کی حوصلہ شکنی کرتے، مالی تنگی کا ذکر کرتے یا گھر پر کم وقت دینے کا شکوہ کرتے نہیں دیکھا۔ ہماری والدہ ہمیشہ ساری زندگی آپ کی حوصلہ افزائی کرتی رہیں۔ ہر ممکن مدد کرتی تھیں۔ گھر آنے والے مہمانوں اور مریضوں کی ہر طرح سے تواضع کرتیں۔ جب کبھی بھی والد صاحب کو کوئی مالی مشکل پیش آتی امی جان ہمیشہ کہیں نہ کہیں سے اپنی جمع پونجی نکال کر والد صاحب کے آگے رکھ دیتیں۔ آپ دونوں مثالی وجود تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات ہمیشہ بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین۔ نماز جنازہ پڑھانے کے بعد بھائی جان منور احمد خورشید صاحب نے فرمایا کہ، جب میں نماز جنازہ پڑھا رہا تھا تو ایک عجیب نظارہ دیکھا کہ حضرت دادا جان میاں عبدالکریم صاحبؓ، محترم والد صاحب بشارت احمد صاحب، محترمہ والدہ صاحبہ عنایت بیگم صاحبہ اور خالہ جان حلیمہ ناصرہ صاحبہ سب سامنے آسمان پر سفید لباس میں کچھ لمحات کے لیے نمودار ہوئے ہیں اور ایسا لگا کہ جیسے آپ سب چچا جان کو لینے کے لیے آئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

## محترمہ سائرہ نزہت صاحبہ

مکرم منظور احمد شاد صاحب کی چھوٹی صاحبزادی محترمہ سائرہ نزہت صاحبہ لکھتی ہیں کہ:

میرے والد صاحب ہم سب کے لیے اور خاص طور پر میرے لیے ایک آئیڈیل شخصیت تھے۔ آپ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق کم بولتے، کم کھاتے اور کم سوتے تھے۔ آپ ہم سب کے لیے ایک مکمل رول ماڈل تھے۔ میرے ابا جان خوب سیرت ہونے کے ساتھ ساتھ بہت خوبصورت انسان بھی تھے۔ کراچی میں آپ نے ایک بھرپور زندگی گزاری لیکن اس کے باوجود کراچی کی کوئی ایسی جگہ نہ تھی کہ جس کی آپ نے ہمیں سیر نہ کروائی ہو۔ آپ نے ہمیں ہمیشہ اچھا کھلایا اچھا پہنایا۔ ہماری ہر خواہش پوری فرماتے۔ جب کبھی آپ اپنے پرانے دوستوں اور ساتھیوں میں بیٹھتے تو بہت محظوظ ہوتے، خوب ہنسا کرتے۔ جب کبھی امی جان کی طبیعت خراب ہوتی تو آپ خود سارے کام کر لیتے۔ کھانا تک خود بنا لیتے۔ امی جان کی ہر طرح سے مدد کرتے۔ ذہین انسان تھے، ایک بہت اچھے شاعر تھے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت اچھی آواز بھی عطا کر رکھی تھی۔ آپ اکثر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار گنگنانے کے انداز میں پڑھا کرتے تھے۔ آپ ایک کامیاب ہومیو پیتھک ڈاکٹر بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں شفاء بھی رکھی تھی، اس لیے آپ کے مریض ساری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے، اکثر میں نے عورتوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ شاد صاحب کی دوائی سے اس لیے بھی آرام آجاتا ہے کہ آپ دوا کے ساتھ دُعا بھی دیتے ہیں۔ میرے بیٹے عزیزم فاران احمد کی پیدائش کے موقع پر میری شوگر ہائی ہوگئی تھی۔ اور ڈاکٹرز نے مجھے اگلے دن صبح سات

بجے آپریشن کے لیے بلا لیا۔ جس کی وجہ سے بہت سخت پریشانی تھی، ہم فوراً ابا جان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابا جان نے مجھے دوائی بنا کر دی اور میرے سر پر ہاتھ پھرتے ہوئے فرمایا کہ پریشان نہ ہونا، اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔ اگلے دن صبح سات بجے جب میرا آپریشن ہونا تھا۔ اس سے ایک گھنٹہ پہلے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور بچہ بغیر آپریشن سے پیدا ہو گیا۔ الحمد اللہ

میرے بچوں نے بتایا کہ ایک دفعہ ہم ابا جی کو سلام کرنے کے لیے آپ کے کمرہ میں گئے۔ تو ابا جی نے ہم سے ہماری تعلیم، مستقبل اور اسکول وغیرہ کے بارہ میں پوچھا۔ چنانچہ ہم نے بڑی کوشش کرکے مشکل سے ٹوٹی پھوٹی اردو میں کافی دیر تک ابا جی کو بتانے کی کوشش کی کہ ہم کیا کر رہیں ہیں اور ابا جی اس دوران مکمل خاموشی کے ساتھ بڑے تحمل سے ہماری اردو سے محظوظ ہوتے رہے۔ اور ہماری حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ جب آپ نے ہماری تمام باتوں کا انتہائی تسلی کے ساتھ بہت ہی اعلیٰ انگریزی میں جواب دیا۔ ہم سمجھتے تھے کہ ابا جی کو کہاں انگلش آتی ہو گی۔ لیکن ہماری اردو سننے کے دوران آپ نے ذرہ بھی بوریت کا اظہار نہیں کیا۔ لیکن ہماری تسلی کی خاطر ہمیں آپ نے انگریزی میں جواب دیا۔

میں اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی ہوں۔ اس لیے والدین اور بہن بھائیوں سے لاڈ اور پیار دوسروں کی نسبت زیادہ پایا۔ خاص طور پر امی جان کی وفات کے بعد ابا جان میرا بہت خیال رکھتے تھے۔ لندن منتقل ہونے کے بعد ہر ہفتہ آپ ہمارے ہاں تشریف لاتے یا پھر ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ اگر ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا تو بڑی محبت اور خلوص کے ساتھ دوائی تیار کرکے بعض دفعہ خود دینے کے لیے آ جاتے۔ ہماری درخواست پر کبھی کبھی رات ہمارے ہاں بھی قیام کرتے تھے۔ آپ ہر وقت زیر لب دُعاؤں میں مصروف رہتے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا ہے کہ وہ ہمارے پیارے ابا جان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے۔ آپ کے درجات بلند سے بلند فرماتا چلا جائے۔ ہمیں اور ہماری اولادوں کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور وہ تمام دُعائیں جو ہمارے پیارے والدین ہمارے لیے ساری زندگی کرتے رہے وہ ہم سب بہن بھائیوں اور ہماری اولاد کے حق میں قبول ہوتی چلی جائیں۔ آمین

## مکرم محمد احمد خورشید صاحب

مکرم محمد احمد خورشید صاحب مربی سلسلہ مانچسٹر یوکے خاوند محترمہ امۃ المتین خالد صاحبہ پوتی مکرم منظور احمد شاد صاحب تحریر کرتے ہیں:




مکرم منظور احمد شاد صاحب (اباجی) ایک نہائت متقی شخص تھے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں کبھی کوئی کمی واقع نہ ہونے دیتے۔ خاکسار پچھلے چند ایک سالوں سے مانچسٹر میں بطور مربی سلسلہ خدمت کی توفیق پارہا ہے۔ بہت سے خاندانوں کا پہلے ہی سے اباجی کے ساتھ تعارف تھا۔ اور بہت سے مریضوں کے علاج کے سلسلہ میں اباجی ادویات بھیجا کرتے تھے۔ یہ میرے لیے بہت ہی حیران کن بات تھی کیونکہ اباجی تو لندن میں مقیم تھے۔ اور آپ کے زیر علاج لوگ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔

مجھ سے لوگ اپنی یا اپنے کسی عزیز کی کسی بیماری کا ذکر کرتے تو میں فوراً اس مریض کی اباجی کے ساتھ فون پر بات کروادیتا، اباجی بہت ہی تحمل سے پوری تفصیل کے ساتھ مریض کی بیماری کی نوعیت کو سمجھتے اور اگلے ہی دن دوائی تیار کرکے بذریعہ پوسٹ دوائی بھیج دیتے۔ اباجی کی اس خوبی اور حقوق العباد کے اس جذبہ کی وجہ سے خاکسار کا بہت سے نئے لوگوں سے اور خاندانوں کے ساتھ تعارف ہوگیا۔ جزاھم اللہ تعالیٰ۔ اباجی ایک بہت نیک تہجد گزار بزرگ تھے۔ آپ اپنے ہر مریض کے

لیے دعا کیا کرتے تھے۔ دوا کے ساتھ دُعا آپ کا ایک خاص وصف تھا۔ خاکسار نے کئی دفعہ اباجی سے جماعتی معاملات میں رہنمائی کی بھی درخواست کی۔ ایسے مواقع پر آپ لازماً خلافت کے مرتبہ اور مقام کا بھی حوالہ دیتے۔ خلیفہ وقت کے ذکر پر آپ کی آنکھوں میں ایک عجیب چمک آجاتی تھی۔

اباجی نظام جماعت سے بہت اچھی طرح سے واقف تھے۔ آپ کو بحیثیت نائب امیر جماعت کراچی اور جرمنی میں نیشنل سیکرٹری امور عامہ، نیشنل سیکرٹری تربیت اور ریجنل امیر فرینکفرٹ کے بھی خدمت کی توفیق عطا ہوئی۔ خاکسار کو آپ کے اس تجربہ کا بہت فائدہ ہوا، اور میدان عمل میں جب بھی کسی قسم کی مشکلات کا سامنا ہوا، خاکسار نے ہمیشہ اباجی سے مشورہ کیا، اور آپ کے مشورہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت مفید نتیجہ حاصل ہوتا رہا اور یہ سلسلہ اباجی کی وفات تک جاری رہا۔

آپ کا صداقت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پر بہت پختہ یقین تھا۔ ایک دفعہ تبلیغ کے دوران ایک غیر از جماعت دوست نے کہا کہ آپ نے جو دلائل پیش کیے ہیں وہ بے شک بہت عمدہ ہیں، لیکن بد قسمتی کی بات یہ ہے کہ آپ پھر بھی جنت میں نہیں جائیں گے، اس پر اباجی نے انتہائی جلالی انداز میں ایسا ٹھوس جواب دیا کہ جو آپ کی آنکھوں سے بھی عیاں تھا۔ آپ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت پر کامل ایمان صرف کتابوں کی وجہ سے ہی نہیں تھا، بلکہ آپ کی آنکھیں بھی اس صداقت کی شاہد تھیں۔

قرآن کریم میں صحبت صالحین کا ذکر آتا ہے۔ آپ کے وجود میں ایک خاص کشش تھی۔ یہ بات میں نے ہمیشہ محسوس کی کہ آپ کی صحبت میں رہنے کے بعد آپ کی باتیں سننے کے بعد انسان اپنے ایمان میں ایک خاص تقویت محسوس کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اباجی کے درجات ہمیشہ بلند کرتا چلا جائے، آمین

## محترمہ امۃ المتین خالد صاحبہ اہلیہ مکرم محمد احمد خورشید صاحب

مکرم منظور احمد شاد صاحب کی پوتی محترمہ امۃ المتین خالد صاحبہ اہلیہ مکرم محمد احمد خورشید، مربی سلسلہ مانچسٹر یوکے لکھتی ہیں

جب بھی ہم ساتھ بیٹھتے تو آپ دو نصیحتیں ضرور کیا کرتے تھے، ایک یہ کہ جھوٹ کبھی نہیں بولنا چاہیے، چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ اور دوسری نصیحت یہ کیا کرتے تھے کہ جماعت کے ساتھ ہمیشہ جڑے رہنا۔ جب ہم چھوٹے تھے تو ہم عرض کرتے کہ اباجی آپ آج رات ہمارے ہاں رک جائیں۔ چونکہ آپ بہت مصروف رہا کرتے تھے، (تو اپنی مصروفیات کو دیکھتے ہوئے کہتے کہ) ٹھیک ہے میں فلاں دن آپ کے ہاں رات رہوں گا۔ اور پھر اپنے وعدہ کے مطابق اُس رات لازمی آپ تشریف لے آتے۔ ایک دن آپ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہ تھی تو ہماری والدہ نے کہا کہ آج آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو بہتر ہے کہ آپ اپنے ہاں گھر پر آرام کریں۔ اس پر اباجی نے کہا کہ میں نے بچوں کے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے اور وعدہ کبھی بھی نہیں توڑنا چاہیے۔ اور خاص طور پر بچوں کے ساتھ کیا ہوا وعدہ تو لازماً پورا کرنا چاہیئے۔

اپریل 2012 میں میری شادی کے موقع پر سیّدنا حضور انور اید اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز صرف اور صرف اباجی کی خدمات دینیہ ہی کی وجہ سے شادی میں شریک ہوئے اور حضور انور ایدہ اللہ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دعائیں دیتے ہوئے رخصت کیا۔ جزاھم اللہ تعالیٰ۔

جب بھی ہم بچوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو اباجی لازمی ہمارے کمرے میں آکر ہمارا حال وغیرہ پوچھتے اور بہت دُعائیں دیتے۔ جب بھی ہم اُنہیں دُعا کے لیے کہتے تو آپ فرماتے کہ یہ بھی کوئی کہنے والی بات ہے میں ہر نماز میں آپ سب کا نام لے کر

دُعا کرتا ہوں۔ اور یہ صرف ہمارے ساتھ ہی نہیں بلکہ خاندان کے ہر فرد کو یہ ہی کہا کرتے تھے کہ میں سب کے نام لے کر دُعا کرتا ہوں۔ جب میرا بیٹا عزیزم ولید احمد چھوٹا تھا تو ابا جی کے کمرے میں جا کر آپ کی ہومیو پیتھک دوائیوں کو بکھیر دیتا تھا۔ جو آپ نے بہت ہی محنت اور ترتیب کے ساتھ رکھی ہوتی تھیں۔ اس پر آپ کبھی بھی غصہ نہیں کرتے تھے، بلکہ ایسی شرارتوں سے محظوظ ہوتے تھے اور ہمیں منع کرتے تھے کہ بچے کو کھیلنے دیا کرو، اسے منع نہ کیا کرو۔

آپ کو اپنا کام خود کرنے کی عادت تھی۔ کھانا کھانے کے بعد آپ اپنے برتن خود ہی اٹھاتے تھے، جب ہم میں سے کوئی آپ سے برتن لینے کی کوشش کرتا تو آپ منع کر دیتے۔ اور اپنا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا کام خود ہی کیا کرتے تھے۔ آپ سب کی دل سے عزت کرتے تھے۔ اپنے بچوں کو یا اپنے بچوں کے بچوں کو بھی بہت عزت سے مخاطب ہوتے۔ کبھی بھی کسی کو تم نہ کہتے، ہم سب کو آپ کہہ کر مخاطب ہوتے ہمارے دادا ابو ایک بہت ہی نیک وجود تھے، جن کو ہم نے ہمیشہ ذکر الٰہی کرتے ہی دیکھا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دادا ابو کے درجات ہمیشہ بلند فرماتا چلا جائے، اور ہم سب کو آپ کی دُعاؤں کا وارث بنائے۔ آمین

## مکرم سلمان احمد قمر صاحب

مکرم سلمان احمد قمر صاحب مربیٔ سلسلہ جو مکرم منظور احمد شاد صاحب کے نواسے ہیں، لکھتے ہیں کہ



مکرم و محترم منظور احمد شاد صاحب، میرے نانا جان تھے جن کو ہم سب ”ابا جی“ کہا کرتے تھے۔ ایک بہت ہی نیک صالح اور پاک وجود تھے۔ ایک ایسا وجود جس نے اپنی صحت ، اہل خانہ اور وقت کو پس پشت ڈال کر صرف اپنے خدا اور اس کی تخلیق کی خدمت میں تمام زندگی بسر کر دی۔

آپ کی تمام حیات حضور پاک نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کی پیروی میں گزری۔ آپ کے ہر قول و فعل کے پیچھے کوئی نہ کوئی حکم خدا اور اس کے رسول کا ضرور نظر آتا تھا۔

خاکسار بیان کرتا ہے کہ جب سے اس عاجز نے شعور کی عمر پائی ہے ہمیشہ ابا جی کو تہجد کا پابند پایا ہے۔ نماز تہجد کے بعد نماز فجر اور پھر با آواز بلند قرآنِ حکیم کی تلاوت روز کا معمول تھا اور اسی طرح آپ رات کے اندھیرے میں ایک دیا روشن کرتے جس نے ہمارے گھر کو ہمیشہ محفوظ رکھا۔

اپنی بھرپور حیات میں آپ نے جو بھی کام کیا اس کو اس قدر کمال تک پہنچایا کہ دیکھنے والے کو یوں محسوس ہوتا کہ گویا آپ کی زندگی کا صرف یہی مقصد تھا۔ یہی

وجہ تھی کہ کوئی آپ کو بطور منتظم تو کوئی بطور پولیس آفیسر یاد کرتا۔ کوئی امیر صاحب کہہ کر تو کوئی ڈاکٹر صاحب کہہ کر پکارتا۔ جہاں ہم اپنی تمام زندگی ایک پیشہ اور پہچان کو مکمل کرنے میں گزار دیتے ہیں وہاں اباجی کئی ایسے مراحل طے کر گئے۔ بقول احمد ندیم قاسمی

جب بھی دیکھا ہے تجھے عالم نو دیکھا ہے
مرحلہ طے نہ ہوا تیری شناسائی کا

آپ ہمیشہ ہر چھوٹے بڑے سے محبت شفقت اور عزت سے پیش آتے۔ کبھی کوئی غیر ضروری بات نہ کرتے۔ کسی کی برائی نہ کرتے اور انتہائی عاجزی سے رہتے۔ لیکن ان تمام اوصاف کے باوجود جہاں خدا، اس کے رسول، خلیفۂ وقت یا نظام جماعت کی بات آئے وہاں آپ کبھی بھی خاموش نہ رہتے۔ اور ڈٹ کر جواب دیتے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی تمام زندگی میں کوئی بھی آپ کی ذات پر انگلی نہ اٹھا سکا۔ آپ نے بہت عزت و وقار سے زندگی بسر کی اور اسی طرح اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔

اباجی کے بارہ میں ہم اہل خانہ میں ہر یک بہت کچھ کہہ اور لکھ سکتا ہے لیکن خاکسار اسی قدر بیان کر کہ اپنی گزارشات ختم کرتا ہے کہ خدا کا ہم پر ایک بہت بڑا احسان ہے کہ ہمیں اس بزرگ اور پارسا ہستی سے منسوب کیا۔ خدا تعالیٰ ان سے رحم کا سلوک کرے۔ ان کو اپنے پیاروں کا قرب عطا کرے اور ان کی دعائیں ہمارے حق میں پوری فرماتا رہے۔

## محترمہ عائشہ خالد اہلیہ مکرم سلمان احمد قمر صاحب

مکرمہ عائشہ خالد، اہلیہ سلمان احمد قمر مربی سلسلہ لندن لکھتی ہیں کہ

ہمارے دادا جان بہت ہی عاجز انسان تھے۔ آپ کی زبان ہر وقت ذکر الٰہی میں تر رہا کرتی۔ ہم نے آپ کے ساتھ بہت لمبے لمبے سفر بھی کیئے ہیں۔ گاڑی میں، ٹرین میں، جہاز میں یہاں تک کہ پیدل چلتے ہوئے بھی آپ ذکر اور دُعاؤں میں مصروف رہتے تھے۔

ہمیں ہمیشہ دو باتوں کی لازمی نصیحت کیا کرتے۔ ایک یہ کہ کبھی بھی جھوٹ نہیں بولنا، چاہے کتنی ہی مشکل صورت حال ہو اور دوسرے یہ کہ نظام خلافت اور نظام جماعت کی ہمیشہ اطاعت کرنی چاہیئے۔ آپ کے اوپر کوئی بھی عہدہ دار مقرر ہو اس کی ہر حال میں اطاعت کرنی ہے۔ اور یہ آپ صرف کہتے ہی نہیں تھے بلکہ اپنے نمونہ سے ہمارے لیے مثال بھی قائم کیا کرتے تھے۔ یہ بات بھی ہمارے لیے بہت سبق آموز تھی کہ آپ اپنے سے کم عمر، کم تجربہ لوگوں کی بھی دل سے عزت کرتے اور مکمل اطاعت کا نمونہ دیکھاتے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت تعلیم یافتہ تھے اور اس کے ساتھ ہی دینی علوم پر بھی مکمل دسترس حاصل تھی، خاص طور پر اختلافی مسائل پر آپ بہت اچھی طرح سے بات کرسکتے تھے، اس لیے مقامی جماعت کی درخواست پر ہر ہفتہ باقاعدگی کے ساتھ تبلیغی اسٹال پر ڈیوٹی دیتے تھے۔ اس کے علاوہ پوپی اپیل کے اسٹال پر جایا کرتے تھے۔

آپ روزانہ 3 بار بلاناغہ 45 منٹ کے لیے باہر پیدل چلنے کے لیے جاتے۔ آپ بہت تیز چلتے تھے جیسا بھی موسم ہوتا، گرمی، سردی، برف، تیز ہوا، لیکن آپ ہر حالت میں سیر کے لیے جاتے۔ اور اگر کسی وجہ سے باہر نہ جاسکتے تو گھر پر ہی اپنے کمرے کا

دروازہ بند کر کے ورزش وغیرہ کر لیتے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے آخر تک آپ کی صحت بہت ہی اچھی رہی۔ الحمد اللہ

آپ کی تعلیم کی طرف خاص توجہ تھی۔ ہم جب بھی اچھے نمبر لیتے تو بہت خوش ہوتے، امتحان وغیرہ سے پہلے ہم آپ کو دُعا کے لیے کہتے۔ جب ہم امتحان کے بعد واپس گھر آتے تو آپ لازمی ہمیں پوچھتے کہ امتحان کیسا ہوا۔ ہمیں تسلی دیتے اور جب ہم لوگ پاس ہو جاتے تو سب بچوں کو انعام دیتے۔ ہمیں کہا کرتے کہ آپ لوگ خود تحقیق کرو کہ آپ کیوں احمدی ہو، صرف پیدائشی احمدی ہونا یہ کافی نہیں ہے۔ ہم آپ کا کوئی چھوٹے سے چھوٹے کام بھی کر دیتے تو لازمی جزاک اللہ کہتے، آپ بہت خود دار انسان تھے۔ 82 سال کی عمر میں بھی اپنا ہر کام خود کرتے، ہم پاس کھڑے ہوتے لیکن آپ ہمیں کوئی کام نہ بتاتے۔

آپ ماشاء اللہ بہت اچھے ہومیو پیتھک ڈاکٹر بھی تھے۔ آپ میں مخلوق خدا کی خدمت کا اس قدر جذبہ تھا کہ جو مریض کسی وجہ سے آپ کے پاس نہ آسکتا تو آپ اس کو دیکھنے کے لیے اس کے گھر پہنچ جاتے، کئی مریضوں کو آپ ہسپتال میں بھی جا کر دیکھ لیتے۔ آپ بہت محنت سے دوائی تیار کرتے۔ اکثر مریضوں کو اپنی سیر کے دوران خود ہی دوائی پہنچا بھی دیتے۔ آپ وقت کی پابندی بہت سختی سے کرتے تھے۔ بیت الفتوح ہومیو پیتھک ڈسپینسری میں بسا اوقات کئی کئی گھنٹوں تک کوئی مریض نہیں بھی آتا تھا، لیکن آپ سخت سردی یا گرمی میں بھی اکیلے بیٹھے رہتے تھے۔

آپ نماز تہجد کے بہت پابند تھے۔ ہر نماز وقت پر ادا کرتے تھے۔ جب بھی کہیں جانے کا پروگرام بنتا یا کوئی آپ سے وقت لیتا تو سب سے پہلے نماز کا وقت دیکھتے کہ کہیں نماز کا وقت تو درمیان میں نہیں آرہا۔ اور پھر وقت دیتے۔ آخری بیماری میں

جس دن آپ ہسپتال جانے والے تھے اور ہم لوگ ایمبولینس کا انتظار کر رہے تھے تو اس وقت بھی آپ لیٹے لیٹے ہاتھ کے اشارے سے نماز ادا کر رہے تھے۔ ہمارے پیارے دادا جان بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ جن کا یہاں پر احاطہ ناممکن ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بہت بلند فرمائے اور ہمیں اور ہماری اولادوں کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

# تاثرات احباب جماعت

## مکرم و محترم خلیفہ فلاح الدین احمد صاحب



مکرم و محترم خلیفہ فلاح الدین احمد صاحب آپ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ آف لاہور (جن کی صاحبزادی حرم حضرت مصلح موعودؓ حضرت سیّدہ محمودہ بیگم صاحبہ المعروف ام ناصر تھیں) کے پوتے ہیں۔

مکرم منظور احمد شاد صاحب اور میں 1954ء تا 1956ء میں نویں اور دسویں جماعت میں تعلیم الاسلام ہائی اسکول ربوہ میں ہم جماعت تھے۔ آپ ان دونوں جماعتوں میں ہمارے مانیٹر تھے اور آپ بہت اچھے مانیٹر تھے۔ خاص طور میرا بہت خیال رکھتے تھے۔ نہ جانے اس کی کیا وجہ تھی۔ میں بہت شرارتی بھی تھا۔ لیکن آپ ماسٹر صاحب تک میری کوئی بھی شرارت پہنچاتے نہیں تھے۔ ہمارے دینیات کے استاد تھے ابراہیم بھانبھڑی صاحب۔ اُن کے ساتھ ہم زیادہ شرارتیں کرتے تھے۔ وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے سو جاتے تھے، ہم نے ایک دفعہ شرارت کی کہ کرسی کے نیچے پٹاخے لگا دیئے۔ جب وہ پھٹے تو بھانبھڑی صاحب فوراً باہر کی طرف بھاگ گئے۔ ہم شرارتیں کرتے تھے لیکن شاد صاحب نے کبھی بھی رپورٹ نہیں تھی کی۔ جب ہم نے میٹرک کا امتحان دیا تو اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی

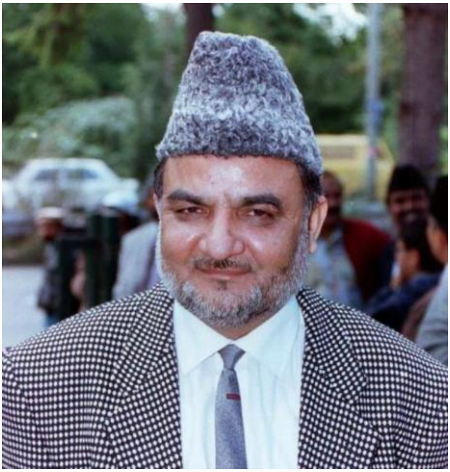
اللہ تعالیٰ عنہ دسویں جماعت کو الوداع کہنے کے لیے تشریف لائے۔ آپ ہماری الوداعی پارٹی میں شریک تو نہیں ہوتے تھے۔ لیکن سب طلباء کے ساتھ آپ کی ملاقات ہوتی تھی۔ آپ جب تشریف لائے ملاقات کے لیے تو لائن لگی ہوئی تھی اور یہ لائن رول نمبر کے حساب سے لگی تھی۔ اور منظور شاد صاحب کا نمبر پہلا تھا کیوں کہ آپ مونیٹر تھے۔ ویسے آپ کا رول نمبر کچھ اور تھا۔ لیکن بطور مونیٹر آپ سب سے پہلے کھڑے تھے۔ ابراہیم جمونی صاحب جو کے ہمارے ہیڈ ماسٹر تھے انہوں نے ہماری ملاقات شروع کرائی۔ آپ ہر لڑکے کا تعارف کراتے تھے میرا ساتواں نمبر تھا۔ آپ حضورؓ کو ساتھ ساتھ بتاتے تھے کہ یہ لڑکا کس خاندان سے ہے یا کس جگہ سے ہے۔ جب میرا نمبر آیا تو آپ نے کہا کہ یہ خلیفہ فلاح الدین صاحب ہیں۔ اس پر حضورؓ مجھ سے بغل گیر ہوگئے اور فرمایا کہ یہ تو میرا اِفلی ہے۔

دسویں نمبر پر نواب مودود احمد خان صاحب (سابق امیر جماعت احمدیہ کراچی) تھے۔ حضورؓ نے اُن سے صرف مصافحہ فرمایا۔ بعد میں نواب صاحب ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ میں تم سے بہت ناراض ہوں۔ کیوں کہ حضورؓ نے تم سے معانقہ فرمایا اور کہا کہ یہ تو میرا اِفلی ہے۔ جب کہ مجھ سے صرف مصافحہ ہی فرمایا تھا۔ اُس وقت ہمارے اساتذہ میں مکرم ابراہیم بھابھڑی صاحب دینیات کے استاد تھے۔ مکرم خواجہ منظور صاحب ہمیں تاریخ پڑھاتے تھے۔ اور چودھری عنایت اللہ صاحب عربی پڑھاتے تھے۔

منظور شاد صاحب سے بعد میں بھی ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ خاص طور پر جب آپ بطور ہومیو پیتھک ڈاکٹر کے بیت الفتوح ڈسپینسری میں بیٹھا کرتے تھے۔ میں آپ کے پاس دوائی لینے کے لیے جایا کرتا تھا۔

**مکرم ڈاکٹر عبد الشکور اسلم خان صاحب**

مکرم ڈاکٹر عبد الشکور اسلم خان صاحب سابق نائب امیر جماعت احمدیہ جرمنی تحریر فرماتے ہیں کہ



مکرم منظور احمد شاد صاحب سے میرا تعلق 1965ء سے ہے۔ آپ کی دینی خدمات کو دیکھتے ہوئے میں آپ کو بہت بلند مقام دیتا ہوں۔ آپ میں یہ خوبی تھی کہ آپ اُن کے سپرد کوئی بھی کام کر دیں اور پھر آپ بے فکر ہو جائیں۔ وہ اس قدر ذمہ دار شخص تھے۔ جب میں قائد مجلس ڈرگ روڈ تھا آپ میرے ساتھ بطور نائب قائد مجلس کے خدمات سر انجام دے رہے تھے۔ 1969ء میں ہماری مجلس کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے علم انعامی حاصل کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔ اور اس میں محترم منظور شاد صاحب کا بہت اہم کردار تھا۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ علم انعامی ملنے کی خوشی میں شکرانہ کے طور پر ہم ایک کیلنڈر تیار کریں اور جلسہ سالانہ ربوہ کے موقع پر اس کیلنڈر کو ہم احباب جماعت کے سامنے پیش کریں گے۔ کیلنڈر کی تیاری ایک بہت مشکل کام تھا۔ یہ کام میں نے آپ کے سپرد کیا۔ کیلنڈر کی تیاری۔ پیکنگ، پریس سے لیکر آنا۔ اور سب سے بڑھ کر کیلنڈر کو ربوہ پہنچانا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ نے یہ کام بڑی محنت کے ساتھ دن رات ایک کر کے پوری جان فشانی کے ساتھ مکمل کیا اور کیلنڈر کس طرح آپ نے ربوہ پہنچائے یہ ایک الگ کہانی ہے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت صلاحیتوں سے نوازہ تھا چنانچہ بعد میں آپ ترقی کرتے کرتے قائد ضلع کراچی، جنرل سیکرٹری جماعت کراچی اور پھر نائب امیر کراچی ہوگئے۔ اور پھر آپ کے سپرد صوبہ سندھ اور بلوچستان کے امور کی نگرانی کا کام بھی رہا۔جب آپ جرمنی آئے تو مجھے پہلی دفعہ پتہ چلا کہ اب تو آپ ایک ماہر ہومیو پیتھک ڈاکٹر بن چکے ہیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس میدان میں بھی آپ نے بہت شہرت حاصل کی۔ ہم دونوں اکثر اس حوالہ سے بھی آپس میں مشورہ وغیرہ بھی کر لیا کرتے تھے۔ آپ بہت محبت اور محنت سے دوائی تیار کیا کرتے تھے مرض کی گہرائی تک پہنچتے تھے۔ بطور ہومیو پیتھ آپ بہت ہر دل عزیز تھے۔ اور دل سے لوگوں کی خدمت کرنے والے وجود تھے۔ہمارا تعلق بہت پرانا تھا۔ جب بھی ملنا بھائیوں کی طرح ملنا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے، آمین

## مکرم چودھری ناز احمد ناصر صاحب



مکرم چودھری ناز احمد ناصر صاحب سابق کارکن شعبہ تبشیر لندن تحریر کرتے ہیں کہ

محترم منظور احمد شاد صاحب سے میرا تعارف سن ساٹھ کی دہائی میں اس وقت کہ جب میں ڈرگ کالونی منتقل ہوا ہم بہت اچھے دوست تھے۔ ایک دوسرے کے لیے بہت ادب و احترام تھا جب آپ قائد ضلع کراچی مقرر ہوئے ہیں تو میں اُن کی ضلعی مجلس عاملہ کا بھی رکن رہا۔ جب یہ جرمنی آ گئے

تو بطور ریجنل امیر ہماری جماعت کے دورہ پر بھی آیا کرتے تھے۔ آپ کی طبیعت کا ایک خاص پہلو خوش لباس ہونا بھی تھا۔ ان کی تقریر میں بہت ہی روانی ہوتی تھی۔ بہت ہی پیارا انداز تھا۔ جب آپ جرمنی کے شعبہ امور عامہ کے انچارج تھے اس وقت میں دارالقضا جرمنی کا ممبر تھا تو اکثر آپ کے ساتھ مختلف مسائل اور معاملات پر بات چیت رہا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین

## مکرم چودھری حمید اللہ ظفر صاحب

مکرم چودھری حمید اللہ ظفر صاحب سیکرٹری تحریک جدید جماعت احمدیہ جرمنی لکھتے ہیں کہ:



مکرم و محترم منظور احمد شاد صاحب کو میں نے ہمیشہ بطور جنرل سیکرٹری جماعت کراچی اور پھر نائب امیر جماعت احمدیہ کراچی ایک خاص لگن اور فدایانہ رنگ میں خدمت کرتے پایا ہے۔ آپ محکمہ پولیس سے وابستہ تھے، اور ایس ایس پی آفس میں نہایت دیانت داری اور فرض شناسی سے صبح سے دوپہر تک کام کرتے اور اس کے بعد باقاعدہ بلاناغہ سیدھے ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی میں واقع جماعت کراچی کے مرکزی دفاتر میں آجایا کرتے اور پھر رات گئے تک خدمت دین میں مصروف رہا کرتے تھے۔ آپ ایک صاحب علم، صاحب عمل اور صاحب الرائے انسان تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی پاکستان سے ہجرت کے موقع پر آپ کو حضورؒ کے اُن رفقا میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی کہ جنہوں نے آپؒ کا سکھر میں استقبال کیا اور پھر حضورؒ کو اپنے ساتھ کراچی لے کر آئے اور پھر حضورؒ کے کراچی ائیر پورٹ سے روانہ ہونے کے بعد بھی کئی گھنٹوں تک ائیر پورٹ پر ٹھہر کر حضورؒ کے بخیریت اگلی منزل پر پہنچنے کا انتظار کرتے رہے۔ 1985 میں جب برطانیہ کی سرزمین پر حضورؒ کی ہجرت کے بعد پہلے جلسہ کا انعقاد ہوا تو یہ دیرینہ خادم سلسلہ ایک جماعتی وفد کی قیادت کرتے ہوئے کئی سال تک جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر حفاظت اسٹیج کی ڈیوٹی دیتے نظر آتے۔

آپ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا تعلق تھا کہ سچی خوابوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اکثر آپ کی راہ نمائی فرماتا۔ خدمت دین کے ساتھ ساتھ انسانیت کی خدمت بھی آپ کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو تھا۔ ایک دفعہ جب میں اور میری بیوی نے جرمنی منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو پاسپورٹ بنوانے کے لیے علاقہ کے تھانے کی رپورٹ اور پھر ایس ایس پی آفس کی تصدیق کی ضرورت تھی۔ جو کہ بہت مشکل کام تھا۔ اس سلسلہ میں جب محترم منظور شاد صاحب سے درخواست کی تو آپ نے مجھ سے کاغذات لے لیےء اور دوسرے ہی دن تمام کام مکمل کرا کر کاغذات ہمیں واپس کر دیے۔ کراچی کے قیام کے دوران بھی آپ اکثر جرمنی تشریف لاتے تو آپ سے ملاقات رہتی تھی۔ پھر جب آپ جرمنی مستقل طور پر آگئے تو یہاں بھی آپ کو مسلسل کئی سال تک مختلف شعبہ جات میں خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ آپ ایک لمبا عرصہ تک فرینکفرٹ کے ریجنل امیر بھی رہے۔ ہومیو پیتھک کی ٹیم کا بھی حصہ رہے۔ آپ سے دیرینہ اور گہرا تعلق ہونے کے باعث میں آپ سے اپنے ذاتی معاملات میں بھی مشورہ بھی کر لیا کرتا اور دُعا کی بھی درخواست کیا کرتا۔ ایک دفعہ

جب میرا جرمن نیشنیلٹی کا کام کچھ مشکل کا شکار تھا تو میں نے آپ کو بھی دعا کی درخواست کی۔ میں ایک دن دُعا کر کے سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں محترم منظور احمد شاد صاحب کو ملا ہوں۔ جس کی میں نے یہ تعبیر کی کہ نیشنیلٹی منظور ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ خوشی دکھائے گا۔

میں اکثر آپ سے درخواست کرتا کہ آپ اپنے حالات زندگی ضرور تحریر کریں تا وہ تاریخی واقعات محفوظ ہو کر ہمارے لیے اور آنے والی نسلوں کے لیے کار آمد ہوں۔ الحمد اللہ کہ انہوں نے ان واقعات کو تحریر کیا اور ان کے صاحبزادے عزیزم تصوّر احمد خالد صاحب اسے شائع کرنے کی سعادت پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور آپ کی سوانح عمری احباب کے لیے ازدیاد ایمان کا باعث ہو۔ آمین

## مکرم ڈاکٹر رانا سعید احمد خان صاحب

مکرم ڈاکٹر رانا سعید احمد خان صاحب آف جرمنی لکھتے ہیں کہ



مکرم منظور احمد شاد صاحب ایک نہایت ہی شفیق استاد تھے۔ بہت محترم اور پیار کرنے والے تھے۔ مجھے یہ شرف حاصل ہے کہ میں نے ان کے ساتھ کام کیا ہوا ہے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مجھے جرمنی میں شعبہ ہومیو پیتھک کا انچارج بنایا تو آپ اس وقت بھی اس ٹیم کا حصہ تھے۔ اور آپ نے کبھی بھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ ایک چھوٹی عمر کے شخص کے ماتحت کام

کر رہا ہوں۔ بہت عزت سے پیش آتے۔ اور ہم سب بھی آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ آپ بہت محنت اور جاں فشانی کے ساتھ کام کیا کرتے تھے۔ جب آپ نیشنل سیکرٹری ضیافت جرمنی مقرر ہوئے تو جلسہ سالانہ سے کچھ عرصہ پہلے وہ میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ میرے ساتھ اس شعبہ میں کام کریں۔ میں نے کہا کہ مجھے خوشی ہوگی آپ کے ساتھ کام کر کے اور پھر اُن کے زیر سایہ ہم نے جلسہ سالانہ کے موقع پر لنگر کا سارا انتظام چلایا۔ پھر جب لندن میں ہم ایک ساتھ ہومیو پیتھک ڈسپینسری میں خدمت کرتے تھے تو وہ کہتے کہ آپ نسخہ لکھیں اور میں دوائیاں بناتا ہوں۔ میں نے کہا کہ نہیں یہ نہیں ہو سکتا آپ نسخے لکھیں گے اور میں آپ کی دوائیاں بناؤں گا۔ آپ بہت خوبصورت شخصیت کے مالک تھے۔ چہرہ پر ہر وقت مسکراہٹ رہا کرتی تھی۔ مجھے جلسہ سالانہ کے موقع پر بھی آپ کے ساتھ ہومیو پیتھک ڈسپینسری میں کام کرنے کا موقع ملا کرتا تھا۔ آپ بہت اچھے خطیب بھی تھے۔ بہت پر اثر تقریر کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے نماز جمعہ جماعت کے پرانے سینٹر مہل ویگ فرینکفرٹ میں ادا کی تو آپ نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ جو کہ بہت ہی زبردست خطبہ تھا، بولنے پر مکمل کنٹرول تھا۔ بہت مدلل بات کرتے تھے۔ بعض دفعہ انسان کو مناسب الفاظ نہیں مل رہے ہوتے کہ کیسے کسی کو خراج تحسین پیش کرے۔ اللہ تعالیٰ اُن پر بے شمار فضل فرمائے۔ بہت محبت کرنے والے تھے۔ بس یہ ہی کہوں گا کہ ”جانے والا تھا بہت ہی پیارا۔“

## مکرم طاہر محمود مبشر صاحب

مکرم طاہر محمود مبشر مربی سلسلہ اور استاد جامعہ احمدیہ یو کے تحریر فرماتے ہیں:



انسان کے کردار اور اخلاق کی سربلندی میں اس کے ان نیک اعمال کا ایک بہت بڑا حصہ ہوتا ہے جو وہ محض خدا تعالیٰ کی رضامندی اور اس کے قرب کے حصول کے لیے ایک مجاہدانہ رنگ میں بجالاتا ہے اور یہی وہ اعمال ہوتے ہیں جو صدقہ جاریہ کی شکل میں ہمیشہ قائم دائم رہتے ہیں۔ جن کے ذکر سے آنے والی نسلیں ان پاک بزرگوں کے نام کو نہ صرف زندہ رکھتی ہیں بلکہ ان کے نقش قدم کے تتبع میں خود اپنے لیے بھی ایک پاک اور روحانی زندگی کا لائحہ عمل مرتب کرتی ہیں۔ اور یہ طریق تو خود ہمارے پیارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی تھا جب آپ ﷺ اپنے والدین اور ازواج مطہرات سے تعلق رکھنے والوں سے نہ صرف ان کی زندگی میں بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی اسی طرح کا پیار بھرا سلوک روا رکھتے تھے جو اُن سے اس وقت بھی روا رکھا جاتا جب وہ زندہ ہوتے۔ بہر حال اپنے بزرگوں کے اعلیٰ اور بلند مقام اور مرتبے کا ذکر کرنا اور انہیں زندہ رکھنا یہی قوموں کے زندہ رہنے کی علامت ہوا کرتا ہے۔

ان بزرگوں میں سے ہمارے ایک بہت ہی پیارے بزرگ محترم منظور احمد شاد صاحب مرحوم بھی تھے جو واقعی خلافت احمدیہ اور جماعت احمدیہ کراچی کے لیے

ایک سلطان نصیر تھے۔ انہیں جب بھی کراچی جیسے وسیع و عریض شہر میں دیکھا جماعت کے لیے ایک مخلص اور وفادار بے لوث خدمت کے جذبے سے سرشار وجود ہی پایا۔ خاکسار کی پیدائش کراچی کی ہے اور اطفال الاحمدیہ کا سارا زمانہ اور خدام الاحمدیہ کے بھی ابتدائی چند سال کراچی میں ہی گزرے اس لیے جب کبھی وہ یادیں ماضی کے حسین لمحات کو دل و دماغ میں دوبارہ زندہ کرتی ہیں تو ان کے اَن مٹ نقوش میں محترم منظور احمد شاد صاحب اپنا مقام خود بخود بناتے چلے جاتے ہیں۔ مجھے یاد ہے ہم سب بھائی جمعہ ہمیشہ گھر سے دس بارہ کلومیٹر دور احمدیہ ہال میں جاکر باقاعدگی سے ادا کیا کرتے تھے اور وقت سے کافی پہلے ہی پہنچ جایا کرتے تھے، تو جب بھی احمدیہ ہال میں آمد ہوتی تھی تو سب سے پہلے منبر پر منظور شاد صاحب کو ہی پاتے تھے اس لیے نہیں کہ انہوں نے خطبہ جمعہ دینا ہوتا تھا اگرچہ وہ بھی آپ کبھی کبھار پڑھا دیتے تھے، بلکہ اس لیے کہ چونکہ کراچی جماعت کے جنرل سیکرٹری تھے اور خطبہ جمعہ سے قبل اعلانات کرنا بھی ایک ذمہ داری ہوتی ہے تو اطفال الاحمدیہ کی عمر سے ہی آپ کو جماعتی اور مرکزی اعلانات کرتے ہوئے پایا اور ہمیشہ انہیں امام کے پیچھے تکبیر کہتے دیکھا۔ ہم تو ابھی طفل ہی تھے عمر بمشکل دس سال بھی پوری نہیں ہوگی جب سے آنکھوں نے یہ نظارہ دیکھنا شروع کیا تو ایسے وجود سے طبعی طور پر ایک اُنس اور محبت پیدا ہو جاتی ہے اسی لیے ہم جمعہ کی ادائیگی کے بعد لازمی طور پر انہیں سلام کیے بغیر واپس گھر نہیں لوٹتے تھے۔ پھر جب کبھی احمدیہ ہال میں اطفال الاحمدیہ کا کوئی پروگرام ہوتا یا کوئی اور جلسہ ہوتا تو موصوف ہی تن تنہا تعلیمی اور تربیتی ذمہ داریاں ادا کرتے نظر آتے اور امیر صاحب یا مہمان خصوصی کے دست راست ہونے کی وجہ سے انعامات کا اعلان کرتے نظر آتے اس وقت تو ہر ایک طفل کے کان اور آنکھیں آپ کی طرف ہی

ہوتی تھیں کہ کب اُس کے نام کا اعلان کیا جائے گا اور وہ اپنا انعام وصول کرے گا۔ بہر حال یہ تو محبت کا ایک آغاز تھا اور ایک عجیب اچھوتا انداز تھا جس کی وجہ سے ہمیشہ اُس وقت بھی ان کے لیے دعائیں نکلتی تھیں اور پھر بعد میں جب انہیں مسجد بیت الفتوح لندن میں دوبارہ دیکھا تو وہ یادیں دوبارہ تازہ ہو گئیں۔

اس عاجز کو مرحوم و مغفور کے بلند مقام اور مرتبے کا حقیقی اندازہ پہلی مرتبہ اُس وقت ہوا تھا جب ہم نے دیکھا کہ آپ رمضان المبارک کے دنوں میں درس قرآن کی خاطر ہماری مجلس محمد علی سوسائٹی کے نماز سنٹر دارالصدر میں بھی تشریف لاتے ہیں یہ درس کم از کم دو گھنٹے کا تو ضرور ہوا کرتا تھا اور بمشکل ہی افطار سے پہلے اجتماعی دعا پر اختتام پذیر ہوتا تھا۔ مجھے نہیں علم کہ افطار کے شوق میں یا درس سننے اور اس سے مستفیض ہونے کی خاطر ہم سب بھائی گھر سے دو تین کلو میٹر دور اپنی سائیکلوں پر یا پھر کبھی پیدل بھی سب سے پہلے سنٹر پہنچے والوں میں سے ہوا کرتے تھے وہاں پہنچ کر اپنی اپنی ڈیوٹیوں اور جملہ انتظامات کی انجام دہی میں مصروف ہو جایا کرتے تھے اگرچہ آپ صرف چند ایام کے لیے ہی درس کے لیے تشریف لایا کرتے تھے لیکن وہ ایک عجیب کیفیت تھی جب ہم آپ کو دوبارہ اپنے اندر موجود پاتے۔ آپ سے ملتے اور خیریت دریافت کرتے دعا کے لیے عرض کرتے اور اُن کے استفسار پر بے تکلف بتا دیتے کہ آج روزے سے نہیں ہیں۔

آپ کی جماعتی خدمات جو آپ نے ایک مسلسل جہاد کی صورت میں بڑی ہی تندہی اور جانفشانی سے سر انجام دیں وہ آپ کا کراچی گیسٹ ہاؤس میں ایک لمبے عرصے تک رضاکارانہ بے لوث خدمت بجالانا ہے۔ خاکسار کے چچا محمد اسلم امتیاز صاحب مرحوم بھی چونکہ وہیں دفتری ذمہ داریاں سر انجام دیتے تھے اس لیے جب بھی ابا جان کے ساتھ یا کسی بھی احمدی کے ساتھ گیسٹ ہاؤس جانے کا اتفاق ہوتا تو وہاں

بھی اس مشفق و مہربان اور ہشاش بشاش چہرے کو موجود پاتے جو رات دیر تک جماعتی امور کی تکمیل کے بعد ہی گھر واپس لوٹتے تھے حالانکہ گیسٹ ہاؤس سے ان کے گھر کا فاصلہ کم از کم بیس کلومیٹر سے کم نہ تھا۔

کراچی جماعت کے لیے آپ کی خدمات کا سلسلہ مختلف حیثیتوں سے ایک لمبے عرصے تک پھیلا ہوا ہے جن کا کچھ ذکر تو ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ میں مرحومین کی فہرست میں آپ کو شامل کرکے اور آپ کے اخلاق فاضلہ کا ذکر کرکے کر دیا ہے جن میں سے آپ کا قائد ضلع خدام الاحمدیہ کراچی ہونا ایک اعزاز اور مرتبے سے کم نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آپ محترم چودھری احمد مختار صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ کراچی اور محترم عبدالرحیم بیگ صاحب مرحوم نائب امیر جماعت احمدیہ کراچی کے دست راست تھے تو اس میں ہرگز کوئی مبالغہ نہیں۔

اٹھارہ سال کی عمر میں خاکسار جامعہ احمدیہ ربوہ چلا گیا تھا اور مربی سلسلہ کی خدمات کے دوران بھی جب کبھی احمدیہ ہال جانے کا اتفاق ہوتا تو آنکھیں انہیں تلاش کر رہی ہوتی تھیں اور ملے بغیر واپس جانے کو دل نہیں کرتا تھا۔ پھر ایک لمبا عرصہ گزر گیا اور جب خاکسار کی جامعہ احمدیہ یوکے میں تعیناتی ہوگئی تو انہیں ایک دن اچانک ہومیوپیتھک ڈسپنسری مسجد بیت الفتوح میں اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے دیکھ کر حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ نہایت پیار اور محبت سے ملے والد صاحب اور چچا جان اور کراچی کے دیگر احباب کا ذکر خیر ہوا اس کے بعد یہ محبت کا سلوک مزید چمکا کیونکہ پھر جب بھی ملتے کراچی کی بے لوث خدمت کرنے والے بزرگوں کا ذکر ضرور کرتے اور خود اپنے لیے بھی دعا کی درخواست کرتے۔

پھر تقدیر الٰہی کے مطابق آخر ایک وقت آتا ہے جب پیدا کرنے والے اور اپنے طرف بلانے والے کی تقدیر غالب آتی ہے اور ہر کسی کو اعلیٰ اور دیرپا اور حقیقی دنیا کی طرف لوٹنا ہوتا ہے بس اسی تقدیر اجل پر لبیک کہتے ہوئے یہ پیارا وجود آج ہم میں موجود نہیں ہے۔ اگرچہ بظاہر نظر تو ایک فدائی اور عاشق خلافت احمدیہ کی نظروں میں اُس کی خدمات ہمیشہ حقیر سی خدمات ہوتی ہیں اور حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا کا شاید نمونہ ہوتی ہیں لیکن ان خدمات کو قبول کرنے والے کے نزدیک ان کا مقام بہت بلند و بالا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس پیارے وجود کی روح کو اپنے قرب میں جگہ دیتے ہوئے بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل کرتا رہے۔ اور جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ اور ان کے لواحقین کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 20 نومبر 2021ء)

## مکرم عبد البصیر بھٹی صاحب

مکرم عبد البصیر بھٹی صاحب سابق امیر لوکل امارت مائنز ویسبادن جرمنی لکھتے ہیں:
مکرم و محترم منظور احمد شاد صاحب کے ساتھ خاکسار کو اس وقت خدمت کا موقع ملا کہ جب آپ پہلے ریجنل امیر اور پھر بعد میں لوکل امیر مائنز ویسبادن رہے۔ اُن میں جو سب سے زیادہ پیاری بات کا میں نے مشاہدہ کیا وہ آپ کی خاکساری تھی۔ ہر فرد جماعت کے ساتھ پیار سے پیش آتے۔ چونکہ آپ ہومیو پیتھک ڈاکٹر بھی تھے اس لیے روحانی تربیت و علاج کے ساتھ ساتھ جسمانی علاج بھی فرماتے۔ جب کسی نے کسی بیماری کا ذکر کیا دوا تیار کر کے خود صاحب ضرورت تک پہنچا دیتے۔ اکثر اجلاسات میں خلافت کے احترام اور مقام کی طرف احباب جماعت کو توجہ دلاتے۔ اور پھر نظام جماعت کی پابندی کا تو یہ حال تھا کہ مجھے اس وقت ایک واقعہ

یاد آرہا ہے ۔خاکسار بطور لوکل امیر مائنز ویسبادن خدمت سر انجام دے رہا تھا۔اسی حیثیت میں میری ڈیوٹی میں اندرون جلسہ گاہ کا انتظام تھا۔ خاکسار نے آخری سیشن میں اعلان کرادیا کہ لوکل امارت کے تمام احباب جلسہ کی کاروائی کے بعد جلسہ گاہ میں تشریف لے آئیں تاکہ وائنڈاپ کے کام کو جلد مکمل کیا جاسکے۔ شاد صاحب ہماری لوکل امارت کے ایک عمر رسیدہ بزرگ تھے لیکن آپ اس موقع پر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ آپ کا اعلان سن کر حاضر ہو گیا ہوں، بتایئے میرے لیے کیا حکم ہے۔ تو اس طرح آپ نظام جماعت کے تقدس کا خیال فرماتے تھے۔

آپ لوکل امارت کے امیر تھے، اور خاکسار جنرل سیکرٹری کی خدمت سر انجام دے رہا تھا۔ایک دفعہ مجھے فرمایا کہ، آپ تمام سیکرٹریان اور صدران جماعت کو مجلس عاملہ کے ماہانہ اجلاس کی اطلاع تحریری طور پر دیا کریں،اور پھر یاد دہانی بھی کروایا کریں۔ اور اگر ہو سکے تو ایجنڈاہ کے پوائنٹس اراکین مجلس عاملہ کو پہلے پہنچا دیا کریں۔ تاکہ اراکین اور صدران کو علم ہو کہ اجلاس میں کیا بات ہو گی اور وہ سب تیاری کر کے آئیں۔ آپ بہت ہی پیار سے بات سمجھایا کرتے تھے اور جہاں اصلاح کی ضرورت ہوتی تو پیار اور نرمی سے اصلاح بھی فرماتے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار اچھی صفات سے نوازہ تھا۔ بہت غریب پرور تھے۔ اگر کوئی کسی مشکل یا تکلیف میں ہوتا تو اس کی تکلیف دور کرنے کی کوشش فرماتے۔ مجھے یاد ہے کہ ہمارے ایک صدر صاحب تھے،اُن سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی،شاد صاحب جانتے تھے کہ صدر صاحب سے یہ غلطی دیدہ دانستہ نہیں بلکہ سادگی میں ہوئی ہے۔ آپ نے محترم نیشنل امیر صاحب سے ذاتی طور پر بات کر کے متعلقہ صدر صاحب کی مشکل کو اور پریشانی کو دور فرمایا۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمال کا یہ ملکہ

عطا فرمایا تھا کہ لوگوں کے آپس کے مسائل اور جھگڑوں کو بڑے احسن طریق پر سلجھا دیتے تھے، مختصر یہ کہ مکرم و محترم منظور شاد صاحب بحیثیت ایک انسان بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ پیاری ستار، غفار، اور غفور ذات باری انہیں اپنی ستاری غفاری اور غفوریت کی چادر میں لپیٹ لے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور ان کی تمام نسل کو ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ان کی دُعاؤں کا وارث بنائے رکھے۔ آمین

## مکرم چودھری محمد سلمان اختر صاحب

مکرم چودھری محمد سلمان اختر صاحب آف جرمنی لکھتے ہیں کہ:

ہمارے پیارے بھائی اور بزرگ مکرم و محترم منظور احمد شاد صاحب اُن خوش نصیب ہستیوں میں سے تھے کہ جو باقاعدہ واقف زندگی نہ ہونے کے باوجود ساری عمر وقف کی روح کے ساتھ خدمت دین میں شب وروز مصروف رہے۔ خدمت دین کے علاوہ خدمت انسانیت میں بھی آپ کا بہت بلند مقام تھا۔ خاص طور پر ہومیو پیتھک میں آپ نے دکھی انسانیت کی بہت خدمت کی۔ آپ ایک شاندار مقرر تھے، اپنی زبان اور ادائیگی میں مکمل کنٹرول حاصل تھا۔ بہت اچھے طریق پر بات کو سمجھا دیا کرتے تھے۔ آپ کے خطاب میں ایک خاص سرور تھا۔ بات کو بہت اچھے پیرایہ میں سمجھانے کا انہیں خاص سلیقہ تھا۔ آپ کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ آپ سب کی دلجوئی کرتے تھے۔ ہر اک کی غمی اور خوشی میں شامل ہوتے۔ اور دوستوں کا ساتھ نبھانے والے شخص تھے۔ میں اپنی جماعت کا صدر تھا، آپ کو جب بھی میں کسی جماعتی پروگرام کے لیے کہتا آپ ہمیشہ وقت سے پہلے اور لازمی تشریف لاتے۔

تبلیغ کے میدان میں بھی آپ بہت کوشاں رہا کرتے تھے۔ آپ کو انگلش پر پورا عبور تھا۔اس لیے افریقن دوستوں کے ساتھ بات چیت کے لیے ہم ہمیشہ آپ کو ہی دعوت دیا کرتے تھے۔ ہمارے محلہ میں ایک افغان دوست ڈاکٹر بارس صاحب ہوتے تھے۔ جو کہ کسی وقت افغان حکومت کے بڑے عہدہ دار رہ چکے تھے۔وہ فارسی اور انگریزی میں اچھی طرح سے بات کرسکتے تھے ۔ ہم نے ڈاکٹربارس صاحب سے بات کرنے کے لیے محترم امیر صاحب مکرم منظور شاد صاحب سے کہا۔ اس دن ہمیں پتہ چلا کہ آپ نہ صرف انگریزی میں مہارت رکھتے ہیں بلکہ بہت اچھی فارسی بھی جانتے ہیں۔ محترم منظور احمد شاد صاحب آپ کو حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کے فارسی اشعار بھی سنایا کرتے تھے۔ آپ کے ہی توسط سے ڈاکٹر صاحب کی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ ملاقات بھی ہوئی۔اور پھر آپ کے ساتھ بات چیت کے نتیجہ میں ڈاکٹر صاحب نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیعت کرلی۔

مجھے یاد ہے کہ جب آپ کی پوتی کے نکاح کا اعلان حضرت خلیفۃ المسیح الخامس اید اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا تو آپ کے بیٹے تصوّر احمد خالد صاحب کو حضور نے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا کہ آپ شاد صاحب کے بیٹے ہیں۔ آپ کے بیٹے تصوّر خالد صاحب کے اثبات میں جواب دینے پر حضور انور نے فرمایا کہ یہ خاندان بھی بڑا خدمت کرنے والا ہے ۔ اللہ تعالیٰ آئندہ نسلوں کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

## مکرم محمد امجد خان سنوری صاحب

مکرم محمد امجد خان نیشنل سیکرٹری امور عامہ آسٹریلیا تحریر فرماتے ہیں کہ:



مجھے مکرم منظور احمد شاد صاحب کے ساتھ خدمت دین کی توفیق ملی ہے۔ ساٹھ کی دہائی کے آخر میں مکرم عبد الشکور اسلم صاحب جب قائد مجلس ڈرگ روڈ کراچی تھے تو اُس وقت مکرم منظور شاد صاحب بطور نائب قائد خدمت کررہے تھے۔ اُس کے بعدؤ آپ قائد مجلس منتخب ہوگئے اور آپ کے ساتھ مجھے بطور ناظم اطفال مجلس کے خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ اُن کے کام سکھانے کا طریقہ بہت ہی سادہ تھا۔ آپ کی سب سے بڑی خوبی آپ کی انکساری تھی۔ کبھی اُن کو غصہ میں نہیں دیکھا۔ ہر کام خندہ پیشانی سے، صبر کے ساتھ، محبت سے اور سرپرستی فرماتے ہوئے سکھاتے تھے۔ بعد میں جب آپ قائد ضلع کراچی مقرر ہوئے تو مجھے ایک دفعہ پھر آپ کی مجلس عاملہ میں ناظم اطفال ضلع کراچی کے طور پر خدمت کا موقع ملا۔ اس موقع پر بھی آپ کی بھرپور سرپرستی حاصل رہی۔ یہ اُن ہی کی صحبت اور تربیت میں کام کرنے کا نتیجہ تھا کہ خاکسار کو مختلف حیثیتوں میں جماعتی خدمات کی توفیق مل رہی ہے۔ یہ سب محترم منظور شاد صاحب کی اس تربیت کا ہی نتیجہ ہے کہ آج دنیا کے مختلف ممالک میں بہت سے دوست جماعتی خدمات کی توفیق پارہے ہیں۔ الحمد اللہ۔

## مکرم منوّر احمد نوری صاحب

مکرم منوّر احمد نوری صاحب آف لندن لکھتے ہیں کہ:

مرحوم کی زندگی کا نچوڑ محض اللہ کی خوشنودی رضائے الٰہی اور خدمت دین کا بھر پور جذبہ کارفرما تھا۔ آپ اپنی زندگی میں امام وقت کی اطاعت کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ آپ محکمہ پولیس میں گوناگوں مصروفیات کے باوجود جماعتی کاموں کو فوقیت دیتے تھے۔ گویا کہ آپ کی زندگی کا محور خدمت دین رہا ہے۔ جماعتی کاموں میں اس قدر مگن رہتے تھے کہ واقف زندگی نہ ہونے کے باوجود زندگی خدمت دین کے لیے وقف تھی۔ آپ ہجرت کر کے جرمنی تشریف لے آئے آپ نے وہاں بھی ریجنل امیر کے طور پر خوش اسلوبی سے فرائض منصبی ادا کئے۔ آپ نے خلیفۃ المسیح رابعؒ کی شفقت سے ہومیو پیتھی کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ آپ ہومیو پیتھی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد رضاکارانہ طور پر خدمت سرانجام دیتے رہے ہیں۔ جب آپ مستقل طور پر لندن تشریف لے آئے تو بھی آپ نے لوگوں کا علاج معالجہ جاری رکھا۔ اللہ کے فضل و کرم سے مخلوق خدا مستفیض ہوتی رہی ہے۔

مکرم منظور شاد صاحب کا روزانہ کا معمول تھا کہ آپ صحت کو قائم رکھنے کے لیے حضور اید اللہ تعالیٰ کی تقلید کرتے ہوئے کوسوں تیز تیز پیدل چلتے تھے اور پیدل چلتے ہوئے نزدیک رہنے والوں کے گھروں پر ضرورت مندوں کو ادویات پہنچاتے رہے ہیں۔ اللہ کے فضل کرم سے یہ انکی بہت بڑی نیکی تھی کہ مخلوق خدا کی خدمت کرنے کی توفیق پائی ہے۔ مسجد بیت الفتوح لندن میں بھی جماعتی نظام کے تحت چلنے والی ڈسپنسری میں وقت دیتے رہے ہیں۔ رضاکارانہ خدمات سرانجام دینے میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ یقیناً آپ کی خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیگی۔ اللہ تعالیٰ خدمت دین کرنے والوں کبھی ضائع نہیں کرتا ہے یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ

تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور خلیفہ وقت کی خصوصی دعاؤں کے طفیل ہر مشکل مقام میں بھی آپ نے کامیابی اور کامرانی حاصل کی۔ آپ وہ خوش قسمت شخص ہیں جنکی ساری زندگی خدمت دین میں گزری ہے۔ قابل رشک زندگی گزارنے کے باوجود آپ فرماتے ہیں۔

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آپ ایک منفرد منکسر المزاج بہت ساری صفات کے مالک تھے۔ آپ کا اُٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا صرف خدمت دین میں مضمر تھا۔ ایک نظر عارف کی ان کے چہرہ مبارک پر ڈالنے سے ان کے شیشہ دل کی کہانی بخوبی سامنے آجائیگی۔

باغِ عالم کے لیے تم باعث توقیر ہو
پھول ہو تم ہو صبا باغوں میں تم شمشاد ہو
ثبت ہو گی جو جہاں پر اور ہو گی نقش روح
تم ہی وہ روئے جہاں کی دل کشا روداد ہو

أُولَٰئِكَ فِي جَنَّٰتٍ مُّكْرَمُونَ

یہی وہ لوگ ہیں جو جنتوں میں اعزاز کے ساتھ رکھے جائیں گے۔

آپ نافع الناس وجود تھے۔ لوگوں سے حسنِ سلوک اور رواداری سے پیش آتے تھے۔ خوش اسلوبی سے معاملات سلجھاتے تھے۔ میرے ساتھ اُن کا بہت مشفقانہ سلوک رہا ہے۔ آپ قائد مجلس خدام الاحمدیہ کراچی۔ زعیم اعلی انصار اللہ، نیشنل جنرل سیکریٹری اور پھر نیشنل نائب امیر جماعت احمدیہ کراچی بھی رہے ہیں۔ اسکے علاوہ مختلف کمیٹیوں کے نگران رہے ہیں۔ نامساعد حالات کے وقت آپ اندرون سندھ بھی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے ہیں۔ آپ کی خدمات پر جماعت کی طرف سے ایک ریزولیشن بھی پیش کیا گیا ہے۔ مجھے کئی بار جماعتی کاموں کے

سلسلہ میں اُن کے ساتھ اندرون سندھ سفر کرنے کا موقع ملا ہے۔ جشن صد سالہ کے سلسلہ میں بھی آپ نے بڑی نمایاں خدمت سرانجام دی ہیں۔ مرکز سلسلہ نے مجھے بحیثیت کنوینر مجلس صحت سندھ بلوچستان مقرر کیا تھا۔ اسیلے خدمت سرانجام دے رہا تھا۔ اکثر و بیشتر آپ سے رہنمائی حاصل کرتا رہا ہوں۔ آپ کی راہنمائی سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا ہے۔ مورخہ 25 ستمبر 1989 کو تقریب صد سالہ عقیل بن عبد القادر ویلفیر آئی ہسپتال کے احاطہ میں منعقد کی گئ تھی آپ نے اس پُر وقار تقریب میں تعارفی خطبہ پڑھتے ہوئے صد سالہ جشن کی قیام غرض وغایت پر روشنی ڈالی اور کارکردگی کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے فرمایا منور احمد نوری کا تقرر بطور کنوینر مجلس صحت سندھ بشمول بلوچستان خوش آئند ہے. انہوں نے اپنا فرض بہت عمدگی سے نبھایا ہے۔ آپ نے خدمات کو سراہا اور بے لوث مساعی کا مختصر ذکر بھی کیا۔

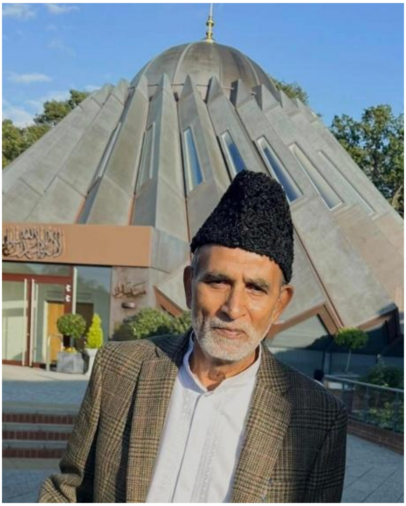
جماعت احمدیہ کراچی ایک فعال جماعت ہے جس کے متعلق خلیفۃ المسیح ثانی نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ صحابہ کا رنگ دیکھتا ہوں۔ جان مال وقت عزت اللہ کے فضل و کرم سے کسی بھی قربانی میں جماعت احمدیہ پیچھے نہیں ہے۔ خلیفہ ثانی کی فرمان کو ہمیشہ یادرکھا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے منظور احمد شاہ صاحب مرحوم کی خدمات بھی نمایاں ہیں۔

عصیاں نہ گن تو وسعتِ رحمت کو اپنی
بے حد دے، بے حساب دے اور بے شمار دے

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اپنے قرب وجوار میں جگہ دے۔ آمین

## مکرم محمد یوسف صاحب

محترم یوسف صاحب سابق قائد مجلس ڈرگ روڈ کراچی، سابق ریجنل امیر اوٹاوہ کینیڈا فرماتے ہیں کہ میں نے 1970ء میں جب بیعت کی اُس وقت مکرم منظور احمد



شاد صاحب ہماری جماعت ڈرگ کالونی کے صدر تھے۔ چنانچہ شروع ہی سے آپ سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ آپ بہت محنت کے ساتھ پرجوش جذبہ کے ساتھ دین کی خدمت کرنے والے بزرگ تھے، مجھے آپ کی مجلس عاملہ میں سیکرٹری صد سالہ جوبلی کے طور پر خدمت کا بھی موقع ملا ہے۔

میں کراچی میں پی آئی اے میں ملازمت کرتا تھا۔ اس وقت میں ایک بہت ہی ایمان افروز اور حیرت انگیز خواب کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ یہ خواب میں نے اُس وقت دیکھا تھا کہ جب ابھی لندن میں جلسہ سالانہ کے انعقاد کا کوئی تصوّر بھی نہ تھا۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ میں لندن میں ہوں اور جلسہ سالانہ ہو رہا ہے۔ اور میں مکرم منظور احمد شاد صاحب کی زیر نگرانی حفاظت اسٹیج کی ڈیوٹی دے رہا ہوں۔ میں نے یہ خواب محترم منظور احمد شاد صاحب کو بھی سنایا۔ اور اس وقت تک شاد صاحب کا پاسپورٹ بھی نہیں بنا تھا۔ اس خواب کے کچھ عرصہ کے بعد میں جماعت کی ضروری ڈاک لے کر لندن گیا (پی آئی اے میں ملازم تھا اس لیے ٹکٹ کا حصول میرے لئے مشکل نہیں تھا) اور پھر وہاں پر ایک دفعہ پھر میں نے وہ ہی خواب دوبارہ دیکھی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ جو کہ ہر چیز پر قادر ہے اس کے فضل سے 1985ء

میں لندن میں پہلے جلسہ سالانہ کے انعقاد کے سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی صدارت میں جو اجلاس ہوا۔ اُس میں حفاظت اسٹیج کی ڈیوٹی کے لیے فیصلہ ہوا کہ کراچی سے مکرم منظور احمد شاد صاحب کو بلایا جائے۔ چنانچہ محترم منظور احمد شاد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خصوصی ارشاد پر اگلے ہی دن لندن تشریف لے گئے اور پھر آپ کی زیر نگرانی پہلے جلسہ سالانہ یو کے کا اسٹیج تیار ہوا۔ اور حفاظت اسٹیج کی اہم ذمہ داری بھی آپ کو سونپی گئی۔ خاکسار نے اور کراچی کے کئی دیگر دوستوں نے آپ کے ساتھ کئی سال تک حفاظت اسٹیج کی ڈیوٹی دی۔

واقعات تو بہت ہیں لیکن اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

(بالکل اسی طرح کا خواب آپ کے بھتیجے مکرم آفتاب احمد صاحب نے فتح پور گجرات سے لکھ کر آپ کو بھیجا تھا۔ جس میں لکھا تھا کہ چچا جان میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ لندن میں جلسہ سالانہ ہو رہا ہے اور آپ وہاں پر اسٹیج پر ڈیوٹی دے رہے ہیں۔ اضافی نوٹ۔ از تصوّر احمد خالد)

## مکرم ڈاکٹر بختیار احمد امینی صاحب



مکرم و محترم ڈاکٹر بختیار احمد امینی صاحب آف لندن لکھتے ہیں کہ

میں محترم ڈاکٹر منظور احمد شاد صاحب کو کافی عرصہ سے جانتا ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ جرمنی میں بھی آپ کی بہت شہرت تھی اور کبھی کبھی میں مائنز میں آپ کی

خدمت میں حاضر بھی ہوا کرتا تھا۔ یہاں پر ڈسپینسری میں جب کبھی آپ مجھے دوائی کی تیاری کا کہتے تو مجھے یقین ہوتا کہ یہ نسخہ لازمی کام کرے گا۔ اللہ تعالی نے لوگوں کے دلوں میں بھی آپ کی محبت ڈالی ہوئی تھی۔ دور دور سے لوگ آپ سے رابطہ کرتے تھے۔ آپ یہ خدمت خلق کا کام پیسے کے لیے نہیں کرتے تھے۔ جب بھی کوئی آپ سے رابطہ کرتا تو اسے دوائی تیار کر دیتے تھے لیکن پیسوں کا تقاضہ ہر گزنہ کرتے تھے۔ آپ مریض کو کہتے کہ دوائی لے جاؤ پیسے بعد میں دیکھیں گے۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک صاحب آئے اُن کے ہاتھ میں کچھ رقم تھی، وہ رقم اس شخص نے محترم ڈاکٹر منظور شاد صاحب کی خدمت میں پیش کی، اور بتایا کہ آپ نے فلاں سن میں ہمارا اعلاج کیا تھا۔ چوں کہ آپ نے کبھی بھی مطالبہ نہیں کیا اس لیے آج پیش کر رہا ہوں۔

میں َنے آپ سے بہت کچھ سیکھا۔ آپ سے بڑھ کر میں نے کسی کو اطاعت گزار نہیں دیکھا۔ آپ ہر حال میں اپنی ڈیوٹی کو مقدم رکھتے تھے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض اوقات آپ بہت بیمار ہیں، ڈسپینسری آتے ہوئے آپ کو گھر سے پہلے پیدل چلنا پڑتا، اور پھر دو دفعہ ٹرین بدل کر مورڈن اسٹیشن پہنچتے اور اسٹیشن سے پیدل مسجد بیت الفتوح تک آتے۔ آپ نے کبھی بھی اپنی صحت کی پرواہ نہیں کی تھی، بعض دفعہ آپ کی طبیعت بہت ناساز بھی ہوتی لیکن آپ ہر صورت ڈسپینسری پہنچا کرتے تھے۔ کئی بار ایسا ہوتا تھا کہ جماعت کی ڈسپنسری میں متعلقہ دوائی موجود نہیں ہے تو آپ بہت فکر مند ہو جایا کرتے تھے اور پھر بڑی محنت کے ساتھ اپنے خرچ پر جہاں کہیں سے بھی دوائی ملتی مریضوں کی دوائیاں گھر سے بنا کر لا دیتے تھے۔ آپ انتہاءی فرض شناس، بے لوث، اور بے غرض انسان تھے۔ گو کہ آپ چلے گئے ہیں

، لیکن آپ ہمارے دلوں میں زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ درجات ہمیشہ بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین

## مکرم ملک سکندر حیات صاحب

مکرم ملک سکندر حیات صاحب نیشنل سیکرٹری وقف جدید جماعت احمدیہ جرمنی تحریر فرماتے ہیں کہ:

محترم منظور احمد شاد صاحب ہمارے رشتہ داروں میں سے ہیں۔ ان کی بھانجی کی شادی جہاں پر ہوئی وہ میرے دادا جان کے بھتیجے تھے۔ جہاں تک جماعتی خدمات کے حوالہ سے بات کریں تو میرے لیے یہ ایک بہت بڑا اعزاز اور سعادت کی بات ہے کہ اتنی زیادہ خدمت کرنے والے بزرگ ایک اعلیٰ پایہ کی ہستی کو امیر صاحب جرمنی نے میرے ساتھ بطور اسسٹنٹ نیشنل سیکرٹری تربیت مقرر کر دیا یہ اُس وقت کی بات ہے کہ جب آپ ریجنل امیر کی حیثیت سے فارغ ہوئے ہیں تو کچھ عرصہ کے لیے امیر صاحب جرمنی نے آپ کی خدمات شعبہ تربیت کے سپرد کیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ امیر صاحب کی اس میں یہ حکمت تھی کہ ایک نوجوان سیکرٹری کو کچھ سیکھنے کا موقع مل جائے گا اور پھر واقعی یہ بات ثابت ہو گئی۔ جب میں پہلے دن دفتر میں داخل ہوا تو آپ اپنی کرسی سے کھڑے ہو گئے اور اس بات نے میرے دل پر بہت زیادہ اثر کیا اور ہمیشہ ایسے ہی کرتے مجھے بہت شرمندگی محسوس ہوتی اور میں کہتا کہ آپ میرے بزرگ ہیں، میرے والد کی جگہ ہیں آپ کھڑے نہ ہوا کریں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ آپ اپنی جگہ ثواب لیں اور مجھے اپنی جگہ ثواب لینے دیں۔ آپ کے اندر نظام کی اطاعت کمال کی حد تک تھی۔ میرے لیے کھڑا ہونا اصل میں نظام جماعت کی اطاعت میں کھڑا ہونا تھا۔ آپ فرماتے کہ

حضرت مصلح موعودؓ کا ارشاد ہے کہ دفتر میں جب بھی کوئی آئے تو اس سے کھڑے ہو کر ملیں۔ آپ میرے لیے ایک بہت پیار کرنے والے قابل احترام بزرگ تھے۔

## مکرم بشارت انیس صاحب

مکرم بشارت انیس صاحب نائب صدر اوّل مجلس انصار اللہ سوئٹزرلینڈ لکھتے ہیں کہ:
محترم منظور احمد شاد صاحب ہمارے ریجنل امیر تھے۔ میں اس وقت ریجنل قائد کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہا تھا۔ مکرم منظور شاد صاحب نہایت شفیق، ملنسار ،اور محبت کرنے والے وجود تھے۔ آپ ایک ہر دل عزیز شخصیت کے مالک تھے۔ آپ ہر لحاظ سے راہنمائی فرماتے۔ خدمت کے ایک طویل عرصہ میں آپ کو کبھی بھی کسی کے ساتھ ناراض ہوتے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ مسکراتے چہرہ کے ساتھ پیش آتے۔ طبیعت میں مزاح بھی تھا لیکن اس کے باوجود دوسروں کی عزت و احترام کا بہت خیال رکھتے۔ ہمارا ریجن بہت بڑا تھا۔ اس میں 65 مجالس اور 6 زون تھے۔ ریجنل امیر صاحب بہت اچھے منتظم اور ایک زبردست مقرر بھی تھے۔ میں جب بھی آپ کی خدمت میں درخواست کرتا کہ فلاں مجلس میں ایک پروگرام ہے آپ سے درخواست ہے کہ وہاں تشریف لے چلیں تو آپ کبھی بھی انکار نہ کرتے تھے۔ آپ بہت ہی صائب الرائے شخص تھے۔ آپ سارے ریجن کے لیے ایک شفیق باپ کی طرح تھے۔

## مکرم محمود احمد بھٹی صاحب

مکرم محمود احمد بھٹی صاحب سابق جنرل سیکرٹری لوکل امارت مائنز ویسبادن لکھتے ہیں کہ

مکرم و محترم منظور احمد شاد صاحب جب پاکستان سے جرمنی تشریف لائے تو شروع ہی سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتی خدمات کی توفیق پاتے چلے گئے۔ خاکسار کو آپ کے ساتھ اس وقت شعبہ جنرل سیکرٹری میں خدمت کی توفیق حاصل ہوئی کہ جب آپ فرینکفرٹ ریجن کے ریجنل امیر مقرر ہوئے۔ آپ نے مجھے بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ میرے شعبہ کا کام سمجھایا۔ میرے ذمہ ریجن کی جماعتوں کی ماہانہ رپورٹس کو دیکھ کر اُن پر ضروری تبصرہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کرنا تھا۔ آپ نہایت معاملہ فہم اور زیرک انسان تھے۔ اس کے بعد جب آپ لوکل امارت مائنز ویسبادن کے امیر مقرر ہوئے تو اس موقع پر بھی آپ نے بہت محنت سے کام کیا۔ نظام جماعت کو اچھی طرح سمجھتے تھے، اور اس پر عمل بھی کروایا کرتے تھے۔ آپ ایک بہت اچھے ہومیو پیتھک ڈاکٹر بھی تھے۔ ایک دفعہ خاکسار نے اپنی اہلیہ کے لیے آپ سے دوائی کا پوچھا تو بڑی محبت کے ساتھ نسخہ ٹائپ کر کے دے دیا۔ آپ عاجزی اور انکساری کا بہت اعلیٰ نمونہ تھے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی مغفرت چادر میں لپیٹ لے اور اپنے پیاروں کا قرب عطا فرمائے۔ آمین

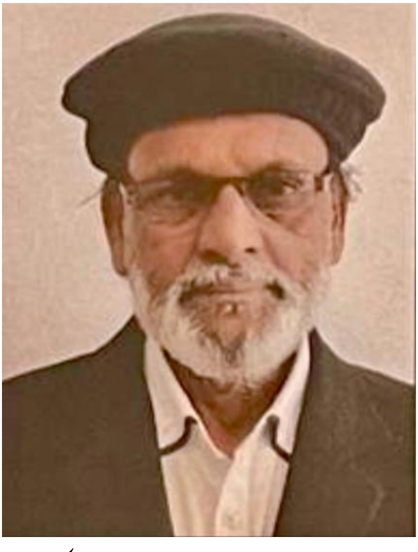
## ڈاکٹر قیصر جلیل قیوم صاحب

ڈاکٹر قیصر جلیل قیوم صاحب صدر جماعت ہاسہ امریکہ تحریر کرتے ہیں:

مکرم منظور احمد شاد صاحب ہماری جماعت ڈرگ کالونی کراچی کے صدر جماعت تھے۔ ایک دفعہ ہم لوگ بزریعہ ٹرین کراچی سے جلسہ سالانہ ربوہ میں شرکت کے لیے جا رہے تھے۔ اسی ٹرین پر محترم منظور احمد شاد صاحب بھی بطور امیر قافلہ سفر کر رہے تھے۔ ایک اسٹیشن پر میں اپنے چند ایک دوستوں کے ساتھ پلیٹ فارم پر

ایک چائے کے اسٹال پر چائے پینے کے لیے گیا۔ ہم نے محترم شاد صاحب کو بھی چائے کی دعوت دی۔ آپ نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ ربوہ کے دکان دار سارا سال ہمارے منتظر رہتے ہیں۔ میں تو ترجیح دیتا ہوں کہ اپنی رقم وہاں جا کر خرچ کروں۔ کیسی خوبصورت بات تھی۔ آج 40 سال کے بعد بھی مجھے وہ سبق بہت اچھی طرح سے یاد ہے۔ اور میں کوشش کرتا ہوں کہ جس قدر بھی ممکن ہو سکے اس پر عمل کروں۔

## مکرم رفیع رضا قریشی صاحب



مکرم رفیع رضا قریشی صاحب آف کراچی، حال مقیم لندن لکھتے ہیں کہ مکرم منظور احمد شاد صاحب بہت نیک، ایمان دار، خوف خدا رکھنے والے نظام جماعت اور نظام خلافت کی مکمل اطاعت کرنے والے ایک پیارے وجود تھے۔ آپ میں اس قدر عجز و انکسار پایا جاتا تھا کہ یقین نہیں آتا تھا کہ آپ محکمہ پولیس سے وابستہ ہیں۔ میری آپ سے آخری ملاقات مسجد مبارک ربوہ میں اپریل 2015ء میں ہوئی جیسے ہی میں نے نماز کے بعد سلام پھیرا تو مجھے اپنے ساتھ ایک بہت ہی نورانی چہرہ والے بزرگ نظر آئے، جب میں نے غور سے دیکھا تو آپ جماعت کراچی کے ہر دل عزیز بزرگ محترم منظور احمد شاد صاحب تھے۔

آپ بہت محبت سے ملے ہمیشہ کی طرح دُعاؤں سے بھی نوازا۔ جماعت احمدیہ کراچی کے لیے آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آپ بہت پر خلوص اور جذبہ اطاعت سے بھرپور شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات ہمیشہ بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین

## مکرم ڈاکٹر الطاف قدیر صاحب

ڈاکٹر الطاف قدیر صاحب آف کینیڈا لکھتے ہیں کہ

مکرم منظور احمد شاد صاحب ہمیں تاکید فرمایا کرتے تھے کہ عہدہ داران کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ نئے کارکنان بھی تیار کریں اور انہیں مشکل حالات میں کس طرح کام کرتے ہیں اس بات کی بھی تربیت دیں، تاکہ نئے آنے والوں کو مختلف مراحل سے گذرتے ہوئے مشکلات اور پیش آمدہ امتحانات کا علم ہو اور وہ احسن طور پر خدمت کر سکیں۔

## مکرم محمد آصف طاہر صاحب

مکرم محمد آصف طاہر صاحب، مربی سلسلہ۔ ریسرچ سینٹر ربوہ پاکستان تحریر فرماتے ہیں کہ:

مکرمی و محترمی منظور احمد شاد صاحب سابق قائد مجلس ڈرگ روڈ، سابق نائب امیر جماعت کراچی متعدد عہدوں پر جماعت احمدیہ کراچی میں خدمات کی توفیق پاتے رہے۔ خاکسار کو آپ سے ملاقات کا شرف اس وقت حاصل ہوا جب خاکسار جامعہ احمدیہ کے درجہ ثانیہ کا طالب علم تھا، میں چھٹیوں میں اپنے گھر ڈرگ کالونی کراچی گیا۔ تب آپ سے ملاقات ہوئی، آپ کا بھائی جان ڈاکٹر یونس احمد حال مقیم

آسٹریلیا کے ساتھ بہت شفقت بھرا بھائیوں جیسا تعلق دیکھا، اور پھر وہ تعلق خاندانی تعلق میں بدل گیا۔ خاکسار کی امی جان جن کو محترمی شاد صاحب آپا جان کہتے تھے بہت ادب و احترام بھی کرتیں اور بالکل چھوٹے بھائی جیسا سلوک کرتیں، آپ ہر معاملہ میں آپ سے مشورہ کرتیں، ہم سب بھائیوں کی شادیوں کے میں مشورہ کے لیے بار بار بلاتیں اور آپ باوجود اپنی سرکاری نوکری کے علاوہ رات گئے تک جماعت کراچی کے مرکز گیسٹ ہاؤس میں مصروف رہتے اور پھر ہر وقت کراچی اور بحیثیت نگران صوبہ سندھ اندرون سندھ بھی تمام اضلاع کے دوروں گوناگوں مصروفیات کے باوجود وقت نکال کر لازمی ہمارے گھر پر تشریف لاتے۔ دیر تک آپ ہمارے ساتھ بیٹھتے، ہم سارے بھائی بھی آپ کا بے انتہاء ادب و احترام کرتے تھے بالکل بڑے بھائی یا والد کی طرح۔ عاجزی اور انکساری آپ کی طبیعت کا ایک خاص وصف تھا۔ آپ کے جرمنی جانے کے بعد بھی تعلق اسی طرح سے قائم رہا، آپ جب بھی جرمنی سے پاکستان آتے تو ہمارے گھر لازمی تشریف لایا کرتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ 1990 میں جب میری شادی تھی تو بھائی عاصم نے آپ سے عرض کیا کہ بھائی جان آپ نے بھی بارات کے ساتھ جانا ہے، آپ ان دنوں بہت مصروف تھے لیکن آپ نے کہا کہ میں محترم امیر صاحب سے اجازت کے بغیر نہیں جاسکتا، بہر حال آپ از راہ شفقت ہمارے ساتھ گئے۔ ہم لوگ صبح 6 بجے روانہ ہوئے، ان دنوں حالات بہت ہی کشیدہ تھے، سارے سندھ میں شہر بند تھے، جلاؤ گھیراؤ جاری تھا، ہم لوگ سات یا آٹھ شہروں سے گذرے، جگہ جگہ لوگوں نے ٹائیر جلائے ہوئے تھے، لیکن اس انتہائی پر خطر ماحول کے باوجود آپ ہمارے ساتھ گئے اور دوران سفر مسلسل دُعاؤں میں مصروف رہے، اور ہم سب کا حوصلہ

بھی بڑھاتے رہے کہ ہم ایک نیک مقصد کے لیے جارہے ہیں انشااللہ تعالیٰ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ نے ازراہ شفقت ٹنڈو غلام علی ضلع بدین میں کہ جہاں بارات گئی تھی میرا نکاح بھی خود پڑھایا۔

1994 میں میرا تقرر کنری ضلع عمرکوٹ میں تھا۔ آپ وہاں پر امارت ضلع کی میٹنگ کے لیے تشریف لائے تو ازراہ شفقت میرے گھر بھی آئے، بچوں سے بھی ملے۔ آپ کی گفتگو کا انداز انتہائی آسان اور سادہ تھا۔ سب سے زیادہ نمایاں پہلو آپ کی شفقت، ایثار اور انکساری تھا۔ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو اور کروٹ کروٹ جنت میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔ آمین

## مکرم سیّد عبد المالک صاحب

مکرم سیّد عبد المالک صاحب حال مقیم لندن تحریر کرتے ہیں:

مکرم و محترم منظور احمد شاد صاحب کو میں اس وقت سے جانتا ہوں کہ جب آپ ستر کی دہائی میں ہماری جماعت ڈرگ کالونی کے صدر جماعت تھے۔ آپ بہت ہی نیک، شفیق اور پر خلوص شخصیت کے مالک تھے بہت ہی معاملہ فہم، اور بہترین منتظم تھے۔ جب آپ قائد ضلع کراچی تھے تو ہم لوگ آپ کے ساتھ سالانہ اجتماع میں شرکت کے لیے ربوہ گئے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا پروگرام تھا تو آپ نے مختلف جگہوں پر خدام کی ڈیوٹی لگائی، جب میری باری آئی تو میں نے کہا کہ قائد صاحب میری ڈیوٹی فلاں دوست کے ساتھ لگادیں تو آپ نے منع کر دیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا، مجھے بہت عجیب سا لگا کہ آپ مجھے اچھی طرح سے جانتے ہیں تو پھر آپ نے منع کیوں کیا ہے، لیکن جب ڈیوٹی کا وقت آیا تو آپ نے میری ڈیوٹی میرے اسی دوست کے ساتھ لگادی۔ بعد میں مجھے احساس

ہوا کہ آپ اس لیے ہماری ڈیوٹی ساتھ نہیں لگانا چاہ رہے تھے کہ اگر ان کی ڈیوٹی ساتھ لگائیں گے تو یہ تو آپس میں باتیں کرتے رہیں گے۔ اور ڈیوٹی کی طرف توجہ نہیں دیں گے۔ آپ کا یہ انتہائی خوبصورت تربیت کا انداز تھا۔ ایک لمبا عرصہ آپ کے ساتھ کراچی میں رہے اور ہمیشہ آپ کے ساتھ جماعتی کاموں میں شامل رہے۔ اور آپ سے بہت کچھ سیکھنے کو بھی ملا۔ اللہ تعالیٰ کی آپ کے درجات ہمیشہ بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین

## مکرم عبد الحمید عارف صاحب

مکرم عبد الحمید عارف صاحب کیپٹن پاکستان انٹرنیشنل ائیر لائنز لکھتے ہیں:



یہ 1971ء کی بات ہے کہ میٹرک کے بعد خاکسار مزید اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ربوہ کے روحانی ماحول سے نکل کر کراچی منتقل ہو گیا۔ کراچی میں میرا قیام ڈرگ روڈ میں تھا۔ یہاں پر آکر دل میں وہ جو ایک ربوہ کے روحانی ماحول سے نکلنے کا احساس تھا وہ بالکل بھی نہ رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مسجد مبارک ڈرگ روڈ کا ماحول بھی اسی طرح سے تھا کہ جیسا میں ربوہ میں چھوڑ کر آیا تھا۔ اُس دور میں یہاں پر حضرت مولانا محمد عثمان چینی صاحبؒ بطور مربیِ سلسلہ تعینات تھے۔ جماعت اور مجلس خدام الاحمدیہ کا نظام انتہائی مضبوط تھا۔ مجلس ڈرگ روڈ کا شمار پاکستان کی صفِ اوّل کی مجالس میں ہوتا تھا۔ اور

مجلس ڈرگ روڈ اللہ تعالیٰ کے فضل سے گذشتہ دو سال سے مسلسل علم انعامی کی حق دار قرار پا رہی تھی۔ بہر حال میں اَصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔ اُن ہی دنوں قائد مجلس کا انتخاب ہوا۔ اور ہماری مجلس کے ایک انتہائی سرگرم خادم مکرم منظور احمد شاد صاحب جو کہ اب تک بطور نائب قائد مجلس خدمات سر انجام دے رہے تھے قائد مجلس منتخب ہو گئے۔ اب مجلسِ عاملہ کی تشکیل کا مرحلہ سامنے تھا۔

محترم منظور شاد صاحب نے روایت سے ہٹ کر تمام زعماء حلقہ جات اور خدام کو مسجد مبارک ڈرگ روڈ میں بلایا اور فرمایا حلقہ جات کے زعماء پوری مجلس کے خدام میں سے آزادی کے ساتھ جس کسی کو چاہیں اپنی اپنی مجلسِ عاملہ میں شامل کر سکتے ہیں۔ اور بعد میں جو خدام باقی بچیں گے میں اُن میں سے اپنی عاملہ تشکیل دوں گا۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور اُن باقی ناتجربہ خدام کو اس طرح سے محنت کے ساتھ تراشا کہ اگلے ہی سال آپ کی زیرِ قیادت مجلس ڈرگ روڈ ایک بار پھر علمِ انعامی کی حقدار قرار دی گئی۔ اور پھر آپ کچھ ہی عرصہ کے بعد قائد ضلع کراچی مقرر ہوئے تو تاریخ میں پہلی بار کراچی نے ضلعی سطح پر علمِ انعامی حاصل کیا۔ اور جب تک آپ قائد ضلع رہے یہ اعزاز کراچی کے پاس رہا۔

آپ کے ساتھ دیگر کئی مواقع پر بھی خدمت کی توفیق ملتی رہتی تھی۔ ایک دفعہ جب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کسی بیرونِ ملک کے دورہ سے واپس تشریف لا رہے تھے تو بطور قائد ضلع کراچی مکرم منظور احمد شاد صاحب کو حضور انورؒ کے قافلہ کو ایسکورٹ کرنا تھا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ اس موقع پر آپ نے مجھے اس خدمت کے لیے منتخب کیا، چنانچہ آپ میرے ساتھ میری گاڑی تشریف فرما ہوئے اور ہم نے حضورؒ انور کے قافلہ کو کراچی ائیر پورٹ سے حضور انورؒ کی رہائش گاہ تک ایسکورٹ کیا۔ الحمد اللہ

## مکرم سعید احمد بھٹی صاحب

مکرم سعید احمد بھٹی نائب ناظمِ اعلیٰ و ناظم تبلیغ، مجلس انصار اللہ، طاہر ریجن لندن یوکے لکھتے ہیں کہ: خاکسار کو محترم منظور احمد شاد صاحب کے ساتھ ایک طویل عرصہ بطور آفس اسسٹنٹ کے کراچی میں جماعت کے مرکز گیسٹ ہاؤس میں خدمت کی توفیق عطا ہوئی۔ اُس وقت محترم منظور شاد صاحب جماعتِ احمدیہ کراچی کے جنرل سیکرٹری تھے۔ بعد میں حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا تقرر بطور نائب امیر جماعت کراچی کے طور پر کر دیا۔



خدمت کے اس عرصہ کے دوران خاکسار کو محترم منظور شاد صاحب کی شخصیت کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ آپ بہت مخلص اور خلافت پر جان نثار کرنے والے اور خدمتِ دین سے سرشار شخصیت کے مالک تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ساتھ خدمتِ دین کی توفیق پانے والے اپنے ساتھیوں کے لیے ایک شفیق باپ کی حیثیت رکھتے تھے۔ ہمیشہ اُن کی چھوٹی چھوٹی ضروریات کا خیال رکھنے کے علاوہ خلافت کے مقام اور خدمتِ دین کی برکات سے اگاہ کرتے رہنا آپ کا روزانہ کا معمول تھا۔

محترم منظور شاد صاحب مربیانِ کرام، مرکزی نمائندگان، اور دیگر واقفینِ زندگی کے لیے ایک خاص محبت و عزت اور احترام کا جذبہ رکھتے تھے۔ بیرونِ ملک سفر کے لیے مبلغین اور دیگر اعلیٰ جماعتی عہدہ داران براستہ کراچی آتے جاتے تھے اس لیے اُن کے آرام و طعام اور رہائش کی خود نگرانی آپ بذاتِ خود کیا کرتے تھے۔ اس معاملہ میں زرہ بھر بھی کوتاہی پسند نہ فرماتے اور ہمیشہ بصیحیت کرتے تھے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی زندگیاں خدمتِ دین کے لیے وقف کی ہیں، اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کے آرام کا خیال رکھیں اور انہیں ہر قسم کی سہولت پہنچائیں۔

کئی دفعہ مہمانوں کی فلائٹس رات کو دیر سے ہوتی تھیں لیکن محترم شاد صاحب اُس وقت تک دفتر (جماعت احمدیہ کراچی کے مرکزی دفاتر گیسٹ ہاؤس ڈیفنس سوسائٹی) سے نہ اُٹھتے کہ جب تک مہمان کی آمد یا روانگی کے تمام انتظامات مکمل نہ ہو جاتے۔

اسی طرح جب ہمارے بعض اعلیٰ مرکزی عہدہ داران پر مخالفینِ احمدیت کی طرف سے من گھڑت اور جھوٹے مقدمات اندرونِ سندھ دائیر کئے گئے تو اس موقع پر بھی ہمیشہ محترم منظور شاد صاحب اپنی تمام تر مصروفیات کو ایک طرف رکھ کر ان بزرگوں کی خدمت پر لگ جاتے تھے۔ اندرون سندھ جانے کے لیے گاڑیوں کا انتظام، عدالتوں میں پیشی، وہاں پر رہائش کا انتظام، واپس کراچی لانا وغیرہ سب انتظامات آپ ہی سر انجا دیا کرتے تھے۔ اور کئی دفعہ ان مہمانوں کے ساتھ اندرونِ سندھ بھی جایا کرتے تھے۔ آپ دیر تک دفتر میں بیٹھ کر تمام امور کی نگرانی فرماتے۔ خاکسار کئی دفعہ عرض کرتا کہ شاد صاحب آپ گھر جا کر آرام کریں میں یہاں دفتر میں ہوں، لیکن آپ فرماتے کہ یہ بہت قیمتی وجود ہیں ان کے

آرام و سکوں کے لیے مجھے اگر اپنے آرام کی قربانی دینی پڑے تو یہ میرے لیے باعث افتخار ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی لندن ہجرت کے بعد محترم منظور شاد صاحب نے ہمیں خاص طور پر ہدایت فرمائی کہ اب آئندہ سے ہمارا دفتر رات دیر تک کھلا رہے گا۔ کیوں کہ ایسا نہ ہو کہ لندن مرکز سے کوئی ہدایت آرہی ہو اور ہمارا دفتر بند ہو اور اس ہدایت پر عمل در آمد میں تاخیر ہو جائے، چنانچہ آپ کی ہدایت کے مطابق ہمارے دفاتر کے اوقاتِ کار لندن دفتر کے مطابق کر لیے گئے۔ آپ اس قدر فرض شناس تھے کہ آپ مجھے اکثر کہا کرتے کہ اگر تم نے جانا ہے تو چلے جاؤ میں تو دفتر میں اُس وقت تک رہوں گا کہ جب تک لندن میں پرائیویٹ سیکرٹری آفس کھلا ہوا ہے۔

محترم منظور شاد صاحب اس بات کو ہمیشہ یقینی بناتے تھے کہ مرکز ربوہ یا مرکز لندن کی طرف سے ملنے والے ارشادات پر فلِ فور عمل ہو اور فوراً رپورٹ واپس مرکز ارسال کی جائے۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ بعض دفعہ ہنگامی حالات میں آپ ساری ساری رات دفتر میں موجود رہتے تھے۔ بعض دفعہ اگر کہیں خاکسار نیند کی وجہ سے سستی دکھاتا تو بڑے پیار سے سمجھاتے کہ اس وقت کو غنیمت جانو کہ خدمتِ دین کی توفیق مل رہی ہے۔ کیا معلوم کہ یہ توفیق زندگی میں دوبارہ ملے یا نہ ملے۔

مکرم و محترم چوہدری احمد مختار صاحب امیر صاحب کراچی کو آپ پر بہت زیادہ اعتماد تھا۔ آپ کے سپرد کراچی کے علاوہ صوبہ سندھ اور بلوچستان کے امور کی نگرانی بھی تھی۔ اس وجہ سے آپ پر کام کا بہت زیادہ بوجھ تھا۔ آپ سال بھر میں کئی کئی دفعہ اندرون سندھ اور بلوچستان مختلف امور کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

لیکن خاکسار نے اس طویل عرصہ میں کبھی بھی آپ کے چہرہ پر اکتاہٹ یا تھکاوٹ کے آثار نہیں دیکھے تھے، اور آپ گھنٹوں بیٹھ کر خط و کتابت کرتے رہتے۔ فون کالز کے جوابات دیتے، ہنگامی امور کے اجلاسات اور دیگر پروگراموں میں شامل ہوتے۔ کھانا تک وقت پر نہ کھاتے تھے۔ لیکن آپ کے چہرہ پر ہمیشہ ترو تازگی اور بشاشت دیکھنے کو ملا کرتی جس میں ایک خدائی رعب بھی جھلک رہا ہوتا تھا۔ آپ ہمیشہ مجھے یہ ہی نصیحت کرتے کہ جو بھی خدمت کی توفیق ملے دُعا کیا کرو کہ اللہ تعا لیٰ اسے قبول کرے۔

محترم منظور شاد صاحب میں توکل اللہ کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ بعض دفعہ مرکز سے کوئی ایسا ارشاد موصول ہوتا کہ جس پر عمل در آمد ملکی حالات کے پیش نظر بظاہر ناممکن دیکھائی دیتا لیکن آپ فرماتے کہ یہ مرکز کا حکم ہے اللہ تعالیٰ لازمی کوئی نہ کوئی رستہ نکال دے گا اور پھر میں نے اپنی آنکھوں سے کئی بار یہ دیکھا ہے کہ بظاہر ناممکن نظر آنے والے کام کے لیے تائیدِ الٰہی سے غائبانہ طور پر رستے ہموار ہونے لگتے اور وہ کام احسن طور پر سر انجام پاتا۔ الحمد اللہ

غرض یہ کہ محترم منظور احمد شاد صاحب مرحوم حقیقی معنوں میں ایک فدائی احمدی تھے۔ خلافت کے دل و جاں سے فرمابردار اور امامِ وقت کی آواز پر سب سے پہلے لبیک کہنے والے ایک نڈر خادمِ سلسلہ تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے، آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام سے نوازے آپ کی اولاد اور اس عاجز کو آپ کی نیکیاں جاری رکھتے ہوئے آپ کی دعاؤں کا وارث بنائے۔ آمین

آج یہ عاجز جس رنگ میں بھی خدمتِ دین کی توفیق پا رہا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بعد محترم منظور شاد صاحب کی تربیت اور پر خلوص نصائح کے طفیل ہی ہے۔

## مکرم ناصر احمد صاحب

مکرم ناصر احمد صاحب زعیم مجلس انصار اللہ لوئر موورڈن لندن یوکے لکھتے ہیں:
خاکسار اس وقت ایک بہت ہی عظیم، بہت ہی پیارے، بہت شفیق ایک مسیحائی صفات کے حامل، ایک نافعۃ الناس وجود کا ذکر خیر کرنا چاہتا ہے کہ جن کا نام مکرم و محترم منظور احمد شاد صاحب ہے۔
تقریباً ربع صدی پہلے کی بات ہے کہ میرے دو برادرِ نسبتی مکرم معظم علی صاحب اور مکرم مدثر علی صاحب ہمیں یعنی کہ مجھے اور اپنی بہن سے ملنے کے لیے ہمارے گھر آرہے تھے کہ اچانک اُن کی گاڑی کو موٹروے پر انتہائی شدید حادثہ پیش آگیا جس میں مکرم مدثر علی صاحب تو زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے موقع پر ہی شہید ہوگئے اور مکرم معظم علی صاحب انتہائی شدید زخمی ہوگئے جنہیں فوری طور پر ائیر ایمبولینس کے زریعہ فرینکفرٹ یونیورسٹی ہسپتال منتقل کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور ڈاکٹروں کی انتھک کوششوں سے مکرم معظم علی صاحب کی جان تو بچ گئی لیکن آپ کوما میں چلے گئے، جب بہتری کے آثار نظر نہیں آئے تو آپ کو فرینکفرٹ سے بہت دور ایک پر فضا مقام پر ایک ہسپتال میں منتقل کر دیا۔
مکرم و محترم منظور احمد شاد صاحب کی اُس دور میں جرمنی بھر میں ہومیو پیتھی طریقہ علاج میں بہت شہرت تھی۔ ہم آپ سے جا کر ملے تو آپ نے کہا کہ میں دوا تو دینے کو تیار ہوں لیکن بہتر ہے کہ میں بذاتِ خود مریض کو دیکھ لوں۔ ہم نے کہا کہ مریض یہاں پر نہیں ہے بلکہ یہاں سے کم از کم اڑھائی سو کلومیٹر دور ہے، لیکن اس کے باوجود آپ کئی بار ہمارے ساتھ مریض کو دیکھنے کے لیے جاتے رہے حالاں کہ آپ بطور ریجنل امیر فرینکفرٹ بہت ہی مصروف رہا کرتے تھے۔ لیکن آپ نے دُعا کے ساتھ علاج جاری رکھا اور ایک بار برادرم معظم علی صاحب نے

آنکھیں بھی کھولی تھیں۔ مکرم منظور شاد صاحب کا دوا سے زیادہ دعا پر یقین تھا۔ ہم نے دیکھا کہ آپ دورانِ سفر غیر ضروری باتوں سے اجتناب کرتے مسلسل دعاؤں میں مشغول رہتے۔ ہمیں بھی کہتے کہ دعا کریں اور حضورِ انور ؒ کی خدمت میں بھی دُعا کے لیے لکھنے کا کہتے۔ دوا کے لیے آپ نے کبھی بھی فیس کا مطالبہ نہیں کیا تھا بلکہ اگر ہم دینا بھی چاہتے تو آپ ہم سے نہ لیتے۔ آپ کو صرف اس بات میں دلچسپی تھی مریض صحت یاب ہو جائے۔

مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرحوم منظور احمد شاد صاحب کا چار خلفاء احمدیت کے ساتھ بہت قریب کا تعلق رہا تھا اور آپ کو جماعت کی بہت اعلیٰ سطح پر خدمت کا موقع ملا تھا لیکن آپ عجز و انکساری میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ میرے ساتھ کئی دفعہ آپ نے لمبے لمبے سفر کئے لیکن آپ نے کبھی بھی اپنے مقام کا یا اُن خدمات کا اظہار نہیں کیا تھا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ اور ہمیں آپ کی نصائح پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

# باب پنجم

# منظوم اظہار عقیدت

## مکرم راشد محمود رامش صاحب

جرمنی کے ایک معروف شاعر اور والد صاحب کے خاص معتقد مکرم راشد محمود رامش صاحب کا اظہار عقیدت۔ یہ کلام لندن میں مقیم ایک احمدی دوست مکرم محمد اسحاق صاحب نے اپنی مترنم آواز میں پڑھا تھا، جو کہ کافی مقبول ہوا۔

محبتوں کے خزانے سے مالا مال تھا وہ
شفیق و شیریں سخن صاحب کمال تھا وہ
جلال و رعب جھلکتا تھا اُس کے چہرے پر
نہ دیکھا اُس سا کوئی ایسا خوش جمال تھا وہ
گھنے درخت کی مانند تھا وجود اس کا
جو درد و غم سے بچائے اک ایسی ڈھال تھا وہ
وہ علم و فہم و فراست کا ایک منبع تھا
سبق جو اس نے پڑھایا ہمیں کمال تھا وہ
وہ اپنی ذات میں ایک انجمن ہی تھا رامش
کوئی مثال نہیں اس کی بے مثال تھا وہ

## مکرم طاہر احمد محمود صاحب

محترم منظور احمد شاد صاحب کی وفات پر آپ کے چھوٹے بیٹے مکرم طاہر احمد محمود صاحب کا اظہار عقیدت۔

دل رنجور ہیں اور آنکھیں حزین ہیں طاہر
یقیں نہیں آتا کہ وہ اب ہم میں نہیں ہیں طاہر
اسی کیفیت میں دن کٹ رہے ہیں مسلسل
چشم نم ہے اور سجدے میں جبیں ہے طاہر
وہی مُسکان لیے کسی جانب سے چلے آئیں گے
دل یہ کہتا ہے کہ وہ یہیں کہیں ہیں طاہر
کیوں مجھے بے اماں سی لگنے لگی ہے دُنیا
جب کہ وہی آسماں اور وہی زمیں ہیں طاہر
کیوں ماند سے پڑ گئے ہیں رنگ جیون کے
جب کہ دنیا تو پہلے سی حسیں ہے طاہر
میرے ہمراہ رہنے لگی ہیں وہ بیتی باتیں
اور وہ لمحے جو یادوں کے امیں ہیں طاہر
دل راضی برضائے خدا ہے مگر یہ آنسو
رکتے نہیں کہ اُنکی دُعاؤں کی کمی ہے طاہر
خاتمہ بالخیر کی دعا رہتی تھی لب پر ان کے
رب نے سن لی وہ دعا میرا یقیں ہے طاہر

**منظوم کلام مکرم منظور احمد شاد صاحب**

برموقع وفات عزیزم ولید احمد خالد

جو مورخہ 11 ستمبر 2004 کو ایک کار کے حادثہ میں شہید ہو گئے تھے۔

دردِ فراقِ ولید بھلا نہ سکوں گا میں
آب الم سے نوالہ غم کھا نہ سکوں گا میں
ٹوٹا ہے کوہ غم اور وقت پیری ہے
بجز تائیدِ ایزدی اٹھا نہ سکوں گا میں
وہ بھولی بھالی صورت وہ معصوم شرارتیں
قصہ بہت طویل ہے سنا نہ سکوں گا میں
وقت رخصت ملنے کی حسرت ہی رہ گئی
جان پدر یہ داغِ دل مٹا نہ سکوں گا میں
غم سے نڈھال سب ہی عزیز ہیں
کیا بیتی ماما پہ بتا نہ سکوں گا میں
جنت کا وہ پھول جنت میں جا بسا
گلشن میں اپنے اُسے سجا نہ سکوں گا میں
کچھ تو بتا کے جاتے کیوں روٹھ گئے ہو
روٹھے بھی ہو کچھ ایسے منا نہ سکوں گا میں
ننھا سدید کہتا ہے بھائی اللہ میاں پاس
اللہ میاں کہاں ہے سمجھا نہ سکوں گا میں

پاکستان میں دو معصوم احمدیوں کی شہادت سے متاثر ہو کر چند اشعار

گلشن میں میرے بھی بہار آئے کب وہ گوارہ کرتے ہیں
وہ کیا جانیں ان پھولوں کو ہم خوں سے سنوارا کرتے ہیں

اے دشمن بے راہ تو ہی بتا ان معصوموں کی کچھ تو خطا
دامن صبر کا نہ چھوڑیں گے کبھی ہم عہد دوبارہ کرتے ہیں

بوکھلاہٹ تیری اب ظاہر ہے آپے یوُ اب باہر ہے
غصہ اپنی محرومیوں کا کیا یوں بھی اتارا کرتے ہیں

سمجھیں نہ ہمیں بے وفا مقصود ہمارا رضائے خدا
اس خواہش پہ کہ راضی ہو خدا ہم ظلم گوارہ کرتے ہیں

کوئی تیغِ ظلم اُٹھاتا ہے کوئی تیر ستم چلاتا ہے
قاصر ہیں ایسے جلادوں سے ہم دُعا پہ سہارا کرتے ہیں

کوئی کفر کا فتویٰ لگاتا ہے کوئی قتل کا حکم سناتا ہے
ایسے میں اُس کی رحمت کا ہر روز نظارہ کرتے ہیں

مغضوب کوئی بتاتا ہے کوئی ضال ہمیں ٹھہراتا ہے
اپنی تو نہیں پرواہ کوئی ہم فکر تمہارا کرتے ہیں

تعصب کا چشمہ پہنا ہے ان کو تو یہ ہی کچھ کہنا ہے
شرفا اچھے لفظوں میں ذکر ہمارا کرتے ہیں

خود ہی کانٹے بچھاتے ہیں پھر پوچھنے بھی آجاتے ہیں
محرم ہیں ایسی راہوں کے ہنس ہنس کے گذارہ کرتے ہیں

شاداں ہیں اپنی حرکت پہ نازاں ہیں اپنی کثرت پہ
بے سہارا نہ جانو نادانو ہم اللہ کو پکارا کرتے ہیں

رکنا ہمیں منظور نہیں منزل بھی تو اب کچھ دور نہیں
ہیں طاہر آقا سالار اپنے چلنے کا اشارہ کرتے ہیں

## نیا انداز درشن ہو مبارک

نیا انداز درشن ہو مبارک اے میرے پیارے
خدا نے تم کو منزل دی عدو ہیں راہ میں ہارے

عدو کی بے بسی ہے دید کے قابل جہاں میں اب
نہیں آنکھیں ملاتا اب بے چارہ شرم کے مارے

خدا رسوا کرے گا تم کو میں اعزاز پاؤں گا
ہوا اک بار پھر پورا مسیحؑ پاک کے وارے

جلایا ہے خدا نے جو دیا خود اپنے ہاتھوں سے
بجھا نہ پاؤ گے اس کو لگا لو زور تم سارے

کھڑا تھا کل تلک ہاتھوں میں لیے جو ظلم کی برچھی
آئی ہے اس کی اب باری چلیں گے تیز تر آرے

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 13 مئی تا 19 مئی میں 1994ء)

**تاریخ احمدیت**

ہے شکر تیرا یارب جس نے یہ دن دکھائے
مہدی موعودؑ بن کر ہیں قادیان میں آئے

کتنے ہی تیرے پیارے، ترستے رہے ہیں سارے
یہ دن نہ دیکھ پائے ملک عدم سدھارے

خدا نے مسیحاؑ بھیجا بیمار قوم پا کر
زندہ کیے ہیں مُردے مسیح ؑوقت نے آکر

وہ نوُر تھا سراپا، وہ شیر تھا خدا کا
وہ تھا غلام احمد پُشت پر کھڑا تھا آقا

تبلیغ کی ذمہ داری، تھا کام بہت ہی بھاری
دن بھر اشاعت دیں تھی، رات کو گریہ زاری

جب کام ہوا سارا، وہ خدا کو ہوا پیارا
کشتی رواں دواں تھی اور دور تھا کنارہ

اتنے میں اُس کی رحمت پھر جوش میں تھی آئی
سنبھالی تھی نور دینؓ نے کشتی کی ناخدائی

وہ مفتی و فقیہ تھا وہ عالم و فصیح تھا
بدیہل صدیقؓ تھا، وہ عاشق مسیح تھا

پھر وقت ایسا آیا خدا نے اسے بلایا
اُترا نہ لحد میں تھا کہ فتنوں نے سر اُٹھایا

پھر کیا ایسا احساں میں جاؤں تیرے قُرباں
محمود بن کے آیا اس قوم کا نگہباں

پسر موعودؓ تھا وہ، مصلح موعودؓ تھا وہ
پیارا وجود تھا وہ، واقعی محمودؓ تھا وہ

وہ نوُر تھا خدا کا اُترا تھا آسماں سے
اک جہاں کو رولایا گیا وہ جب جہاں سے

ایسے میں ہوا ظاہر جو دین کا تھا ناصر
پہلے ہی وقف تھا جو دین متین کی خاطر

حافظ قرآن تھا وہ عاشق قرآن تھا وہ
چہرے پہ مسکراہٹ، شیریں زبان تھا وہ

خدا کا پیغام آیا، پاس اس کو بھی بلایا
کہتے ہوئے دوڑا لبیک یا خدایا

بادل غموں کے چھائے رویا میں ہائے ہائے
خدا پھر نہ یوں رلائے، یہ دن پھر نہ دکھائے

خدا نے دیا سہارا ، طاہر کو پھر اُتارا
طاہر ہے میرا آقا ہر شخص یہ پکارا

زندہ خدا سے زندہ تعلق ہے اس کا یارو
مخالفت سے باز آؤ انجام کو سنوارو

وہ یار سے قریں ہے، دل میں بھرا یقیں ہے
انداز دل نشیں ہے ہاتھوں میں شمع دیں ہے

آقا کے میرے بد خواہ، راہ چھوڑ پیچھے ہٹ جا
پہلے تھا کون آیا کہ گیا نہیں ہے پیسا

خدایا میرے خدایا میں در پہ تیرے آیا
دے اُس کو کامرانی، رکھ اُس پہ اپنا سایہ

تونے یہ دن دکھائے، وقت یہ بھی کاش آئے
علم اسلام ہو اونچا اور ہر ملک میں لہرائے

24اپریل1994ء

## اپنے نواسے کی پیدائش پہ کہا گیا کلام

صد شکر ہے خدایا، صد شکر ہے خدایا
تیرے فضل نے پیارے یہ دن ہمیں دکھایا
شجر کریم پر ہو کرم کریم دائم
جس کے کرم نے اس پر اک پھول اور کھلایا

دے اس کو علم و دولت کر اس کی خود حفاظت
رکھ اس کو نیک فطرت عادت ہو نیک عادت
تیری کرے عبادت نصیب ہوے یہ سعادت
ہر دم ہو تیری الفت ہر لحظہ تیری شفقت

شیطان سے بے زار ہووے تجھ پر نثار ہووے
تقویٰ شعار ہوے فخر دیار ہووے
پھولے پھلے ہمیشہ بابرگ و بار ہووے
باثمار ہوے اور بار بار ہووے

چوکھٹ پہ تیری مولیٰ آیا ہے ایک سوالی
در پر تیرے جو پہنچا لوٹا نہیں ہے خالی
آیا ہے شاد عاصی لے کر امید بھاری
کریو قبول باری اُس کی دُعائیں ساری

28جنوری1992ء